بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقد مہ دوسرا ایڈیشن:

یہ کتاب جو بتوفیق الھی اور بیت اللہ الحرام کی ضرورتوں کے پیش نظر مکہ مکرمہ میں دوسری اقامت کے دوران طاغوت کے شر سے ۱۷ برس ہجرت الی اللہ اور مقام معظم رھبری کے ہم صدا اس مقدس انقلاب کی بنیاد رکھنے کے دوران، انہی ایام میں لکھی گئی ہے ، اب جب پہلی مرتبہ طبع ہونے والی تمام کتابیں بازار میں نظر نہیں آرہی ہیں اور نایاب ہو چکی ہیں اور تمام انقلابی مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے اور زائرین خانہ خدا کے لئے زاد و راحلہ کا حکم رکھتی ہیں اور جس چیز نے ان کو مستطیع بنایا ہے اس سے کہیں زیادہ اہم تر ہیں اور دوسروں کے لئے درس عمومی شمار ہوتی ہیں کیوں کہ ملک حج اپنے تمام گرانقدر اسرار کے ساتھ تمام فخر آمیزاسلامی زندگی کے خوشگوار اور ناگوارحالات میں اسلام کا پر برکت نقش ہیں اب دوسری بار مزید دقت نظر کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہے اور تمام عالم اسلام اور مستضعفین عالم کے لئے صادر ہو رہی ہے ۔

تأ لیف و تدریس تفسیر قرآن کی مشغولیت کے ضمن میں جو ناچیز کی زندگی کا اہم رکن اور محور ہے اور بالخصوص اس ڈھلتی ہوئی دنیا میں امید کرتا ہوں کہ اسلام کے سیاسی فقہ کو قرآن وسنت کے پرتو میں لوگوں کے سامنے بیان کر سکوں ، اس کے بعد فقہ اقتصادی و عبادی اور دوسرے ابواب فقہ اسلامی، مستدل طریقہ سے عوام الناس کی سطح فہم کے مطابق بطور مسلسل تمام انسانوں کی دسترس میں قرار پائیں۔

اس کتاب کے صفحات ہر طرح کی تعمیری قابل قبول تنقید کے لئے صاحبان نظر کے لئے باز ہیں، چونکہ صرف کتاب و سنت کے بنیاد پر ہے جو چیز اس سلسلہ دروس میں حقیقت رکھتی ہے یہی دو اصل ہے خواہ دور گذشتہ و حاضر میں ہو نیز علماء مشہور کے موافق ہو یا نہ ہو۔

۱۳۶۲/۱/۱۳

حوزہ علمیہ قم

محمد صادق تہرانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و افضل الصلاۃ و السلام علی سیدنا الخلق اجمعین محمد و آلہ الطاھرین

حج کے اسرار و مناسک اتنے دقیق اور وسیع تر ہیں کہ اس کے لئے چند جلدیں درکار ہیں اور علماء اسلام نے اس موضوع پر ہر زمانے میں مختلف اور گوناگوں زاویوں سے تحقیق کی ہے اور مسلمانوں کی دسترس میں کتابیں قرار دی ہیں ۔

بجز اس کے کہ فقہ احکام و مناسک حج اب تک اس کے فقہی اسرار سے جدا رہا ہے اور ایک بے روح جسم کی طرح اس پر فقہ اجتماعی اور اسلامی عبادت کو صرف سا دہ اوربے معنی انداز میں افکار عمومی کے سامنےمیں پیش کیا گیا ہے، نیز ان دونوں فقہ کے ادلہ کتب مناسک تقلیدی میں بالکل بیان نہیں ہوئے ہیں نیزمکلفین کے تمام ضروری اور ما یحتاج مسائل کو بھی شامل نہیں ہیں۔

اور چونکہ زمانہ گذشتہ کے نوشتے ہیں، گر چہ اس دور کے مراجع تقلید کے نزدیک تھوڑی سی کمی زیادتی کے ساتھ مورد تصدیق ہیں، ان میں شرا ئط زمان و مکان اور موجودہ ضرورتوں کا لحاظ نہیں ہے ، کتاب کے مولف کو جب خانہ خدا کی مجاورت کا شرف حاصل ہوا تو ان ایام کو غنیمت شمار کرتے ہوئے عظیم اسلامی و جہانی مسئولیت و ذ مہ داری کے بموجب اس ڈھلتی ہوئی عمر میں ام القری مولد اسلام اور رسول اسلامؐ میں اپنے تمام قوا کو اخلاص کے ساتھ قابو میں رکھا اور زائرین خانہ خدا کی روز مرہ کی ضرورت کے مطابق جدید مسائل سے دچار ہوا جو دیگر تمام مراجع کے یہاں بہت کم نظر آتے ہیں، اس مقصد سے کہ حاجیوں کے اعمال ناقص نہ ہوں ، حج و عمرہ کے دوسرے تمام مسائل کے علاوہ اس طرح کے مسائل کا اضافہ کررہا ہوں اور یہ جدید مسائل حقیر نے اجتہاد کے اصلی منابع و مدارک، کتاب و سنت سے اپنی نظر کے

مطابق استخراج کیا ہے تاکہ تمام مراجع تقلید کے مقلدین کے لئے اظہار نظر سے پہلے حجت شرعیہ ہو اور ان کے مراجع کے لئے بھی جن کو ممکن ہے کہ اس طرح کی فروعات و تفصیلات کی فرصت نہ ہو ، اظہار نظر کے لئے مسائل آمادہ ہیں۔

فی الوقت کم سے کم وہ جدید مسائل جو دوسری کتب مناسک میں نہیں ہیں تمام مراجع کے مقلدین کے لئے شرعاً قابل اعتماد وعمل ہیں اور جو اہل علم ہمیشہ ادلہ احکام کی تلاش میں ہیں ان کےاظہار نظر کے لئے ایک آمادہ وسیلہ ہے اور اہل سر کے لئے جو ہمیشہ علل واسرار مناسک کے خواہاں ہیں تقریبا ایک کامل مجموعہ ہے ۔

ہم یہاں پر جہاں تک اس مختصر کتاب میں گنجا ئش ہے ، ادلہ و کتاب کی روشنی میں فقہ احکام کے بنیادی فقہ اسرار کو عوا م ا لناس کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور صاحبان نظر سے امید کرتے ہیں کہ مؤلف کی رہنمائی کے معیار اور بنیاد پر اپنے نظریات کو یادداشت فرمائیں تا کہ شاید یہ جدید مجموعہ مزید کمال کو پہونچے " لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا " ۔

مکہ مکرمہ: محمد صادقی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

"حج" اسلام کے پانچ بنیادی فرعی احکام میں سے ایک ہے ،قرآن کے ایک سورہ کا نام "حج" بھی ہے اور قرآن میں مختلف مناسبتوں سے اس کا ذکر موجود ہے ،نوبار"حج"اورایک بار"حج البیت" کے عنوان سے اس کا ذکر موجود ہے اور ان دونوں کی اصل ایک ہی ہے ، اور حج وعمرہ دونوں کو تمامی موارد میں شامل ہے ، مگر یہ کہ کوئی قرینہ ہو جو ایک کو دوسرے سے جدا کرے ، مثال کے طور پر دونوں کا ذکر ایک ساتھ ہو "واتموا الحج والعمرۃ للہ "یا یہ کہ ان میں سے کسی ایک کا کوئی مخصوص ذکر ہو ۔

"حج" قصد زیارت سے عبارت ہے اور "حج" نتیجہ قصد سے عبارت ہے کہ زیارت مقصود ہے اور لوگوں پر واجب ہے "حج البیت" زیارت مقصود ہے نہ تنہا قصد زیارت لہذا حج ، حج کے لئے مقدمہ ہے ، کہ نہ تنہا قصد کافی ہے اور نہ زیارت بے قصد وحساب ۔

ہاں! حساب شدہ زیارت نہ بے حساب ، اور نہ ہی قصد وحساب زیارت کیوں کہ ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو قصد زیارت تو رکھتے ہیں لیکن اس کی جانب ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے اور ایسے لوگوں کی بھی کثرت ہے جو زیارت تو کرتے ہیں لیکن بے قصد وحساب ،وہ حساب کہ حساب ہے اور ارجمند نہ تنہا نیت، علی الخصوص کہ زیب و زینت کی دیوار کھڑی کر دی جائے ۔

"حج" گوناگوں معانی اور ایک روش کے ساتھ ، جو لغت میں موجود ہے ہم کو اس حرکت و پر برکت عبادت کے معانی اور اغراض ومقاصد سے آگاہ کرتا ہے کہ :

۱۔ اس طرح سے قصد کرنا ہے جس کی تجلیل کرتے ہو کہ نہ خدا سے بزرگتر ہے اور نہ بزرگی بجز خدا ہے اور نہ غیر خدا کے لئے بزرگی ہے کہ تمام مقاصد واغراض اور محاسبات کی بازگشت اس کی طرف اور اس کے لئے ہے ۔

۲۔ خود داری ہے: کہ اس خدائے یگانہ کا قصد کرنا ہے ، اس کی شرط اور دوسروں کو ترک کرنا ہے اور نا محرموں کے سینہ پر دست رد مارنا ہے اور این و آن

کے قصد سےخودداری اور اجتناب یہاں تک کہ اپنوں اور خودی سے بھی خود داری اور اجتناب ہے سزاوار اور شائستہ ہے اس "سفر الی اللہ" میں "ماسوی اللہ"سے تہی ہو تاکہ خدا کی معرفت اور محبت سے سرشار اور لبریز ہو ۔

۳۔ اور غلبہ، برھان اور دلیل سے ہے : کہ اگر اس طرح سے خدا کے ہو گئے تمام ناخداؤں پر غالب آ جاؤ گے اور اگر حج خانہ خداکو جیسا کہ شائستہ ہے انجام دو گے خدا کے سارے دشمن اور سارے لوگوں پر غالب آجاؤ گے ۔

۴۔ قدم بڑھانا ہے: خانہ خدا اور لوگوں کے گھر کی سمت، کہ خود سے اور دوسرے خداؤں سے دور ہونا ہے ، اور خدائے معبود برحق اور اس کے عبادت گزار بندوں سے نزدیک ہونا ہے ۔

۵۔ اور زیادہ رفت و آمد ہے اور بکثرت آمد و رفت: کہ نہ تنہا ترک خانہ خدا مسلمانوں پر حرام اجتماعی ہے ، بلکہ اس کو لوگوں کی جایگاہ اور پایگاہ ہونا چاہیے، تا کہ اس عظیم اجتماع میں"انسان خناس"کے شر کو دفع کرنےکی تدبیر کرنی چاہیئےاور یہ ناس جن کو اس عظیم اسلامی اجتماع میں دعوت دی گئی ہے "الہ الناس"کے آئین کے پرتو میں عوامی زندگی پائیں اور الہی ہو جائیں۔

(۱)یہ پانچ معانی کتب لغت سے اس طرح بالترتیب ماخوذ ہیں :

۱۔ القصد او کثرتہ الی من یراد تعظیمہ ۲۔ الکف ۳۔ الغلبۃ بالحجۃ ۴۔ القدوم ۵۔ کثرۃ الاختلاف و التردد

اولین حج ، حجۃ الاسلام ہے جو مستطیع لوگوں پر اسلام لانے کا لازمہ ہے ، اور اس کے وجوب کی اساس اور بنیاد اسلام ہے کہ یہ عظیم اسلامی عالمی اجتماع اسلام کے لئے پاسبان ومحافظ ہے ، بنا بر این ،"حجۃ الاسلام"خود "حجۃ الاسلام "ہے جو اسلام کے لئے ضمانت اور بر ہان ہے اور مسلمانوں کے لئے بہترین محافظ اورنگہبان ہے ۔

جس طرح اولین عمرہ بھی"عمرۃ الاسلام"ہے ، یعنی ایسی زیارت جس میں دوستی اورمحبت ، عدل و انصاف اور صداقت اورررابطہ قائم ہو (۱۔ لسان العرب۔ مثابۃ یعنی ملجأ ۔ متاب ۔منتبہ۔ مرجع ۔ مقام مستقی) جو تکمیل حج کے لئے ایک مقدمہ ہے کیوں کہ سال کے تمام ایام (۱۔ العمرۃ ھی زیارۃ اللہ التی فیھا عمارۃ الود) میں اجتماع عظیم اور کسی خاص زمانہ کی شرط کے بغیر قبول ہے، تا کہ حج کے موسم میں اور حج کے لئے جو اسلام کا عظیم اجتماع ہے ، فردی تمرین اور کچھ اجتماعی عمرہ کے ساتھ مناسک حج کے عمومی میدان میں وارد ہوں۔

خانہ خدا و ر لوگوں کا گھر:

خانہ کعبہ جو مسلمانوں کا قبلہ اور طواف گاہ حج وعمرہ ہے قرآن میں ۱۶ جگہ پر اس کا ذکر ہوا ہے، اور صرف دو جگہ خدا نے اس کی نسبت اپنی طرف دی ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت ابراہیمؑ کو اس کی تطہیر کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا : "و طھر بیتی"(۲۲: ۲۶) میرے گھر کو پاک کرو اور کبھی اسماعیلؑ کو بھی اس مقصد کے لئے اضافہ کیا چنانچہ ارشاد ہوا: " ان طھرا بیتی"(۲: ۱۲۵) اور تیسری بار اور آخری بار حضرت ابراہیمؑ ہیں جو بیت کو رب البیت سے نسبت دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:"ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم "(۱۴: ۳۷) اے ہمارے پروردگار! میں اپنی بعض ذریت کو ایک صحرائے بے آب و گیاہ میں تیرے محترم گھر کے نزدیک چھوڑ رہا ہوں!۔

اور دوسرے تین مقامات پر اس گھر کو " ناس" یعنی لوگوں سے نسبت دیتا ہے " لوگوں کا گھر" کہ

۱۔ "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین"(۳:۱۶) ۲۔ "جعل اللہ کعبۃ البیت الحرام قیاما للناس" (۵: ۹۷) ۳۔ "واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا"(۲: ۱۲۵)۔

۱۔ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو"بکہ" مکہ مکرمہ میں ہے اور عالمین کے لئے مایہ ہدایت وبرکت ہے۔

۲۔ اور خدا نے اس گھر کو جو انتہائی محترم ہے لوگوں کے لئے قرار دیا ہے ۔

۳۔ اور جب ہم نے قرار دیا اس گھر کو لوگوں کے لئے ملجأ و مأوی اور امن کی جگہ۔

ان تین آخری آیتوں میں کعبہ لوگوں کا گھر اور ابتدائی دو یا تین آیتوں میں لوگوں کے رب کا گھر اور دوسرے مقامات پر نہ یہ اور نہ وہ بلکہ صرف البیت ہےجو اس گھر کی طرف اشارہ ہے جو خدا اور لوگوں کا گھر ہے اور چونکہ خدا گھر اور مکان سے منزہ ہے اس گھر کی اس کی طرف نسبت تعظیمی ہے اور اس گھر کو عظیم اسلامی اجتماع اور مناسک حج کی تاسیس کے لئے جو حکومت اسلامی کی علامت ہے مقرر فرمایا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ ہر صورت میں کعبہ لوگوں کا گھر ہے کہ اس کے گرد خدا کی عبادت کریں "فلیعبدوا رب هذا البیت"(۱۰۶: ۱۳) تا کہ ا س گھر کے رب کی عبادت کریں ، نہ اس گھر میں رہنے والے کی ، نہ اس گھر کی، کہ نہ یہ گھر معبود ہے اور نہ اس گھر کا مالک یہاں رہتا ہے ۔

اصلی مقصد تکمیل ناس(لوگ) ہیں کہ حج البیت کے ذریعہ خناس کے وسواس اور نسناس کے اخلاق سے خود کو محفوظ رکھیں اور جیسا کہ سزاوار ہے کہ آیہ الناس کی پیروی کے پرتو میں نا س ہو جائیں اصولاً "بیت" رات گزارنے کی جگہ کے معنی میں: استراحت سے عبارت ہے کہ کبھی استراحت گاہ بدن ہے اورکبھی بیت اللہ و الناس کی طرح استراحت گاہ روح ہے، کہ حج البیت صحیح معنوں میں روح و جان کو ہر اس چیز سےجو بے روح و جان ہے، آزاد کرتا ہے، اور یہ سراپا حرکت عبادت اور ہمہ جانبہ اور انقلابی حرکت ہے جو انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے ، ایسا نہیں کہ خواب کواور زیادہ ہی بڑھادے۔

آیات حج میں جو چیز سب سے زیادہ مد نظر ہے وہ یہ ہے کہ یہ مربع گھر ، اس کا حج چار ستونوں اورچار درخشان تختیوں پر استوار ہے جو " مثابۃ الناس " "قیاما للناس " "ھدی و مبارکا " "ویشھدوا منافع لھم " سے عبار ت ہے اور آخر میں "ویذکروا اسم اللہ فی ایام معدودات" کہ یہ بھی مصلحت" الناس" لوگونکی خاطر ہے ۔

تین آخری ستون، لوگوں کاقیام لوگوں کے لئے ہدایت وبرکت۔ لوگوں کے لئے منفعت اور آخری ستون " مثابۃ للناس" کہ خود چھ معانی پر مشتمل ہے اور بمقتضای بلاغت قرآنی سب مقصود ہے اور خو د تنہا" الحج البیت" کے اسرار اور اہداف کو اس طرح سے خلاصہ کر سکتا ہے :

ملک حج:

۱۔ مسلمانوں کے لئے ایک مستحکم اور گرانقدر پناہ گاہ ہے ۔

۲۔ بے دینی، بے دینوں اور خود پرستوں کے حملہ سے بچنے اور گناہوں سے توبہ کرنےکی جگہ ہے۔

۳۔ مسلمان جن بہترین باتوں سے غافل ہے یہ ان سے متنبہ کر نے کی جگہ ہے ۔

۴۔ خدا پسندانہ انسانی زندگی کی طرف بازگشت، خدا ساختہ وخدا خواستہ کہ پورے سال اس عظیم اسلامی اجتماع میں تجدید قوا کریں تاکہ اسلامی عظمت و بزرگی سے آراستہ ہوں ۔

۵۔ مسلمانوں کے سیاسی ، اقتصادی ، علمی، اخلاقی اور عسکری امور کی تقویت اور تنظیم کے لئے ایک مرکز ہے ۔

۶۔ اور ایک نمایاں اور شایان ذکر بندہ پر ایک چشمہ ہے جو مسلمانوں کی پیاس بجھاتا ہے، تا کہ اس زندگی بخش چشمہ سے سیراب ہوناور انسانی زندگی کا شربت روح افزا نوش کریں ۔

یہ تمام رحمت و نعمت جو حج میں منحصر ہے اور ہر ملک کے حدود سے باہر ہے اگر مسلمان حج کو کہ جیسے بجا لانا چاہیئے ، بجا لائے اس خانہ خدا و لوگونکی خدا پسند اورعوامی عشق کےساتھ زیارت کریں تو ملک حج روز افزوں عالمی قدرت کا مالک ہوگا اور ایک پر افتخار حکومت اسلامی کی شکل میں ابھر کر سامنے آئے گا ۔

بیگانوں کے ساتھ اقتصادی، ثقافتی ، علمی اور عسکری عہد و پیمان باندھنے کی جگہ؛ اس با عزت و عظمت ملک میں مسلمان حکومتیں اور ملتیں ایک دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان باندھیں اور اپنے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات اور روابط صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر استوار کریں ، " ویذکرون اسم اللہ " خدا کو مل جل کر یاد کریں کہ " ید اللہ علی الجماعۃ" اور اسلام ایک اجتماعی اور زندگی ساز دین ہے ، اور ہماہنگی وتعاون اور باہمی امداد کے اوپر استوار ہے ، یہاں تک کہ یہ چیز خدا کی عبادت میں بھی ہے جو خدا سے ایک خصوصی رشتہ ہے۔

حج البیت: زندگی کے شائستگیوں کی تکمیل کے لئے قیام کرنا ہے اور عالمین کے لئے ہدایت و برکت اور انسان کے لئے امن ہے۔

حکم خدا سے خلق اللہ کے ہمقدم بیت اللہ اور بیت الناس کی جانب ایک حرکت ہے کہ خانہ خدا اور لوگوں کا ہے ، خدا اور لوگوں کی مصلحت کی خاطر، تمام شائستہ حرکات کا خدا کی سمت ایک نمونہ ہے جو زندگی ساز اور مردم پرداز ہے ۔

مناسک حج زیادہ تر الفاظ سے تہی، نیت اور تصمیم کے ہمراہ معنی وعمل کی طرف مسلسل ایک میلان اور رجحان ہے اور پورے اسلام کی گزارش ہے اگر الفاظ ہیں تو وہ معانی کو یاد کرنے کاذریعہ ہیں اور اس کے بعد پُر معنی اعمال کی بجا آوری۔

یہ چیز ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ احرام، طواف، سعی، وقوف عرفات و مشعر الحرام ، بیتوتہ منی ، رمی جمرات، قربانی، حلق یا تقصیر، سارے کے سارے اعمال اور اشارہ ہیں ۔

وقوف بھی جو ظاہراً بے عملی اور بیکارہے ، خود ایک فکری کام اور عر فانی تحریک ہے کہ عمل کے لئے آمادگی زیادہ اور خالص ہے۔ ان تمام حرکات میں تنہا جو الفاظ ہیں وہ لبیک کی صدائیں اور نماز طواف ہے اور بس!

اور یہ خود ایک ظاہری اور باطنی راز ہے اور مستطیع افراد کے ہمراہ پوری آب وتاب کے ساتھ پورے عالم اسلام کی نما ئش ہے اور ان اقدار اور ارزشوں کی نمائش ہے جو صرف ملک حج کی نمائش گاہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

یہ مسلمان انسان جو "بیت عتیق" آزاد اور قدیمی گھر، خدا اور لوگوں کے گھر کی زیارت کرتا ہے، اس کو سمجھنا اور سوچنا چاہئے کہ غیر خد اکی پرستش اور غیر خدا کے گرد طواف کرنے سے آزاد ہو، متعدد خداؤں کےخواہشات کے گرد طواف نہ کرے اور صرف خدا کا طواف کرے اور بس!

ہمیشہ خدا اور لوگوں کی خدمت میں ہو کیوں کہ لوگوں کی خدمت بھی خدا کے حکم سے خدا کی خدمت ہے ، خدا کی خدمت بھی صرف لوگوں کی مصلحت کے پیش نظر ہے ۔

اس خدا لوگوں کی خدمت میں جھوٹے اور باطل خداؤں کی خدمت اور لوگوں کے علاوہ خدمتوں سےکہ نسناس کی خدمت ہے آزاد ہو، خدا کا اسیر ہو نہ ہوا و ہوس کا، کیوں کہ جو خدا کا اسیر ہے وہ ہر طرح کی ہوا و ہوس سے آزاد ہے ، یہ خدا کا گھر ہے لیکن لوگوں کی مصلحت کی خاطر کہ خدا اور لوگوں کا گھرہے کہ "ناس " "حج البیت" کے پرتو میں " الہ الناس"کے لطف سے نسناس کے شر سے رہائی پائیں ۔

یہ خوبصورت حج جو ایک عالی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اپنے اہداف و اسرار سے عمومی غفلت کے نتیجہ میں ہر سال اپنے بد ترین چہرہ اور غیر معقول عمل کے ساتھ تکرار ہوتا ہے ۔

افسوس کے کچھ نادان اور منفعت طلب افراد کے ہاتھوں کا کھلونا بنا ہوا ہے کہ ایک تجارتی گروہ خانہ خدا میں حکم خدا کے خلاف،اور لوگوں کے گھر میں لوگوں کی مصلحت کے خلاف سرگرم عمل ہے اور اسلام کے اس درخشان چہرہ کو اس قدر سیاہ اور تباہ کر رہا ہے کہ ہر دیکھنے والے کو قے آتی ہے ۔

افسوس"حج" مسلمانوں کی موجودیت کی سند اس وقت اور کافی پہلے سے ایک جنگلی اور سفاک چہرہ اختیار کر چکا ہے، یا کچھ مفہوم اعمال کی صورت کہ ظاہری اعتبار سے سے بھی درست نہیں ہے ، بازیچہ اطفال ہو کر رہ گیا ہے۔

یہ حج جو حقیقت میں مکمل اسلام ہے ، اپنے مکمل تحریک اور حرکت آمیزمناسک کے ساتھ سمجھا جاتا ہےکہ اسلام حرکت اور فکر سے عبارت ہےایسی حرکت جو فکر کی بنیاد پر ہے ، اور فکر ہی بنیاد اور مایہ حرکت ہے۔

اس حج کو ہم مسلمانوں نے ، اسلام کوحرکت اور فکر دونوں سے تہی اور خالی کردیا ہے، خشک اور بے مغز اعمال میں تبدیل کردیا ہے اور حج کی تجارت کرنے والے گروہ کے لئے منفعت بخش بنا یا ہے، باوجودیکہ مناسک حج خود ایک کامل جنگ ہے، ہر اس چیز سے جنگ جس کو خدا ہمیں سمجھانا چاہتا ہے ، پورے اسلام کا ایک کامل دورہ ہے، کہ ہم نے اس کامل نمونہ کو ضائع کر کے پورے اسلام کو بے معنی کردیا ہے ۔

ملک حج ۔ حکومت اسلامی

ملک حج، جو ایک وقت میں اور ایک جگہ پر تمام مستطیع مسلمانوں کے اجتماع سے تشکیل پاتا ہے ایسا ملک ہے جس کا قانون صرف قرآن، جس کا بادشاہ خدا، جس کے وزیر اعظم حضرت خاتم المرسلین اور جس کے وزراء بارہ معصومین ہیں کہ تمام قوانین ، قانون گذاروں اور صاحبان منصب سے اس زمان و مکان میں مسئولیت کو سلب کرتے ہیں اور اس کو صرف قرآن کے قیام میں منحصر جانتے ہیں، یہ ملک مسلمانوں کو عملی مشق کراتا ہے کہ ایک عالمی اسلامی حکومت کی جستجو میں ہوں کہ صرف قرآن دنیا پر حکومت کرے اور بس ، اور تمام حدود اور قوانین علیحدہ اور جدا ہوں۔

یہ ہے "قیاما للناس" کے "ناس" اس طرح کے پر افتخار اور پر اقتدار حکومت کی تأسیس کی خاطر جستجو کریں عملی وایمانی، مالی وجنگی اور پراگندہ سیاسی او اقتصادی طاقتیں ایک ساتھ مل کر "لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" کے پرچم کو زندگی کی سب سے اونچی چوٹی پر لہرانے اور بلند کر نے کے لئے قیام کریں : قیام " ناس" : ملک حج میں مدعو افراد، بر خلاف" نسناس"ملک حج سے مطرود اور دور کئے ہوئے۔

اور یہ ہے " مثابۃ للناس" کے اس پرچم کے زیر سایہ حق وعدالت اور عمومی امن و امان برپا کریں ، پناہ لیں اور پناہ دیں اور بے عقلوں اور درندہ صفت افراد کو ان کی راہ دکھائیں۔

یہ ہے " مبارکا وھدی للعالمین" کہ برکت وہدایت ہے عالمین کے لئے تا کہ اس کے پرتو میں خود اور دوسرے ہدایت پائیں۔

اور یہ ہے "یشھدوا منافع لھم" کہ اس ملک حج سے خدا ور لوگوں کے گھر میں حیات بخش ، زندگی ساز، غیرت بخش اور انسان ساز نعمتوں سے مالا مال ہوں - - - "و یذکرون اسم اللہ" کہ سب ملکر خد اکو یاد کریں ، خدا پرست لوگوں پر خدا بھی مہر بان ہے، کیوں کہ انسان خدا کے لئے ہے لہذا خدا بھی انسان کے لئے ہے -

حج پر کیسے جائیں؟

حضرت امام جعفر صادق (ع) سے مروی ہے کہ جب حج کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے دل اور تمام قویٰ کو ہر طرح کے حجاب اور ہر فکر و ذکر سے پاک کرو ، حق کے شیدا ہو اور باطل سے بالکل قطع رابطہ کرو، تمام کاموں کو اس کے حوالہ کردو اور اپنے تمام حرکات و سکنات میں اس پر توکل کرو اور ا سکی قضا ، حکم اور تقدیر کے سامنے تسلیم ہو، دنیا، راحت و آرام اور تمام مخلوقات کو ترک وفراموش کر دو ۔

لوگوں کے واجب حقوق تمہارے ذمہ نہ ہوں، ہرگز توشہ، وسیلہ راحت ہمراہ ہو ، جوانی کی طاقت اوراپنے مال پر اعتماد اور تکیہ نہ ہو ، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی دشمن وبال جان بن جائیں ، تاکہ جانو کہ خدا کی توفیق اور اس کی نگہبانی کے علاوہ کسی کے لئے کوئی قوت ، طاقت اور حیلہ وتدبیر نہیں ہے ۔

اس طرح سے آمادہ ہو کہ گویا اس سفر سے واپسی کی کوئی امید نہیں ہے، ساتھ والوں ، ہمنشینوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور سلوک کرو ، ہر وقت واجبات الٰہی اور سنت رسول ا للہ کی رعایت کرو، تمام اوقات میں ہر طرح کے ادب ، صبر ، شکر، نعمت و شفقت اور سخاوت و ایثار کی رعایت کرو ، جس کی تمہیں ضرورت ہے اس میں دوسروں کو مقدم رکھو۔

سفر حج، جو خدا خواہ اور خدا راہ ایک سفر ہے اجتماعی منافع اور شرائط کے علاوہ جیسا کہ گزر چکا ہے ، فردی شرائط بھی رکھتا ہے کہ اول انانیت ، خود پسندی اور خود راہی سے نکلنا ہے۔

یہ خود اور خودی سے خدا اور خدائی کی طرف ایک سفر ہے جو تم کو خودی سے نکال کر آدمی بناتا ہے، زندگی سے یکسانیت کو ختم کرتا ہے ، یہ مرگبار زندگی جس نے تم کو خود میں الجھا رکھا ہےاور اس کے پر پیچ وخم وادیوں میں تم گم ہو اور

حقیقت میں تم کو کہیں کا نہیں رکھا ہےاور تم سمجھتے ہو کہ تم سب کچھ ہو ، اس مرد ہ کو زندگی میں تبدیل کرنا ہے۔

یہ خود اور خودی سے خدا اور خدائی کی طرف فرار ہےجو تمہارے تنے ہوئے پردے کو سوراخ اور تمہارے گرہ کو باز کرتا ہےتا کہ خود پسندی، خود خواہی اور خود راہی سے آزاد ہو جاؤ اور تمہاری راہ کو جو خود اپنے محور پر ایک دائرہ ہےاور خود پر آ کر منتہی ہوتی ہے ، براہ راست خدا کی جانب لے جاتا ہے " ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ" (۶: ۱۵۳) یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہذا اس کی پیروی کرو دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ کیوں کہ خدا کی راہ سے بھٹک جاؤ گے ۔

یہ اپنے گھر سے خدا اور لوگوں کے گھر کی طرف ہجرت ہے ، اپنے شہر سے خدا اور لوگوں کے شہر کی طرف ، اپنے ملک سے خدا اور لوگوں کے ملک کی طرف، تا کہ اس کے پرتو میں خدائی اور انسانی رنگ تم پر چڑھے اور لوگوں کے ساتھ ہم قدم ہو کر خدا کی راہ کو طے کرو ۔

اپنے کام سے خدا اور لوگوں کے کام کی طرف ہجرت ہے کہ تم کو تمہارے اور دوئیت کے خول سے باہر نکالتی ہےاور ایک خدائی انسان بناتی ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی طلب نہ رہ جا ئے کیوں کہ تم کو خود دسے بیگانہ کرتی ہے، اور خدائے یگانہ سے ملاتی ہے، غیر خدا سے بیگانگی اور خدا سے قرب ونزدیکی ہے۔

تم کو کہ خدا نے خدا خواہی ، خدا فہمی اور خدا شناسی کی فطرت اور فکر پر پیدا کیا ہے ، تم زر ہو گئے، شکم وشہوت ہو گئے، کچھ اور ہو کر رہ گئے، انسانیت اور آدمیت سے تہی ہو کر رہ گئے کہ ہر چھوٹے اوربے معنی غیر انسانی معنی کو اپنے اند ر جگہ دی ، تم وزنی زنجیروں اور لا متناہی وابستگیوں کےساتھ خدائی راہ کو طے نہیں کر سکتے ہو۔

اس سیر الی اللہ کے پہلے قدم میں احرام باندھتے ہیں، اس کے پہلے قدم میں خود کو ہر چیز سے پاک کرو ، گم ہو جاؤ تا کہ خود کو پیدا کرو ، کم ہو جا ؤ تا کہ زیادہ ہو، اس کے بندے ہو جاؤ تاکہ پیروی کرو ، اس کے اسیر ہو جاؤ تاکہ آزاد ہو جاؤ، کیوں کہ " البیت العتیق"آزاد گھر کی جانب سفر ہے ۔

تم کچھ نہ تھے اور اس وقت بھی کچھ نہیں ہو ، تمام تعلقات اور وابستگیوں کو ختم کر دو ،خیالی اور باطل ہست وبود سے فرار اختیار کرو اور ہستی بیکراں سے وابستہ ہو جاؤ۔

اس وقت کہ مستطیع ہو اپنے مال، جان ، عقل ، تن اور راہ کے ہمراہ آمادہ سفر ہو تاکہ عظیم عہد الہی کو بندگان خدا کے ایک گروہ کے ساتھ تحقق بخشو ، کیوں کہ " وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" ایک عمیق اور نہ ٹوٹنے والا عہد و پیمان ہے جو بندوں نے اپنے خدا سے خدا کے لئے کیا ہے کہ حج البیت کریں ۔

پہلے بندگان خدا سے اپنا حساب پاک وصاف کرو اور خدا سے بھی اپنا حساب پاک اور صاف کرو، کیوں کہ خدا اور لوگوں کے گھر کی طرف روانہ ہو رہے ہو ، سمجھو کہ تمہاری موت کا وقت آچکا ہے، البتہ اس مرگبار زندگی سے موت، کہ خود اصل زندگی ہے اور جس وقت واپس آؤ خدا پسندانہ انسانی زندگی سے پر ہو ، نہ یہ کہ تم خود خالی ہو اور تمہارا بیگ سوغات سے پر ہو ، خود اپنی سوغات لے جاؤ تا کہ خدا ساختہ واپس آؤ، خدا کے گھر سے واپس آؤ نہ خدا سے ، مدرسہ حج سے فارغ التحصیل ہو کر لوٹو نہ یہ کہ حج کے اعمال کو نا شائستہ کی صحبت کا ذریعہ قرار دو ، تا کہ جو کچھ حج سے پہلے حرام تھا اب حج کی مہر او ردستخط سے اور حاجی کی تصدیق سے حلال ہو جائے مزید بر آن خدا اور بندوں سے طلبگار بھی ہو کہ حج کر کے واپس آئے ہو!

"حج" خود اختیاری موت ہے ، موت سے پہلے موت کی مشق ہے، اور سرا پا حیات اور تجدید حیات ہے کہ: "موتوا قبل ان تموتوا" بے اختیار موت سے پہلے اپنے اختیار سے مرو ، یہی وجہ ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ سفر حج سے پہلے وصیت کرو ۔

"حج" ایک انسانی اور عمومی نشانی اور علامت ہے ، نہ اشرافی، کیوں کہ استطاعت مالی، ثروت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ زندگی کے کم سے کم مخارج کے ساتھ جمع کر سکنے سے عبارت ہےکہ پہلے پیادہ لوگوں کو دعوت دی گئی ہےاور اس کے بعد لنگڑے شتر سواروں کو اور اس کے بعد مذکور بھی نہیں ہے ۔

اور دوسرے سوار بہتر وسائل کے ساتھ کہ: "و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاو علی کل ضامر یاتن من کل فج عمیق" (۲۷: ۱۲)لوگوں کے درمیان اعلان کرو کے تمہارے پاس آئیں پیادہ اور لنگڑے اونٹوں پر سوار ہو کر اور بس، گویا ثروت مندوں کو خاطر میں نہیں لایا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ استطاعت کو مال و دولت سے کم سے کم توانائی میں مضمر جانا ہےکہ کم سے کم پیادہ روی ہے۔

عبادت حرکت:

حج جو سرا پا حرکت ہے ، ایک انقلابی اور حرکتی عبادت ہے،فکر کی بنیاد، عقل وعلم کی اساس اور انقلاب کے مقصد سے ایک عملی اسلام ہےکہ تم کو حرکت الی اللہ کا درس دیتا ہے ہر طرح کی حرکت اور نعمت سے لبریز ایک حرکت ، نہ تفریح اور تفنن طبع کے لئے کہ اس کی ہوا بدترین ہوا اور اس کے لوگ بھی بد ترین، لیکن اس کا اجتماع محشر اکبر اور اسلامی اقدار کی نمائشگاہ، ہے کہ آپس میں سب مل کر ایک ہو جائیں یہ حرکت بےنہایت ذات کی جانب ہے ، اس خدا کی طرف جس کی کوئی انتہا نہیں، جس کا کوئی ہمتا نہیں، لہذا تم مدرسہ حرکت حج میں سیکھتے ہو کہ اسلام سراپا حرکت ہے اور حرکت بسوی حقیقت، نہ کوئی وقفہ ہے اور نہ کوئی تاخیر،یہاں تک کہ موت بھی تم کو اس "سیر الی اللہ" سے منع نہیں کرتی کہ اس حرکت

کے نتیجہ میں وہاں پر بھی حرکت میں ہو بے نہایت تک حرکت میں ہو ، اور خدا بھی اس حرکت کی نہایت نہیں ہے کیوں کہ بے نہایت ہے، بلکہ اس راہ کو طے کرنے کا راز ہے، خدا سے مرنا اور نہ خدا میں باقی رہنا، اور نہ خدا کی طرف آنا خدا تک پہنچنے تک"وصول"اور تنہا قرب معنوی اور معرفتی ہے نہ مصافتی یا ذاتی ، کعبہ بھی کوئی اس کی جایگاہ نہیں ہے بلکہ عبادت حرکت الی اللہ کا مرکز ہے رمز ہے کہ ہمیشہ "فی سبیل اللہ "ہو ، تمہارا جینا، اس دنیا میں ٹھرنا اور تمہارا مرنا؛ سب کچھ اور "سبیل اللہ " بھی سبیل الانسان ہے راہ مصلحت انسان کہ خدا کی رہنمائی کے علاوہ ممکن نہیں ہے ، جیسے کہ "بیت اللہ" "بیت الناس "ہے کہ خدا کوئی چیز اپنے لئے نہیں چاہتا ، کیوں کہ "حمد"ہے ، اس میں کوئی نقص نہیں ہے جس کی تکمیل کرے ، کوئی حالت انتظار نہیں رکھتا کہ حیران وپریشان ہو۔

حج وعمرہ:

پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حج البیت خانہ خدا کی حساب شدہ اور قصد شدہ زیارت ہے، بنا بر این حج و عمرہ دونوں "حج البیت" ہیں کہ ہر ایک میں زیارت خانہ خدا اصلی رکن ہے ، جس جگہ حج یا حج کہا جائے دونوں کو شامل ہے مگر یہ کہ ان میں سے کسی ایک کے اختصاص پر کوئی قرینہ اور گواہی موجود نہ ہو ، جیسے کہ ایک ساتھ ذکر ہوں "و اتموا الحج والعمرۃ للہ"(۲:۱۹۶) یا کوئی دوسرا قرینہ ہو جیسے " یوم الحج الاکبر"کہ حج اکبر وہی ہے جو وقوفین اور منی پر مشتمل ہے، اور اس کےضمن میں عمرہ کی طرف اشارہ ہےکہ حج اصغر ہے ، یہ "حج" لیکن"عمرہ" صرف عمرہ کو شامل ہےاور حج کو شامل نہیں ہے جیسے کہ اس کے معنی سے بھی ظاہر ہے، خلاصہ حج وعمرہ دونوں اس بات میں کہ ان کا رکن زیارت کعبہ ہے ہماہنگ ہیں، بجز اس کے کہ "حج" حج اکبر اور عمرہ حج اصغر ہے۔

بنا بر این ادلہ وجوب الحج کہ بلا قید اس کو واجب کیا ہے دونوں کو شامل ہیں ، "حج اکبر" یا تمتع ہے، یا قران یا افراد، اور "حج اصغر"یعنی عمرہ کہ یا تمتع ہے یا مفردہ۔

"حج تمتع" کہ عمرہ تمتع کا مجموعہ ہے اور اس کے بعد اس کا حج تنہا حج کے مہینوں میں انجام پاتا ہے : اس کا عمرہ اول شوال سے نہم ذی الحجہ تک ، اور اس کا حج نہم سے آخر ذی الحجہ تک اس تفصیل کے ساتھ جو بیان ہوگی ۔

"حج قران یا افراد" اس زمانے کے دوسرے حصہ میں : نہم سےآخر ذی الحجہ تک ،لیکن اس کے عمرہ مفردہ کا کوئی معین زمانہ نہیں ہے، پہلے یا بہتر ہے اس کے حج کے بعد انجام دیا جائے تھوڑے یا زیادہ فاصلہ سے یا بلا فاصلہ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کو حج کے بعد بلا فاصلہ انجام دیا جا ئے۔

"عمرہ مفردہ" کا صحت کے لحاظ سے کوئی معین زمانہ نہیں ہے ، صرف اس شخص کے لئے جو حج کی استطاعت رکھتا ہےحج کے اختصاصی زمانہ میں صحیح نہیں ہے ۔

ادلہ وجوب حج وعمرہ:

حج اور عمرہ کے بارے میں تین آیتیں ہیں کہ تیسری آیت عمرہ کو حج کے بعد اور دوسری دو آیتیں دونوں کو لفظ حج سے یاد کرتی ہیں کہ کل ملا کر حج و عمرہ دونوں کے وجوب کو ثابت کرتی ہیں۔

١- "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ"(٣: ٩٦ اور ٩٧)

۲- "وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ" (۲۲: ۲۷)

۳- "وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ" (۲: ۱۹۶)

حج کی اولین دو آیتوں نے زیارت خانہ خدا کو کہ حج وعمرہ دونوں کو شامل ہے ،واجب کیا ہے، اور جو شخص حج وعمرہ میں سےجس کی بھی استطاعت رکھتا ہو وہی اس پر واجب ہے ، بجز اس کے کہ حج تمتع جو عمرہ پر مشتمل ہےعمرہ کے لئے کافی ہوتا ہے، لیکن عمرہ حج سے کفایت نہیں کرتا مگر اس شخص کے لئے جو کبھی مستطیع نہ ہو اور صرف عمرہ مفردہ کے لئے مستطیع ہو ۔

جیسا کہ گزر چکا ہے آیہ "حج اکبر"سے بخوبی سمجھتے ہیں کہ عمرہ بھی حج ہے، لیکن حج اصغر، کیوں کہ ہم حج وعمرہ کے علاوہ ان کی قسموں کے ساتھ مناسک نہیں رکھتے ہیں، لہذا ناگزیر عمرہ "حج اصغر"ہے اور ادلہ وجوب حج تمام اقسام حج "حج اکبر" کو اور تمام اقسام عمرہ:"حج اصغر" کو شامل ہے۔

یہاں پر آیات اور اس کے حاشیہ میں روایات نے بیک زبان حج وعمرہ دونوں کو واجب کیا ہے،خصوصاً تیسری آیت جو عمرہ کا ذکر حج کے بعد کرتی ہے :"واتموا الحج والعمرة لله جميعا"حج وعمرہ کو تمام وکمال کے ساتھ خدا کے لئے انجام دو ، کہ عمرہ حج کے پہلو میں حج کو واجب کرنے والے اوامر کو شامل ہےمگر اس جگہ جہاں کوئی قرینہ عمرہ کو علیحدہ اور جدا کر دے کہ آیات اس قبیل سے نہیں ہیں،بلکہ بطور اطلاق وتصریح عمرہ کو حج کی طرح واجب کیا ہے۔

۱۔ منجملہ چند اخبار ، خبر معاویہ بن عمار کی صحیح میں حضرت صادق(ع) سے مروی ہے کہ عمرہ لوگوں پر اسی طرح واجب ہےجس طرح مستطیع افراد پر حج واجب ہے، کیوں کہ خدا وند متعال فرماتاہے:"واتموا الحج والعمرة لله" میں نے کہا اگر

عمرہ ہو اور حج تمتع بجا لائے کافی ہے ؟ فرمایا: ہاں! اور ظاہر ہے کہ مقصود عمرہ مفردہ ہے ورنہ معنی نہیں رکھتا کہ عمرہ تمتع خود اپنے سے کفایت کرے۔

خبر حسن میں ہے کہ عمر بن اذینہ نے کہا : حضرت صادق(ع) کے پاس میں نے چند مسائل کے بارے میں لکھا توجواب اس طرح آیا:"و للہ علی الناس حج البیت " کے بارے میں تم نے سوال کیا ، مقصود حج وعمرہ دونوں ہیں کہ دونوں واجب ہیں، اور آیت "و اتموا الحج والعمرۃ" کے بارے میں دریافت کیا، ان کے اتمام سے مراد ان کا انجام دینا اور محرمات احرام سے دوری ہے ، اور آیت "الحج الاکبر" کے بارے میں دریافت کیا ، حج اکبر عرفہ میں وقوف ہے اور رمی جمرات اور حج اصغر عمرہ ہے ، اور موثقہ یعقوب بن شعیب میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے آیت "واتموا الحج والعمرۃ للہ " کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی عمرہ تمتع کو اس کے حج کے ساتھ انجام دےتو بجائے عمرہ مفردہ کافی ہے؟ فرمایا: پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب کو اسی طرح حکم دیا ہے۔ (وسائل باب پنجم، عمرہ)

اور کل ملاکر اس بات کی روایات متفق الکلمہ ہیں اور ان آیات سے استناد کرتے ہوئےعمرہ کو بصورت استطاعت حج کی طرح واجب جانا ہےاور کسی شک وتردید کی کوئی جگہ نہیں چھوڑی ۔

عمرہ کو بھی عمرہ تمتع یا عمرہ مفردہ سے تخصیص دینا حج قران اور حج افراد کے ساتھ اس کے لئےقرآن و احادیث میں بالکل کوئی دلیل نہیں ہے ، بلکہ ظاہر وصریح آیات اور چند روایات کے بر خلاف ہے ۔ حاشیہ تمام

اور جس طرح سے اقسام حج وعمرہ میں اختلاف ہےان کی استطاعت میں بھی فرق ہےان لوگوں کے لئے جو مکہ سے دور ہیں فقط یا حج تمتع کہ عمرہ تمتع پر مشتمل ہے، یا عمرہ مفردہ جو حج کے بغیر واجب ہوتا ہے اور مکہ والوں کے لئے یا جو مکہ سے نزدیک ہیں ان لوگوں کے لئے فقط حج قران یا افراد یا عمرہ مفردہ یا تنہا ان میں سے کوئی ایک واجب ہوتا ہے ۔

عمرہ کے حوالہ سے چند مسائل:

مسئلہ۱۔ اگر حج کی استطاعت نہیں رکھتا ہے لیکن عمرہ مفردہ انجام دے سکتا ہے واجب ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے عمرہ پر جائے، اور اگر مستقبل میں حج کی استطاعت پیدا ہو گئ تو واجب ہے کہ حجۃ الاسلام بجا لائے، اگر اس کا حج قران یا افراد ہے تو وہی پہلے والا عمرہ اس میں ضمیمہ ہو جائے گا اور اگر حج تمتع ہے پہلے والا عمرہ مفردہ ، عمرہ تمتع سے کہ حج تمتع کا ضمیمہ ہےکفایت نہیں کرے گا ۔

مسئلہ ۲۔ مکہ والے یا مکہ کے نزدیک رہنے والے اگر صرف حج افراد کی استطاعت رکھتے ہیں نہ عمرہ، یا عمرہ کی استطاعت رکھتے ہیں نہ حج کی تو، جس کی استطاعت رکھتے ہیں اسی کو انجام دیں گے اور اگر بعد میں دوسرے کی بھی استطاعت ہوگئی فقط اسی کو انجام دیں کافی ہے۔

مسئلہ۳۔ جو لوگ مکہ سے دور ہیں اگر صرف حج تمتع کی استطاعت رکھتے ہیں عمرہ تمتع کی نہیں، ان کی تکلیف دونوں کی استطاعت کے تکمیل سے پہلے عمرہ مفردہ ہے ، کہ اگر بعد میں حج وعمرہ تمتع دونوں کی استطاعت پیدا ہو گئی تو واجب ہے انجام دیں ۔

مسئلہ ۴۔ جیسے کہ حج اول مستطیع کے لئےحجۃ الاسلام ہے عمرہ اول بھی اس کے لئے عمرۃ الاسلام ہے ، اور جس طرح سے ترک حج کی صورت میں استطاعت کے باوجود یہ تکلیف اس کی گردن پر ہے اور مرنے کے بعد اس کے اصل مال سے انجام پائے گی، اسی طرح عمرہ میں بھی اس کے اصل مال سے نیابت کی جائے گی۔

مسئلہ ۵۔ اگر حج کی استطاعت رکھتا ہے موسم سے پہلے جائز ہے نہ واجب، کہ عمرہ مفردہ انجام دے شرط یہ ہے کہ انجام عمرہ اس کو حج کی استطاعت سے ساقط نہ کردے ، اس صورت کے لئے عمرہ جائز نہیں ہے اور واجب ہے کہ حج کی استطاعت کو موسم حج تک بحد ممکن بچائے رکھے ۔

مسئلہ۶۔ اگر فی الوقت صرف عمرہ مفردہ کی استطاعت رکھتا ہو لیکن اگر ایک یا چند برس صبر کر لےاور حج تمتع کے لئے بھی مستطیع ہو جائے گا ، آئندہ مستطیع ہونے کے اطمینان کی صورت میں ظاہراً صبر کر سکتا ہے تا کہ حج تمتع بجا لائے، اگر چہ عمرہ مفردہ کا وجوب فعلی بعید نہیں ہے بلکہ احوط ہے ، کیوں کہ آیت استطاعت حج فی الوقت اس کے بارے میں عمرہ کو واجب کرتی ہے کہ حج اصغر ہے ، اور استطاعت آئندہ حج تمتع عمرہ مفردہ کے وجوب فعلی کو مانع نہیں ہے ، یہ اس صورت میں ہے جب آئندہ استطاعت کے حوالے سے اطمینان ہو اور عدم اطمینان کی صورت میں عمرہ مفردہ کے وجوب فعلی میں کوئی شک نہیں ہے۔

مسئلہ ۷۔ اگر خود عمرہ مفردہ کے لئے توانائی مالی نہیں رکھتا ہے ، اگر نیابت حج یا عمرہ انجام دے ، خود کے لئے بھی عمرہ واجب ہو جائے گاکہ خود حج یا عمرہ میں سے ہرایک کی نیابت عمرہ مفردہ کی استطاعت ہے مگر یہ کہ کسی وجہ سے خود کے لئےعمرہ کا بجا لانا ممکن نہ ہو ۔

مسئلہ ۸ ۔ چونکہ حج یا عمرہ کی نیابت عمرہ مفردہ کا مقدمہ ہے واجب ہے کہ اپنی شان کو محفوظ رکھتے ہوئےخو د کو معرض نیابت میں رکھے تا کہ خود اپنے لئے اس وسیلہ سے عمرہ مفردہ بجا لا سکے، اور جیسا کہ استطاعت کی بحث میں عرض کریں گے حج یا عمرہ کی استطاعت مالی رکھنے میں منحصر نہیں ہے ، اسی قدر کہ خود کو پہونچا سکے اگر چہ ممکنہ مقدمات کے ساتھ، البتہ عسر و حرج کے بغیر ،مستطیع ہے، لہذا جو شخص عمرہ مفردہ یا حج کے لئے نیابت قبول کرے اگلے برس یا آنے والے برسوں میں مستطیع ہو سکتا ہے اس کے لئے نیابت قبول کرنا یہاں تک کہ شرائط کے ساتھ نیابت کے لئے تگ و دو کرنا واجب ہے ۔

مسئلہ ۹ ۔اگر حج کے موسم میں بدنی یا راہی یا شرعی توانائی حج کے لئے نہیں رکھتا ہے لیکن مالی توانائی رکھتا ہے، غیر موسم میں عمرہ مفردہ بجا لا سکتا ہے ، اگر ممکن ہے خود عمرہ بجا لائے ، اور حج کے لئے بھی کسی کو نائب بنائے مگر یہ کہ آئندہ کے برسوں میں مانع برطرف ہونے کی امید رکھتا ہو ، اور اگر کوئی امید نہیں رکھتا اگر اس کا مال حج و عمرہ دونوں کے لئے اصالۃ یا نیابۃ کافی نہیں ہے ، ظاہراً نیابت حج مقدم ہےاور اگر کافی ہے جیسا کہ عرض کیا ظاہراً دونوں واجب ہے ۔

مسئلہ۱۰۔ استطاعت کے حوالہ سے کلی طور پر حج کہ اصطلاح میں حج اکبر ہے ، عمرہ پر کہ حج اصغر ہے، مقدم ہے، اوراصالت کو بھی نیابت پر تقدم حاصل ہے اور اسی طرح فعلی حالت بھی اجتماعی یا ظنی یہاں تک کہ یقینی حالت پر مقدم ہے ، بنا بر این جو افراد موسم حج سے پہلے عمرہ مفردہ کی استطاعت رکھتے ہیں واجب بلکہ جائز نہیں ہے کہ استطاعت موسمی کے انتظار میں عمرہ مفردہ کو ترک کریں ، مگر یہ کہ موسم سے پہلے مستطیع حج ہو کہ عمرہ فعلی یا حج آئندہ کے انجام دینے کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں ، واجب ہے ، موسم آنے کے انتظار میں حالت استطاعت کو حتی الامکان محفوظ رکھے اور اگر جانا ممکن نہیں ہےیا عسر یا حرج ہے واجب ہے فی الوقت عمرۃ الاسلام کو اور پھر بعد میں بصورت امکان حجۃ الاسلام کو انجام دے۔[1]

اس اصل کی رو سے بہت کم کوئی باقی بچ سکتا ہے جو عمرہ مفردہ کے عہد وجوب سے باہر ہو ، مگر وہ لوگ جو استطاعت بدنی،یا راہی یا شرعی یا شأنی یا آبرو یا ان کی نیابت میں عمرہ انجام دینے کی نہ رکھتے ہوں۔

۱۔ ان دس مسئلوں میں کہ بناء وجوب عمرہ مفردہ ہے تمام مراجع تقلید اور علماء شیعہ نے وجوب قطعی یا احتیاط واجب یا استحباب مؤکد کے درمیان اختلاف کیا ہےکہ قرآن یا حدیث کی طرف رجوع کرنے سے حکم وجوب قطعی ہے ، لیکن جنھوں نے واجب بھی جانا ہےان مسائل کو بیان نہیں کیا ہے ۔

اور عمرہ جو تعمیر کے معنی میں: ملک حج کو آباد کرنا ہے فوج کے پہلے دستہ کی طرح حج کے عظیم اجتماع کے لئے زیادتر لوگوں پر واجب ہے تا کہ خود حج کے لئے بہت سارے ان لوگوں پر جو گمان کرتے ہیں مستطیع نہیں ہیں راہ باز ہو، اور اصولا اس ملک خدا خواستہ اور خدا ساختہ کو خدا کے شائستہ بندے ہر گروہ سے اپنی آغوش میں لیں تاکہ کافروں کے استعمار ،روباہوں کے استعمار، نمرودیوں کے استبداد اور ان کے سود جوئی سے امان میں ہو۔

استطاعت:

یہ استطاعت جو خود وجوب حج وعمرہ کے لئے مقدمہ ہےایک نامانوس اور بلا دلیل تفسیر سے مستطیع افراد کے ایک گروہ پر خود وجوب حج کے موانع میں سےہو گئی ہے -

آیت:" من استطاع الیہ سبیلا " نے بالخصوص، بضمیمہ آیت "یأتوک رجال وعلی کل ضامر"حج کی طرف کسی راہ کے رکھنے یا پانے کو اس کے وجوب کی شرط جانا ہے ، کہ طبعاً عسر و حرج سے خالی ہو ، تحمل ناپذیر مشقت نہ ہو اور زندگی کو بے سر و سامان نہ کرے، مگر اس قدر سختی کہ طبعاً اس سفرکا لاذمہ ہے، معیا ر زمان نزول آیت ہےکہ پیدل یا سوار ہو کر حج پر جاتے تھے ، نہ اس وقت کہ ناز وراحت کازمانہ ہےکہ تھوڑی سی زحمت سے کہیں گےکہعسر یا حرج ہے لہذا استطاعت نہیں ہے؟ نہیں!بلکہ اس راہ اور اعمال حج کی توانائی ، نہ طاقت فرسائی کہ "سبیل" راہ نشیب آسان ر اہ ہے خواہ راہ مالی یا راہ حالی، خواہ مکا نی، بدنی، یا عقلی وروحی، اور خواہ کوئی بھی راہ اور مقدمہ کہ حج البیت کا لاذمہ ہے -

اگر یہ تمام راہیں ہموار ہیں، اس میں کوئی حرج وطاقت فرسا نہیں ہیں، البتہ آیہ استطاعت کے زمانہ نزول کے معیار کے مطابق، ان حالات میں حج یا عمرہ یا ان دونوں میں سے کوئی ایک تم پر واجب نہیں ہے -

استطاعت میں مال یا وسیلہ سواری کا پاس ہونا شرط اصلی نہیں ہے ، اور تنہا ان لوگوں کے لئے وجود " زاد وراحلہ" شرط وجوب ہے کہ اس کے علاوہ نہ کر سکتے ہوں ، ورنہ نہ لفظ استطاعت میں وجود زاد و راحلہ مضمر ہے ، اور نہ پیغمبر اور ائمہ نے ایسی کوئی شرط ، بر خلاف عموم آیہ استطاعت، اور برخلاف خصوص آیہ "یأتوک رجالا " رکھی ہے ، بلکہ برعکس ہماہنگ اور حاشیہ قرآن میں تنہا استطاعت کو اس راہ کے طے کرنے کی توانائی اور انجام دینے کے معنی میں جانا ہے -

آیت "ومن استطاع الیہ سبیلا "نے ہر راہ اور وسیلہ ممکن کو انجام حج کے لئے شرط وجوب جانا ہے، جیسا کہ ہر تکلیف میں اس کے انجام دینے کی طاقت شرط وجوب ہے -

دوسری آیت نے پیدل چلنے والوں کو ،جن کا ذکر لنگڑے اونٹوں پر سوار ہونے والوں سے پہلے ہے حج البیت کی استطاعت رکھنے والوں میں سے شمار کیا ہے کہ: "واذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق "یہاں پر حضرت ابراہیم اور اس کے بعد پیغمبر خاتم کو حکم ہوا کہ حج کے وجوب کو دنیا والوں تک پہونچائیں اور اعلان کریں لوگوں کے درمیان "الناس" تاکہ آئیں تمہارے پاس پیدل چلنے والے اور شتر لاغر پر آئیں ہر دور دراز مقامات سے تا کہ فائدہ اٹھائیں-

فرمایا: " یأتوک رجالا"جو نتیجہ امر ہے ، پس امر ہے : پیدل چلنے والے آئیں ، خبر نہیں ہے کہ "یأتوک رجالا" ہے کسی وقت وجوب پر دلالت نہ کرے -

عالمی اور عوامی ماموریت یہ ہے کہ حکم دو پیدل چلنے والےاور سوار ہونے والے آئیں اور دوردراز علاقوں سے اور بیشک یہ آیت اس بات میں صریح ہے کہ وسیلہ سواری شرط وجوب نہیں ہے ، ائمہ نے بھی یہی سمجھا ہے کیوں کہ ان کے فہم وادراک کا سرچشمہ قرآن ہے -

یہاں پر نہ تنہا ان لوگوں کو جو پیدل چلنے کی توانائی رکھتے ہیں واجب الحج استطاعت رکھنے والوں میں شمار کیا ہے، بلکہ انہیں سے سخن کا آغاز ہوا ہےاور اس کے بعد لنگڑے اونٹوں پر سوار ہونے والوں کا ذکر ہے اور بس! گمان نہ ہو کہ حج مالداروں میں منحصر ہےیا ان کو دوسروں پر سبقت وبرتری حاصل ہے ۔

یہاں پر آیہ استطاعت جو بطور عموم پیدل چلنے والوں کو شامل ہے، خصوصی طور پر ان لوگوں کو شامل ہے : "جوشخص حج البیت کی جانب گامزن ہو سکتا ہو"عقلی، عرفی، شرعی، بدنی، مالی ، راہی اور عرضی توانائی اور ہر طرح کی توانائی جو عسر و حرج کے بغیر اس عظیم فریضۃ الہی کے انجام دینے کا لاذمہ ہے اور بس!

مزید توضیح کے لئے آیت کے تفسیری ترجمہ پر توجہ کیجئیے : اور خدا کے لئے ہے لوگوں کے ذمہ "حج البیت" خانہ خدا کی مخصوص ومقصود زیارت ان لوگوں پر جو ان کی طرف کسی راہ کی توانائی رکھتے ہیں: گھر کی طرف راہ مصافتی اور اس کے گھر کے مناسک کو انجام دینے کے لئے راہ عملی، کہ راہ مالی اور سلامت بدنی اور دیگرراہیں بھی مقصود ہیں جو شخص اس فرمان الہی سے سر پیچی اور اس کا انکار کرے، تو خدائے عالمیان اس سے بےنیاز ہے۔

فرمایا: کوئی راہ اس کی طرح رکھتے ہوں کہ "حج البیت" کی توانائی بھی شرط ہے اور راہ حج البیت کو طے کر نے کی بھی توانائی ، دونوں توانائی خواہ عقلی وبدنی، خواہ مالی وعرضی، خواہ شرعی وعرفی، ساری کی ساری توانائیاں شرط وجوب حج البیت ہیں اس راہ کا طے کرنا اور کسی وسیلہ سے مناسک حج کا انجام دینا ، دوسری اصل ہےاور راہ فقط راہ ہے اس کی طرف، اور نہ یہ کہ موضوع استطاعت میں حقیقت رکھتی ہو ۔

استطاعت : فردی ۔ اجتماعی:

استطاعت ـکہ حج کی توانائی ہے نہ کہ ثروت وتو نگری۔ دو طرح کی ہے : استطاعت اجتماعی جو سارے لوگوں پر ہے کہ ہر سال ایک چشم گیر اور کافی گروہ کی صورت میں اس عظیم اسلامی انجمن : ملک حج میں شرکت کریں ، یہ مرکز اور پناہ گاہ ،رمز وحدت واستقلال قدرت، رمز یکجہتی و عزت وعظمت، اس کومکمل و خالی نہ رہنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہوکہ کافراستعمار اسلام کے اصل مرکز پر اپنا قبضہ جما لیں، اور اگر لوگ کعبہ کو ترک کردیں اور اس پر اثر سفر کو اپنے سفروں کے لئے سر مشق قرار نہ دیں تواسلامی حکام کا فریضہ ہے کہ ان کو مجبور کریں اور اگر کچھ شائستہ افراد تہی دست یا بیمار ہو جائیں یا کوئی دوسرے موانع سے دوچار ہو جائیں تو واجب ہے حتی الامکان ان کو بیت المال سے زاد راہ عطا کیا جائے[۲] اور یہ خود مسلمین عالم کے ساتھ دائمی روابط وہمبستگی اور وحدت واتصال کا موجب ہے کہ ہر سال حج پر جانے والے افراد کا علم سب کو ہو ، یا بہتر ہے کہ کہیں : اس کا لاذ مہ اسلامی سعادت کے ساتھ حکومت کی یگانگت ہے ، کیوں کہ مختلف حکومتیں جو گوناگوں قوانین ،سیاست اور مصالح رکھتی ہیں بہت دشوار یا ناشدنی ہے کہ ایک فکر اور ایک ہدف کے ساتھ حجاج کی ضروری تعداد کا لحاظ اور خیال رکھیں۔

دسیوں حدیثوں کے درمیان جو حج کے وجوب کفائی اجتماع کو بیان کرتی[۳] ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کی وصیت کا آخری جملہ جو نہایت مختصر اور مفید ہے ذکر کر رہے ہیں کہ فرمایا: " الله الله فی حج بیت ربکم لا تخلوه فانکم ان ترکتموه لم تنظروا" خدارا، خدارا، اپنے پروردگار کے گھر کی زیارت کو فراموش نہ کرو کیوں کہ اگر اس زیارت کو ترک کر دوگے اور اس کو خالی چھوڑ دو گے تو دشمن تمہیں مہلت نہ دیں گے ۔

۲۔ وسائل الشعیہ،ج۱،ص۱۵، حضرت امام صادق(ع) سے مروی ہے کہ : اگر لوگ حج کو ترک کریں واجب ہے والی حکومت: زمامدار حکومت اسلامی ان کو حج پر جانے کے لئے آمادہ کرے اور اگر بے بضاعت ہوں تو بیت المال سے ادائگی کرے

۳۔ وسائل الشیعہ ،ج۸،ص۱۱۴،ح۵ حضرت صادق(ع)سے مروی ہے جب تک کعبہ مکرمہ قائم ہے دین بھی قائم وپائدار ہے، اس معنی میں کہ جس طرح حج کو برپا ہو ناچاہیئے ، برپا ہو یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے پتھر ایک دوسرے پر جیسے چنے ہوئے ہیں باقی رہیں اور ان کو کوئی نقصان نہ پہونچے ،
ایک دوسرے حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے : اگر لوگ حج کو تر ک کردیں بے مہلت ان پر عذاب نازل ہوگا

اور یہ دشمن اسلام ومسلمین سے ہم آہنگ ہیں کہ اگر مسلمانوں کی نابسامانی اور پراکندگی کا احساس کریں ہرگز انہیں مہلت نہ دیں گے، کہ حج ۔ البتہ اپنے شرائط کے ساتھ، مسلمانوں کی حفاظت کا ضامن اور مسلمانوں کی عالمی قدرت کی علامت ہےکہ غالباً اس کو ہم مسلمانوں نے فراموش کر دیا ہے ، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ راست وچپ کے دشمن ہمیں مہلت نہیں دے رہے ہیں ، علمی ، سیاسی اور اقتصادی اور عسکری میدانوں میں جہاں ہمیں اسلام صحیح اور حج صحیح کے پرتو میں سب پر سبقت لے جانی چاہیئے دوسرے ہم پر سبقت لے گئے ہیں کیوں کہ ہمارا حج ،حج "الناس" ہے "قیاما للناس" "مثابۃ للناس" ہے اور "منافع للناس" نہیں ہے "مبارکا وھدی للناس" ہونا تو دور کی بات ہے، جب ہمارا حج ،حج مرام نہیں تو سارے لوگوں کی رہبری کیا کرے گا اور نہ ہماری حکومتیں دوسرے لوگوں کی طرح م عوامی ہیں ، بلکہ سراسر مذاق،، کھلواڑ، بدوی، خیمہ شب بازی خندہ آور یا گریہ آور ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ۔

استطاعت اجتماعی کے ضمن میں استطاعت فردی:

آیہ استطاعت نے "حج البیت"کو استطاعت کی تمام قسموں کی روشنی میں اجتماعی طور پر ہو یا فردی طور پر واجب کیا ہے ، اور نہ تنہا مالی یا بدنی توانائی کے حوالہ سے ، بلکہ ان تمام لوگوں پر جو توانائی رکھتے ہیں: ان کے علم وعمل پر ، ان کے بدن اور مال پر، ان کے اجساد اور ارواح کی سلامتی پر، ان کے احساس ذمہ داری اور جہاد پر ، کہ تمام توانائیاں "لوگوں کی استطاعت "

مسلمان اس عظیم اجتماع میں شریک ہو اور مقصد "قیاما للناس" "مثابۃ للناس" "منافع للناس""مبارکاوھدی للناس" ہو ، تا کہ سارے سب کی استطاعت سے فائدہ اٹھائیں اور اس قدرت اور توانائیوں کو پیش کرنے کے میدان میں اسلام کی پراکندہ استطاعتوں سےیکجا بہرہ مند ہوں۔

اگر بدنی توانائی رکھتا ہے لیکن مالی توانائی نہیں رکھتا اس کا حج حجۃ الاسلام شمار نہ ہوگا ،اور مالی توانائی حاصل ہو نے کے بعد لازم ہے کہ حج کرے، اور اگر مالی توانائی رکھتا ہے لیکن بدنی توانائی نہیں رکھتا اس وقت بھی ایسا ہی ہے ، اگر چہ یہاں صحت سے نا امیدی کی صورت میں اس شخص کو جو حج پر نہیں گیا ہے اس کو حج پر بھیجے ، کہ حقیقت میں شرکت سہامی استطاعت ہے:مالی میرا اور بدنی آپ کا، تاکہ نمائندگان ملک حج میں ایک شخص کا اضافہ ہوسکے، اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک کو استطاعت کامل میسر ہو گئی ہے تو ہر شخص اپنا اپنا حج انجام دے گا ، کیوں کہ نائب صرف ضرورت کے وقت اصل کا قائم مقام ہوتا ہے، اور ہر مسلمان ملک حج میں اپنی تمام استطاعتوں کے ساتھ حاضر ہو۔

حجۃ الاسلام میں تمام استطاعتیں اس عظیم اسلامی اجتماع میں شرکت کرنے میں خرچ ہوتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ حجۃ الاسلام میں تبدیل ہو جائےتاکہ یہ عظیم الشان گرانقدر اجتماع اسلام کی عالمی قیادت ، عالمی برکت، عالمی انقلاب، عالمی پناہ گاہ اور عالمی منفعتوں کی نمائشگاہ کے لئے مقدمہ ہو۔

استطاعت کی قسمیں :

استطاعت پہلی مرحلہ میں تین قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: عقلی، شرعی اور عرفی، اور عرفی بھی تین قسموں میں تقسیم ہوتی ہے : مالی، بدنی اور راہی، ان میں سے ہر ایک کی فرعیں اور ان سے متعلق وضاحتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ استطاعت عقلی ۔ عقلی توانائی ، وہی تکلیف کی حد میں عقل بالغ اور رسا رکھنا ہے کہ دیوانہ حج کی حالت میں ادراک و انجام حج کی عقلی توانائی نہیں رکھتا ہے، نہ مکلف ہے اور نہ اگر اس کو اس حالت میں حج کرائیں توقبول ہے۔

اور اسی طرح حالت حج میں بیہوش آدمی کہ نہ عقلی توانائی رکھتا ہے اور نہ بدنی توانائی رکھتا ہے کہ دیوانہ سے بھی ز یادہ عاجز اور ناتواں ہے ۔

اور اسی طرح نابالغ بچہ، گرچہ رشد وتکلیف کی حد کے نزدیک ہو چونکہ اس کا عقلی اور بدنی ادراک و سعی بہ اندازہ کافی نہیں ہے اس لئے قلم تکلیف بھی اس پر جاری نہیں ہے ، گر چہ اس کا حج صحیح ہے لیکن اس کا حج حجۃ الاسلام نہیں ہے ، کیوں کہ آیہ حج خصوصاً اپنے ذیل "ومن کفر" کے ساتھ ا س کو بالکل شامل نہیں ہے ، کیوں کہ کفر وایمان اور تکلیف وایمان اور ترک کفر اور انجام اعمال،ایمان ایک معین حد میں عقل ورشد کی بنیاد پر ہے ، اور چونکہ اسلامی فرائض اکثریت پر ہیں ، چنانچہ طفل نابالغ بھی بالغوں کی طرح یا بعض بالغوں سے بہتر ادراک رکھتا ہو ، ہر صورت میں مکلف نہیں ہے ، اگر چہ حج اور اس کی ساری عبادتیں صحیح ہیں لیکن چونکہ اس پر واجب نہیں ہے اگر چہ مستحب ہے لیکن یہ واجب سے کفایت نہیں کرے گا اور یہاں پر چند مسائل ہیں :

مسئلہ ۱۔ اگر طفل احرام کے وقت بالغ ہو گیا ، اس کا حج حجۃ الاسلام اور صحیح ہے ، لیکن اگر احرام کے بعد[٤] یا بعض دوسرے اعمال کے بعد محرم بالغ ہو جائے ظاہراً حجۃ الاسلام نہیں ہے گرچہ فقہاء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے؛ چنانچہ وقوفین عرفات ومشعر کو بحالت بلوغ انجام دے کافی ہے، لیکن چونکہ حج البیت مجموعہ مناسک سے عبارت ہے واجب ہے عمرہ و حج کے تمام واجبات بلوغ کی حالت میں انجام پائیں، خصوصاً حج تمتع میں کہ عمرہ پہلے ہے اور اسی طرح حج ارکان پر مشتمل ہے مانند طواف کہ اصل حج البیت ہے روایات نے کہ ادراک مشعر یا وقوفین کو ادراک حج کہا ہے ، اگر طفل کو بھی شامل ہوں، صرف صحت پر دلالت کرتی ہیں نہ کفایت پر ، لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود علامہ نے تذکرہ میں دعوای اجماع و نصوص کیا ہے کہ حتی اگر وقوف مشعر الحرام میں بالغ ہوا ہے حجۃ الاسلام

٤۔ امکان کی صورت میں احرام کی تکلیف کے بعد تجدید کرے کہ میقات واپس آجائے اورنیت اور لبیک کے ساتھ محرم ہو جائے

شمار ہوگا ، بنا براین اگر بقیہ استطاعتوں یا بعض استطاعتوں سے محروم ہے اور وقوف مشعر الحرام میں یہ استطاعتیں حاصل ہو گئیں ہیں بطریق اولیٰ حجۃ الاسلام ہوگا ۔

اور چونکہ ہم نے ان تمام روایات کو دیکھا ہے کہ بالکل ان موارد کو شامل نہیں ہیں اور اس طرح کے اجماعات بھی انطباق یا عدم خلاف کے معنی میں نہیں ہیں بلکہ اہل تسنن کے مقابلہ میں اور ائمہ اہل البیت علیہم السلام سے کچھ نصوص وارد ہونے کے معنی میں ہیں، اس اصل کی رو سے کم سے کم مسئلہ مورد تردید و اشکال ہے خصوصاً طفل کے بارے میں۔

مسئلہ۲۔ اگر سفر حج میں طفل کو لے جانا خود طفل کی مصلحت کے پیش نظر ہے ، اس کے مخارج بھی طفل کے مال سے ہوں گے، یہاں تک کہ قربانی عید اور کفارات احرام، لیکن اگر صرف ولی طفل کی مصلحت کے خاطر ہے ، یا اس کا تنہا ہمراہ لے جانا نہ حج کرانا، خود طفل کی مصلحت کی خاطر ہے ،پہلی صورت میں تمام اخراجات اور دوسری صورت میں اخراجات حج ولی کے ذمہ ہیں، مگر وہ اخراجات کہ جو گھر میں بھی ہوتے ہیں کہ اس کے بقدر طفل کے مال سے لیا جائے گا ، البتہ اس صورت میں کہ طفل ولی کا واجب النفقہ نہ ہو ،اور اگر ہے بھی تو طفل غنی اور اس کا ولی فقیر ہے ۔

مسئلہ۳۔ ادلہ کی رو سے طفل کے ولی شرعی حج و عمرہ کے بارے میں، طفل کے باپ،ماں، دادا، نانا، دادی، نانی، وصی اور حاکم شرع ہیں، یا ان میں سے کسی ایک کا وکیل شرعی ، طفل ممیز ہویا نہ ہو ، بلوغ کے نزدیک ہو یا نہ ہو ۔

مسئلہ ۴۔ چونکہ حج طفل کے لئے مستحب ہے نہ واجب اپنے ولی کی اجازت کے بغیر ۔ خصوصاً اپنی مصلحت کے خلاف ۔ حج پر نہیں جا سکتا ہے، اور اگر چلا گیا ہےتو اس کے حج کا صحیح ہونا خصوصاً عدم مصلحت کی صورت میں معلوم نہیں ہے ، اگر چہ اس کے بطلان پر بھی کوئی روشن دلیل نہیں ہے۔

اور چونکہ وطن میں جتنا خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ خرچ ولی کے اجاز ت پر منحصر ہے ، ولی کا وظیفہ ہے کہ طفل کی مصلحت کی حفاظت کےلئے زیادہ خرچ پر روک لگائے ، حج کے لئے یا حج کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ہو، خصوصاً اگر طفل یتیم ہو مگر یہ کہ یہ سفر طفل کے لئے معنوی یا مادی مصلحت رکھتا ہو۔

اور بطور کلی سفر حج کے مخارج اس صورت میں طفل کے ذمے ہیں کہ اس کا حج پر جانا ، اس کی زندگی کی مصلحت کی خاطر ہو، کہ اگر تنہا ہوتا ایسے سفر کی شائستگی رکھتا ، لیکن اگر حج پر لے جانا اس لئے ہو کہ تنہا نہ رہے یا اس لئے ہو کہ ولی اس کو بہت زیادہ چاہتا ہے اور اس کی جدائی اس کے لئے شاق ہے، تو اس کے حج کے اخراجات ولی کے قادر ہونے کی صورت میں ولی کے ذمہ ہے ورنہ ولی کو حق نہیں ہے کہ اسے اپنے ساتھ لے جاسکتا ، اور اگر اس کو لئے بغیر نہیں جا سکتا اور اخراجات بھی برداشت نہیں کر سکتا ، اس صورت میں خود واجب الحج نہیں ہے ۔

مسئلہ ۵۔ حج وعمرہ کے جتنے اعمال خود طفل انجام دےسکتا ہے اس کی تعلیم ولی کے ذمہ ہے اور دیکھتا بھی رہے کہ صحیح انجام دے، اور جو اعمال طفل انجام نہیں دے سکتا ان اعمال کو ولی یا اس کا وکیل انجام دے گا۔

مثلاً طفل غیر ممیز کہ اصلاً نیت کو نہیں سمجھتا اور اعمال کو انجام نہیں دے سکتا ، ولی یا اس کا نائب اس کی نیابت کرے گا ، اور بصورت اعمال جتنا ممکن ہے خود طفل سے کرائیں گے اور کلی طور پر تنہا اعمال کی کمی یا طفل کی نیت ولی کے ذمہ ہے اور بس! اورلازم ہے کہ سارے اعمال ولی کی نگرانی میں طفل جہاں تک ممکن ہو انجام دے ، اور یہ شرکت سہامی انجام اعمال حج ہے جو سب طفل کے ذمہ ہے ، اور یہ بھی واجب ہے کہ طفل کو حتی الامکان محرمات احرام سے باز رکھیں اور واجبات احرام پرعمل کرائیں۔

مسئلہ ٦۔ کلی طور پر جہاں اخراجات حج طفل کے ذمہ ہیں ، قربانی اور کفارات احرام بھی اسی کے ذمہ ہے، نہ ولی کے ذمہ ، اگر چہ اس کی نظارت میں سستی اور نادانی کی ہو، لیکن جیسا کہ آئےگا صرف صید(شکار)کا کفارہ طفل کے ذمہ ہے اس کے علاوہ کا نہیں ، حتی جہاں حج کے اخراجات اس کے ولی کے ذمہ ہیں۔

یہ مسائل، استطاعت عقلی کے حوالہ سے ، لیکن حج کا امکان عقلی اگر چہ بطریق اولیٰ شرط ہے لیکن ہم امکان عرفی و شرعی کو بھی شرائط وجوب حج سے جانتے ہیں، وقت برباد کرنا ہے کہ امکان عقلی کے حدود سے بحث کریں۔

استطاعت علمی:

پوشیدہ نہ رہے کہ استطاعت علمی بھی عقلی کی طرح استطاعت کلی کی شر ط ہے کہ اگر از روی قصور نہ تقصیر نہیں جانتا تھا کہ عقلی لحاظ سے: بلوغ ۔ یا مالی لحاظ سے ۔ بدنی راہی، یا شرعی لحاظ سے مستطیع ہے، اس طرح کے موارد میں اگر حج کا موسم گزر گیا اور نہیں جان سکا کہ مستطیع تھا تو اس نے یہاں پر ترک واجب نہیں کیا ہے ، لیکن سمجھنے کے بعد اپنی تمام استطاعتوں کی سال آئندہ تک حتی المقدور حفاظت کرے اور اپنے واجب کو موسم میں انجام دے اور اگر استطاعت مالی یا کوئی دوسری استطاعت سہل انگاری کے بغیر جاتی رہے حجۃ الاسلام اس کے ذمہ نہیں ہے کیوں کہ سال گذشتہ تمام استطاعتیں رکھتا تھا لیکن استطاعت علمی نہیں رکھتا تھا کیوں کہ نہیں جانتا تھا کہ مستطیع تھا یا نہیں اس اصل کی بنیاد پر مشمول آیہ استطاعت نہ تھا۔

استطاعت شرعی:

استطاعت: توانائی۔ شرعی اس معنی میں ہے کہ فعل یا ترک واجب یا حرام حج سے نہ ٹکرائے کہ بہت ممکن ہے کہ بعض واجبات بعض دوسرے واجبات یامحرمات سے ٹکرائیں کہ دونوں تکلیفوں کے درمیان جمع ممکن نہیں ہے ،لازم ہے وجود اہم اور مہم کی صورت میں اہم کو مقدم کریں ،اور تساوی کی صورت میں راہ اختیار کو چنیں ، اور فریضہ حج اگر اپنے سے زیادہ اہم واجب یا حرام سے ٹکرارہا ہو تو واجب نہیں ہے اگر چہ اس حالت میں ۔انجام پائے صحیح اور حجۃ الاسلام یا کوئی دوسرا صحیح حج شمار ہوگا، اور یہاں پر ہماری گفتگو استطاعت شرعی کے بارے میں ہے کہ شرط وجوب اور کبھی شرط صحت حج ہے۔

حج سے چھوٹے واجبات یا محرمات:

اس طرح کے واجبات یا محرمات اگر حج کو آئندہ سال یا سالوں تک ٹال دیا جائے تو برطرف ہوجاتے ہیں یا نہیں ؟دوسری صورت میں امسال وجوب حج کی تعیین میں کوئی شک نہیں ہے ، اگر چہ اس کا لازمہ حج سے چھوٹے ہوئےکسی واجب کو ترک کرنا یا حرمت ترک حج سے چھوٹے کسی حرام کا بجا لانا ہے ، اور پہلی صورت میں بھی بعید نہیں ہے کہ حج اسی سال اسی طرح واجب ہو کہ شایدسال یا سالہای آئندہ زندگی کی شمع گل ہو جائے، یا بعض دوسری استطاعتیں جاتی رہیں ، یا وہی چھوٹا واجب یا حرام برخلاف گمان یا یقین اسی طرح باقی رہے ،اور اگر یہ برطرف ہو جائے اور دوسری استطاعتیں بھی کماکان باقی رہیں تواس کے باوجود حج کی تاخیر کے جواز پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس وقت اپنے مزاحم سے زیادہ اہم ہے، اور یہاں پر چند مسائل ہیں :

مسئلہ ۱۔ امسال حالات ایسے ہیں کہ ڈاکٹر کی معاون عورتیں مردوں کو سوئی لگائیں کہ کبھی کبھار اس کالازمہ بدن کو مس کرنا نہیں ہے ، یہ حرام جزئی۔ اگرچہ آئندہ برسوں میں برطرف نہ ہو ۔ اس عظیم الٰہی فریضہ کے سامنے حلال ہے۔

مسئلہ۲۔ امسال ان لوگوں سے جو احترام و اکرام کے لائق نہیں ہیں بلکہ اہانت کے لائق ہیں یا پاسپورٹ صادر کر نے کے لئےان سے در خوا ست والتماس کریں، یا اتنا مبلغ کہ قابل تحمل ہے ادا کریں ،یہ جو دوسری جگہوں پر حرام ہیں حج جیسے فریضہ الٰہی میں حرام نہیں ہے اور فطری بات ہے کہ جو مقدمات حج کے لئے حرام نہ ہوں وہ واجب ہوں گے ۔

مسئلہ۳۔ امسال راستہ ایسا ہے کہ کبھی کبھار نماز کے لئے تیمم کی ضرورت پڑے گی، یا نماز ہوائی جہاز میں یا حرکت کی حالت میں کسی دوسرے وسیلہ پر بیٹھ کر پڑھنا پڑے گی تو یہ چیز بھی حج کے فوری وجوب سے مانع نہیں ہے کیوں کہ یہ دونوں اور وہ کام ترک حج اور شرائط کے ساتھ انجام واجب کے درمیان ہے ، یا انجام حج اور نتیجہ میں بعض شرائط کے ترک کے ساتھ نماز کا پڑھنا ، اور بلا شک یہاں پر حج مقدم ہے حتی اگر نماز زیادہ اہم ہو ، کیوں کہ اصولی طور پر دو واجب کا بجا لانااگر ان دو میں سے کسی ایک کے بعض شرائط ترک ہو رہے ہیں، تمام شرائط کے ساتھ ایک واجب کو بجا لانے سے زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ۴۔ پاسپورٹ لینے کے حالات اور شرائط ایسے ہیں کہ تقاضا کرنے والے مدتوں طولانی صفوں میں کھڑے رہیں اورگھنٹوں یاکئی روز کے درد سر اور معطلی یا اہانت کے بعد ان کے نوبت آئے گی ،کہ خود زائرین بیت اللہ کی عمد ا اہانت ہے جو امریکا اور یورپ کا سفر کرنے والوں کے لئے روا نہیں رکھتے ، یہ بھی حج کے فوری وجوب کے لئےمانع نہیں ہے، تاکہ سبیل اللہ کے دشمن دیکھیں کے خدا کے بندہ کس طرح امر اللہ کی بجا آوری کے لئے ہاتھ پا و ں ما ررہے ہیں ۔

حج کے مساوی واجبات یا محرمات:

اس صورت میں کہ حج فعل واجب یا ترک حرام کے برابر ہو ، حکم وہی ہے جو گذشتہ حصہ میں گزرا کہ حج اسی طرح اپنے وجوب پر باقی ہے ، خصوصاً اس

صورت میں کہ مزاحمت دائمی ہو ، کیوں کہ امکان اور استطاعت حج دائمی نہیں ہے ، فطری طور پر حج باوجودیکہ اس مزاحم کے برابر ہےاس پر مقدم ہوگا کیوں کہ اس واجب کا بجا لانا اور اس حرام کا ترک کرنا آئندہ کے برسوں میں قابل تلافی ہے لیکن حج کاپورے سال ان کی خاطر ترک کرنا قابل تلافی نہیں ہے ۔

اور بعید نہیں ہے کہ اگر مساوی حج واجب یا حرام کی مزاحمت آئندہ برطرف ہو جائے ، اطمینان کی صورت میں تأخیر جائز ہے، لیکن احتیاط، حج کا فوری بجا لانا ہے اور کبھی واجب ہے ، مثلاً حالات اور شرائط ایسے ہونتو سفر حج کے لئے ماہ مضان میں ہی روانہ ہوجانا چاہیئےکہ طبعاً روزہ سفر میں صحیح نہیں ہے اور اس لحاظ سے کہ ماہ رماضان میں غیر ضروری سفر صحیح نہیں ہے ، حج او رروزہ ظاہراً دو برابر کے واجب ہیں، یہاں پر ایک دوسرے کے مزاحم ہیں، لیکن پھر بھی حج مقدم ہے کیوں کہ روزہ بعد میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔

لیکن حج ان تمام رنگا رنگ شرائط اورموا نع کے ساتھ ، بہت دشوار ہے، اور پھر سفر حج کا وجوب خود ایک قطعی عذر ہے ماہ رمضان میں سفر کے جائز ہونے کے لئے، حتی اگر روزہ سے چھوٹے کسی واجب کو بجا لانے ، یا ترک روزہ سے چھوٹے کسی حرام کو ترک کرنے کے لئےسفر کرے تو بھی جائز ہے اور جمع کے لئے واجب ہے۔

حج سے اہم واجبات اور محرمات:

ایسے واجبات اور محرمات اگر فوتی یعنی فوت ہونے والے ہوں کہ اس واجب کے ترک یا اس حرام کے انجام دینے کی صورت میں آئندہ قابل تلافی نہ ہوں ، بیشک حج کے وجوب کو کر دیتے ہیں،اگر چہ یہاں پر بھی حج کرے تو درست ہے،اور بطور نمونہ درج ذیل مسائل کی طرف توجہ دیجئے:

مسئلہ ۱۔ ہمارا اسلامی ملک، ہمارادین، ہماری جان، ہماری آبرو، ہماری ناموس، ہمارا استقلال دشمنوں کے حملوں اور خطروں کی زد پر ہے، جس کے لئے کچھ مال اور کچھ شائستہ مجاہدین کی ضرورت ہےتا کہ دشمن کو دورکیا جاسکے اور یہاں پر دشمن کا مقابلہ اور اس کے سامنے ثابت قدم رہنا حج اور دوسرے واجب سے زیادہ واجب ہے ، کیوں کہ حج کو سال آئندہ پر ٹالا جا سکتا ہے، اگر نہ بھی ہوایک واجب جو خود ان واجبات کی حفاظت کا ذریعہ ہے ہاتھ سے چلا گیا،لیکن دشمن سے غفلت ایک آن کے لئے بھی جائز نہیں ہے ،یہی وجہ ہے کہ مستطیع افراد کا حج ناموس اسلامی کا دفاع اور جہاد ہے کہ اپنے تمام امکانات کے ساتھ قیام کریں، اگر مجاہدین کے لئے مال کافی ہے، مستطیع افراد پر حج واجب ہے ، اور اگر کافی نہیں ہے یہ خود کہ میدان جنگ میں نہیں آ سکے مال استطاعت سے ۔ کہ مجاہدین پر صرف کرتے ہیں۔ دفاع کریں'۔

اور اس لئے بھی کہ ساری دنیا کے مسلمان ۔ خصوصاً ضرورت کے وقت ۔ ہماری مدد کریں، واجب ہے کہ ایک گروہ بہ اندازہ کفایت حالات سے مطلع کرنے اور مختلف طرح کی مدد حاصل کرنے کے لئے ملک حج جائے، کہ ان کا جہاد حج ہے جیسے کہ ان کا حج جہاد ہے ۔

اس کی موجودہ اور زندہ مثال ایک لبنان ہے کہ مسلمان اکثریت کے باوجود مشترکہ اسرائیلی اور عیسائیٰ فوج کے نرغہ میں ہیں اور ان کو مسلمان دشمنوں کی بے حد وحساب مدد حاصل ہے اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعدا دبے گھر اور زندگی سے مایوس ہے، یہاں پر مالداروں پر واجب ہے کہ حج وغیرہ کی مالی استطاعت کو دفاعی وسائل اور جنگ زدہ افراد کی امداد پر خرچ کریں اور کچھ شائستہ افراد سارے مسلمانوں کو با خبر کرنے اور امداد حاصل کر نے کے لئے ملک حج جائیں، خواہ وہ لوگ جو مالی توانائی رکھتے ہیں، خواہ وہ لوگ جو مالی توانائی نہیں رکھتے لیکن اس سفر کے لائق ہیں ، کہ جنگ زدہ مسلمانوں کے لئے اجتماعی نتائج کے ساتھ واپس آئیں
۔

اور تمام دنیا کے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ بقدر کافی ان کی مدد کریں، اگر چہ مستطیع افراد بھی اس حوالے سے حج سے زیادہ باز رہ جائیں ۔

مسئلہ۲۔ گمراہ کرنے والی تبلیغات کا ہجوم اس قدر ہے کہ اگر فلاں مفکر ، یا فلاں قدرتمند، یاثروتمند ۔ اگر چہ چند دنوں کے لئے غائب ہو جائے ، ایک گروہ گمراہ ہو جائےتو با اثرلوگوں پر واجب ہے کہ اس گمراہی اور بے دینی کے سیلاب کو روکیں اور اس پر بند باندھیں اگر چہ اس کے لئے حج یا حج جیسے کسی واجب کو ترک کرنا ہی کیوں نہ پڑے، کیوں کہ حج کے عظیم اجتماع میں شرکت کا بلند مقصد اور عالی ہدف اسلام اور مسلمین کی حفاظت ، ایک دوسرے کے سامنے اپنے نظریات پیش کرنا اور منصوبہ سازی ہے اور اس وقت خود منصوبہ تمہارے ملک میں موجود ہے اور اس کو فی الوقت حج ترک کر کے عملی کرنے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ۳۔ حالات اور شرائط ایسے ہیں کہ حج پر جانے کا مطلب ظلم اور ظالم کی مدد کرنا ، عدالت کی بیخ کنی کرنا، اور بے دین و مکار حکام اور خدا ناشناس فرمانرواؤں کو آبرو دینا ہے کہ حجاج کو دور بھیج کر خود حج پر جاکر طاقت وقدرت و آبرو حاصل کریں تاکہ اس مذہبی نقاب کے ذریعہ بہتر طریقہ سے مذہب کے خلاف کام کرسکیں ۔اس گروہ کے ساتھ انجام حج کے لئے جانا حرام ہے اور کچھ حریت پسند مسلمان مردوں اور عورتوں کو روانہ کرنا کہ ان بے دینوں کو رسوا کریں واجب ہے، اور مستطیع افراد پر حتی الامکان ظالم اور حیلہ گرحکام اور جماعت کی قید سے آزاد وسائل کے ذریعہ حج پر جا نا واجب ہے گرچہ گراں اور سخت ہو اور اگر مجبور ہوکر ان کے ساتھ حج پر جائیں اگرچہ حرام ہے ، لیکن بظاہر ان کاحج صحیح ہے، مگر وہ لوگ کہ جن کو ان کی ہمراہی کا کوئی فائدہ نہیں پہونچا بلکہ ان کی رسوائی کا ذریعہ قرار پائے ہوں، کہ یہاں پر نہ صرف یہ کہ حرام نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی جمع و واجب تر بھی کرتا ہے ۔

یہ تھے حج سے زیادہ اہم فعل واجب یا ترک حرام کے حج سے مزاحمت کے چند سماجی مبتلابہ موارد اور اب ہم فردی ابتلاء کے حوالہ سے چند مسائل کا ذکر کر رہے ہیں:

مسئلہ ۱۔ اگرہر لحاظ سے مستطیع ہے لیکن مال استطاعت کے بقدر یا اس سے زیادہ یا کم ہےکہ قرض ادا کر کے حج پر نہیں جاسکتاوہ مدیون ہے اور حج پر جانے سے قرض اس پر اس طرح عرصہ حیات تنگ کرے گا کہ قابل تحمل نہیں ہے ، وقت ادائے دین بھی سر پر ہےاور طلبکارسختی کے ساتھ مطالبہ بھی کر رہا ہے ، یا نہیں ابھی ادائے دین کا وقت نہیں ہوا لیکن شدت کے ساتھ شرارت کر رہا ہے اور ممکن ہے حج پر جانے سے قرض کی ادائیگی کے وقت قرض ادا نہ کر سکو تو پھر ایسے حالات اور شرائط میں وجوب ادائے قرض ، حفظ احترام آبرو اور شرف وحیثیت ضائع کرنے کی حرمت ادائے دین کو فریضہ حج سے زیادہ اہم اورواجب کرتی ہے ۔ نتیجتا اس قرض کی ادائیگی واجب اور حج بظاہر حرام ہوگا ۔

قرض کے بقیہ مسائل جو اس قسم اور قسم کی استطاعت مالی کے درمیان مشترک ہیں اور اپنی جگہ پر ذکر کئےجا ئیں گے ۔

مسئلہ۲۔ مستطیع ہے لیکن شادی کی فوری اور اشد ضرور ت ہے اور شادی کی صورت میں اس وقت یا ہمیشہ کے لئے ۔ عادی طور پر حج کے لئے مستطیع نہیں ہو گا اور اگر حج پر چلا جائے تو جنسی انحراف یا اس کے مقدمات میں مبتلا ہوگا ۔

یہاں پر اگر چہ زنا یا اس جیسی چیز کا حرام ہونا حج کے واجب ہونے سے زیادہ اہم ہے لیکن واجب ہے کہ خودکو کچھ وسائل سے اس حرام سے ۔ کہ طبعاً اختیاری ہیں ۔ چھٹکارادلائے : روزہ رکھے۔شہوت انگیز غذا استعمال نہ کرے، شہوت خیز چہروں کی طرف نگاہ نہ کرے ، یا مقنہ پر اکتفا نہ کرے اور اگر بفرض بعید یہ چیزیں اس کو جنسی انحراف سے نہ روک سکے واجب ہے حج پر جائیں اور خود کو زنا سے بچائے اور محفوظ رکھے ۔

کیوں کہ یہاں حج اسباب زنا سے نہیں ہے کہ وجوب سے ساقط ہو جائے یا حرام ہو جائے، مگر اس صورت میں کہ شادی نہ کرنے سے عرصہ حیات کچھ اس طرح سے اس پر تنگ ہو جائے کہ عرفاً کہیں کہ ایسے حالات میں حج کی توانائی نہیں رکھتا ہے اور یہیں سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہوجاتا ہے جن کے لئے شادی ترک کرنایا اس میں تاخیر دشوار لیکن قابل تحمل ہے ، جب تک مزاج یا شرع کے لحاظ سے قابل تحمل ہے حج واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے ، لیکن اگر ا نہی حالات میں حج بجا لائے توصحیح ہے ۔

مسئلہ۳۔ تنہا عورت ہے، اس کی بھی توانائی نہیں رکھتی کہ کسی محرم یا قابل اطمینان آدمی کو اپنے ساتھ لے جا سکے ، اور اپنی ناموس کو خطرہ میں دیکھتی ہے البتہ خطرہ خیالی اور وسواسی نہ ہو، بلکہ عقلائی اور عادی ہو تو یہاں پر حج نہ واجب ہے اور نہ جائز ،لیکن دوسرے ابتلائی موارد کی طرح اگر انجام دیا ہے توصحیح ہے، خصوصاً اگر جو گمان کررہی تھی وہ پیش نہ آئے۔

مسئلہ۴۔ سفر میں جان، آبرو ، ناموس، مال، دین یا کسی دوسری اہم چیز کے لئے جس کی حفا ظت واجب ہے اس کا شمار ناموس اصلی میں ہوتا ہے ،خطرہ کا احساس عقلی بنیاد پرہو تو یہاں پر حج اپنے سے اہم واجب سے مزاحم ہے، کہ ان نوامیس کی حفاظت خود حج کا ایک نتیجہ ہے لہٰذا حج پر قربان نہ ہوں گی ۔

یہ چیزیں یا کوئی دوسرا واجب یا حرام جو حج سے اہم اور مزاحم ہے حج ہے، اور تلافی کے قابل بھی نہیں ہے ، حج کو وجوب بلکہ جواز سے ساقط کردیتا ہے کیوں کہ راہ خدا میں راستہ بھٹکنا اور مہم کی حفاظت کے لئے اہم کو ہاتھ سے جانے دینا عقلمند دینداروں کا شیوہ نہیں ہے ۔

مسئلہ۵۔ اگر کوئی کام اپنے اوپر نذر و عہد کے ذریعہ واجب کر لے کہ ا سے موسم حج میں انجام دے گا، چنانچہ اس حالت میں مستطیع تھا نذر یا مانند نذر کوئی

دوسری چیزجو فریضہ حج کی ادائیگی میں مزاحم ہے تو منعقد نہیں ہے کیوں کہ یہ خود سا ختہ پیمان ہے اور خدا کے عظیم عہد وپیمان کے خلاف ہے ۔

اور اگر نذر وغیرہ کے وقت مستطیع نہ ہو اور بعد میں مستطیع ہو جائے ، خدا کا اصلی عہد وپیمان بندے کے قراردادی عہد و پیمان اور نذر وغیرہ پر فطرتا مقدم ہے کیوں کہ مستطیع حج اس چیز کی توانائی نہیں رکھتا جو حج سے منافات رکھتی ہو، اور یہ نذر جو عدم استطاعت کے گمان سے تھی حالت استطاعت کو شامل نہیں ہے ۔

مسئلہ۶۔ عورت کو حجۃ الاسلام میں شوہر کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور شوہر کا منع کرنا بھی کسی عذر شرعی کے بغیر حرام ہے، مگر یہ کہ ایک عاقلانہ اورمسلمان پسندانہ تصور سے ناموس یا جان یاکسی دوسری ناموس کا خوف ہو، لیکن حج مستحبی اور حج نیابتی میں کہ خود استطاعت آور نہیں ہے اور اسی طرح حج نذری و عہدی یا قسمی میں شوہر کی اجازت شرط ہے ۔

مسئلہ۷۔ کیا عورت طلاق رجعی کی حالت میں شوہر کی اجازت سے یا شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے حجۃ الاسلام کو انجام دے سکتی ہے؟ یہاں پر آیہ استطاعت ،حج کو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی اس پر واجب کرتی ہے کیوں کہ اس کا حکم طلاق سے پہلے والی حالت کی طرح ہے ،لیکن آیہ رجعت نے اس کے باہر جانے کو کلی طور پر مگر اس صورت میں کہ کھلم کھلا مرتکب زنا ہو ۔ حرام قرار دیا ہے کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے: " لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یأتین بفاحشۃ مبینہ "ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور خود بھی باہر نہ جائیں مگریہ کہ حد سے باہر کوئی ناشائستہ عمل انجام دیں کہ ناسازگاری کی علامت ہے ۔

اور یہ حکم شوہر کے رجوع کرنے کی امید کے لحاظ سے ہے کہ "لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا" تمہیں نہیں معلوم کہ شاید خدا اس کے بعد کوئی خوش آیند چیز پیدا کر دے، اور طبعی طور پر ان موارد سے مخصوص ہے جہاں بازگشت کی امید ہو۔

اب اگر یہ عورت، اپنے اندر آشتی اور اپنی شادی شدہ زندگی کی طرف پلٹنے کی امید دیکھتی ہے ، اس صورت میں کہ حج سے واپس آنے کے بعد اس کا عدہ تمام ہو جائے گا بظاہر شوہر کی اجازت سے بھی حرام ہے کہ انجام حج کے لئے سفر کرے ، خصوصاً اس صورت میں کہ بعد میں بھی حجۃ الاسلام انجام دے سکتی ہے ۔

جیسا کہ حضرت صادق(ع) سے بھی اس طرح سے مروی ہے : "جس کو طلاق دیدی گئی ہے وہ گھر سےباہر نہ جائے کیوں کہ خدا نے فرمایاہے "اور باہر نہ جائیں "[٥] اگر چہ ایک دوسری حدیث میں اس کے بر خلاف آیا ہے : "اگر حجۃ الاسلام ہے تو اس کو حالت عدہ میں انجام دے،[٦]۔

لیکن موارد اختلاف احادیث میں قا نون قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے اور آیہ گذشتہ نے کلی طور پر باہر جانے کو منع کیا ہے ۔

البتہ اگر صلح و آشتی کی کوئی امید نہیں ہے یا واپسی کے بعد ابھی عدہ کا وقت باقی ہے ، بظاہر اس طرح کے موارد میں شوہر کی اجازت سے حجۃ الاسلام بجا لا سکتی ہے، یہاں تک کہ اجازت کے بغیر بھی بعید نہیں ہے ، خصوصاً اگر آشتی کی امید بالکل نہ ہو۔

استطاعت عرفی:

یہ استطاعت جیسا کہ گزرا مالی، بدنی اور راہی تین حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ،اور تینوں میں توا نائی کا مفہوم ایک ہی ہے کہ تحمل نا پذیر حرج و مشقت اور اپنی تمام قدرت کو صرف کئے بغیر خانہ خدا کی زیارت کو جا سکے اور اپنے مناسک کو جیسا کہ شائستہ ہے انجام دے سکے ، کیوں کہ خدا نے فرمایا ہے: "ما جعل علیکم فی

---

٥ ۔ اور اس حدیث کے مانند ایک اور حدیث ابن عمار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے

٦۔ جیسا کہ علاء، محمد سے ان دو بزرگواروں میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ وہ مطلقہ عدہ کی حالت میں حج کرتی ہے، وافی، ج٢، باب حج ذات العدۃ،ص٥١

الدین من حرج"دین حرجی نہیں ہے ، اور دین میں حرج کے ساتھ کوئی فریضہ بھی نہیں ہے ، اس معنی میں کہ انجام وظیفہ دینی زندگی میں تم پر پس وپیش کو بند کردے اور تم کو ا س قدر سختی میں مبتلا کرے کہ ناچار اپنی تمام تاب و توانائی مصرف کرو،نہیں !"یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر"خدا نے ہمیشہ بندوں کے لئے آسانی چاہی ہے نہ سختی، اس طرح کہ طاقت فرسا اور ہلاکت بار ہو۔

استطاعت مالی:

استطاعت مالی، مال یا مال فراہم کرنے کی قدرت رکھنے سے عبارت ہے کہ اس کی شان اورحالت کے مناسب اور مطابق اتنا مال ہو کہ حج پر جا کر واپس آ سکیں ، حج کی طرف مالی راہ، قربانی کی قیمت اور کفار وں کے خرچ کے علاوہ ہے کیوں کہ حد اقل استطاعت سے باہر ہے، : "فمن لم یجد فصیام ثلاثہ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رھبتم" پس جس کو قربانی میسر نہ ہو تو تین دین حج میں اور سات دن حج سے واپس آآنے کے بعد روزہ رکھے کہ یہ خود قربانی کے بدلے میں ہے ۔

استطاعت مالی ہر دوسری استطاعت کی طرح مال یا کسی دوسرے مقدمہ کے آمادہ ہونے کے معنی میں نہیں ہے کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے : "من استطاع الیہ سبیلا" ہر وہ شخص جو حج البیت کی طرف جانے کی کوئی راہ پیدا کر سکے اور یہ بالکل واضح ہے کہ حج کی استطاعت مقدمات اور وسائل کے بغیر نہیں ہے اور نوعی اعتبار سے کسی کام کا کر سکنا اس کے مقدمات کے کر سکنے پر موقوف ہے نہ کہ اس کام کے مقدمہ کے بغیر کر سکنا ، ورنہ حج کے لئے پھر کوئی بھی مستطیع نہ ہوگا ۔

استطاعت حج کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ انجام حج سے عاجز نہ ہو کیوں کہ "سبیل"نشیب دار اور آسان راہ کے معنی میں ہے اگر چہ سینکڑوں مقدمات ممکنہ کے ساتھ طے ہو۔

اور استطاعت مالی کے اعتبار سے، خواہ موجود پیسے سے ،یا اس پیسے سے جس کو عسر و حرج کے بغیر حاصل کر سکتا ہے، یا حرفت و صنعت جو اس کو اس راہ میں ہر پیسے سے بے نیاز کرتی ہے اور پیسہ سے زیادہ اہم ہے ، کیوں کہ پیسہ کو چور چوری کر سکتا ہے ، ڈاکو لوٹ سکتا ہے لیکن صنعت وحرفت اور شغل اس کو چور چرا نہیں سکتا ۔

خلاصہ: خود آیت کے اسی وسیع اور پر معنی جملہ کی طرف لوٹتے ہیں : جو شخص کہ حج پر جانے کی توانائی رکھتا ہے خواہ راہ عقلی یا شرعی خواہ راہ عرفی مالی، بدنی،راہی ان سب کو آیت شامل ہے۔

(۱)اگر ان دو واجب: حق اللہ اور حق الناس کے درمیان جمع کر سکے خصوصا اس صورت میں کہ بعد میں اپنے حج کو انجام نہ دے سکے اور خصوصاً ہمارے دور میں کہ حج کے ضروری ایام عدہ سے کم ہیں ، بظاہر یہاں آیت عدہ مورد منع نہیں ہے اور حدیث "باہر نہ نکلے" آیت سے استناد کرتے ہوئے اگر حجۃ الاسلام ہے حدیث اس سے تقیید ہوتی ہے ۔

بنا بر این نہ زاد وراحلہ کا ہونا شرط استطاعت ہے[۷] (اگر چہ حدیث کی رو سے جس کے پاس زاد و راحلہ ہو بقیہ استطاعتوں کو ملاحظہ کرتے ہوئے مستطیع ہے) اور نہ یہ کہ مالی استطاعت "زاد وراحلہ "میں منحصر ہے ، بلکہ صرف پانچ درج ذیل شرطوں کے مہیا ہونے کا امکان ہو:

۱.۷-"یأتوک رجالا"پیدل چلنے والے آئیں ، یہاں پر نتیجہ اعلان حج ہے ، بناء بر این بصورت امکان پیدل چلنے والوں پر بھی واجب ہے ، بلکہ ان کو صف اول میں رکھا گیا ہے اور اس کے بعد،"وعلی کل ضامر"ہر ایک لاغر اونٹ پر سوار اور بس، کہ حج صرف مالداروں پر واجب نہیں ہے بلکہ تمام توانا لوگوں پر کہ زیادہ تر ثروتمند نہیں ہیں

۲۔ روایات کی رو سے مال اور وسیلہ سواری کا ہونا تنہا ا ن لوگوں کے لئے شرط ہے جن کی توانائی مال اور وسیلہ سواری میں منحصر ہے ، ایسا نہیں ہے کہ زاد وراحلہ شرط عمومی ہے

۱۔ حج کو بہ حد کمال تک علاج کرے ۲۔ موانع شرعی کو برطرف کرے

۳۔ بقدر ضرورت مال فراہم کرے

۴۔ بدنی کسالت اور جسمانی کمزوری کا علاج کرے کہ اس سفر کے لئے مانع ہے

۵۔ راستہ کے موانع کو برطرف کرے

اگر ان چیزوں کی توانائی رکھتا ہے قطعا" من استطاع الیہ سبیلا" اس کے شامل حال ہے۔

لہذا اگر کسی کو اس راہ میں سواری کی ضرورت نہ ہو ، اور بقول مشہور"راحلتی رجلای"اس کے پیر ہی سواری کا وسیلہ ہیں، اس لحاظ سے مستطیع ہے ۔

چنانچہ آیہ اعلان حج میں پیدل چلنے والے مستطیع لوگوں کہ صف اول میں ہیں، بہر صورت مال کا پاس میں ہونا یہاں تک کہ مال کا فراہم اور مہیا کر سکنا استطاعت حج کے لئے بالکل ضروری نہیں ہے ، اگر چہ بہت سارے ایسے لوگوں کے لئے جو کوئی حرفت اور شغل نہیں رکھتے طبعاً شرط ہے :

اور اب استطاعت مالی کے حوالہ سے چند مسائل:

مسئلہ۱۔ روز مرہ کام کرنے والے یا جن کو ہفتہ میں مزدوری ملتی ہے ، یا جن کو مہینہ میں مزدوری ملتی ہے کہ نوعاً ان لوگوں کے پاس کبھی بھی حج کے بقدر مال ذخیرہ نہیں ہوتا ، یہ لوگ بھی استطاعت سے محروم نہیں ہیں۔

متن:

اگر بقدر ضرورت حج اپنے مالک سے قرض لے سکتے ہیں کہ ماہانہ بقدر ممکن ان کی مزدوری یا تنخواہ سےکم ہو جائے اور زندگی کی پریشانی اور تنگی میں

بھی مبتلا نہ ہوں تو ایسے افراد دوسرے لوگوں کی طرح واجب الحج مستطیع ہیں، یا کم از کم واجب العمرہ ہیں۔

اور اگر اس راہ سے کم نہ کرسکتے ہوں، اگر سفر حج یا عمرہ میں اپنے شغل یا حرفہ سے رفع حاجت کر سکتے ہیں اس صورت میں بھی واجب الحج ہیں ۔

مثلاً کوئی حکومتی یا قومی کمپنی ایک جزئی گروہ یا ہر طرح کے کاریگر اور مزدور افراد کو مناسب کاموں کے لئے یا ان کی قدرت اور شان کے مطابق ملک حج میں استخدام کرنا چاہتی ہے ، جو لوگ واجد الشرائط ہیں ۔ اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو تو قبول کرنا واجب ہے، بلکہ اس کام میں شرکت کرنے کے لئے انجام حج یا عمرہ کے لئے وسیلہ کی درخواست دینا واجب ہے، کیوں کہ اس ذریعہ سے واجب الحج ہوتے ہیں کیوں کہ حج کی طرف جانے کا راستہ رکھتے ہیں البتہ تمام شرائط استطاعت کے ساتھ ۔

مسئلہ۲۔ اگر کسی سے کوئی کام راہ حج میں یا ملک حج میں لینا چاہیں جو اس کی حقیقی شان۔ نہ خیالی اور ادعایی ۔ کے مطابق اور لائق نہیں ہے ، اور شر مندگی کاموجب ہے، ایسے کام کا قبول کرنا حج یا عمرہ یا کسی اور مقصد کے لئے نہ واجب ہے اور نہ جائز اور اگر قبول کرے اور حج انجام دے ، اگر یہ اہانت آمیز کام خود اعمال حج میں دخیل نہ ہو اور اس کا حج حجۃ الاسلام شمار ہوگا اور اگر اعمال حج کے درمیان بھی اس اہانت آمیز کام کا سلسلہ جاری ہے اور خود شرط استطاعت حج ہے، حجۃ الاسلام سے کفایت نہیں کرے گا ، کیوں کہ ایسا شخص مستطیع نہیں ہے ، لیکن پہلی صورت میں چونکہ اپنے اعمال کی حالت میں مستطیع ہے کافی ہے۔

مسئلہ۳۔ اگر کوئی کام وہ کر سکتا ہو یا اس سے وہ کام لینا چاہیں کہ حج کی مالی استطاعت کےلئے کافی ہے اور اس کی شان اور حیثیت کے مطابق ہے، اس کا قبول کرنا یہاں تک کہ درخواست دینا واجب ہے ،البتہ تمام شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے ۔

مسئلہ۴۔ تاجر یا صنعت پیشہ و غیرہ اگر عسر و حرج کے بغیر اپنی اپنی امکانی جد و جہد کے ساتھ اپنی عادی زندگی سے حج یا عمرہ کے بقدر مال رکھ سکتے ہیں ،واجب الحج ہیں ،کہ سستی کی صورت میں تکلیف اسی طرح ان کی گردن پر باقی ہے ، اور اگر اپنی حقیقی شان اور عادی حاجت سے زیادہ اس طرح اپنی در آمد کو خرچ کریں کہ حج کی کوئی گنجائش نہ رہ جائے ، اگر اضافی مقدار حج کے برابر ہے واجب الحج ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو اس الہی پیمان کو انجام دے اور اگر حاجت حج سے کمتر ہے صرف اس کا خمس ادا کرے، اور اگر ایک دو سال اسی طرح عمل کرے اور مجموعی طور پر ان کی زیادہ روی حج کی بقدر ہو، آخری سال واجب الحج ہوں گے اور ان کا حکم ان لوگوں کا حکم ہے جنہوں نے اپنی مالی استطاعت میں تفریط کی ہے ۔

اور جو گمان ہوتا ہے اس کے بر خلاف یہ خود تحصیل استطاعت نہیں ہے کہ واجب ہو، بلکہ خود استطاعت ہے کہ حج کی توانائی ہر ممکن وسیلہ سے ہوتی ہے ، پس جو تاجر کہ فلاں معاملہ سے حج واجب ہو سکتا ہے ، اور یہ سوچ کر کے یہ تحصیل استطاعت ہے اور واجب نہیں ہے سستی اور سہل انگاری کرے اور معا ملہ کو انجام نہ دے، ایسا شخص اپنے گمان کے برخلاف۔ واجب الحج تھا اور سہل انگاری اور کوتاہی کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے ۔

یا ایک کسان ہے جو سو کنٹل گیہوں پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر چہ زمین، پانی، دانہ اور کاریگر اس کے پاس فراہم نہیں ہیں ، لیکن یہ تمام چیزیں عسر و حرج کے بغیراس کے لئے ممکن ہیں اور اس کے حج کے لئے کافی ہیں تو ایسا کسان واجب الحج ہے اور اسی طرح دوسرے۔

ملاحظہ کرتے ہیں کہ استطاعت حج نےمسلمانوں کو کس طرح کام کی جستجو اور زندگی کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنا نے کے لئے مہمیز کیا ہے کہ امکان کی حد تک استطاعت حج کے لحاظ سےمالی، بدنی، اور راہی(عقلی و شرعی) آمادگی کے اسباب فراہم کرتے ہوئے انجام فریضۃ حج کے لئے کوشاں ہوں اور مسلمانوں کے

اجتماع میں پوری آمادگی ، شائستگی اور کارکردگی کا مقابلہ ہو جائے اور یہ خود حج سے پہلے کی برکتیں ہیں اور خود حج کی حرکات سے پر برکتیں اپنی جگہ پر اور اس عظیم اسلامی اجتماع اور اسلام کی عالی تربیتی مدرسے سے واپسی کے بعد کہ انسان کی طرح نہ نسناس کی طرح واپس لوٹیں کہ خود حج کی استطاعت حقیقت میں تحریک استعداد اور ایک دوسرے آیت کی رو سے خدا کی جانب زحمت کشی ہے ،چنانچہ ارشاد ہوتا ہے " یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحافملاقیہ" (۸۴: ۶)اے انسانوں! تو اپنے پروردگار کی طرف زحمت اور رنج اٹھانے والاہے تا کہ اس سے ملاقات کرے اور اس کی معنوی اور معرفتی ملاقات سے مشرف ہو۔

مسئلہ۵۔ اور اگر خود سختی اور تنگی میں بسر کرے اور عادی حاجت اور اپنی حیثیت سے کم خرچ کرے اور نتیجہ میں کچھ زیادہ حج کے بقدر مال جمع کر لے ، اس وقت کے مصرف ۔ کہ پورا سال ہے۔ گزر چکا ہے گذشتہ کی تلافی کے حساب سے۔ یا بجز حساب ضرورت کسی بھی دوسرے حساب سے۔ خرچ نہیں کر سکتا ہے ، کیوں کہ فی الوقت واجب الحج ہے ، اور چونکہ حج اخراجات سے ہے اس میں خمس بھی نہیں ہے ، مگر جتنا مخارج حج سے زیادہ ہو اور سال بھی اس پر گزر چکا ہو، اور بطور کلی مال جمع کرنے میں سستی یا اس کے مصرف میں زیادہ روی یا کوئی دوسرا مکر وحیلہ استطاعت حج سے مانع نہیں ہے ،کیوں کہ پیمان الہی ہے اور نہایت سنگین و شائستہ اور بہت زیادہ کوشش و کاوش اور احترام کے لائق ہے ۔

مسئلہ۶۔ اگر اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا جس کے ذریعہ سفر حج میں واجب الحج ہو جائے اور اس کے پاس مال بھی نہیں ہے اور ضرورت حج کے برابر مال فراہم بھی نہیں کر سکتا ، لیکن حاجیوں کی مشروع اور جائز رہنمائی کر کے یا کوئی بھی خدمت اور مدد کر کے ۔ اپنی شان کے مطابق۔ مستطیع ہوسکتا ہے، دوسری تمام استطاعتوں کے امکان کے ساتھ ایسا شخص بھی واجب الحج ہے ۔

مسئلہ۷۔ ان تمام چیزوں سے محروم ہے ، لیکن ایسے گروہ ہیں جو ماہانہ قسطوں یا کسی بھی طرح سے۔ اگر چہ گراں تر۔ حاجی قبول کرتے ہیں، اگر حج کی قسطوں کو عسر و حرج کے بغیر ادا کر سکتا ہے تو و ہ واجب الحج ہے ۔

مسئلہ۸۔ اگر قرض الہی یا بشری اس کے عین مال استطاعت میں موجود ہے اور اس کا مال تنہا کافی نہیں ہے اس لحاظ سے طبعاً واجب الحج نہیں ہے، خواہ ان قرضوں کی ادائیگی کرے یا نہ کرے ، لیکن اگر یہ قرض اس کے ذمہ ہیں لیکن اس کے عین مال استطاعت میں موجود نہیں ہیں اس طرح کا قرض استطاعت اور وجوب حج سے مانع نہیں ہے مگر ان موارد میں کہ آئیں گے۔

مسئلہ۹۔ شرط استطاعت مالی، یا بدنی یا راہی یا کوئی اور بھی استطاعت اس میں منحصر نہیں ہے کہ اپنے محل سکونت پر جمع ہو سکے، بلکہ موسم حج میں جس جگہ بھی ہو، جس طرح سے وہاں گیاہو، اگر وہاں سے حج پر جاسکتا ہے توواجب الحج ہے ، اگر چہ وہ وہاں نہ آیا ہوتا تو اس کے لئے حج ممکن نہ تھا۔

مثلاً کاریگر اور کا م کرنے والوں کو کام کے لئے ملک حج لیکر آئے ہیں ، اگر موسم حج تک ان کے لئے وہاں ٹھہرنا اور رکنا ممکن ہو، اس لحاظ سے مستطیع ہیں، اگرچہ اگر شرط ان کے وسائل سفرکو فراہم نہ کرتی ہو ان کے لئے ایسا سفر ممکن نہ تھا کیوں کہ مستطیع افردا کا ایک گروہ کوئی مال بھی نہیں رکھتا، لیکن اس وقت کہ ملک حج میں ہیں اوروہاں رکنے کی استطاعت رکھتے ہیں اگر چہ تھوڑی سی اجرت دے کر دوسرے شرائط موجود ہونے کی صورت میں وقت حج تک ر ہنا ان پر واجب ہے ورنہ کم سے کم عمرۃ الاسلام بجا لائیں ۔

مسئلہ۱۰۔ وسائل حج جیسے ہوائی جہاز کا کرایہ یا گھروں کا کرایہ،یا سفر حج کی دوسری ضرورتوں کی گرانی مستطیع لوگوں پر وجوب حج سے مانع نہیں ہے ، اگر چہ جانتے ہوں کہ مستقبل بعید یا قریب میں ارزان ہو جائے گا ، مگر یہ کہ امسال

کی گرانی اس قدر زیادہ ہو کہ نوعاً قابل تحمل نہ ہو اور اس کے بس سے باہر ہے اگر چہ قدرت مالی بھی رکھتا ہولیکن اس کے باوجود بھی احتیاط ترک نہ ہو۔

مسئلہ۱۱۔ چنانچہ ملکی یا کرایہ کا گھر یا موجودہ تمام وسائل زندگی اس کی ضرورت اور شان سے زیادہ ہوں ، بصورت امکان اگر یہ زیادتی اس کے حج یا عمرہ کے لئے کافی ہو واجب الحج ہے یا واجب العمرہ ہے کہ گھر بدل کر یا کوئی دوسرا اضافہ کر کے حجۃ الاسلام یا عمرۃ الاسلام انجام دے ، اس بات کے پیش نظر کہ شان ا ور حیثیت خیالی اور ادعائی نہیں ہے اور اس کا معیار شرعی یہ ہے کہ اس سے کمتر معتدل افراد کی نگاہ نہ نسناس اور غیر معتدل افراد ، آبرو ریزی اور ہتک حرمت کی باعث ہے اور بر عکس اگر اس کی موجودہ زندگی اس کی حقیقی شان اور حاجت سے کمتر ہے وہ اپنی اضافی در آمد کو تکمیل ضررویات زندگی کے لئے خرچ کر سکتا ہے ، اگر چہ سفر حج یا عمرہ کے برابر ہو اور خمس بھی نہیں ہے ، جیسا کہ گذرا بلکہ واجب الحج یا واجب العمرہ ہے ۔

مسئلہ۱۲۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ زندگی کے مختلف مراحل میں انسان کے حالات اور اس کے ضروریات مختلف ہیں ، استطاعت کے نہ ہونے اور ہونے میں میزان اور معیار موجودہ حالت ہے نہ گذشتہ یا ملاحظہ آئندہ، کہ میرے پاس پہلے اس طرح کے گھریلو سامان میری شان کے مطابق تھے یامیں ماہانہ اتنا خرچ کرتا تھا اور اس وقت اس سے کمتر ہے ، میزان موجودہ حالت ہے سابقہ حالات نہیں۔

مثلاًایک عورت ہے جس کو جوانی میں اس قدر جواہرات اور سونے کے زیورات اس کی اشان اور شرف کے لئے لازم تھے ، لیکن اب جب کہ بوڑھی ہوگئ ہے اس کو اب ان جواہرات اور سونے کے زیورات کی ضرورت نہیں ہے ، مگر یہ کہ گزشتہ حالات کا تصور اور خیال کرے ، بلکہ اس کو اپنی موجودہ حالت کو مد نظر رکھنا چاہیئے ۔

یا کسی کو اس وقت اپنے موجودہ مال کی ضرورت نہیں ہے ، لیکن آئندہ میں محتاج ہے ، اس کی موجودہ حالت میزان ہے، مگر یہ کہ یہ آئندہ نزدیک ہو اور اگر اس کو نظر انداز کرےاور اس کی زندگی مختل ہو جائے گی ، کہ اس صورت میں اس وقت وہ حج کی استطاعت نہیں رکھتا ہے ۔

مسئلہ۱۳۔ اگر استطاعت کے بعد یا موسم حج سے پہلے یا خود موسم حج میں خود کو کسی کام کے لئے اجارہ شرعی دے دےکہ سفر سے مانع ہے خواہ جانتا تھا کہ مستطیع ہے یا ہو جائے گا یا نہیں جانتا تھا ہر صورت میں اس کا خود کو اجارہ پر دینا باطل ہو جائے گا ، کیوں کہ خدا کا اصلی حق بندوں کے قراردادی حق پر مقدم ہوگا ، جیساکہ اس کی نظیر مسئلہ نذر و عہد و قسم میں گزرچکی ہے ۔

اور کلی طور پر جوشخص موسم حج کے وقت مستطیع ہے بلا چون و چرا واجب الحج ہے اور کوئی بھی قرار داد جو منافی حج ہے خدا سے کی گئی ہو یا بندوں سے، دانستہ ہو یا نادانستہ،یہ قرار داد خدا کے محکم پیمان کو نسخ نہیں کر سکتی مگر یہ کہ کوئی دوسرا عہد الہی حج سے مزاحم ہو جائے اور حج سے اہم ہو ، جیسا کہ گزر چکا۔

مسئلہ۱۴۔ اگر کوئی طلب رکھتا ہے جو تنہا یا ممکن و مقدور ضمیمہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے کافی ہے ، اگر وقت پورا ہوچکا ہے اور مقروض ادائیگی کر سکتا ہے واجب ہے مشروع اور جائز طریقہ سے اپنا قرض وصول کرے نیز اگر وقت نہیں ہوا لیکن مقروض ادائیگی قرض پر آمادہ ہے اور اس سے مطالبہ کرنا کسی سر افکندگی کا باعث نہیں ہے ، ان دونوں صورتوں میں قرض دینے والا واجب الحج ہے۔

اور اگر وقت ہو چکا ہے لیکن ادائیگی ممکن نہیں ہے یا دوسری صورت میں ادائیگی کے لئے آمادہ نہیں ہے ، قرض لینے والا مقدار استطاعت کا مالک ہونے کے لحاظ سےمستطیع نہیں ہے ، مگر یہ کہ ممکن اور مشروع طریقہ سےقرض الحسنہ لے، شرط یہ ہے کہ اس کی طلب شرط شدہ سوختہ حکم میں نہ ہو،اس کی دریافت کا

امکان عقلائی ہو، یا خود دوسرے طریقہ سے حج کے قرض کو ادا کر سکتا ہو، ورنہ قرض لینا اس اعتماد کے ساتھ کہ ادائیگی کی قدرت نہیں ہے اور طلب سوختہ شدہ ہے ، خود حرام اور لوگوں کا مال کھانا ہے ۔

مسئلہ۱۵۔اگر نہ کوئی مال ہے اور نہ کوئی طلب، اگر آبرومندی کے ساتھ حج یا عمرہ کے برابر قرض لے سکتا ہےاور اس کی ادائیگی کا امکان بھی ہے، یہ خود حج کی طرف ایک مشروع اور جائز راہ ہے ، اور بظاہر ایسا شخص واجب العمرہ ہے، مگر یہ کہ ممکن اور مشروع تمام راہیں اس پر مسدود ہوں ایسی صورت میں واجب نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی ایسا بے محل قرض حرام ہے ۔

مسئلہ۱۶۔ اگر حج یا عمرہ فی الحال اس کے لئے ممکن ہے لیکن واپسی کے بعد اس کی زندگی مختل ہو جائے گی اور ناقابل تحمل بے سر و سامانی کا اس کو سامنا کرنا ہوگا تو و ہ واجب الحج نہیں ہے ، لیکن وطن یا اقامت گاہ کی واپسی یا استمرار زندگی کی اس میں شرط استطاعت نہیں ہے ، مگر یہ کہ ضروری ہو ، کہ اگر اپنے وطن کہ دور اور پرخرچ ہے نہ لوٹ سکے لیکن دوسری جگہ یا خود ملک حج میں عادی زندگی بسر کر سکتا ہے اس صورت میں کہ تحمل ناپذیر خرچ یا مشقت نہ ہو واجب الحج ہے۔

حج یا عمرہ کی استطاعت میں قاعدہ عمومی یہ ہے کہ اس فریضۃ الہی کا انجام دینا تحمل ناپذیر پریشانی ا ور بے سر و سامانی کا موجب نہ ہو اور خود یہ لوگوں کے حالات اور شرائط و شغل کے مطابق متفاوت ہے ،کیوں کہ ممکن ہے کہ ایسے لوگ ہوں کہ اگر وہ اپنی جائے سکونت بدل دیں تو ان کی زندگی کی حالت بہتر ہو جائے یا بالکل فرق نہ کرے ،اور ممکن ہے ان کی زندگی مختل اور تباہ و برباد ہو جائے "ولا یکلف اللہ نفسا الا دون وسعھا"و "ان الانسان علی نفسہ بصیرۃ" خود تمہیں بہتر معلوم ہے کہ حج یا عمرہ پر جاؤ یا نہ جاؤ، ان سے اور ان سے پوچھنا ضروری نہیں ہے ۔

اصولاً مال رکھنے کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ مال کا مصرف بھی کر سکتا ہے ، مثلاً کسی کی روزانہ ایک ہزار ریال کی درآمد ہے اور اس کی روز مرہ کی زندگی کے لئے کافی ہے اور سو ریال کےبقدر روزانہ دوسرے اخراجات میں خرچ کرتا ہے ، ایسا شخص مستطیع نہیں ہو سکتا کہ روزانہ دو یا تین سو ریال اس طرح دوسرے اخراجات کی نذر کرے ، باجودیکہ روزانہ کی درآمد ہزار ریال ہے، کیوں کہ کر سکنا مال رکھنے میں منحصر نہیں ہے بلکہ امکان مصرف سے مشروط ہےکہ زندگی مختل اور دگر گوں نہ ہو۔

اور اس وقت کہ تمہارے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار ریال نقد موجود ہیں جو حج کےلئے کافی اور زیادہ بھی ہیں لیکن یہ تمہارا سرمایہ ہے ، اگر اس پیسے سے حج پر چلے جاؤ گے تو تمہاری زندگی مختل ہو جائے گی ، بیوی بچے پریشان اور بے سر و سامان ہو جائیں گے، یہاں پر تم موسم حج کے لحاظ سے مستطیع ہو لیکن اساس زندگی کے حساب سے مستطیع نہیں ہو اور آیت اسطاعت دونوں طرح کی استطاعت کو شامل ہے ،یا بہتر کہیں کہ ایسا شخص حج کے لئے مستطیع نہیں ہے ، عرفاً اور شرعاً اپنی زندگی کو حج کے لئے مختل نہیں کر سکتا ۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب اس کو معلوم ہو کہ حج پر جانے سے ایسا ہوگا ، لیکن اگر معلوم نہ کہ کیا ہوگا ، اس وقت بھی حج کے بقدر اس کے پاس مال ہے، اور اس کی زندگی بھی کل ملا کر اس سال بغیر گزشتہ اور آئندہ میں قوانین رکھتی ہے۔

جیسا کہ حج کے لئے قرض کرنے کے بارے میں عرض کیا ، حکم مسئلہ یہاں پر زیادہ روشن ہے ، کہ خدا پر توکل کرے اور موجودہ مال سے فعلی وظیفہ الہی کو انجام دے۔

اگر یہ سوچتے اور سمجھتے ہوئے کہ حج پر جانے سے اس کی زندگی مختل ہو جائے گی اس کے باوجود وہ حج پر جائے اور واپس ہو اور اس کی زندگی مختل نہ ہو تواس کا حج حجۃ الاسلام ہے اور صحیح ہے ، جیسا کہ ان تمام موارد میں استطاعت کا

گمان نہیں رکھتا اورحج پر جائے اور بعد میں معلوم ہو کہ اس کا گمان غلط تھا ، یہی حکم جاری ہے مگر ان موارد میں کہ اپنے اعمال میں قصد قربت نہ کر سکے ، مانند ان موارد کے عمل حج ظاہراً کچھ وجوہات سے اس پر حرام ہو، کہ یہاں پر عمل حج میں قصد قربت نہ ہونے کی وجہ سے (نہ کہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے)باطل ہوگا مگر یہ کہ کسی طرح بھی قصد قربت کیا ہو۔

مسئلہ۱۸۔ اگر اس کی زندگی اس طرح کے حقوق الہی پر بسر ہوتی ہے جس کی شرط فقر ہے ، اس بیچ کچھ مال اس کے ہاتھ لگ جائے جو حج یا عمرہ کے لئے کافی ہو اور حقوق فقراء سے بھی نہیں ہے ، واجب ہے اسی قدر حقوق فقراء دریافت کرنے سے اجتناب کرے کہ طبعاً واجب الحج نہ ہوگا، لیکن وہ اموال جن کے مصرف میں فقر شرط نہیں ہے جیسے سہم مبارک امام علیہ السلام کہ اس کو اسلام کی تقویت اور اشاعت کی راہ میں خرچ ہوناچاہیئے، اور تھوڑی سی زکات کہ "فی سبیل اللہ" ہے اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ ہونا چاہیئے ، اس طرح کے مال سے حج یا عمرہ پر جایا جا سکتا ہے اورکبھی واجب ہے ، شرط یہ ہے کہ ایسا سفر "فی سبیل اللہ" اور "دین خدا" کی تقویت کے لئے ہو جیسے علماء اور خطباءاوروہ تمام لوگ جن کا ملک حج جانا دین کے لئے مفید اور سود مند ہے ۔

لیکن اگر حقوق سے ہٹ کر حج کے بقدر خود اس کے پاس مال ہے یا کہیں سے فراہم کر سکتا ہےاس صورت میں اپنے مال سے مستطیع الحج ہے اور اس کو حج کے لئے حقوق اللہ سے نہ خرچ کرنا چاہیئے،اگر چہ اس کی زندگی حقوق اللہ سے بسر ہوتی ہے ۔

مگر حجۃ الاسلام اور عمرۃ الاسلام کے علاوہ کے لئے، کہ سہم زکات سے"فی سبیل اللہ" کے عنوان سے اور سہم امام میں سے دین خدا کی تقویت کے لئے حج یا عمرہ انجام دے، کہ مستحب ہونے کے علاوہ کبھی کبھی واجب ہے، جیسے موسم حج میں تبلیغ کرنے والے جو مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئےملک حج روانہ ہوتے ہیں، کہ خود دعوت الی اللہ کے لئے جاتے ہیں۔

مسئلہ ١٩۔ اگر کوئی فقیر ہے بغیر درخواست کے لوگ اس کی رسیدگی کرتے ہیں یا ہدیہ وغیرہ کے عنوان سے ، نہ فقراء کے مخصوص حقوق اور سہم امام وغیرہ کے عنوان سے ، ایسا شخص اگر انہیں راہوں سے یا کسی دوسرے وسیلہ سے ۔ حقوق وسہم کے علاوہ۔ حج کے بقدر مال حاصل کرتا ہے ، کہ اس کے حج پر جانے سےاس کی زندگی مختل نہ ہوگی اور گذشتہ کی طرح اس کی زندگی گزرے گی، وہ بھی واجب الحج ہے ۔

مسئلہ٢٠۔ اگر حج یا عمرہ کی نیابت کے پیسہ سے مستطیع حج یا عمرہ ہو سکتا ہے،نیابت کا قبول کرنا یہاں تک کہ اس کا حاصل کرنا ۔ تمام شرائط کو محفوظ رکھتے ہوئے۔ واجب ہے کہ اگر حج نیابتی مثلاً امسال ہے اور دوسرے سال خود جائے اور اس سال حج نیابتی بجا لائے اور اگر اس سال سے قید نہیں ہے ، یا بہت خوب آئندہ برس کے برسوں سے مربوط ہے ، واجب ہے اس سال اپنے لئے حج بجا لائےاور اس کے بعد حج نیابتی بجا لائے ، مگر اس صورت میں کہ مال نیابتی پہلے سے اس کے اختیار میں نہ ہو ، اور نیابت سے پہلے قرض لینا بھی ممکن نہ ہو، اور عمرہ مفردہ کا بھی یہی حکم ہے ،اور اس صورت میں کہ حج نیابتی مقدم ہے اگر گزشتہ میں عمرة الاسلام بجا نہیں لایا ہے امسال واجب ہے کہ حج نیابتی کے ضمن میں عمرہ بجا لائے ، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ اپنی امید کے بر خلاف اس نیابت کے بچے ہوئے پیسے سے یا کسی دوسرے وسیلہ سے آئندہ حجۃالاسلام بجا نہ لا سکے اور اگر مطمئن بھی ہو فی الوقت عمرة الاسلام کے واجب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، کیوں کہ حج تمتع عمرہ مفردہ سے اس صورت میں کفایت کرتا ہے کہ انجام پایا ہو نہ یہ کہ صرف واجب ہوا ہو اور یہ مسئلہ حج نیابتی قران یا افراد میں بہت روشن ہے کہ اس وقت واجب العمرة ہے اور آئندہ میں واجب الحج اور یہاں پر عمرہ کو تاخیر میں ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ۔

مسئلہ٢١۔ حج یا عمرہ واجب کے لئے قرض لینا، اگر کوئی شرعی یا عرفی یا اخلاقی یا آبرو کی رکاوٹ نہ ہو اور علی الظاہر اس کی حالت ایسی ہے کہ اس کے لئے

قرض کی ادائیگی ممکن ہے ، واجب ہے، اگر چہ اس وقت مال یا ایسا اعتبار جو اس کی ادائیگی کاضامن ہو اس کے پاس نہ ہو، لیکن اس کے حالات ایسے ہیں کہ خود سمجھتا ہے کہ ادائیگی ممکن ہے ، لیکن اگر ادائیگی کی نیت نہ ہو ، یا ادائیگی ممکن نہ ہو، اصولاً قرض کرنا حرام ہے ، خواہ حج کے لئے ہو یا غیر حج کے لئے ہو، مگر ضرورت کی صورت میں کہ اگر قرض ادا نہ کرے جان یا مانند جان کوئی دوسری چیز خطرہ میں ہے تو اس صورت میں نہ تنہا قرض بلکہ بقدر ضرورت ہر جائز وسیلہ سےلینا جائز بلکہ واجب ہے ۔

اور ضرورت کے علاوہ صورت میں عمومی قاعدہ یہ ہے کہ ادائیگی کی نیت اور امکان رکھتا ہو اور یہ قرض کرنا خود ایک طرح سے لوگوں کا مال کھانا ہے "ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل" ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔

مسئلہ۲۲۔ چنانچہ استطاعت نہ رکھتے ہوئے کسی بھی معنی میں خود کو کسی وسیلہ سے کسی ایک میقات تک پہونچا دے چنانچہ پہلے سے مستطیع ہو ، واجب الحج ہے، کیوں کہ "من استطاع الیہ سبیلا" کا موضوع شخص مستطیع ہے نہ محل زندگی یا اس کا وطن ، کہ اگر اپنے وطن میں مستطیع نہیں ہے، لیکن جانتا ہے کہ اگر فلاں جگہ جائے گا تو مستطیع ہو جائے گا وہ ابھی سے مستطیع ہے، کیوں کہ استطاعت کے مقدمہ کی استطاعت خود استطاعت ہے۔

مسئلہ۲۳۔ عورت اس صورت میں کہ اس کے ساتھ محرم کا ہونا کسی وجہ سے ضروری ہو، بصورت امکان واجب ہے کہ کوئی محرم اس کے ساتھ ہو ، اور اگر اس کے اخراجات برداشت نہ کرسکتی ہو تو طبعاً مستطیع نہیں ہے اور اگر اخراجات برداشت کر سکتی ہے تو اس مدت کے لئے دائمی یا موقت شوہر کر نا بصورت امکان واجب ہے شوہر کرے، یا کم سے کم کسی قابل اطمینان شخص کے ساتھ جو عازم حج ہو، گر چہ بطور موقت، محرم ہو جائےاور یہ سب خود استطاعت ہے نہ تحصیل استطاعت ، بلکہ تحصیل استطاعت بھی بصورت امکان خود استطاعت ہے، کہ نہ تنہا استطاعت حج بلکہ کم یا زیادہ اور دور یا نزدیک کے تمام مقدماتی کام ، کہ اس کے

امکانات مناسب کی صورت میں کہیں : انجام دے سکتا ہے ، اگر چہ بہت سخت اور ناشدنی مقدمہ سے ہو۔

مسئلہ۲۴۔ اب تک استطاعت کے بارے میں جو کچھ گزرا اس سے صاف روشن ہے کہ اگر کوئی حج یا عمرہ مفردہ کی استطاعت کے بقدر مال تمہارے اختیار میں قرار دے ، یا اگر کم ہے تو اس کی تلافی کر سکتے ہو ، منت اور احسان کے بغیر تمام شرائط کی موجودگی میں تواس مال کا قبول کرنا واجب ہے ، کہ اگر اپنی آبرو اور زندگی کی حفاظت کرتے ہوئےحج پر جا سکو ، طبعاً واجب الحج قرار پاؤ گے ۔

مسئلہ ۲۵۔ اگر کچھ پیسہ ایک گروہ کے درمیان رکھیں جو شخص اپنے حج یا عمرہ کے لئے اٹھانا چاہتا ہے اٹھا لے، اس مال کو اٹھانے میں سبقت کرنا ۔اور آبرو کے خلاف نہ ہو ۔ واجب ہے، دیگر شرائط کی موجودگی میں اگر امکان سبقت کے باوجود سہل انگاری کرے تواس نے ترک واجب کیا ہے اور یہ پیمان الٰہی اسی طرح اس کے ذمہ باقی ہے[۸] اور اگر سب سہل انگاری اور سستی کریں اور کوئی نہ اٹھائے حج تنہا ان لوگوں کے ذمہ ہوگا جنہوں نے دیگر تمام شرائط ہوتے ہوئے امکان پیش دستی کے باوجودپیش دستی اور سبقت نہیں کی اور جس طرح بھی ممکن ہو اگر چہ مستطیع نہ ہو ، انجام دیں ۔

مسئلہ۲٦۔ اگر خود مالی استطاعت سے محروم ہے لیکن اس کا بالغ بیٹا ثروتمند ہے اور ا پنے حج یا عمرہ کے بقدر اس کے مال میں تصرف فساد یا اختلاف یا اختلال زندگی کا موجب نہیں ہے ، جائز ہے بلکہ واجب ہے اپنے بیٹے کے مال سے حجۃ الاسلام یا عمرۃ الاسلام بجا لائے اور اگر دوسرے موانع نہ ہو ں تو پھر بیٹے کی اجازت یا اس کی رضایت بھی شرط نہیں ہے کیوں کہ بیٹا اور اس کے پاس جو کچھ بھی ہے پیغمبر گرامی اسلام کے فرمان کے مطابق باپ کا ہے "انت ومالک لابیک"لیکن اگر بعد میں تلافی کر سکتا ہے تو تلافی کرے خصوصاً مطالبہ کی

۸۔ اس صورت میں کہ اس سبقت سے قطعا یہ پیسہ تمہیں مل جاتا اور استطاعت میں شک کی صورت میں اگر سہل انگاری کی کوئی تکلیف اس کے ذمہ نہیں ہے کہ ابھی حج کا کوئی واجب انجام نہیں دیا لیکن حرم میں داخل ہونے کے بعد کہ طبعا محرم ہے مطابق روایات کافی ہے

صورت میں اور بالاخص اگر بیٹا تنگدست ہوگیا ہے کہ اس کے علاوہ جہاں تک ممکن ہے ایک دوسرے کی مدد کریں کیوں کہ اس کا واجب النفقہ ہے ۔

اور اگر حج یا عمرہ کے لئے اس کا مال لینا فساد یا اختلاف یا اختلال زندگی کا موجب ہو ، یا منت اور شرمندگی کا باعث ہے ، یا مال فرزند میں اس طرح کے تصرفات کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے ایسا تصرف حرام ہے ۔

مسئلہ ۲۷۔ اس مسئلہ کے برعکس کہ باپ ثروتمند ہے اور فرزند نفقہ واجب سے زیادہ باپ کے مال میں حق تصرف نہیں رکھتا اور حج یا عمرہ نفقہ واجب میں داخل نہیں ہے ، اور پیغمبر کا جو ارشاد بیٹے کے بارے میں گزرا ہے وہ باپ کے بارے میں نہیں ہے۔

مسئلہ۲۸۔ اگر کسی نے فقیر یا ایسے فقراء کے اخراجات اپنے ذ مہ لے لیا ہے جو اس کے واجب النفقہ نہیں ہیں ، لیکن عرفاً اس کے خاندان اور اس کے واجب النفقہ کے زمرے میں آتے ہیں ، کہ ان کا رہا کرنا ۔ اگر چہ سفر حج کے بقدر ہو۔ ناشدنی یا بہت مشکل اور تحمل نا پزیر ہے، ایسا شخص اگر ان کو موقت یا ہمیشہ کے واسطہ ترک کر دے ، مالی اعتبار سے حج پر جا سکتا ہے ، ظاہراً مستطیع نہیں ہے، خصوصاً اگر اس کے نزدیکی افراد سے ہوں ، اور جتنا زیادہ نزدیک ہوں طبعاً حکم بھی اتناہی زیادہ روشن ہوگا ، کیوں کہ قرابتدار خود واجب النفقہ میں سے ہے اور یہاں پر نہ تنہا ان پر انفاق وجوب حج کے مزاحم ہے بلکہ عدم استطاعت عرفی کے لحاظ سےسے بھی معذور ہے ۔ کہ مثلاً اپنی فقیر بہن یا فقیر بھائی کو چھوڑ کر حج پر جائے ، لیکن اگر شرعاً بھی واجب النفقہ نہ ہوں ، صرف استطاعت عرفی نہیں رکھتا ، مگر یہ کہ وہ بھی اپنے رہا ہونے سے اس طرح پریشان حال ہو جائیں کہ ان کا انفاق عمومی طور پر واجب ہو"مساکین... فقراء... وغیرہ پر انفاق کرنا ۔

اور ہر صورت میں اگر قسمت مہربان ہے کہ کچھ بے سر و سامان افراد کی مدد اور ان کی دست گیری کرے اور کوئی دوسرابھی نہیں ہے جو تلافی کرے ، اگر

چہ ان کا انفاق حد وجوب میں نہ ہو ، اگر ان کے رہا کرنے سے حج کا امکان ہو توایسا شخص آیہ استطاعت کی رو سے مستطیع نہیں ہے کیوں کہ عرفاً اس حال میں حج پر نہیں جا سکتا ہے۔

اس کے باوجود اس یاد دہانی کی ضرورت ہے کہ اگر آخری عمر تک ایسا کرنے سےحجۃ الاسلام یا عمرۃ الاسلام بجا نہ لا سکے اور تھوڑا سا ایسے لوگوں سے دستبردار ہونے سے حج یا عمرہ کر سکتا ہے، اور واپسی پر پھر اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے ، یہاں پر بظاہر حج یا عمرہ واجب ہے کیوں کہ دونوں حقوق کے درمیان جمع ممکن ہے اور یہ ایک متدین اور با ضمیر انسانی شان کے منافی نہیں ہے کہ ایسا کرے اور کل ملا کر "ان الانسان علی نفسہ بصیرۃ" انسان اپنے نفس اور کام کے بارے میں بہتر جانتا ہے ، کہ ہر شخص تھوڑا سا تأمل کرے اپنے گزشتہ کے بارے میں مختلف حالات اور گوناگوں شرائط میں اپنا شرعی وظیفہ معلوم کر سکتا ہے ۔

مسئلہ۲۹۔ اہل علم افراد کے پاس جوکتابیں ہیں اگر ان کو فروخت کر کے حج بجا لا سکتے ہیں ، اگر عسر و حرج اور شرمندگی کے بغیر وقف یا عاریہ کی کتابوں سےرفع ضرورت کر سکتے ہیں ، ظاہراً واجب الحج ہیں خصوصاً ملکی کتابوں میں کہ چنداں ان کی روز مرہ کی زندگی میں اورحتی ضرورت کے لائق نہیں ہیں کہ کبھی کبھی اگر دوسری جگہ سےتلافی نہ ہو ، یا ان کے نہ ہونے سے ان کے علمی کام میں خلل نہ پڑے بظاہر اس طرح کی کتابیں بہر صورت مالی استطاعت میں شمار ہوتی ہیں۔

مسئلہ۳۰۔ اگر ہر رخ سے استطاعت کے باوجود حج یا عمرہ کو ترک کرے وہ حج یا عمرہ اسی طرح اس کے ذمہ باقی رہے گا کہ اگر استطاعت ختم بھی ہو جائے تو بھی واجب ہے بصورت امکان اور بلا حرج جتنی جلدی ممکن ہو بجا لائے، اگرچہ زحمت کے ساتھ ہو ، کیوں کہ خود اس زحمت ومشقت کا ذمہ دار ہے اور آیت نفی عسر و حرج کے منافی بھی نہیں ہے اور اگر حج یا عمرہ کے بغیر مر جائے اوراگر

اتنا زیادہ مال چھوڑ کر جائےکہاس کے حج کے لئے کافی ہے ، اس کے لئے کسی کو نائب بنانا واجب ہے ، البتہ حج یا عمرہ میقاتی اس بارے میں کافی ہے، مگر یہ کہ کسی شہر کی یا کوئی اور طرح کی وصیت کرے کہ انجام وصیت کے وجوب کےباب سےجس طرح وصیت کی ہے اس کے مطابق عمل کریں ، مگر یہ کہ اس کا مال اس کے لئے کافی نہ ہو کہ اس صورت میں وہی میقاتی حج یا عمرہ کافی ہے۔

مسئلہ۳۱۔ اگر یہ گمان کرتے ہوئے کہ مستطیع ہے حج یا عمرہ بجا لائے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ مستطیع نہیں تھا ، اگر اعمال کی استطاعت بتمام معنی رکھتا ہے اس کا حج ، حجۃ الاسلام ہے، اگر چہ اس طے کی ہوئی راہ کی استطاعت نہ رکھتا تھا ، لیکن اگر خود اعمال کی مالی یا حالی یا بدنی استطاعت نہیں رکھتا تھا ، اس کا حج حجۃالاسلام نہیں ہو گا اگر چہ استطاعت راہی رکھتا ہو۔

مسئلہ۳۲۔ مالی استطاعت ہوتے ہوئے اگر ملک حج میں اس کا مال تلف ہو جائے اگر کسی سختی اور اہانت کے بغیر اپنے حج کو اسی طرح اختتام کو پہونچائے بظاہر اس کا حج حجۃ الاسلام ہے اور تکرار واجب نہیں ہے اگرچہ بصورت امکان تکرار کرنا نہایت شائستہ ہے۔

مسئلہ۳۳۔ اگر اپنے لئے پیسے سے یا بغیر پیسے کے نیابت کے لئے قربانی کے بغیر حج کی استطاعت رکھتا ہے، جیسا کہ گزرچکا خود کے لئے واجب الحج ہےاور اس کی نیابت بھی ،اگر اپنا حج کرچکا ہےیا خود واجب الحج نہیں ہے ، درست ہے کہ قربانی کی جگہ پر بصورت امکان مطابق دستور دس دن روزہ رکھے۔

مسئلہ۳۴۔ حج اس وقت انسان کے ذمہ رہتا ہے کہ اگر جاتا تو تمام ارکان و واجبات کو اختیاراً انجام دے سکتا تھا ، مگر وہ ارکان اور واجبات جو نیابت پذیر ہیں ، جیسے طواف اور نماز طواف عورتوں کے لئے یا معذور مردوں کے لئے ۔

مسئلہ۳۵۔ مال یا دوسری تمام استطاعتوں کو موسم حج تک محفوظ رکھنا واجب ہے اور اگر اسی سال کے موسم میں استطاعت باقی رہی واجب ہے حتی الامکان خود کو آئندہ سال کے لئے آمادہ کرے ۔

مسئلہ۳۶۔ مستطیع شخص، اگر چہ غیر مستطیع لوگوں کی طرح حج پر جائے کافی اور حجۃ الاسلام ہے اگر چہ اس کا کام نامرغوب اور روح حج اور اس کے اہداف کے برخلاف ہو، کیوں کہ کم سے کم اپنے واجب کو انجام دیا ہے ، مگر یہ کہ خضوع و خشوع کے لئے اس راہ میں زیادہ چاول دے، اور جو اخراجات اپنے لئے نہیں کئے ان کو بھی ملک حج کے فقراء و مساکین اور دوسرے فقراء پر خرچ کرے، چنانچہ رسول اکرم اور ائمہ حضرات بیشتر اوقات مدینہ و مکہ کا فاصلہ پیدل طے کرتے تھے اور عوض میں سواری کے مخارج کو کچھ بڑھا کر فقراء کو دیدتے تھے۔

مسئلہ۳۷۔ اگر یہ گمان کرتے ہوئے کہ مستطیع نہیں ہے استحباب کی نیت سے حج یا عمرہ پر جائے اور بعد میں معلوم ہو کہ مستطیع تھا ، حجۃ الاسلام یا عمرۃ الاسلام شمار ہوگا ، جیسا کہ اگر اس گمان سے کہ مستطیع نہیں ہے اس کو ترک کر دے ، حج یا عمرہ اسی طرح اس کے ذمہ باقی رہے گا ، مگر اس وقت سمجھے کہ مستطیع تھا جب استطاعت باقی نہ رہی ہو ، کیوں کہ یہاں پر استطاعت علمی نہ تھی اور ابتداء سے مشمول آیہ استطاعت نہ تھا ،کیوں کہ سبیل علمی: یہ جاننا کہ مستطیع ہے خود استطاعتوں کی کنجی ہے ۔

مسئلہ ۳۸۔

اگرکوئی سنی اپنے مذہب کے موافق شرائط استطاعت کے ساتھ حج یا عمرہ پر گیا اور اس کے بعدشیعہ ہوگیا، عمل کی تکرار اس پرواجب نہیں ہے لیکن بصورت امکان نہایت شائستہ ہے کہ طواف نساء کو خود یا نائب کے ذریعہ انجام دے ۔

مسئلہ ۳۹۔

بازار اور واپسی کے بعد مہمانی کے اخراجات کا تعلق مال استطاعت سے نہیں ہے ،کہ اگر صرف رفت و برگشت کے مصارف رکھتا ہے اور بس تو اس پرواجب حج ہے ، سوغات اور ولیمہ جو مستحب ہے اس کی استطاعت نہ ہونا کسی وقت بھی حج اور وجوب کی استطاعت سے مانع نہیں ہے ، خیالی اور توہمی شان اور حیثیت وہ بھی بزرگ ترین فریضہ الٰہی کے سامنے کہ پیادوں پر بھی بصورت امکان واجب ہے یہ شان اور حیثیت بالکل مانع نہیں ہے ، قرآن اور حدیث میں بھی کسی ایسے مانع کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہوا ہے اور آیۃ استطاعت بھی صرف حج کی طرف توانائی کو شامل ہے نہ اپنی خواہش کے مطابق سوغات خیالی کے ساتھ حاجی ہونے کی توانائی اور شائستہ نہیں ہے کہ جس طرح ہمارے دنیاوی کاموں کی بنیاد وہم و خیال، غلط اعتبارات پر ہے احکام و فرائض کو بھی اسی پر قیاس کریں، سوغات اور ولیمہ حج جس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے نہایت افسوس کی بات ہے کہ بعض مستطیع افراد انہیں تمسخر آمیز خیالات کی وجہ سے حج بجا لانے سے محروم ہیں اوربعض کا دیوالیہ نکل چکا ہے اوروہ اپنی آبرو، پوزیشن ، اہانت اور حرمت کا حوالہ دیتے ہیں ۔

مسئلہ ۴۰۔

اگر مستطیع شخص اعمال حج شروع ہونے سے پہلے مر جائے تو کیا سفر الی اللہ کی رو سے خواہ حرم میں داخل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو،محرم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، سفر الی اللہ کے قصد سے محض گھر سے نکلتے ہی فقد وقع اجرہ علی اللہ ، اس عمل کا اجر جس کو اس نے انجام نہیں دیا اور راہ میں تھا اس کے لئے خدا کے فضل سے ثابت ہے ،لیکن بعض موارد میں معتبر احادیث کی رو سے واجب ہے کہ اس کے لئے کسی کو نائب بنایا جائے کیوں کہ ان مقامات سے ہے کہ احرام اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے مر جائے ، البتہ شرط یہ ہے کہ حج گذشتہ برس یا برسوں کا اس کے ذمہ تھا اور اس نے انجام حج میں تاخیر سے کام لیا تھا کیوں کہ اگر سال اول استطاعت ہو عمل سے پہلے خود یہ موت صاف طور پر عدم استطاعت ہے اور عمل سے پہلے اسی موت کی وجہ سے ماجور ہے کہ گویا اس نے اپنا کام انجام دیا ہے لیکن اگر محرم ہوا ہے

اور ابھی حرم میں داخل نہیں ہوا یا برعکس کہ بالکل نادر ہے کہ احرام کے بغیر حرم میں داخل ہو، ظاہراً اگر اس کی استطاعت کا سال ہے توماجور ہے اور اس کے ورثہ کی گردن پر کوئی وظیفہ نہیں ہے[9] اور اگر گذشتہ برس یا برسوں سے مستطیع تھا باجودیکہ ماجور ہے واجب ہے اس کے لئے نائب اختیار کیا جائے اور یہ آیت اجر کے منافی نہیں ہے کیوں کہ کسی عمل کی نیت میں ماجور ہونا اس فعل میں وجوب نیت کے منافی نہیں ہے اور عمل سے پہلے مرنے والا یہ شخص خود اپنے کام کے لحاظ سے بھی اور نیابت کے لحاظ سے بھی ماجور ہے اور بعید نہیں ہے کہ احرام کے بعد اور دخول حرم کے بعد موت بھی کافی ہے اگرچہ خلاف احتیاط ہے خصوصاً احرام سے پہلے کہ ابھی حج کا ایک واجب بھی بجا نہیں لایا لیکن دخول حرم کے بعد کہ طبعاً محرم ہے، روایات کے مطابق کافی ہے ۔

استطاعت بدنی

یہ استطاعت راہ حج البیت کو طے کرنے اور مناسک حج کو بجا لانے کے لئے ہے کہ جسمانی صحت کے لحاظ سے دونوں کی توانائی رکھتا ہو، پس اگر اس طرح بیمار ہے کہ اس کے لئے راہ طے کرنا(اگرچہ آسان ترین وسائل سے) ناشدنی اور انتہائی دشوار ہے،یا راہ کا طے کرنا ممکن ہے لیکن اعمال حج سے عاجز ہے تووہ کسی بھی صورت میں مستطیع نہیں ہے کیوں کہ " من استطاع الیہ سبیلاً " نہ صرف یہ کہ استطاعت حج کو شامل ہے بلکہ استطاعت راہ حج کو بھی شامل ہے اور یہاں پر کچھ مسائل ہیں ۔

مسئلہ ۱۔ اگر راہ کی استطاعت کے باوجود خود کو مشکل سے ملک حج پہنچائے،چنانچہ خود اعمال کو انجام دے سکتا ہے ،فی الوقت مستطیع اور واجب الحج ہے ، اگرچہ آنے سے پہلے راہ کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے واجب الحج نہیں تھا، کیوں کہ راہ کی استطاعت خود اعمال حج کے لئے ایک مقدمہ سے زیادہ کی

۹۔کیونکہ حج کی استطاعت نہیں رکھتااگرچہ اسی استطاعت سے راہی حج ہواہے ۔۔

حیثیت نہیں رکھتی، اور اس وقت "من استطاع الیہ سبیلاً " چونکہ وہ ملک حج میں ہے اس کو شامل ہے ۔

مسئلہ ۲: اگر راہ کی استطاعت رکھتا ہے لیکن حج بجا لانے سے عاجز ہے، اس معنی میں کہ خود نہ عرفات اورمشعر میں وقوف کر سکتا ہے، اور نہ ہی وسائل اور مدد کے سہارے طواف و سعی انجام دے سکتا ہے، اس حد تک بیمار یا بے ہوش ہے کہ کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ ارکان اور واجبات اصل کو انجام دے ، ایسا شخص واجب الحج نہیں ہے ، لیکن اگر ان چار ارکان کو (گرچہ مدد اور وسیلہ سے) انجام دے سکے (التبہ احرام کے ساتھ) واجب الحج ہے ، اگرچہ بعض محرمات احرام کو ترک کرنے سے عاجز ہو، یا عورت حالات زنانہ کی وجہ سے طواف سے مقدور ہو جائے، یہ سب چیزیں استطاعت حج کے منافی نہیں ہیں اور اگر پہلے سے بھی معلوم ہو کہ انجام رکن سے معذور ہے تو کوئی بات نہیں ۔

مسئلہ ۳: ارکان طواف و سعی کے بارے میں اگر مرد کو احرام سے پہلے معلوم ہو کہ معذور ہو جائے گا، مشکل ہے، لیکن اگر احرام کے بعد معلوم ہوا کہ مقدور ہے بظاہر کوئی مشکل نہیں ہے اور نائب اختیار کر سکتا ہے لیکن دو رکن وقوف عرفات و مشعر کے بارے میں اگر ممکن نہ ہو مشکل ہے کہ نیابت پذیر بھی نہیں ہے، لیکن اگر احرام سے پہلے نہیں جانتا تھا اور وقوف اضطراری کر سکتا ہے ،ظاہراً کافی ہے۔

مسئلہ ۴: اگرپہلے سے معلوم ہو کہ شدیدبیماری کی وجہ سے اعمال حج بجا لانے سے بالکل معذورہوگا تو وہ واجب الحج نہیں ہے لیکن اگرمعلوم نہ ہو اوراحرام کے بعد سخت بیمارہو جائے، چنانچہ نہیں جانتاتھااورراہ بھی اس پرمسدود کردی گئی ہے ، ان شرائط کے ساتھ کہ اس کتاب کے آخرمیں محضورمسدودکے بارے میں آئے گا۔ قربانی کر کے اورسرمونڈاکراحرام سے باھرآئے گا، کہ بعض موارد میں وہی تکلیف ہے ، اورکبھی واجب ہے تکرارہو ۔

مسئلہ ۵: حجۃ الاسلام اور اسی طرح عمرۃ الاسلام میں ایک عمل میں چندلوگوں کی نیابت نہیں کر سکتا ہے ، لیکن چندافرادایک وقت میں ایک شخص کی نیابت کرسکتے ہیں، اورحج یا عمرہ مستحبی میں بھی چندلوگوں کی نیابت کی جاسکتی ہے اوراگرچندافرادقسم یانذریاایک عمرہ کے لئے بھیجیں جائزہے ۔

استطاعت راہی (راہ کی استطاعت)

راہ کی استطاعت کے معنی، راہ حج کا محفوظ ہونا اور اس کا طے کرنا ممکن ہو، نہ صرف شرعی یا مالی یا بدنی لحاظ سے بلکہ راہ کے لحاظ سے بقیہ موانع ملحقات سے ہیں، مثلاً راہ مسدود ہے، یا رہزنوں نے راستے کو ناامن اور پر خطر بنا دیا ہے، یا دوسرے شرائط موجود ہونے کے باوجود راہ طے کرنے کے وسائل نہیں ہیں یا ہیں اور اس کے لئے ممکن نہیں ہے ، کشتی یا گاڑی ہے لیکن وہ ہوائی جہاز کے علاوہ کسی پر سفر نہیں کر سکتا اور اسی طرح کی باتیں، اور ہم مزید توضیح کے لئے راہ کے تمام موانع اور اس کے ملحقات کو درج ذیل مسائل میں ذکر کر رہے رہیں۔

مسئلہ ۱: اگرحج یا عمرہ کامسدودراستہ کھولنے میں ناقابل تحمل مال ادا کرناپڑےیاسخت ودشوارنہیں ہے اوراگرممکن ہواگرچہ اس کے لئے زیادہ مقدمات طے کرناپڑیں، مستطیع ہے ۔

نیزاگر راہ کا کھلنااس بات کامستلزم ہو کہ اس کے ترک کرنا وجوب حج سے زیادہ اہم، نیزراہ کی استطاعت نہیں رکھتاکیوں کہ راہ حرام ہے ، چنانچہ پہلی صورت میں راہ طے کرناناممکن ہے یابہت دشوار ہے ، لیکن اگر واجب یاحرام مساوی یااس سے چھوٹاراستے کی رکاوٹ ہو، راہ کی استطاعت موجودہے اور اس کاترک کرنا بے راہروی ہے ۔

اور اس صورت میں کہ اس راہ کا طے کرنا(اورانتہائی راہ کے حساب سے)مانع شرعی یاعرفی یاما‌لی سے دوچارہوراہ کی استطاعت نہیں ہے ، اگرچہ مانع شرعی سے اس کاحج حجۃ الاسلام ہے ، بلکہ مانع عرفی اورمالی کےبارے میں بھی ایساہی ہے کیوں کہ اصل خودحج کی استطاعت ہے اورصرف مقدمہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں ہے ،پس تینوں صورتوں میں راہ کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حجۃ الاسلام محسوب ہوگا۔

مسئلہ ۲ : اگر صرف زمینی یاد ریائی راستے کی توانائی رکھتا ہے نہ ہوائی ،اور موسم حج سے نزدیک کاراستہ ہوائی میں منحصرہے ، اگرجس راستے سے ممکن ہے موسم سے پہلے پہونچ سکے اگرچہ چندماہ کے فاصلہ سے روانہ ہو، واجب الحج ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۳ : اگرکچھ راستہ ہوائی جھازسے اورکچھ راستہ زمینی یادریائی وسیلے سے طے کر سکتا ہے ،کہ نہ پوراراستہ ہوائی جھازسے طے کر سکتا ہے اور نہ دوسرے راستے وقت کے اندراس کو اس مقصدتک پہونچاسکتے ہیں واجب ہے جس طرح کہ مقصدتک پہونچ سکتاخودکوپہونچائے ۔

مسئلہ ۴: اگرنزدیک کا راستہ زیادہ مہنگااورغیرقابل تحمل یامسدودہے ،لیکن قابل تحمل اوردورکاراستہ اس کے اختیارمیں ہے ، واجب ہے دورکے راستے کاانتخاب کرے مگریہ کہ دوسرے لحاظ سےدوروالے راستہ کے طے کرنے کاامکان نہ ہو کہ نتیجے میں راستے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۵: اگر نا قابل برداشت خرچ ا و رمشقت کے بغیرپیادہ حج پرجاسکتا ہے تو واجب ہے، کیوں کہ وسیلہ راہ پیمائی کاوجودصرف ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں اس کی ضرورت ہو، آیہ اعلان حج نے صف اول میں پیادہ لوگوں کوواجب الحج کہاہے اورکثیرروایات کی رو سے جولوگ رسول اللہ(ص) کے ساتھ حج پرگئے ہیں پیادہ تھے

کہ قرآن اور حدیث کی رو سےبصورت امکان پیادہ روی کے وجوب میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے ۔

مسئلہ ٦:اگروسیلہ راہ ایسے وسائل میں منحصرہے جنہیں ظالم حکومت نے حجاج کے اختیارمیں رکھاہے، کہ اس وسیلے سے آبروحاصل کریں ، تاکہ مذہب کومذھب سے پائمال کریں، اوردینداری کے سپرسے مجاھدین راہ حق کے ضربات کوخودسے دفع کریں ، یہ ان مواردسے ہے جہاں راہ کی استطاعت نہیں ہے اوردینداروں پرراہ حج مسدودہے، مگریہ کہ حکومت کورسواکرسکیں اور اس کے مکروحیلہ کوبرملااورآشکارکرسکیں ۔

مسئلہ ٧: اگرامسال وسیلہ سفراس طرح گراں ہوگیاہے کہ تمام لوگ عاجزہیں ، اگرتمھارے امکان میں ہے اورتمہارے لئے قابل تحمل ہے توتم واجب الحج ہو، کیوں کہ استطاعت شخصی کی شرط استطاعت نوعی نہیں ہے بلکہ جوشخص حج پرجاناچاہتاہے اس کی توانائی خوداس کی توانائی کے حساب سے ہے ۔

استطاعت ہائے پنجگانہ کی نسبت اورتصادم

یہاں تک جاناکہ "من استطاع الیہ سبیلاً " جوحج اورعمرہ کی طرف ایک آسان نشیب دارراہ رکھتا ہے ، استطاعت کی پانچ قسموں: عقلی، علمی، شرعی، مالی،بدنی اورراہی پرمشتمل ہے ، اوراب ہم ان استطاعتوں کے تصادم اورانکی نسبت اوران کے احکام کوجوناگفتہ رہ گئے ہیں درج ذیل مسائل میں بیان کریں گے ۔

١۔ استطاعت مالی و شرعی ۔

دین مثلاًحج یا عمرہ کے بقدرمال موجودہے لیکن اسی قدرکہ اس کو استطاعت کے دارئرہ سے با ہرکردے مقروض ہے، کہ یہاں اس کاسامنادودین سے ہوتاہے ایک وہی اوردوسرا انسانی جس کوہم درج ذیل مسائل میں بیان کر رہےہیں ۔

مسئلہ ۱: قرض کی ادائیگی کاوقت موسم حج کے بعدہے اورادائیگی کاامکان بھی ہے خواہ وقت پریادیرسے ، اوردوسرے تمام اعتبارسے کوئی مخطوراورمانع بھی نہیں ہے یہاں پرمسلماً حج مقدم اور واجب تعیینی ہے ، خواہ قرض استطاعت سے پہلے ہویااس کے بعدہو ۔

مسئلہ ۲: قرض کی ادائیگی کاوقت موسم حج یاسفرحج کے وقت ہے لیکن طلبگارمطالبہ یااصرارنہیں کرتا، اوربعدمیں بھی ادائیگی ممکن ہے اورکوئی دوسری مشکل بھی نہیں ہے یہاں پر بھی حج واجب ہے ۔

مسئلہ ۳:مقروض ہونے سے پہلے مستطیع ہوا ہے اورادائیگی کاوقت موسم حج ہے اورطلبگاربھی مطالبہ کررہاہے، یہاں بھی حج مقدم ہے، کیوں کہ عھدالٰہی عھدبشری پرمقدم ہے اور اس سے پہلے باندھاگیاہے۔ (استطاعت ،قرض سے پہلے) اگربہت زیادہ اصرارکررہاہے جہاں تک ممکن ہے حج کے مخارج میں کمی کرے اورکچھ قرض کی ادائیگی کر کے اپنے کوہلکاکرے ، چنانچہ روایات میں ہے :مقروض پیادہ حج پرجائے ۔

مسئلہ ۴: اس مسئلہ کے برعکس کہ قرض استطاعت سے پہلے ہے اورادائیگی کاوقت بھی آپہونچاہے اورمطالبہ بھی ہورہاہے ، اگرحج کے بعدگرچہ تاخیر سے ادائیگی ممکن ہے ظاھراًیہاں پرقرض کی ادائیگی اورتاخیرحج یاحج پرجانے اورتاخیرقرض کے درمیان مخیرہے کہ دونوں واجب ایک دوسرے کے مقارن ہیں ، بلکہ روایات میں ہے کہ حج پرجائے خدااس کے قرض کواداکردے گا۔ [۱۰] کہ

---

۱۰ خبرصحیح میں حسن بن عطار سے ہے کہ میں نے حضرت صادق (ع) سے کہا: مقروض ہوں اورکچھ مال بھی میرے ہاتھ لگاہے ، اگرطلبگاروں کے درمیان تقسیم کروں کچھ باقی نہ بچے گا، حج پرجائوں یاان کے درمیان تقسیم

ظاحرامقصود، رجحان حج ہے نہ تعیین حج، لیکن شرط یہ ہے کہ خودسمجھتاہو کہ آئندہ اپنے قرض کواداکردے گا۔

اورکلی طورپروہاں پرجائزالحج یاواجب الحج ہے جہاں پرقرض کی ادائیگی کاامکان ہو ۔ اگرچہ طلبگارکی قابل تحمل تاخیرکے ساتھ ۔، البتہ شرط یہ ہے کہ شان وآبرومحفوظ رہے اور اس طرح کی کوئی رکاوٹ نہ ہوکیوں کہ اس میں استطاعت عرفی بلکہ شرعی بھی نہیں رہ جاتی ہے ۔

لیکن اگرقرض کی ادائیگی کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے ، کہ اگرلوگوں کے مال سے حج پرجائے دوسروں کامال کھانے والاسمجھاجائے گا، ایسے میں نہ حج واجب ہے اور نہ جائز خواہ قرض سے پہلے مستطیع ہوا ہویااس کے بعد، خواہ ادائیگی کاوقت حج کے وقت ہویااس سے پہلے یااس کےبعد، اوراگرقرض کے وقت جانتاتھاکہ ادائیگی کاامکان نہیں ہے اس کاقرض حرام اورباطل ہے ، اگرچہ قرض سے پہلے استطاعت کی صورت میں اگرمال استطاعت کواختیاراًتلف کیا ہے کہ اس طرح کے نامشروع قرض کامحتاج ہورہے ، حج اسی طرح اس کے ذمہ باقی رہے گا یہاں تک کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ اگرچہ استطاعت کے بغیرآئندہ انجام دے اورکئی باریاددہانئی کراچکاہو کہ اگرقرض لے اورکسی صورت بھی اس کی ادائیگی کی توانائی نہیں رکھتا، نہ خوداس مال سے نہ اس کے عوض سے اور نہ کسی دوسرے مال سے ، نہ حج کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسراتصرف کر سکتا ہے کیوں کہ یہ "اکل مال بالباطل " لوگوں کامال کھاناہے ،مگرضرورت کے وقت ، کہ طبعاًحج سے باہرہے ۔ اور اس طرح کے مال سے کس منھ سے خانہ خدااورخانہ مردم جائوگے کیوں کہ خداکی پرستش اوربندگان خدا کے حقوق کی حفاظت کادارومداراسی پر ہے ۔

کروں ؟ فرمایا: حج پرجائو اورخداسے دعاکروکہ وہ تمھارے قرض کواداکرے ۔ البتہ موردحدیث وہاں ہے کہ استطاعت قرض کے بعدہے ، کہ طلبگاراگرقرض سے پہلے ہواورقرض کے ساتھ حج مقدم ہے ، مگریہ کہ کوئی دوسری مشکل درپیش ہو ۔

مسائل گذشتہ کا تعلق اس بات سے ہے کہ حج کے بقدرجومال موجودہے وہ قرض کیاہوانہ ہو،مگران موارد میں کے وقت پرادائیگی کاامکان ہو۔

مسئلہ ۵: اگرحج کے لئے یابقدرحج کوئی مال بخشش میں مل جائے اور اسی قدرمقروض بھی ہو اورطلبگارسختی سے مطالبہ کر رہے ہوں اورادائیگی کاوقت بھی ہویاگزرچکاہوایساقرض بالکل حج کے وجوب سے مانع نہیں ہے کیوں کہ یہ سال حج کے لئے نہ اس کے لئے کہ اپنے قرض کی ادائیگی کرے ، اور اس کویہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ اس سال کوقبول نہ کرے ، مگراس صورت میں کہ اس سال کوقبول کرنے سے طلبگاراس کاچینادوبھرکردیں گے اور اس کوادائیگی کرنی پڑے گی ، کہ یہاں پرنہ تنھاواجب نہیں ہے بلکہ جائزبھی نہیں ہے کہ مال مردم کودوسرے تصرف میں بیجاقراردے ۔اور اسی طرح سے حج ،آبرواورمال مردم سب ختم ہو جائے ۔

مسئلہ ٦: حج کے بقدرمال اختیارمیں ہے ، لیکن کوئی دوسری ضروری احتیاج جیسے مہلک بیما ری ، قیدی کی نجات، یاموت سے نجات، یاکسی بھی طرح کی حیاتی ،آبروئی یاناموسی، یادینی ضرورت درپیش ہے کہ حج پرجانے کی صورت میں اس حوالے سے اپناوظیفہ انجام نہیں دے سکتا، یہاں پرشرعاًاستطاعت مالی نہیں رکھتا، مگراس صورت میں کہ کسی دوسرے کام کے لئے اس مال کاوجوب مصرف وجوب حج کے برابر یااس سے کمترہو۔

۲۔ چندمسائل میں استطاعت مالی، یابدنی ۔ راہی یاشرعی ۔

مسئلہ ۱: اگر کسی شخص کو پہلے سے ہرطرح کی استطاعت تھی اورحج کوتاخیرمیں ڈالااوراب جب کہ استطاعت مالی ہے لیکن جسمانی یاراہ یاشرعی لحاظ سے معذور ہے تو یہاں پراگر مانع بر طرف ہونے کی امیدنہ ہو تو اپنی طرف سے کسی ایسے کونائب بناکربھیجنا واجب ہے، جومالی استطاعت نہیں رکھتا ہے اورحج بھی نہیں کیاہے ، خبرصحیح کے مطابق "لاضرورۃ لامال لہ"حج نہ کئے ہوئے

بےبضاعت شخص کو بھیجے اوردیکھتے ہیں کہ حج صرف استطاعت مالی میں تعطیل بردارنہیں ہے کہ اس کی مالی استطاعت اوردوسری تمام مسلمانی استطاعتوں کی سہیم کمپنی سے یہ نائب حج پرجائے ، لیکن اس کاعذربرطرف ہو جائےتو دوبارہ واجب ہے بصورت امکان خودبھی حج بجا لائے ،کیوں کہ آیت حج نے مستطیع لوگوں پرحج کوواجب کیاہے نہ ان کے نائبوں پر اور یہ نیابت ادلہ کی رو سے اصل کی جگہ ہے ، البتہ اس صورت میں کہ آخرعمرتک معذورہو ۔

مسئلہ ۲: اگر استطاعت مالی اورعذرغیرمالی ایک ساتھ ہو،ظا ہراًاگرچہ مستطیع نہیں ہے ، لیکن اطلاق ادلہ کی رو سے احتیاط واجب کی بنا پر دائمی ناامیدی کی صورت میں نائب اختیارکرے اورعذرزائل ہونے کے بعداگر استطاعت مالی باقی ہے خود بھی حج پرجائے ۔

مسئلہ ۳: آئندہ اگرعذرکے برطرف ہونے کی امیدہے، پہلی صورت میں کہ حج پہلے سے اس کے ذ مہ تھاواجب ہے اس وقت نائب اختیارکرے، اوربعدمیں اگرممکن ہواخودبھی انجام دے ، اوردوسری صورت میں تکمیل استطاعت کا انتظارکرے اوراگرممکن ہے فی الوقت نائب بھی اختیارکرے اورخودبھی عذراورمانع برطرف ہونےکے بعدحج پرجائے لیکن یہ ظا ہراًواجب نہیں ہے ،کیوں کہ فی الوقت کامل استطاعت نہیں رکھتا، پہلی صورت کے برخلاف کہ خودہی عمدا تاخیر کی وجہ سے مقدورہواتھا ۔

مسئلہ ۴: پنجگانہ استطاعتوں میں ا ہم ترین اسطاعت مالی استطاعت ہے اور اس کے بعدشرعی استطاعت ہے کہ استطاعت عقلی کاحال روشن ہے اوربدن اورراہ کی استطاعت تنہاکسی وقت کافی نہیں ہے اورجیساکہ گزرا اگر استطاعت مالی رکھتا ہووجوب حج یانائب بھیجنے کے اسباب فرا ہم ہیں ،لیکن اگرمالی اعتبارسے مستطیع نہیں ہے بالفرض دوسری چاراستطاعتیں پائی جاتی ہیں پھربھی حج واجب نہیں ہے ، اورچونکہ حج خانہ خداو رلوگوں کے گھر کا فردی حج ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی واجب ہے اورخودآیہ استطاعت سے بھی اس طرح سمجھتے ہیں کہ " وللہ علی

الناس حج البیت "خدا کے لئے ہے لوگوں کے ذمہ زیارت خانہ خدا، اگرتم مال رکھتے ہو اور اگرتمھاری حالت مساعدنہیں تو اپنے مال سے کسی ایسے کو بھیجوجوجانے کے لائق ہے تا کہ دوناقص استطاعتوں سے ایک نمائندہ کے ذریعہ ایک کامل حج انجام پائے ۔

مسئلہ ۵: یہی وجہ ہے کہ اصلی استطاعت مالی استطاعت ہے البتہ عقلی اورملاحظہ شرعی سے قطع نظر،اگر استطاعت شرعی کے بغیراور جسمانی مشکلات تحمل کرتے ہوئے حج پرگیا توحجۃ الاسلام ہے کیوں کہ استطاعت راہ سے مرادملک حج تک پہونچناہے ، اوراب جب کہ پہونچ چکا ہے خودحج کے لئے مستطیع ہے اور استطاعت بدن سے مراد مناسک کاانجام دیناہے کہ جس قدربھی بیمارہووسائل کے ذریعہ انجام دے سکتا ہے ، مگراس صورت میں کہ انجام واجبات اصلی اور اس کے ارکان سے بھی معذورہو، اوراگر اس کاحج اس سے زیادہ ا ہم واجب یاحرام سے مزاحم ہے ، اب جب کہ حج کے لئے اس کو ترک کرچکا ہے حج کی نسبت مستطیع ہے اور صرف استطاعت بدنی کے بعدخود اعمال حج ہیں کہ اگرجیساکہ کہا گیاہے انجام دے سکے ، مستطیع نہیں ہے ، لیکن اگر احرام کے وقت تک اسی طرح عذربدنی باقی رہااوراحرام سے اعمال کے آخرتک عذربرطرف ہوگیا، اس کاحج بیشک حجۃ الاسلام ہے ۔

استطاعت جعلی (قراردادی)

کبھی انسان مستطیع نہیں ہوتالیکن نذرقسم یاعہدکے ذریعہ حج کوخودپرواجب کرلیتاہے کہ اس صورت میں وجوب اور استطاعت حج جعلی ہے ، نہ اصلی ، اورطبعاًاس وقت واجب ہوگاکہ کوئی شرعی مانع یاکوئی دوسری ضرورت عمل کوناشدنی کردے ،درمیان میں نہ ہو اورتنہاحج مستحب کوایک الہی قراردادسے واجب کرتاہے ۔ یہاں تمام حج واجب کے احکام جاری ہوں گے ۔ خصوصاًاس صورت میں کہ

عمل کے وقت اصل شرع سے بھی واجب ہویاقراردادکے وقت بھی واجب تھاکہ حج یاچنداصلی اورقراردادی جہت سے واجب ہوگا،

اوراب اس حوالے سے چندمسائل ذکرکئے جاتے ہیں :

مسئلہ ۱: اگر استطاعت سے پہلے نذرکرے کہ ایک حج بجا لائے گا اورحج کی حالت میں مستطیع ہوگیا، یہاں پرحج دوحساب سے واجب ہے اوربلاشک ایک حج دونوں تکلیف سے کفایت کرے گا، اگرچہ صرف نیت حجۃ الاسلام یانیت نذرکرے ، مگراس صورت میں اس کی نذراستطاعت سے پہلے سے یاحجۃ الاسلام کے بعدسے مقیدہو، کہ طبعاًصرف نذرسے کفایت کرے گا۔

مسئلہ ۲: اگرنذری حج کو استطاعت سے پہلے انجام دے ، چنانچہ عدم استطاعت تنہاراہی یابدنی راہ کے لحاظ سے ہو نہ خودحج کے لحاظ سے ، ظا ہراًحجۃ الاسلام سے کفایت کرے گا، حتی وہاں پر بھی جہاں نذرنہ کی ہوجیساکہ اس کی مثا لیں گزرچکی ہیں اورصحیحہ رفاعہ کاموردبھی یہاں پر ہے اوراگرمالی یابدنی استطاعت خودحج کے لئے نہیں رکھتااورنذرکے حکم سے گیاظا ہراًحجۃ الاسلام سے کفایت نہیں کرے گا۔ کیوں کہ "من استطاع" استطاعت واقعی ہے نہ وجوب شرعی جونذروغیرہ کے ذریعہ ثابت ہو چنانچہ اگر استطاعت ہوتے ہوئے

حج کو تاخیرمیں ڈالے اورغیرمستطیع ہو جائے ہرصورت میں اگرکوئی محظورشرعی نہ ہو اورممکن ہو واجب ہے انجام دے ۔

مسئلہ ۳: اگرعدم استطاعت کی حالت میں یا اسطاعت کی حالت میں نذرکرے مثلاًروزعرفہ کربلامیں ہواگر مستطیع ہوگیایامستطیع تھا اس کی نذرباطل ہے اور واجب ہے حجۃ الاسلام بجا لائے ،کیوں کہ مردودنذرـدانستہ یانادانستہ۔ اس کالاذمہ ترک واجب ہے ۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی ایسی عورت جوحجۃ الاسلام انجام دے چکی ہے ، حج کی نذرکرے اور اس کے بعدشادی کرے ،یہاں شو ہرکی اجازت یارضایت لازم نہیں ہے اورشو ہرعورت کو انجام نذرسے روک نہیں سکتا ہے کیوں کہ اس کی نذرشادی سے

پہلے تھی، اورحق اللہ ،حق الناس پرمقدم ہے اورمردنے بھی عورت سے اس حالت میں شادی کی ہے مگریہ کہ ایسی نذرسے واقف نہ ہو کہ یہاں پردوواجب حق اللہ اورحق الناس کا ٹکرا و ہے اورطبعاًحق اللہ مقدم ہے۔

مسئلہ ۵: اگرموردنذرحق کاکوئی وقت معین نہیں ہے تو اس میں جلدی کرناواجب نہیں ہے بلکہ زمان استطاعت تک تاخیرکر سکتا ہے تاکہ دوواجب کویکجاانجام دے، مگریہ کہ تاخیرسھل انگا ری کی حدمیں پہونچ جائے کیوں کہ طبعاًانجام واجب میں ٹال مٹول اورسھل انگاری جائزنہیں ہے گرچہ اگرتاخیربھی کرے تاکہ حجۃ الاسلام کو انجام دے تو دونوں سے کفایت کرے گا۔

مسئلہ ٦: اگرحج کی وقت معین یاغیرمعین کے لئے نذرکی اورعمرکے آخرتک انجام نہ دے سکا،یہ خوداس بات کوبتاتاہے کہ نذرمنعقدنہیں ہوئی ہے اورمرنے کے بعدنیابت یاکفارہ لازم نہیں ہے ،کیوں کہ موردنذرکے لئے ضروری ہے کہ اپنے وقت میں رجحان رکھتا ہو اورمقدوربھی ہو۔

مسئلہ ۷: اگرحج نذرمیں کہ حجۃ الاسلام سے کفایت کرتاہے نیت حجۃ الاسلام نہیں کی ظا ہراًدونوں سے کفایت کرے گا۔ چنانچہ اگرنیت حجۃ الاسلام کی ہے اورنذرکی نیت نہیں کی ، اس دوسری صورت میں احتیاطاًدوسراحج نذرکے لئےانجام دے مگریہ کہ موردنذرامسال ہی ہو کہ طبعاًکوئی تکلیف اس کی گردن پرنہ ہوگی ۔

نیابت حج

کن مورادمیں حج یا عمرہ یابعض مناسک کی کسی دوسرے شخص کی نیابت جائزیاواجب یاحرام ہے ؟

چندمسائل کے ضمن میں ہم اس کی وضاحت کر رہے ہیں ۔

مسئلہ ۱: جوشخص خودحج کی استطاعت رکھتا ہے جب تک اپناحجۃ الاسلام انجام نہ دے دوسرے کی نیابت نہیں کر سکتا، اس صورت میں بھی کہ استطاعت سے پہلے مستطیع ہوگیاچونکہ اس کی فعلی اورموجودہ تکلیف خوداس کے حجۃ الاسلام میں منحصرہے اس موسم کی نسبت اس کااجارہ کاحج باطل ہے ،چنانچہ طرف مقابل سال آئندہ تاخیرکے لئےراضی ہو۔

مسئلہ ۲: اگر مستطیع شخص نادانی اپنی استطاعت سے غفلت کے نیتجے میں اسی سال استطاعت میں نیابتی حج انجام دے بعید نہیں کہ اس کی نیابت درست ہو، کیوں کہ استطاعت عملی نہیں رکھتا،لیکن اگروقوف اضطراری عرفات کاوقت گذرنے سے پہلے متوجہ ہوگیا تواس پرواجب ہےکہ خود اپنے لئے حج افرادکی نیت کرے اور اس کے بعدعمرہ مفردہ بھی انجام دے لیکن ظاہراًاس کے حجۃالاسلام تمتع سے کفایت نہ کرے گااور نیابت بھی باطل ہے ، مگریہ کہ وقوف عرفات سے پہلے عمرہ تمتع کرنے کا اس کے پاس کوئی موقع ہو کہ واجب ہے اپناعمرہ اورحج تمتع انجام دے ۔ [۱۱]

اوراگردانستہ حج نیابتی انجام دے تو وہ کسی چیز میں بھی شمارنہیں ہوگا اورحجۃ الاسلام بھی اس کے ذمہ ہوگااوراجرت نیابت کابھی ضامن ہوگا، مگراس صورت میں کہ اپناحج تمتع انجام دے سکے کہ اس صورت میں صرف اجرت نیابت کاضامن ہوگا۔

مسئلہ ۳: وقوف عرفات ومشعرالحرام اور اسی طرح گیارہ اوربارہ کی رات منی میں ٹھہرنااورحلق وتقصیرنیابت پذیرنہیں ہے، اس تفاوت کے ساتھ کہ وقوفین کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں خواہ اختیاری ہویااضطرای ، مصدودیامحصو ر کے حکم ہے ، کہ یاانہی وظائف پران دونوں کے اکتفاء ہوگی یاحج کی تجدید کی جائے گی ، لیکن اگرمنی میں بیتوتہ (رات گذارنے) سے عاجز ہو، یاکفارہ واجب ہے ، یااس

---

۱۱ بعید بھی نہیں ہے کہ یہ حج افراد چونکہ اضطراری تھاحج تمتع سے کفایت کرے جیساکہ اطلاق احادیث سے نتیجہ نکلتاہے ۔

صورت میں کہ مسجدالحرام میں مشغول عبادت ہو ۔اگرعذرکےبغیرہو۔ اس پر کچھ واجب نہیں ہے ۔

احرام بھی نیابت پذیرنہیں ہے، کہ بعض موارد میں عذرساقط ہے اوربعض مقامات پرحج کوباطل کردیتاہے جیسےیہ کہ عمداً محرم نہ ہو، اگر چہ بہت بعید فرض ہے ۔ اسی طرح احرام کے واجبات پرعمل اور اس کے محرمات کو ترک کرنابھی قابل نیابت نہیں ہے کہ میں احرام باندھوں اور تم میری نیابت میں لبیک کہویالباس احرام پہنو، یامحرمات احرام کو ترک کرو، البتہ تنہااس طفل کی نسبت جونیت کونہیں سمجھتاہے، نیت کے بارے میں واجب ہے اس کاولی نیت کرے ۔

دوسرے اعمال حج کی نسبت بھی کہ قابل نیابت ہیں اس صورت میں ہے کہ کہ مکلف انجام حج سے پہلے مر جائے، یااس طرح عاجز ہو جائے کہ اس کے انجام دینے کی اس میں قدرت نہ رہ جائے ، اورجیساکہ نمازطواف کے باب میں ۔مثلاً۔ آئے گااس کی بیشترنیابتیں باطل ہیں اور اس کے عوض جوپیسہ لیاجاتاہے، حرام ہے ۔

مسئلہ ۴: شخص نائب نے درست ہے کہ خودکو اس عمل میں منوب عنہ کی جگہ فرض کیاہے لیکن واجب ہے اپنے اجتہادیاتقلید کے مطابق ۔منوب عنہ۔ کی تکلیف کو انجام دے ، جیساکہ عورت مردکی نیابت میں اورمردعورت کی نیابت میں ہرایک اپنے وظیفہ پرعمل کرے گا، یہ نہیں ہے کہ عورت نیابت میں ، مردانہ اعمال اورمردنیابت میں زنانہ اعمال انجام دے ۔

مسئلہ ۵: طواف النساء یا عمرہ نیابتی میں بھی نیابت کی نیت کرے کیوں کہ ترک کی صورت میں یااس میں خلل پیداکرنے کی صورت میں عورت یامردنائب پرحرام ہے نہ منوب عنہ پر، مگریہ کہ نیابت بعض اعمال حج میں ہو، یعنی نائب دوسرے کے احرام کے بغیرکہ احرام سے ہے ، مثلاًطواف النساء میں نیابت کرے ، کہ یہاں پراگرنائب طواف النساء کو ترک کر دے اس نےصرف قراردادنیابت کو ترک

کیاہے اورمردیا عورت صرف منوب عنہ پرحرام ہے نہ نائب پر، کیوں کہ وہ محرم نہیں ہواکہ عورت یامرداس پرحرام ہو اور اس کووثیقہ حلیت کی ضرورت ہو ۔

مسئلہ ٦: حج یا عمرہ واجب اصلی میں : حجۃ الاسلام یاعمرۃ الاسلام ، نہ ایک شخص چندلوگوں کی نیابت کر سکتا ہے اور نہ چندلوگ ایک شخص کی نیابت کرسکتے ہیں ، مگر ہرایک کہ ایک ایک اعمال میں، کہ مثلاً عذرکی صورت میں ایک طواف اورنمازطواف میں اوردوسراسعی میں اس کی نیابت کرے ۔

لیکن حج یا عمرہ واجب قراردادی میں اگرایک گروہ مشترکاً ایک شخص کواپنی نیابت میں حج یا عمرہ پر بھیجنے کی نذرکرے ، یاایک شخص ایک گروہ کواپنی نیابت میں چندحج یاچندعمرہ پر بھیجنے کی نذرکرے درست ہے ، اور نہ یہ کہ یہ گروہ نائب ایک حج یا عمرہ میں ایک نائب کے لئے شرکت کرے کہ ہرایک عمل کوایک شخص انجام دے ،

مسئلہ ۷: حج یا عمرہ مستحب میں ایک شخص چندمردہ یازندہ افرادکی طرف سے م مشترکہ نیابت کر سکتا ہے، کہ مثلاًایک حج یا عمرہ چندافرادکی نیابت میں انجام دے سکتا ہے، نیزچندافرادایک شخص کی نیابت میں ایک وقت میں حج یا عمرہ مستحبی یاکوئی بھی دوسرامستحب عمل انجام دے سکتے ہیں ۔

مسئلہ ۸: اگرچندافرادحج واجب میں ایک شخص کی نیابت کریں ، اختلاف زمان کی صورت میں ، پہلاحج واجب اوربقیہ حج مستحب شمارہو گا اوراگرسب کاوقت ایک ہوتا ہراًسارے واجب شمارہوں گے اورکوئی اشکال بھی نہیں ہے ۔

مسئلہ ۹: اگرایک شخص کوحجۃ الاسلام کے لئے اوردوسرے حج مستحب کے لئے ایک شخص کے لئے نائب کریں، جس کااحرام مقدم ہے حجۃ الاسلام اوردوسرامستحب ہے، گرچہ پہلانیت استحباب اوردوسرانیت وجوب کر کے، اوراگرایک ساتھ انجام دئیے جا ئیں ہرایک اپنی نیت کے مطابق شمارہوگا۔

مسئلہ ۱۰: اگر کسی نےخودکسی کومعین سال کےلئے اجارہ پرد ے دیا ہے تو وہ حق نہیں رکھتا کہ اسی سال کسی دوسرے کا اجیر ہو جائے کہ دوسرااجارہ اور حج کے لحاظ سے طا لب ہے، مگریہ کہ پہلاکسی معین سال سے مقیدنہ ہو کہ اس صورت میں دوسرے کومقدم کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگرخودکوکسی معین سال کےلئے اجارہ پردے دیا ہے اور اسی سال کےلئے خودکوحجاج کی پذیرائی یا راہ حج میں ایک ملک میں کسی دوسرے کام کے لئے اسی طرح اجارہ پردیا ہے کہ پہلے اجارہ سے منافات نہیں رکھتا، درست ہے ،مگریہ کہ کسی ایک اجارہ میں قیدہو کہ کسی دوسرے کے اجارہ میں خودکونہ دے ، کہ طبعاً پہلااجارہ خواہ مقیدہویاآزاددرست اوردوسراباطل ہے ، گرچہ اس کی قیدلغواوربے اثرہوکیوں کہ اجارہ مقیدہے ۔

مسئلہ۱۲: اگرخودکوکسی معین سال کے لئے اجارہ پردیا ہے تو وہ اس میں آگے اورپیچھے کرنے کاحق نہیں رکھتا ہے مگرطرف مقابل کی مرضی سے ، اگر اس کی رضایت اور اس کے اجارہ کے برخلاف عمل کیاہے، طرف مقابل کواختیارہے کہ اسی عمل کوقبول کرے یاقبول نہ کرے، اوراپنی اجرت واپس لے لے ۔

مسئلہ۱۳: اگرنائب حج ہو ۔خواہ عمداًخواہ جھلاً۔ باطل کردے واجب ہے پھرسے اسی قصدنیابت سے بعدمیں انجام دے ، اوربطلان عمدی کی صورت میں مسئلہ گذشتہ کی مانندہے کہ اگرطرف مقابل قبول نہ کرے اجرت واپس لوٹائے ۔

مسئلہ ۱۴: اگرنائب عمل انجام دینے یااس کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو اس کی چندصورتیں ہیں :

۱۔ احرام اور حرم میں داخل ہونے کے بعداور ہردوسرے عمل سے پہلے مر جائے تو یہاں پرنائب اورمنوب عنہ دونوں کی طرف سے کافی ہے ، خواہ منوب عنہ زندہ ہو یامردہ ،جیسے کہ اگرخودشخص نائب ایسی حالت میں مر جائے اس نے اپنی تکلیف انجام دی ہے ۔

۲۔ محرم ہوا ہے لیکن ابھی حرام میں داخل نہیں ہواکہ ظا ہراًاس کاحکم بھی مثل سابق ہی ہے ، اگرچہ احتیاطاً بصورت امکان منوب عنہ کے لئے دووسری نیابت باقیماندنیابت کی تکمیل کےلئے۔ منوب عنہ کےسال سے اختیارکی جائے ۔ [۱۲]

۳۔ احرام کے بغیرحرام میں داخل ہوا ہے کہ ظا ہ راًکافی نہیں ہے ، اگرچہ بعیدبھی نہیں ہے کہ باقی مال الاجارہ کے علاوہ کوئی چیزمیت کے ذمہ نہ ہو ۔

مسئلہ۱۵: حج یا عمرہ میں نائب ہو نے والاشخص جس نے خودسے قراردادباندھی ہے دوسرے کواگرچہ اس سے بہترہو اپنی جگہ پرنائب نہیں بناسکتا ہے، مگریہ کہ اجارہ بے قیدہو، یاطرف مقابل سے اجازت لے ۔

مسئلہ ۱٦: اگراجارہ مطلق ہو کہ اس مال سے تم یاوہ شخص جوشرائط رکھتاہے ، کسی بھی مقدورمیں نیابت کرسکتے ہو، اس صورت میں اس مبلغ سے کمتریابیشترمیں کسی کوطرف مقابل کےلئے نائب کر سکتا ہے، لیکن اگرحج اسی مقدارمال سے مقیدہے ۔ خواہ تم ہویادوسرا۔ حق نہیں رکھتے کہ اس سے کم میں کسی کونائب بنا و اگرچہ خودحق رکھتے ہو کہ کم مصرف کرو ۔

مسئلہ۱۷: حج یا عمرہ نیابتی میں اسی اندازہ کہ نائب حالت احرام میں نیابت کی نیت کرے اور عمل کے آخرتک اس اساس پرنیابت کے وظائف کو انجام دے کافی ہے، اس طرح سے کہ جس وقت اس سے پوچھاجائے کیاکررہاہے تو وہ جواب دے ، حج یا عمرہ کی نیابت کر رہا ہوناوراب وصیت حج اورمردہ کی نیابت کے حوالے سے چند مسائل:

مسئلہ ۱۸: اگرکوئی مستطیع شخص اپناحج انجام دئیے بغیر احرام اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے مر جائے ، اور اس کے پاس حجۃ الاسلام یاعمرۃ الاسلام کے بقدرمال بھی ہو تواگر اس نےکسی معین جگہ سے وصیت نہیں کی ہے تو کافی ہے کہ نزدیک ترین میقات سے اس کے لئے نیابت کی جائے،کیوں کہ وطن یامحل سکونت

---

۱۲ یہ احتیاط ترک نہ ہوکیونکہ روایات نے صرف دخول حرم کوکہ طبعاًحالت احرام میں ہے ذکرکیاہے۔۔

سے راہ طے کرنے کی حیثیت ایک مقدمہ سے زیادہ کی نہیں ہے ، جیسے کہ اگرخود اس راہ کوکسی دوسرے مقصد سے طے کرتااور اسی مقصدمیں مستطیع ہو جا تا ۔ یاوطن سے مسطیع ہوتا، کافی تھاکہ اس جگہ سے حج کی نیت کرے ۔

اگرچہ یہاں پربہتروورثہ بصورت امکان اس کے لئے حج بلدی کرائیں ، خصوصاًاگر اس کی شان اس کی متقاضی ہو، مگریہ کہ صغیریاکوئی دوسری وصیت درکارہو کہ حج بلدی صغیریاوصیت کوناقص کردے کہ ایسے میں حج میقاتی سے زیادہ تصرف حرام ہے، مگریہ کہ ورثہ اپنی جانب سے اداکریں۔

مسئلہ ۱۹: حجۃ الاسلام کی وصیت کرے یانہ کرے میقات کے بقدراس کے اصل مال سے لیاجائے گا، لیکن حج نذری یاعھدی یاقسمی کی وصیت کرے پوراکاپوراثلث مال سے دیاجائے اوراگرثلث مال اس کے میقات کی مقدار کےلئے کافی نہ ہو تواس کے بقیہ مال سےتلافی ہوگی ۔[۱۳]

مسئلہ۲۰: اگروصیت کئے بغیرمرگیااس صورت میں واجب ہے کہ اس کےلئے حج یانیابتی عمرہ پرکسی کو بھیجیں کہ دونوں میں سے کوئی ایک اس کے ذ مہ ہو اوراگرموت سے پہلے مستطیع ہوااورموسم سے پہلے مرگیایہ خوداس بات کی علامت ہے کہ وہ مستطیع نہیں ہواکہ طبعاًنیابت بھی واجب نہیں ہے اگرچہ مستحب موکدہے مگریہ کہ درمیان میں کوئی صغیریاوصیت ہو کہ حج یا عمرہ مستحبی ان دونوں حق کے منافی ہو۔

مسئلہ۲۱: اگراصل مال حج میقاتی کےلئے کافی نہیں ہے واجب ہے ادنیٰ الحل سے نیابت اختیارکریں ، اوراگراصولاًحج کے لئے کفایت نہیں کرتا تو پھرجس میقات سے بھی ممکن ہولازم ہے عمرہ مفردہ اس کے لئے انجام پائے ، ورنہ اس صورت میں کہ حج یا عمرہ واجب کی وصیت کی ہے احتیاطاًاس شخص کوجوحج یا عمرہ

---

۱۳ اس صورت میں حجۃ الاسلام میقاتی نہ ہواستحبابی کہ ساقط ہے اورلازم ہے کہ ادنی الحل سے نیابت ہو، مسئلہ ۲۱ کے مانندکہ "مالایدرک کلہ لایترک کلہ "ناشدنی کے لئے شدنی کوترک نہیں کرناچاھئے ۔

پرجارہاہے دے دیں کہ اس کےلئے بقدرامکان یا عمرہ میقاتی یاکم سے کم طواف انجام دے ۔ اورہرصورت میں ظاھراً حج یا عمرہ کی بابت وصیت کیاہوامال جوان کے لئے کافی نہیں ہے ورثہ کونہیں ملے گا،بلکہ آخرکارلازم ہے فی سبیل اللہ مصرف ہو، مگریہ کہ خودورثہ فی سبیل اللہ کاموردہوں ۔

مسئلہ ۲۲: اگرحج واجب یاموردوصیت کوکوئی تبرعاً میت کے لئے بجا لائے ظاھراً اس کے لئے وصیت کیاہوامال ورثہ کونہیں پہونچے گا ۔

مسئلہ ۲۳: اگرحج مستحبی کی وصیت کرے تو ثلث مال سے انجام دینا واجب ہے اوراگرثلت مال بھی کافی نہ ہوتوثلث مال سے زیادہ میں کوئی حق نہیں ہے ، برخلاف وصیت حج نذری وغیرہ کہ ثلث سے زیادہ اصل مال سے لیاجائے گا ۔ [١٤]

مسئلہ۲۴ : اگرکوئی مستطیع شخص جوحج پرنہیں گیاحج کے بقدرمال کسی کے پاس امانت رکھواکرمر جائے ، اگرقابل اطمینان ورثہ ہیں جواس کی نیابت کریں گے یاکسی کونیابت پر بھیجیں گے ، طبعاًوہ مقدم ہیں ، لیکن اگر ان کی ذات پراطمینان نہیں ہے ، چونکہ اس پیسے کاورثہ سے کوئی تعلق نہیں ہے ، واجب ہے بصورت امکان کسی مجتہدعادل کی اجازت سے اس مال سے اس کے لئے حج نیابتی انجام پائے اوراگرکچھ باقی بچے ورثہ کودیدیاجائے ۔ [١٥]

مسئلہ۲۵: حج یا عمرہ یاکسی بھی واجب کی نیت میں کہ وصیت کی ہویانہ کی ہومیت کی شان اورحیثت کی رعایت کی جائے گی کہ اگر حج بلدی اورکچھ معین لوگوں کے ذریعہ موافق شان میت ہے ، جس قدربھی اس مال سے حساب ہوگا، اگرچہ

---

١٤ اس مسئلہ کاحکم مسئلہ ۲۱ کی طرح ہے ۔۔

١٥ برین عجلی ایک صحیح مستند میں امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کے بارے میں میں نے سوال کیاجس نے اپنا مال میرے پاس بطورامانت رکھوادیاتھااورپھرمرگیا، ورثہ کوبھی اس مال کی کوئی خبرنہیں ہے اورحجۃ الاسلام بھی بجانہیں لایا؛ فرمایا: اس کی طرف سے حج کرو، اورجومال باقی بچے اس کے ورثہ کودیدو ۔

اس حدیث کاقدرمتقین طبعاً وہاں پر مورد ہے جہاں ورثہ پراطمینان نہ ہواورحاکم شرع کی اجازت احتیاط ہے۔

صغیر یا کوئی وصیت درمیان میں ہوکیوں کہ مومن کااحترام زندگی اورزندگی کے بعدیکساں ہے ۔

اگروہ نیابت اس کی شان سےزیادہ مہنگی ہو تو زیادتی ثلث مال سے پوری ہو گی ۔[١٦]

مسئلہ ۲٦: اگرمعلوم نہ ہو کہ حج یا عمرہ یاکوئی دوسراواجب میت کے ذمہ ہے ورثہ کامیت کی نسبت کوئی وظیفہ نہیں رہ جاتا، جیسے کہ اس کواپنے مستطیع ہونے میں شک ہو اوراگرواجب الحج ہو اورمعلوم نہ ہو کہ انجام دیایانہیں ؟ لازم ہے نیابت اختیارکی جائے ۔

مسئلہ ۲۷: اگر اس کے ذمہ حج افرادتھا،لیکن اس کامال دومیں سے ایک واجب ؛حج افرادیا عمرہ مفردہ کے لئے کافی ہے ، طبعاًحج مقدم ہے ورنہ عمرہ مفردہ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اگرحج تمتع اس کے ذمہ ہو اور اس کامال دونوں کے لئے کافی نہیں ہے ، چونکہ حج تمتع اورعمرہ مفردہ ایک عمل محسوب ہوتاہے ان میں سے ایک نہ توصحیح ہے اور نہ ہی کافی واجب ہے اس کے لئے عمرہ مفردہ انجام پائے ، اوراحتیاطاً اس کےلئے حج افرادبھی انجام دیں ۔

مسئلہ ۲۸: اگرنائب برخلاف وصیت یابرخلاف قرارداد نیابت کسی نزدیک ترجگہ سے حج پرگیاظاہراًاس کاحج درست ہے اوراختلاف کی صورت میں دوجگھوں کی اجرت کے درمیان جوتفاوت ہے اس کولوٹائے اوراگردورترجگہ سے گیا،یاحج افرادکے بدلے حج تمتع انجام دیا،صحیح ہے البتہ جن موارد میں کہ تمتع صحیح ہو۔

مسئلہ ۲۹: اگرحج یا عمرہ یاکسی دوسرے کام کے لئے وصیت کیاہوامال اموال میت کے درمیان مشاع اورمشترک ہے ، ورثہ مقدارواجب کوعلیحدہ رکھنے سے پہلے اس کے اموال میں کسی طرح کا مالکانہ تصرف کا حق نہیں رکھتے ہیں ،مگریہ کہ

١٦۔ اس صورت میں کہ ثلث سے اس زیادتی کے بقدرکسی دوسری چیزکےلئے وصیت نہ کی ہو،مثلاًوصیت کی ہے کہ راہ خدامیں خرچ ہو۔

انجام وصیت کاوقت نہ ہوا ہو اور اس کاجداکرنانا ممکن اوربہت سخت ہو اوروصیت پوری کرنے کاپختہ ارادہ بھی رکھتے ہوں اوریہاں پرایساتصرف مالکانہ جوحق میت کے منافی نہیں ہے، جائزہے۔

اقسام حج اورعمرہ :

حج کی تین قسمیں ہیں : تمتع ، قران اورافراد، اورعمرہ کی دو قسمیں ہیں : عمرہ مفردہ اورتمتع ۔

"حج تمتع" عمرہ تمتع سے مرکب ہے اور اس کے بعد اس کاحج اورصرف ان لوگوں پرواجب ہے جو" مسجدالحرام موجود لوگوں میں" سے نہ ہوں کہ مسجدالحرام سے چارفرسخ کے فاصلے پر ہوں اورحج کی دوسری قسم دوسرے لوگوں پر ہے کہ جن کی زندگی وہاں ہے یاان کے گھروالے اس مساحت میں زندگی کر رہے ہیں ۔

"حج تمتع" کو اس وجہ سے تمتع کہتے ہیں کہ عمرہ اور اس کے حج کے درمیان عورت یامردسے ان تمام چیزوں سے جوحالت احرام میں حرام ہیں لذت اٹھائی جاسکتی ہے ، ان دونوں کے برخلاف اعمال حج قران اورافرادکے درمیان اس طرح کی آزادی اور لطف اٹھانانہیں ہے ۔ اوردوعمل حج تمتع باوجودیکہ ایک محسوب ہوتے ہیں ان کےدرمیان اس طرح کی آزادی اوربہرہ مندی ممکن ہے ،لیکن اگرعمرہ مفردہ کوحج کے مہینوں میں حج افرادانجام دینے کی غرض سے انجام دیا ہے جب تک کہ اس کاحج بجانہ لائے عورت اورغیرعورت سے محرم کے لئے حرام ہے استفادہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ اسی طرح حالت احرام میں رہے گایہاں تک کہ اس کاحج بھی بجا لائے ،نیزحج تمتع کااحرام خودمکہ سے ہے اوران دونوں کے برخلاف میقات جانے کی زحمت نہیں ہے کہ بھی ایک طرح کا لطف ہے ۔

"حج قران" کو اس وجہ سے قران: پیوندو اتصال ۔ کہتےہیں کہ اس کااحرام قربانی کے ساتھ ساتھ اور ہمدوش ہے ۔

"حج افراد" اس وجہ سے افراد: تنہا۔ ہے کہ اپنے عمرہ سے جداہے اورہرایک کی صحت یابطلان کادوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے ، پس قران بھی وہی افرادہے ، آغازاحرام سے ہمراہی قربانی کے علاوہ ۔

حج کی تینوں قسموں کاموازنہ :

حج کی تینوں قسمیں اعمال کے لحاظ سے یکسان ہیں ، بجز اس کے کہ قران اورتمتع میں قربانی واجب ہے ، افرادمیں نہیں، اورقران میں احرام کے وقت قربانی کاہمراہ رکھناشرط ہے ، تمتع میں نہیں تمتع میں عمرہ مقدم ہے اوران دونوں میں مخیرہے کہ عمرہ مفردہ کوپہلے انجام دے یابعدمیں ، اوراب ان دونوں اورحج تمتع کے درمیان جواختلافات ہیں :

۱۔ حج تمتع میں حج اورعمرہ دونوں ایک عبادت شمارہوتے ہیں اورایک دوسرے کے پیونداورایک دوسرے سے متصل ہیں اوران کی استطاعت بھی یکجاہے ، لیکن قران اورافراد الگ الگ دوعبادت ہیں اوران کی استطاعت جداہے کہ اگرتنہاان کے حج کی استطاعت رکھتا ہے فقط واجب الحج ہے یاتنہاعمرہ مفردہ کی استطاعت رکھتا ہے فقط واجب العمرہ ہے اوراگر دونوں کی استطاعت رکھتا ہےتو واجب الحج والعمرۃ ہے ۔ برخلاف حج تمتع کہ حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کی استطاعت کے وجوب کے لئے کافی نہیں ہے اور اس موردمیں صرف عمرہ مفردہ واجب ہوگا۔

۲۔ عمرہ تمتع واجب ہے صرف حج کے مہینوں : شوال، ذی قعدہ اورذی الحجۃ میں انجام پائے ، ،لیکن عمرہ مفردہ کاحج قران یاافرادکے بغیرکوئی وقت معین نہیں ہے اوران کے ساتھ بھی حج سے قبل یابعد انجام پاتاہے ، خواہ حج کے مہینوں میں ہو، یااس کے پہلے یااس کے بعد، خواہ کم فاصلہ سے ہویازیادہ فاصلہ سے ہو، ہرصورت

میں صحیح ہے ، اگربصورت امکان لازم ہے فوری انجام پائے ، لیکن تاخیر سے حج یا عمرہ کوکوئی نقصان نہیں پہونچتاہے ۔

۳۔ حج تمتع میں بعض فتاوی کے مطابق حج وعمرہ کے درمیان حدودحرم سے باہر نہیں جاناچاہیئے (مگراستثنائی موردمیں اورشرائط کے ساتھ) اگرچہ اقوی اس کاجوازہے مگراس صورت میں کہ حج کے لئے موقع پرنہ پہنچ سکے ، لیکن حج قران وافرادمیں اس درمیان مسا فرت بلااشکال ہے ، مگراس صورت میں کہ عمرہ کے بعدمسا فرت کی وجہ سے حج نہ کرسکے ۔

۴۔ محل احرام حج تمتع مکہ مکرمہ ہے ، اوروہ دونوں الگ الگ میقاتوں سے مگرمضطر کے لئے ۔

۵۔ عمرہ تمتع کااحرام بصورت امکان بہت سارے فتاوی کے مطابق پنجگانہ میقاتوں کے علاوہ صحیح نہیں ہے ، لیکن عمرہ مفردہ میں کسی ایک میقات سے عبورکرنے کی صورت میں اوراگریہاں عمداً بھی حدودحرم تک میں احرام میں تاخیرکرے اوروہاں سے محرم ہواگرچہ گناہ گار ہے، لیکن صحیح ہے ۔

٦۔ عمرہ مفردہ میں طواف النساء واجب اورعمرہ تمتع میں زیادہ سے زیادہ مستحب ہے ۔

۷۔ حج قران وافرادمیں طواف اورسعی کوکسی عذرکے بغیراختیاراًبھی وقوف عرفات اورمشعرالحرام پرمقدم کیاجاسکتا ہے ،برخلاف حج تمتع کے جزبعض ضروری حالات میں ۔

۸۔ قران وافرادمیں کسی عذرکے بغیرطواف و سعی کوآخرذی الحجۃ تک ٹالاجاسکتا ہے اورتمتع میں صرف عذرکی صورت میں جائزہے ۔

۹۔ حج تمتع کااحرام ، افرادکی طرح صرف تلبیہ کہنے سے منعقدہوجاتاہے لیکن قران میں تلبیہ اوراشعاروتقلیدکے درمیان مخیرہے ؛

اشعار: قربانی پر علامت قرار دینا۔

تقلید: کوئی چیزاس پرآویزاں کرنا۔

۱۰ ۔ حج قران اورافرادمیں احرام کےبعداورعرفات جانے سے پہلے طواف مستحبی انجام دے سکتا ہے لیکن حج تمتع میں حلق تک یاتقصیرمنی تک مستحبی طواف کاحق نہیں رکھتا ۔

۱۱۔ قربانی حج تمتع اصل شرع سے واجب ہے اورقران وافرادمیں اشعاریاتقلیدکے سبب ہے اورافرادمیں اصلاً واجب نہیں ہے ۔

۱۲۔ تمتع میں کسی عذکے بغیروہ بھی بعض صورتوں میں ان دومیں سے کسی ایک طر ف عدول نہیں کر سکتالیکن افرادمیں اگرمسجدالحرام سے چارفرسخ سے زیادہ دورہے توتمتع کی طرف عدول کر سکتا ہے ، بلکہ واجب ہے ، اگرچارفرسخ کے حدودمیں حج وعمرہ میں سےہرایک کے لئے جداگانہ نائب اختیارکیاجاسکتا ہے ۔

۱۳۔ حج تمتع کوتنہاایک شخص ایک یاکئی افرادکی نیابت میں انجام دے سکتا ہے کیوں کہ ایک عمل محسوب ہے ،لیکن حج قران وافرادمیں حج وعمرہ میں سے ہرایک کے لئے جداگانہ نائب اختیارکیاجاسکتا ہے ۔

۱۴۔ تمتع میں واجب ہے عمرہ حج پرمقدم ہو اوران دونوں میں مخیرہے اوراب حج اورعمرہ میں سے ہرایک کی مختصر گزارش ۔

حج تمتع

پہلے عمرہ تمتع ہے اور اس کے بعداس کاحج ، عمرہ تمتع کے لئے کسی ایک میقات سے احرام باندھاجاتاہے ، اس کے بعداسی نیت سے خانہ خداکاسات مرتبہ طواف کیاجاتاہے ، اور اس کے بعدپشت مقام ابراہیم ؑ پردورکعت نمازطواف پڑھی جاتی ہے ۔

اور اس کے بعددوپہاڑیوں صفاومردہ کے درمیان سات بار۔ آغازصفاسے اورختم مروہ پر۔ دوڑلگائی جاتی ہے اور اس کے بعد ناخن یاسریاداڑھی کاکچھ حصہ تراشاجاتاہے: "تقصیر" اور بس! اور اس طرح سے احرام عمرہ تمتع سے باہرآجاتاہے ، اور یہ اعمال پنچگانہ احرام سے لیکرتقصیرتک ایک شوال سے۹/ذی الحجۃکے درمیان ۔ اس طرح سے کہ ظہرکے بعدایک ساعت وقوف عرفات کو پا لے تو انجام پاتے ہیں ۔

اس کے بعد حج تمتع کے لئے مکہ ۔ اور اس سے بہترمسجدالحرام۔ سےمحرم ہو، اس کے بعدضروری ہے کہ ظہرعرفہ کے ایک ساعت بعدسے غروب تک صحرائے عرفات میں قیام کرے : "وقوف عرفات" اورپھرمشعرالحرام میں اذان صبح سے طلوع آفتاب تک ٹھہرے :" وقوف مشعرالحرام" اس کے بعدمنی کی طرف روانہ ہوپہلے جمرہ عقبہ کے سات متوسط سنگریزوں سے بڑے شیطان کومارے ، اس کےبعدقربانی اورآخرمیں حلق یاتقصیرکرکے یہاں بھی احرام سے باہرنکل آئے گا اورصرف بعض چیزیں جیسے خوشبواو ر عورت ومرد کچھ نہیں، بجزاس کے کہ جوچیزحرم میں سب پرحرام ہے، جیسے شکارکرنا، حرم کی گھاس اکھاڑناحالت احرام میں ہویاحالت احرام کے بغیرہو۔

اس کے بعداگراعمال کے بعداسی عیدقربان کے روزطواف زیارت، سعی اورطواف النساء کے لئےمکہ جاسکتا ہے تو مکہ جائے ورنہ تمام ایام منی میں جتنی جلدی ممکن ہو، ورنہ آخرذی الحجۃ تک کہ یہاں چو دہ سے لیکرآخرذی الحجۃ تک یکساں ہے ، نیزواجب ہے گیارہ اوربارہ ذی الحجۃ کوجمرات سہ گانہ : تین شیطانوں کوسنگریزے مارے ، آغازچھوٹے شیطان سے اوراختتام بڑے شیطان پرہوگااورہرایک کوسات پتھرمارے، اور اس کی راتوں کوکم سے کم نصف شب منی میں رہے ، مگریہ کہ پوری رات مکہ میں اورخصوصاًمسجدالحرام میں طاعت وعبادت خدامیں گذارے ۔

اوراگربارہ ذی الحجۃ کوغروب تک منی سے خارج نہ ہوسکایاخارج نہ ہونا چاہا۱۳/ ذی الحجۃ کی رات اوردن کاحکم بھی گذشتہ کی دوشب وروزکی طرح ہے

اوراگر احرام حج کی حالت میں کوئی حرام کام کیاہو،واجب ہے شب تیرہ کو بھی اسی طرح رہے اوردن میں جمرات کو بھی رمی کرے، کیوں کہ ایسالگتاہے کہ اس احرام نے شیطان کوصحیح طریقہ سے کچلانہیں ہے ۔

عمرہ تمتع اورعمرہ مفردہ :

یہ دونوں پانچ ابتدائی اعمال میں مشترک ہیں اوردرج ذیل وجوہات سے آپس میں متفاوت ہیں ؛

۱۔ عمرہ تمتع صرف حج کے مہینوں۔ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجۃمیں انجام پاتاہے اورعمرہ مفردہ سال کے تمام مہینوں میں انجام پاتاہے ۔

۲۔ عمرہ تمتع میں طواف النساء واجب نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ مستحب ہے ، لیکن عمرہ مفردہ میں واجب ہے ۔

۳۔ تمتع میں سعی کے بعدصرف تقصیرواجب ہے اورسرمونڈانااحرام ، لیکن مفردہ میں دونوں صحیح اورسرمونڈانابہتر ہے۔

۴۔ عمرہ تمتع اپنے حج کے ساتھ ایک عمل شمارہوتاہے اورلازم ہے اپنے حج سے پہلےانجام پائے ، لیکن عمرہ مفردہ مستقل ہے اوراگرحج قرآن یاافرادکی بھی استطاعت رکھتا ہے تو اس عمرہ کوحج سے پہلے یاحج کے بعدسال میں کسی بھی وقت انجام دے سکتا ہے۔

۵۔ عمرہ مفردہ عورت سے نزدیکی کی صورت میں ۔ اگرعمدی اورسعی سے پہلے ہو۔ باطل ہے [۱۷] لیکن اس صورت میں عمرہ تمتع کاباطل ہونامعلوم نہیں ہے ۔

٦۔ عمرہ مفردہ کے لئے ادنی الحل سے : حرم کے باہرنزدیک مقام سے محرم ہواجاسکتا ہے ،خواہ مکہ کے اندرہویاباہر،خواہ میقات ہائے پنجگانہ کے بعدہویاان سے

۱۷ جیساکہ کتاب کافی کی تین آئندہ حدیثوں میں اس کی تصریح ہوئی ہے۔

پہلے ، خواہ ان میقاتوں یادوفرسخ کے فاصلہ سے ان کے فاصلے سے ان کے سامنے سے عبورکرلے یانہیں ، ان تمام موارد میں احرام عمرہ مفردہ ادنی الحل سے درست اورصحیح ہے ، اگرچہ ان میقاتوں سے عبورکر کے تاخیراحرام میں گنہگارہے برخلاف عمرہ تمتع کہ ان میقاتوں سے عبورکر کے بلاعذرمحرم نہ ہو، ادنی الحل سے اس کااحرام باطل ہے ، اوراگرگزشتہ میقات سے بلاعذراحرام کے بغیرگزرگیااگرچہ ظاہراًبعدوالے میقات سے اس کااحرام درست ہے لیکن تاخیرکی وجہ سے گنگارہے۔

۷۔ اگرعمرہ مفردہ کو حج کے مہینوں میں انجام دے اسی کوعمرہ تمتع کی جگہ پرحساب کر سکتا ہے یابظاہراُس کی جگہ پرحساب کرے اور اس کے بعداس کاحج بجا لائے ، مگریہ کہ پہلے حجۃ الاسلام کرچکاہو، لیکن عمرہ تمتع کوکسی وقت بھی عمرہ مفردہ کی جگہ حساب نہیں کر سکتامگرضروری موارد میں جس کی تفصیل آئے گی ۔

۸۔ حج افرادکاعمرہ مفردہ انجام دینےکے بعدحدودحرم سے باہرجانابلاشک وشبہ اوربالاجماع جائزہے ،مگریہ کہ اس کے حج کے لئے نہ پہنچ سکے لیکن اس بات میں کہ عمرہ تمتع اور اس کے حج کے درمیان ضرورت کے بغیر حرم سے خارج ہوا جاسکتا ہے ۔ اگرچہ حج کے لئے واپس اس کے ۔ اختلاف ہے ، گرچہ اس صورت میں کہ حج ہاتھ سے نہ جائے ظاہراً حر م سے باہرجاناکچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے ۔

۹۔ ایک مہینہ یادس دن کافاصلہ۔بغرض صحت۔ تنہاان دوعمرہ مفردہ کے درمیان لازم ہے جس کوخود اپنے لئے انجام دیناچاہتاہے ،نہ دوسرے کے لئے ، یا اپنے اوردوسرے کے لئے ، لیکن عمرہ تمتع اورعمرہ مفردہ کے درمیان اصلاًکسی بھی صورت میں کوئی فاصلہ شرط نہیں ہے کیوں کہ حدیث "لکل شہرعمرۃ " و"لکل ایام عمرۃ" ہرمہینہ یادس دن پرایک عمرہ ہے ، اگرعمرہ کے درمیان فاصلہ کی ضرورت پر کچھ دلالت بھی کرے ، قطعاًعمرہ تمتع کوجوسال میں ایک بارکے علاوہ ممکن نہیں ہے شامل نہیں ہے اورتم کسی بھی فاصلہ کے بغیرعمرہ مفردہ کے بعدتمتع انجام دے سکتے ہو اوراگرعمرہ مفردہ کے جوازیاصحت میں عمرہ تمتع اور اس کے حج کے

درمیان اختلاف ہے ، اس لحاظ سے دوعمرہ کے درمیان فاصلہ ضروری نہیں ، کہ جتنافاصلہ ہواس رائے کے مطابق عمرہ تمتع اور اس کے بعدحج کے درمیان عمرہ مفردہ انجام دینے میں اشکال ہے ، اگرچہ یہاں بھی خواہ بلافاصلہ یاباافاصلہ اشکال نہیں ہے کیوں کہ کوئی واضح دلیل موجودنہیں ہے ۔

خلاصلہ یہ کہ دویاچندنیابتی عمرہ مفردہ بلافاصلہ انجام دینا،بعض اپنے لئے اوردوسرادوسرے کے لئے ، یابلافاصلہ پہلے یابعدمیں عمرہ مفردہ اورتمتع میں کسی ایک کو انجام دینا، ان میں سے کسی میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے ، اورظاہرا اپنے لئے بھی عمرہ مفردہ کے درمیان فاصلہ شرط نہیں ہے، اگرچہ احتمال ہے کہ شرط مستحب ہو، لیکن اس کی بھی کوئی واضح دلیل نہیں ہے، جیسے کہ حج کے بعدعمرہ مفردہ بلافاصلہ بلااشکال ہے کیوں کہ بالکل سے مورد روایات فاصلہ سے باہرہے ، بلکہ بعض اخبارکاصریح یہ ہے کہ خوب ہے ۔ [۱۸]

اورجوچیزدوعمرہ مفردہ اصلی کے درمیان فاصلہ کے بارے میں مربوط احادیث سے نمایاں ہے قدر متیقن یہ ہے کہ ایک ماہ یا دس روزشرط استحباب موکد ہے، جیساکہ دونوں گزشتہ حدیثوں میں ایکماہ اوردس روزہے ، اورحضرت باقر علیہ السلام سے احمدبن ابی علی کی خبرمیں ہے کہ عمرہ مفردہ کے طواف اورسعی سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بسترہوا چونکہ اپنے عمرہ کوفاسدکیاہے اور واجب ہے ایک اونٹ کفارہ دے اورمکہ میں ٹھہرے تاکہ ایک مہینہ گزرجائے اور اس کےبعدکسی میقات پرجائے اورپھرسے عمرہ مفردہ کے لئے احرام باندھے ۔ [۱۹]

اگریہاں پراس جملہ سے کہ "مکہ میں ٹھہرے " یہ پتہ چلتاہے کہ دوسرا مہینہ آنے کاانظارکرناواجب ہے ، لیکن اس لحاظ سے کہ اسی حدیث کی نص سے پہلاعمرہ

---

۱۸ ۔فقیہ؛ج۲، ص۳۵۹ ح ۲۹٦٦ ۔ابی الجارود عن احدهما۔ حج کے بعدعمرہ کے بارے میں دریافت کیا،فرمایا: خوب ہے ، جیساکہ دوسری اخبارصحیحۃ میں بھی موجودہے ۔

۱۹۔ وافی ج۲۔ ۲ ص۱۱۰ ، باب ۴۳ ۔ جیساکہ مسمع نے حضرت صادق علیہ السلام سے اورعجلی نے حضرت باقرعلیہ السلام سے اسی طرح الفاظ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے ۔

باطل ہے اورایک ماہ کافاصلہ بصورت لزو م تنہادوعمرہ صحیح کے درمیان ہےاور یہ کہ پہلی حدیث میں ایک ماہ کے بعددس روزآیاہے ، اس طرح کے فاصلوں سے استحباب سے زیادہ کچھ استفادہ نہیں ہوتا۔ اورپھریہاں بھی ایک ماہ کافاصلہ نہیں ہے ، بلکہ اس مہینہ سے نکلنے کاانتظارکرناہے جس میں پہلاعمرہ انجام دیا ہے، کہ بہت ممکن ہے ایک دودن سے زیادہ نہ ہو۔

۱۰۔ حرم میں داخل ہوتے وقت واجب ہے احرام عمرہ مفردہ کے ساتھ داخل ہو، مگران لوگوں کے لئے جن کاکام مکہ یاحرم میں آمدورفت ہے ، یاان کے احرام گذشتہ کوابھی ایک مہینہ نہیں گذرا اورجولوگ کہ معذورہیں ظاہراًواجب ہے بصورت امکان نائب اختیارکریں یاان کے لئے نائب اختیار کیا جائے ۔ لیکن عمرہ تمتع میں ۔ نیزحج قران وافراد۔ ایسانہیں ہے کیوں کہ پوری عمرمیں صرف ایک بارمستطیع پرواجب ہے، چاہے جتنی بارحرم یامکہ جائے ، اورحج تمتع کہ اس کااحرام بھی خودمکہ سے ہے ۔

۱۱۔ عمرہ تمتع صرف اس وقت واجب ہے جب عمرہ اورحج تمتع دونوں کی استطاعت ہو، لیکن اگر صرف عمرہ کی استطاعت رکھتا ہے صرف عمرہ مفردہ واجب ہے نہ تمتع کہ حج کےضمن میں ہے ۔

۱۲۔ عمرہ حج افرادمیں اگرحج کے مہینوں میں انجام پائے تو عمرہ انجام دینے سے احرام سے باہرنہیں آتاہے بلکہ اسی طرح احرام میں ہے اور اسی احرام سے حج انجام دیتاہے ، نیزظہرعرفہ تک اسی طرح تلبیہ کوجاری رکھ سکتا ہے نہ یہ کہ مکہ کے گھروں کودیکھ کراس کو ترک کردے ، عمرہ تمتع کے برعکس ۔

۱۳۔ اعمال عمرہ تمتع کے درمیان فاصلہ ۔ بجزضرورت کے ۔ یااختیاراًطواف و سعی کےدرمیان ۱۲ گھنٹہ۔ جائزنہیں ہے، لیکن حلق یاتقصیراورطواف النساء کے درمیان عمرہ مفردہ میں فاصلہ ۔ چاہے جس قدرہو۔ جائزہے ، بجزاس کے کہ اس فاصلہ میں عورت اورمرد ایک دوسرے پرحرام ہیں ، جیسے کہ حج کے طواف النساء میں بھی ایساہے ۔ نیزبعض دوسرے جزئی اختلافات اپنی جگہوں پرمفصل آئیں گے ۔

حج تمتع:

جس آیت نے حج تمتع کوواجب کیاہے اس کوظاہراً۔ مسجدالحرام کے حاضرین کے علاوہ میں منحصرکیاہے کہ :"فاذاامنتم ضمن بالعمرۃ ابی الحج فمااستیسر من الھدی فمن لم یجدفصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذارجعتم تک عشرۃ کاملۃ ذالک ان لم یکن اھلہ حاضری المسجدالحرام ۔ "

پس جب وقت کی امان میں ہوگئے ، پس جوشخص عمرہ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت ہو ، پس جوقربانی آسان ، جس کوقربانی میسرنہ ہوتو حج کے ایام میں تین دن روزہ اورسات دن اپنے وطن واپس لوٹنے کے بعد، یہ دس دن روزکامل ہیں ، یہ اس شخص کےلئے ہے جس کےگھروالے مسجدالحرام کے باشندے نہ ہوں ۔

مسجدالحرام : کے جوار میں رہنے والے

کیامسجد الحرام کے حاضرین (باشندے) جن کے لئے حج تمتع نہیں ہے ، تنہاوہ لوگ ہیں جوخودیاان کے گھروالے مسجدالحرام کے حدودمیں سکونت رکھتے ہیں ؟ باوجودیکہ مسجدالحرام سکونت کی جگہ نہیں ہے بلکہ زیا رت کی جگہ ہے اور اس کے بعدوہاں سے جاناہے ۔

یاسارے اہل مکہ مرادہیں جومسجدالحرام کے حوالے سے ۔تھوڑی سی توسیع کیساتھ حاضرمحسوب ہوتے ہیں ، نہ غائب؟ باوجودیکہ وسعت حضورمسجدالحرام کے محورمیں منحصرنہیں ہے ۔

یاحرم کے حدودمیں سارے رہنے والے کہ مراد ہیں کہ مکہ سے زیادہ وسیع ہے ؟ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے ۔

یاآخرکار۔جیساکہ چنداحادیث بھی گواہ ہیں ۔ یہاں پرحاضرمسافرکے مقابلہ میں ہے ، کہ طبعاً زمانہ نزول آیت کے حساب سے حاضرین مسجدالحرام تمام وہ لوگ ہیں جوخودیاان کے گھروالے مسجدالحرام سے چارفرسخ کے حدودمیں رہتے ہیں کہ دورترین شعاع حرم :مسجدالحرام سے چارفرسخ کو بھی شامل ہے ، اگرچہ طبعاً حرم کی دوسری شعاعوں کہ چارفرسخ سے کمترہیں ، زیادہ ہوگی ۔

ہرصورت میں سولہ فرسخ والی روایات عرفی یاشرعی معیاروں کے مطابق نہیں ہیں ، مگرنزدیک ترین میقات ہائے پنجگانہ کے ساتھ :قرن المنازل ،یلملم، عقیق کہ اسی قدرہے اور اس حساب سے جدہ والے حاضرین مسجدالحرام میں محسوب ہوتے ہیں اوران کاوظیفہ حج قران یاافرادہے ۔ جیساکہ بعض روایات میں "من کان منزلہ دون المواقیت" آیاہے۔

وہ شخص جس کاگھرمیقاتوں سے پہلے ہے چونکہ یہ دوسرے دومیقات سے نزدیک ترہیں ،وہ تمام لوگ جوان کے اورمسجدالحرام کے درمیان ہیں ان کاشمارحاضرین مسجدالحرام سے ہوتاہے ، جیساکہ بعض فقہاٴ ء نے فرمایاہے ۔لیکن یہ اندازشرعی اورعرفی لحاظ سے بہت بعیدہے کہ عرفاًکوئی سولہ فرسخ کے فاصلے سے مسجدالحرام والوں میں نہیں ہے ، حد حضور کے حساب سے سفرکے مقابلہ میں ناسازگارہے ، کیوں کہ سفراس زمانے میں دوسراآٹھ فرسخ اور اس کاچارفرسخ تھا۔

یہاں پرخودآیت "حاضری مسجدالحرام " کومعیارقراردینے سے چارفرسخ والی حدیثیں ۱٦فرسخ والی حدیثوں پرمقدم ہیں ، خصوصاً روایات کے اس گروہ کوچارضلع پرحمل کیاجاسکتا ہے کہ ١٦٤٤ فرسخ جیساکہ حریزکی حدیث بھی اس مطلب پرصریح ہے(۱) (۱)واخی،ج۲۔۲،ص٥۔

حریززرارہ سے اورزرارہ نے حضرت باقرعلیہ السلام ، آیت کے اس جملہ "ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجدالحرام۔" کے بارے میں فرمایا: اہل مکہ حج تمتع نہیں رکھتے ، اورجس کاخانوادہ ٤٨ میل سے کم فاصلہ پر ہے کہ ١٦ فرسخ ہے ، وہ بھی ایساہی ہے جیسے ذات عرق اورعسفان یہ آیت اس کو شامل ہے اورجس کاخانوادہ اس سے زیادہ دورہو، اس کوحج تمتع انجام دینا چاہیئے ۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ٤٨ میل کو مکہ کے چاروں طرف کی مساحت جاناہے کہ ہرسمت ۱۲میل یعنی چارفرسخ ہے ۔)

اورطبعاًحدیث "من کان منزلہ دون المواقیت" قابل قبول نہ ہوگی ۔

اب ہم ملاحظہ کریں کہ حاضرین مسجدالحرام جن کاوظیفہ حج قران یاافرادہے کیااس کے عوض حج انجام دے سکتے ہیں ؟

لفظ "لمن" سے :یہ حج تمتع ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھروالے حاضرین مسجدالحرام سے نہ ہوں ،نہ یہ کہ "علی من " ان پر ہے ۔ ایسالگتاہے کہ ان کی تکلیف غیرتمتع میں منحصرہے اورقدرمتقین حج واجب ہے جیساکہ احادیث نے بھی واجب میں منحصرکیاہے۔

لیکن دوسرے جومسجدالحرام سے دورہیں ، اوردوسرے لفظوں میں آیت کی رو سے خودیاان کے گھروالے مسجدالحرام میں ۔ اس کے چارفرسخ کے دائرے میں ۔ حج کے وقت ساکن نہ ہوں ،حج تمتع ان لوگوں کے لئے ہے، اورظاہراً۔احادیث سے قطع نظر۔ حج افرادبھی انجام دے سکتے ہیں لیکن ہماری احادیث نے افرادکوتنہاضرورت کی صورت میں ان پرجائزاورکبھی واجب جاناہے ۔ اورآیت بھی اس محدودیت کوتحمل کرتی ہے کہ " حج تمتع ان کے لئے ہے " لیکن وہ دونوں دوسرے حج بھی جوان کے لئے بھی ہیں ہرصورت میں ہے یاصرف ضرورت کی صورت میں ؟ یہ احادیث صرف صورت ضرورت کوجائزقراردیتی ہیں اور یہاں پرچندمسائل ہیں:

مسئلہ ۱۔

ظاہراًملکی جگہ کاملکی یاحتی کرایہ پرہونا اس حکم کی شرط نہیں ہے اورتنہایہ کہ کم سے کم نصف سال وہاں ساکن ہوں اور یہ کہ آیت میں اہل اورخانوادہ کی سکونت کاذکرہے ،خودصاحبان خانوادہ کی سکونت کے لحاظ سے ہے ، کہ اگرخانوادہ مکہ میں ساکن ہے اورخودکہیں اورساکن ہے توخودساکنین مکہ کے حکم سے باہرہے ، اوربرعکس اگرخانوادہ کہیں اورساکن ہے اورخودمکہ میں ساکن ہے تواہل مکہ کاحکم رکھتا ہے ۔

مسئلہ ۲۔

مکہ میں مجاورہوناپامتوطن اورساکن ہونا دوعلیحدہ عنوان ہیں کہ ان کے احکام بھی جداگانہ ہیں ، اورحج قران یاافرادمیں ظاہراًمجاورت شرط نہیں ہے صرف سکونت، البتہ مسافرکے عنوان سے نہیں بلکہ حاضرکے عنوان سے "حاضری مسجدالحرام" اس کے علاوہ کچھ نہیں ۔

مسئلہ ۳۔

اگر اس کے گھروالے حج کے وقت ساکنان مکہ سے نہیں ہیں ،چنانچہ خودبھی اس وقت ساکن نہیں ہے اس کاحج تمتع ہے اوراگرخوساکن ہے اورمجاورت کاعنوان نہیں ہے ، بلکہ بطورموقت اگرچہ چندماہ کے لئے وہاں ہے ، پھربھی تمتع ہے ، لیکن اگرخانوادہ نہیں رکھتایامکہ میں ساکن نہیں ہےتوصرف اپنے حج کے حوالے اس کاتمتع ہے کہ حج کے وقت دورتھایااصولاًساکنان مکہ کے سے محسوب نہیں ہے چونکہ حاضرین حرم سے نہیں ہے ۔

مسئلہ ٤۔

جومجاورت کے قصد سے ایک برس یا بیشتردوبرس۔ مکہ میں رہے ان دونوں حج کا حکم دوسرا ہے ، خواہ اس کے گھروالے بھی وہاں ساکن ہوں یانہ ہوں ؟ لیکن اگربقصد وطنیت رہے ،ابتداء ہی سے ا ن دونوں کاحکم اوردیگرہے ۔

مسئلہ ٥:اگردووطن ہیں ایک مکہ میں اوردوسرامکہ سے دوراوردونوں جگہ اس کاخانوادہ رہتاہے اورو ہ معمولاًدونونجگہ رہتابھی ہے تو اسے اس گھرکے حکم کی رعایت کر نی چاہیئے جہاں سال کازیادہ حصہ گذارتاہے ۔١(١۔ وافی ؛ج٢ ۔ ٢۔ص٧٥۔ زرارہ امام باقر سے : اگرایک خانوادہ عراق میں اورایک خانوادہ مکہ میں ہےتو یہ دیکھو کہ زیادہ کہاں رہتاہے جہاں زیادہ رہتاہووہاں کاحکم اس پرنافذہوگا، یہاں سے ظاہرہوتاہے کہ حکم کامعیار خوداس کاہونا ہی ہوتاہے اورآیت میں اہل کاذکر اس وجہ سے ہے کہ انسان طبیعتاً اپنی بیوی اوربچوں کے پاس زندگی گزارتاہے ۔)

خصوصاً وقت استطاعت اورموسم حج میں اورکلی طورپرکہاجاسکتا ہےکہ جب تک خانوادہ خوا ہ کم یازیادہ خواہ سال کے زیادہ ترحصہ میں یاکم ترحصے میں ، استطاعت اورحج کے وقت مکہ میں ہے ، چونکہ یہ نہیں کہاجاسکتاکہ اس کاخانوادہ مکہ میں ساکن نہیں تھا، اس کاوظیفہ حج تمتع نہیں ہے ۔

مسئلہ؛٦ ' جو لوگ استحبابی قران یاافراد انجا م دے سکتے ہیں ان کے لئےتمتع افضل ہے اورجولو گ نزدیک ہیں بہترہے کہ اگر استحبابی ہے تو حج تمتع انجام دیں ۔

مسئلہ ٧ : اگرکسی عذرکی وجہ سے عمرہ تمتع کوتمام نہ کرسکے ، اس کوحج افرادسے تبدیل کردے اوراضطراری عذر کامعیاریہ ہے کہ عمرہ جاری رکھنے کی صورت میں تمام مناسک حج کواختیاری طورپرعسرحرج کے بغیرانجام نہ دے سکے اورتنہاوقوف اضطراری عرفات ومشعر اس ضرورت کودفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ وقوف عرفات یامشعر کاتھوڑاساحصہ ہاتھ سے گنوانابھی حج افراد کی طرف انتقال کے لئے کافی ہے ۔

مسئلہ ٨: اگرجانتاہے کہ اس کے وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ عمرہ تمتع کرسکے ، اگرابھی شروع نہیں کیا اورملک حج میں ہے امسال حج قران یاافراد اورسال آئندہ حج تمتع انجام دے ، اور اگرعمرہ تمتع شروع کردیا ہے اور اس کی تکمیل میں سستی کی ہے تو بھی اسی طرح ہےیہاں تک کہ وقت تنگ ہوگیا، اورتنہااس صورت میں عمرہ تمتع حج افرادمیں تبدیل ہو سکتا ہے اورکافی ہے ، کہ یا آغازسے اسی کوشروع کرے ، کہ نہ جانتاہو کہ وقت کافی نہیں ہے یااس درمیان

کوئی عذرسامنے آجائے کہ عمرہ تمتع کوتمام نہ کرسکے ، مثلاً عورت نے کافی وقت میں عمرہ تمتع کرناشروع کیااوربرخلاف عادت یاموافق عادت حائض ہوگئی اس طرح سے پاک ہونے کے وقت اعمال حج میں مشغول ہو، یامردعمرہ تمتع شروع کرنے کے بعد اس طرح بیمارپڑگیاکہ خوداس کوتکمیل نہ کرسکا اورکوئی اس کونیابت کے لئے یامناسب نیابت نہ مل سکا، کہ اس طرح کے موارد میں عمرہ تمتع کوحج افراد سے تبدیل ہوناچاہیے اورکافی ہے ۔ اورضرورت کاعمومی قاعدہ جوحج افرادمیں تبدیل ہونے کوجائزاورکافی کرتاہے وہ عذرہے جوحدوداختیارسے باہرہو، خواہ اس کی پیدائش اورخواہ اس کابرطرف کرنا،کیوں کہ اگرعذرکی روک تھام یااس کابرطرف کرنا ممکن ہو اور نہ کرے عمرہ تمتع کوحج افرادسے تبدیل کرنااگرچہ جائزہے لیکن کافی نہیں ہے ۔

اگرچہ اضطرارکے بارے میں اطلاق روایات سے یہ پتہ چلتاہے کہ اگرمخالفت اوربرطرف کرنے کے قابل بھی ہووہی کافی ہے اور اس حوالے سے کافی نہ ہونے پرہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے اگرچہ جائے احتیاط ہے ۔

مسئلہ ۹: چونک نصف طواف ختم ہونے کے بعداس کامجموعہ تمام کے حکم میں ہے ،اگرعمرہ تمتع کے نصف طواف کے بعدعذرواضطرا ر پیش آجائے عمرہ تمام کرنے کے حکم میں ہے ، کہ اگر اس کاعذرمسجدالحرام میں رکنے سے مانع ہے تو مسجدسے فوراباہرجائے اورسعی وتقصیرانجام دے اوربقیہ پاک ہونے کے بعداورطبعاً۔ طواف حج سے پہلے انجام دے اور اس کاحج تمتع صحیح ہے اوراگرمردایسے عذرمیں مبتلاہوگیاکہ صحیح طورپربقیہ طواف کو انجام نہ د ے سکا، مثلاًبیہوش ہوگیا تو اس پر بقیہ طواف کے لئے کسی کو نائب بنانا واجب ہے ، اوراگربہبودی حاصل کرنے کے بعدخودبھی تکمیل کر سکتا ہے ، ورنہ بصورت امکان طواف حج سے پہلے تکمیل کرے اوراگروقوف عرفات کے وقت تک اس کاعذرباقی رہا توسعی کے لئے بھی نائب بنائے اور اس کاناخن یابال تھوڑاساتراش دے اور اس طرح سے اپنے حج تمتع کوکامل کرے ۔

مسئلہ ۱۰: ظاہراًعمرہ تمتع اور اس کے حج کے درمیان ایک عمرہ مفردہ خواہ اپنے لئے ہو خواہ کسی کی نیابت میں ہو ، انجام دے سکتا ہے ، خواہ اس کے احرام کے لئے مکہ خارج ہوخواہ مسجدتنعیم سے کہ مکہ کے آخرمیں ہے سے محرم ہو اور ہمارے پاس اس کے عدم جواز پرکو ئی قانع کرنے والی وا ضح دلیل نہیں ہے اگرچہ بعض فقہاء نے کہا ہےکہ جائزنہیں ہے ۔(۱)کہتے ہیں چونکہ عمرہ تمتع اورحج تمتع ایک عبادت ہے لھذا عمرہ مفردہ کا فاصلہ کہ خودمستقل ہے، اس کی وحدت کے

منافی ہے ، لیکن اس اعتبارسے دوسرے تمام واجب اورمستحب اعمال کے لئےبھی منافی ہوناچاہیے)۔

اگرچہ شائداس کے درمیان اسکا ترک کرنا بہترہو لیکن اس کے استحباب کے منافی بھی نہیں ہے لیکن اس کے واجب ہونے کی صورت میں ۔مثلاًحج میں نائب ہو اورحجۃ الاسلام بھی انجام نہیں دیا ہویا عمرہ مفردہ میں کوئی نیابت اس کے ذ مہ ہے اوردونوں موردمیں کوئی دوسرا اوقتبھی اس کے پاس نہیں ہے طبعاً اس طرح کے موارد میں واجب ہے اور اس ترک کی اولویت کے کوئی معنی نہیں ہیں ۔

مسئلہ ۱۱ : کیا عمرہ تمتع اور اس کے حج کے درمیان مکہ یاحرم سے خارج ہوناجائزہے۔

یہاں پربھی مختلف اقوال وروایات ہیں اورروایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی رعایت کے ساتھ حج ترک نہ ہو اورمکہ لوٹنے میں ایک ماہ کافاصلہ نہ ہو اور اسی کے ساتھ اس کاسفرکسی ضرورت یاحاجت کی وجہ سے ہو، اس کے پیش نظر مکہ سے باہرجانا، جس قدربھی ہوظاہراً نہ اشکال رکھتا ہے اور نہ ذہاب وایاب کے وقت محرم ہونا ضروری ہے۔

جوجملہ ان روایات میں مکرردکھائی دیتاہے : ان المتمتع مرتبط بالحج ۔ جوشخص حج تمتع انجام د یتا ہےوہ حج سے وابستہ اورمرتبط ہے ۔ وھومرتھن بالحج؛ وہ مرہون حج ہے ۔ ولانہ مرتبط بالحج حتی یقضیہ الاان یعلم انہ لایفوتہ الحج۔ وہ حج سے وابستہ ہے یہاں تک کہ انجام دے مگریہ کہ جانتاہو کہ مکہ سے باہرجانے میں اس کاحج ترک نہ ہوگا۔

دیکھتے ہیں کہ اس سفرسے روکنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ کہیں حج ترک نہ ہو جائے اور اس کے بعد۔جیساکہ روایات میں ہے ۔ یہ کہ عمرہ اورواپسی کے درمیان ایک ماہ سے زیادہ کافاصلہ نہ ہو، کہ اس صورت میں واجب ہے عمرہ تمتع کوپھرسے بجا لائے اورعمرہ اول کوعمرہ مفردہ شمارکرے ۔

اوربعض روایات صحیحہ میں طائف تک باہرجانے کی اجازت دی گئی ہے ۔ کہ گذشتہ حساب سے آنے اورجانے میں چاردن لگتے ہیں کہ آج کے وسائل سے کرہ زمین کاچکرلگایاجاسکتا ہے ، یہ خوداس بات پرروشن دلیل ہے کہ مکہ سے باہرجانا جائزہے ، یہاں تک کہ جس حدیث سے مکہ سے باہرنکلنے کے عدم جوازبراستدلال کیاجاتاہے اس نے بھی علت کی طرف اشارہ کیاہے کہ عمرہ تمتع انجام دینے والا حج میں گرفتار ہے ۔ ۱(معاویہ بن عمارکی روایت ہے کہ عمرہ تمتع اورمفردہ کے فرق

کے بارے میں حضرت صادق سے پوچھا۔ فرمایا: متمتع حج میں گرفتار ہے لیکن عمرہ مفردہ انجام دیتاہے اس کے بعدجہانچاہتاہے وہانجاتاہے ، جیسے کہ امام حسین نے ذی الحجة میں عمرہ کیااورترویہ کے روز عراق روانہ ہوئے ، جب کہ لوگ منی جارہے تھے اور ایسالگتاہے جوچیزمتمتع پرممنوع ہے بغیرواپسی کے جاناہے اوردرج ذیل خبربھی شاہدہے ۔(

اوردوسری حدیث میں بھی اسی کے مانندجملہ آیاہے فرماتے ہیں : اگرجانتاہے کہ حج ترک نہ ہوگااورجس ماہ میں گیاہے اسی میں واپس آئے گااحرام کے بغیرواپس ہوورنہ محرم ہو اورمکہ میں داخل ہو۔ ۲(۲۔ صدوق امام صادق سے روایت کرتے ہیں :اگرمتمتع مکہ سے باہرجاناچاہے شائستہ نہیں ہے ، کیوں کہ وہ حج میں گرفتار ہے یہاں تک کہ انجام دے ، مگریہ جانتاہو کہ اس کاحج ترک نہیں ہوگااورتھوڑے سے تامل سے دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں خبریں ایک دوسرے کی معارض لگتی ہیں اورتم اس جملہ میں "تم حج سے دو چار ہو"مشترک ہیں علاوہ اس کے کہ دوسری خبرنے واپسی کے علم کی صورت میں باہرجانے کی اجازت دی ہے اورپہلی خبرساکت اورخاموش ہے(

بنابراین اگرحج کے لئے اس کے وقت پرلوٹ سکتا ہےتو مکہ سے باہرجانا(چاہے جتنی دورہو اوردیرمیں لوٹے) منع نہیں ہے ، علاوہ اس کے کہ آنے اور جانے کافاصلہ(اوراحتیاطاًعمرہ تمتع اور اس کے لوٹنے کافاصلہ) ایک ماہ سے زیادہ ہو جائے تو واجب ہے کہ عمرہ تمتع کوپھرسے بجا لائے کہ اس کاگزشتہ عمرہ ، مفردہ محسوب ہوا ہے اورطواف النساء کی بھی ضرورت نہیں ہے ، ورنہ عمرہ بھی لازم نہیں ہے ، علاوہ اس کے کہ پہلی صورت میں اس کاسفرضروری ہو، لیکن دوسری صورت میں ضرورت بھی شرط نہیں ہے ، بلکہ ہرطرح کی حاجت میں اگرچہ غیرضروری اورفوت نہ ہو نے والی ہو توجائزہے کہ سفرکرے ، کیوں کہ شخص متمتع حج سے دوطرح کی وابستگی رکھتا ہے ۔ ۱۔ حج تمتع کاانجام دینا۔ ۲۔ اس کے عمرہ کامحفوظ رکھنا۔ پہلاارتباط دونوں صورتونمیں محفوظ ہے لیکن دوسراایک ماہ کے فاصلہ کی صورت میں ختم ہوجاتاہے اس وجہ سے اس کی شرط اس سفرکاضروری ہونا ہے ۔

مسئلہ ۱۲: اگرناجانتاہو کہ حج کے لئے واپس لوٹے گایانہیں ، ایساسفربالکل حرام ہے ، اورضرورت کی صورت میں اپنے حج کے لئے جاتے وقت مکہ سے محرم ہوتاکہ لوٹنے کے لئے مصمم ہو، اگرچہ ایک ماہ کے بعدلوٹےلیکن تجدیداحرام کے ساتھ اولین میقات سے عمرہ تمتع کی نیت کرے   اوراگرایک ماہ سے پہلے لوٹ آ ئےتو اسی طرح احرام حج میں باقی رہے یہاں تک کہ اسی کو انجام دے ۔

مسئلہ ۱۳ : اگرمعلوم ہو کہ حج کے لئے نہیں لوٹ سکتا، کسی صورت سے یہ سفرنہ احرام حج کیساتھ اور نہ احرام حج کے بغیرجائزنہیں ہے ،علاوہ اس کے کہ حج سے زیادہ اہم کوئی ضرورت پیش آجائے یہ خودعدم استطاعت کی نشانی ہے لیکن اس کے باوجوداگراپنے گمان کے برخلاف لوٹ آیا(احرام حج یا عمرہ مجددکے لحاظ سے) اپنے وظیفہ پرعمل کرے ۔

مسئلہ ١٤ : جن موارد میں احرام حج کے ساتھ مکہ سے باہرجارہاہے اگرایک ماہ کے فاصلہ سے لوٹے تو اولین میقات سے احرام کی تجدیدکر نا ضروری ہے، ورنہ وہی احرام کہ جس کامیقات مکہ ہے، کافی ہے ۔

مسئلہ ۱٥: اگروظیفہ کے برخلاف حج کے لئے مکہ سے محرم نہیں ہوااورباہرچلاگیا، فقط گنہگارہے اور اس کے اوپر کوئی چیزنہیں ہے ، تنہاواپسی کے وقت اگرفاصلہ ایک ماہ ہو تو اولین میقات سے محرم ہونا واجب ہے، ورنہ حج کے وقت خودمکہ سے حج کے لئے محرم ہو۔

مسئلہ ١٦ : جن کاکام ہی مکہ میں رفت وآمدکرناہے ، تمام فتاوی کے مطابق شرائط کے ساتھ ۔ عمرہ تمتع اور اس کے حج کے درمیان مسافرت کرسکتے ہی ،لیکن بہتریہ ہے کہ مکہ واردہونے کے آغازمیں عمرہ مفردہ انجام د ے ، تاکہ بالکل سے مکہ سے باہرمسا فرت کے لئے آزادہوں ، اوراگرکوئی مسا فرت پیش نہ آئے ، یہ عمرہ مفردہ جوحج کے مہینوں میں انجام پایاہے ،عمرہ مفردہ سے کفایت کرے گا۔

مسئلہ ١٧ : اگرنہ جانتاہو کہ ایک ماہ سے پہلے مکہ واپس آئے گایاایک ماہ کے بعد، احتیاطاًمکہ سے حالت احرام حج میں خارج ہو، اس کے بعداگرایک ماہ سے پہلے لوٹ آیاتوکوئی بات نہیں اوراگرایک ماہ کے بعدلوٹا؛جیساکہ عرض کیا۔ اولین میقات سے عمرہ تمتع کی نیت سے تجدید احرام کرے اورپہلی صورت میں عمرہ مفردہ کے ساتھ احرام سے خارج ہو۔

حرم :

حدوداوراحکام حرم کاجاننا مواقیت حرم کہ عمرہ مفردہ اورحج افرادکےلئے کبھی کبھی عمرہ تمتع کےلئے نز دیک ترین میقات ہے ، کی اطلاع کے لئے نیزحرم

میں داخل ہونے اور حرم سے نکلنے ، شکارکرنے اور حرم کی گھاس وغیرہ اکھاڑنے کے احکام جاننے اوربہت سارے دوسرے مسائل کے لئے بہت ضروری ہے ۔

"حرم" جومحترم مکان اورامن الہی کے معنی میں ہے وہ دوحصوں متن اورحاشیہ پرمشتمل ہے ۔ متن اور اس کااصل مرکزمسجدالحرام ، اور اس کی فرع اورحاشیہ مسجدالحرام کے اطراف چارفرسخ کی مساحت ہے جوتقریباً ۵۰۰/ کلومیٹر

مربع ہے البتہ اپنے گوناگو ں اضلاع کے ساتھ مسجدالحرام کے شمال کی جانب سے کہ مدینہ منورہ کی سمت ہے تقریباً٦کلومیٹرکہ مسجد تنعیم ہے ۔

مشرق کی جانب سے کہ بخد کی سمت سے تقریباًچودہ کلومیٹرمسجدجعرانہ ہے۔

جنوب کی جانب سے عرفات کے نزدیک تقریباً ۲۰/کلومیٹرمسجدنمرہ ہے ۔

مغرب کی جانب سے جدہ کی سمت تقریباً۲۵/ کلومیٹرمسجدحدیبیہ اورمسجدرضوان ہے ۔ البتہ حرم کی علامتیں اورنشانیاں راستہ کے دونوں طرف سفیدکھمبوں پر لگے بورڈکے ذریعہ مشخص ومعین ہیں اور یہ چاروں مسجدیں بھی تھوڑاساان سے دورہیں ، لیکن روایات کے مطابق بہترہے ان چاروں مسجدوں میں سے کسی ایک میں محرم ہو، اوران علامتوں اورنشانیوں کی پشت میں بھی محرم ہوسکتے ہو کہ اصل"اد نی الحل "وہی حرم کی نشانیاں ہیں ، لیکن احرام ان مساجدمیں بہترہے ۔

حرم کے کچھ مخصوص احکام ہیں جواس کودوسرے مقدس مقامات سے ممتازکرتےہیں :

۱۔ حرم میں شکارکرنااور اس کی گھاس اکھاڑناہرحال میں اورہرشخص پرحرام ہے ، مگروہ گھاس جوتمہارے گھرمیں اگی ہواس تفصیل کے ساتھ جومحرمات احرام کےباب میں ہے ۔

۲۔ ظاہراًخاک یاسنگ حرم کاباہرلے جاناجائزنہیں ہے ۔

۳۔ غیرمسلم کوکلی طورپرحرم میں داخل ہونے کاحق نہیں ہے اور واجب ہے اس کوداخل ہونے سے روکاجائے خصوصاًاگرکتابی نہ ہو۔

۴۔ حرم کے حدودمیں کافرکادفن کرناحرام ہے اوراگردفن ہو جائے تو قبرکھودکراس کی لاش کوحرم سے باہرلے جا نا واجب ہے ۔

۵۔ اگرحرم میں کوئی چیز مل جائےتواسے اٹھانے کاحق نہیں ہے یہاں تک کہ اس کامالک آئےاوراٹھائ لے ، مگریہ کہ تلف ہوجانے کاعلم یاخوف ہو اور اس کے مالک کے لئے حفاظت کی خاطراٹھاؤ کہ طبعاًجائزاورکبھی واجب ہے اورایک سال تک کسی ایسی مناسب جگہوں پر اس کا اعلان کرو کہاس سے سب با خبر ہو جایئں اوراگرباکل سے مایوس ہوجاؤیااس کے مالک کے لئےمحفوظ رکھوکہ شایداتفاقاًمل جائے ،یااس کی طر ف سے صدقہ دیدو لیکن اس میں خودحق تصرف نہیں رکھتے ہو، مگریہ کہ ضرورت کی صورت میں محتاجوں کے عنوان سے ایک حصہ لے لواوراگرکسی وقت اس کامالک مل گیا توضامن ہواس کو اس کے مالک کولوٹاؤ۔ اوربہتریہ ہے کہ اگرمسجدالحرام کے حدودمیں کوئی چیزپاؤ توحرم کے اشیاء گمشدہ آفس میں پہونچادو کہ طبعاًاس کامالک وہاں مراجعہ کرے گا۔ بلکہ اس صورت میں اگر احتمال د وکہ اس طرح سے اس کے مالک تک پہونچ جائے گی تو تمھیں اپنے پاس محفوظ رکھنے کاحق نہیں ہے ،تصرف کرناتودورکی بات ہے اوراگردوسری جگہ ہے توحرم کے باہرپولیس اسٹیشن میں دے دو۔

٦۔ یہاں پرحرم امن الہی ہےلھذا کسی کودوسرے پرتعرض کرنے کاحق نہیں ہے خصوصاً مسجدالحرام میں کہ وہاں زیادہ امن ہے اورقرآنی آیات بھی دوحصوں کے امن کے بارے میں واردہوئی ہیں : "ومن دخلہ کان آمناً"اورجو شخص اس گھر:مسجدالحرام۔ میں داخل ہومحفوظ ہے "ولم نمکن لھم حرماآمناً" اورکیاہم نے ان کے لئے حرم کو امن پناہ کا مرکزقرارنہیں دیا؟ کہ اگرحرم خصوصاًمسجدالحراممیں پناہ لینے والا عقوبت کے لائق کسی خ جرم کامرتکب ہوا ہے تو جب تک وہ حرم کی پناہ میں ہے کوئی اس سے حق تعرض نہیں رکھتا ہے ، صرف پانی اورکھانااس پرتنگ کریں تاکہ

خودناچارہوکرباہرآجائے ، مگراس صورت میں کہ اس کی جنایت حرم یازائرین کی جان ومال اورناموس سے متعلق ہو اور امن اجتماعی امن شخصی پرمقدم ہے لھذا ایسے مجرم کوکیفرکردارتک پہونچا نا واجب ہے اگرچہ حرم کے اندر ہی ہو اورتوائے مہمان خدا!جب تک کہ مکہ میں ہے ،خواہ محرم ہو کہ اوراچھاہے ۔ یاغیرمحرم بہت زیادہ دھیان رکھ کہ حرم اورصاحب حرم کی حرمت کے خلاف کوئی کام نہ کر و ، خدا کے بندے اورمیہمانوں سے متعرض نہ ہو۔

آگاہ ہو کہ حرم میں گناہ بہت زیادہ سخت ہے جس طرح کہ اس کاثواب بھی بہت زیادہ اورافضل وبرترہے۔

خلاصہ یہ کہ مکہ میں رہنااورٹھہرنااس بات کامستلزم ہے کہ بہت زیادہ دھیان رکھاجائے اوراحتیاط برتی جائے ۔ یہاں پربندگی اورانسانیت کی تمرین کامدرسہ ہے ۔ امن اوربے آزاری کی تمرین ہے ۔ دیکھو اگرمکہ میں امن نہیں رکھ سکتے ہوتو پھر مکہ میں نہ رہو،جتنی جلدی ہوسکے واجبات کو انجام دواور اس سےباہرچلے جاؤ۔

اوربہت زیادہ روایات میں آیاہےکہ "ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم"اس آیت میں الحاد تمام گناہوں کو شامل ہے اورایساہے بھی ، کیوں مکان اور اسی طرح زمان جتنازیادہ مقدس ہو اتنا ہی گناہ اورثواب بڑے سے بڑا ہو گا ،خصوصاًمسجدالحرام میں کہ بہت زیادہ دھیان رہے ، تمھاری فکر۔ آنکھ ،زبان، اوردست وپا سے بالکل کوئی خطاسرزدنہ ہو، تمہاراتمام ہم وغم ذکرخداہو اورتمام وجوداللہ کی طرف متوجہ رہے؛ کیوں کہ خانہ خدامیں ہو اورشائد یہی وجہ ہے کہ بعض روایات کی رو سے مکہ معظمہ میں اقامت مکروہ ہے کیوں کہ زیادہ ترلوگ حرم الٰہی کے سنگین فرائض ووظائف سے عہدہ برآ نہیں ہوتے مگروہ لوگ جودائم دھیان رکھتے ہیں ۔ حرم ان کےلے عادی نہ ہو، ان کا اس مثالی قبلہ الاسلام میں ٹھہرنااسلام کی خدمت اورلوگوں کی ہدایت کے لئے ہو، نہ تجارت کے لئے ، خدااس چیز کی تائیدفرماکہ اس طرح بنوں ، ورنہ توخودجان ، اگرمیرارہنااسلام کے لئے باعث

ضررہے توخوداسلام کوضرر پہونچنے سے پہلے اس کاعلاج کر اورآخرمیری موت کواپنی راہ میں شہادت قراردے ۔

۷۔ حرم میں احرام کے بغیرداخل ہوناسب پرحرام ہے مگران کے لئے جن کاشغل حرم میں رفت وآمدہے ، یایہ کہ بہت زیادہ ان کاآنااورجاناہے ، اور اسی طرح وہ افرادجوایک ماہ یااس سے زیادہ پہلے محرم ہوئے ہیں کہ ان پر اس فاصلہ کے بعد سے پھرسے محرم ہو نا لازم ہے مثلاً اگر ان کا آخری احرام عمرہ تمتع کے لئے تھااورایک ماہ گزرچکا ہے لهذا پھرسے عمرہ تمتع کے لئے محرم ہوں اورپہلے والاعمرہ احادیث کی رو سے عمرہ مفردہ شمارہوگااورطواف النساء بھی لازم نہیں ہے ۔

اوراگرپہلے والاعمرہ مفردہ کے لئے تھااوراب کہ دوبارہ مکہ معظم واپس آرہاہےتوعمرہ تمتع کاوقت ہے ، اس صورت میں تمتع کاوقت تنگ ہو تو عمرہ تمتع کے لئے محرم ہو نا واجب ہے، ورنہ عمرہ مفردہ اورعمرہ تمتع کے درمیان مخیرہے۔ اوراگرحج کے بعدہے عمرہ مفردہ کے سواکسی اورکی گنجائش نہیں ہے ۔

اورآخرکاربہت سی روایات یہاں پروار دہوئی ہیں کہ اگرپہلے والے احرام کے درمیان ۔ کسی بھی حج یا عمرہ کااحرام ہو۔ ایک ماہ یااس سے زیادہ کافاصلہ واجب ہے دوبارہ محرم ہو اور اس مسئلہ کی تفصیل عمرہ تمتع اور اس کے حج کے درمیان مکہ سے باہرجانے میں آئے گی ۔

اوراگرکچھ وجوہات کہ ان میں سے ایک حرم میں داخل ہوناہے کی وجہ سےاحرام اس پرواجب ہو جائےلیکن کسی عذرکی وجہ سے عمرہ مفردہ کے تمام اعمال بجانہ لاسکے ، عذر کی بر طرفی سے ناامیدہونے کی صورت میں جس کے لئے معذور ہے، کسی کو نائب بنانا واجب ہے ،لیکن اگر محرم ہونا اس کے لئے واجب نہ ہواور جانتا ہو کہ کسی رکن کے لئے معذورہوجائےگا تویہ احرام جائے اشکال ہے اوراگر محرم ہوگیا تو گذشتہ نقصان کی موجودہ احرام کے اعمال سے پہلے اس کی تلاش کرے اس کے بعداس احرام کے اعمال کو انجام دے ۔

۸ ۔ مسلمانوں پرلازم ہے کہ حرم کی ہرچیزکوہرجگہ پرترجیح دیں ،کیوں کہ خودجیسے کہ خدانے چاہاہے اسلام حقیقی کانمونہ اور اس کی نمائشگاہ ہو اور اس خداساختہ ملک میں اسلام کےزندگی بخش اورروح پرورزندگی کے چہرے کوبخوبی نمایاں کریں۔

پیغمبرگرامی اسلام کے فرمان سے کہ "مسجدالحرام میں ایک رکعت فرادی نمازدوسری جگہوں میں دس لاکھ رکعت کی طرح ہے "ایسالگتاہے کہ اس مقدس مکان کی فضیلت دنیاکے تمام مکانوں سے دس لاکھ کے برابرہے ۔

۹۔ حرم میں آشکاراہتھیارلیکرواردہوناحرام ہے کیوں کہ یہ خودامن وامان کو غارت میں ملانا اورلوگوں کوڈراناہے مگرضرورت کی صورت میں کہ حرم کے امن وامان کی خاطراپنے ہمراہ اسلحہ رکھے ہو۔

۱۰ ۔ کعبہ سے زیادہ بلندعمارت تعمیرنہ کریں ؛چونکہ سارے لوگ خداکے بندے ہیں ان کے گھروں کو بھی بیت اللہ سے بلندنہیں ہوناچاہیے ۔

یہ حدودالہی کے بعض امتیازات ہیں اور شائستہ ہے کہ درجہ اول کے علماء ومومنین اس یگانہ اوربے نظیرقبلہ اسلام سے غفلت نہ کریں اور اسلام کے واحدمرکزنشرکوایک گروہ میں منحصر نہ کریں ، بلکہ دائمی اقامت یازیادہ رفت وآمدکے ذریعے اس اسلامی کانفرس کورونق بخشیں کہ یہ نمونہ ،اسلامی مرکز کےزائرین اورساکنین بیت اللہ کے لحاظ سے بھی نمونہ ہو، تاکہ اس کےذریعہ پوری دنیامیں اسلام کی فکرعام ہو۔

اسلام کے عظیم ترین مرکزسے غفلت ناقابل معافی گناہ ہے اور"فتح مبین " رسو ل اللہ کوپائمال کرناواجب اور اسلام کے اصلی مرکزکوہاتھ سے گنواناہے جہاں لاکھوں مسلمان آپس میں ہمیشہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔

مناسک حج تمتع: یہاں سے عمرہ تمتع اور اس کےحج کےدرمیان مفصل طورپراوریکجا مشترک واجبات اورمحرمات اور اس کے بعد حج تمتع سے مخصوص احکام اور مسائل عمرہ تمتع کے بعدبیان ہو گے۔

احرام:

حج وعمرہ کی تمام قسموں میں جوواجبات ہیں ان میں سے پہلاواجب احرام ہے ،جیسے نمازمیں تکبیرۃ الاحرام، حرام کرنے کےمعنی میں ،کہ حج وعمرہ اورنمازسے پہلے جوبعض چیزیں حلال تھیں ا س کے بعد حرام ہو جاتی ہیں اورجوحرام تھیں اورشد مدکے ساتھ حرام تھیں ، احرام نماز، "اللہ اکبر"ہےاوراحرام حج وعمرہ"لبیک ---"آیت" الحج اشھرمعلومات فمن فرض فیھن الحج فلارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج "(۲۔۱۹۷) نے فرض کے جملہ سے احرام حج وعمرہ کی نیابت کی طرف ن لطیف اشارہ کیاہے کہ جوبھی حج کے ان تین مہینوں میں کہ حج وعمرہ دونوں ہیں۔ اس کوخودپرقطعی کرے کہ محرم ہو، کہ احرام سے۔ حج خواہ واجب کہ معلوم ہے مستحب سبے واجب ہوجاتے ہیں۔

اس کے بعدتین فولادی حصاراوربندکے ذریعہ" لارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج" جیسے کہ مشوق جوہمشیہ حرام ترکرتاہے،نیزدررفث وجدال حرام کو۔اوران حلال چیزوں کوکہ ہم جنسی امور"رفث" اوردائمی نزاعات (جدال) ہیں حرام کیاہے کہ محرمات احرام کی فصل میں اپنے اسراراورادلہ کے ساتھ بیان ہوں گے ۔

اور یہاں "احرام" حرام کرنے کے معنی میں ہے یہاںپرمحرمات عملی قشری میں منحصرنہیں ہے، بلکہ محرامات معرفتی ۔اخلاقی، ---غلط شناخت، نابجااورخودسے دوردلبستگی جوشریعت معرفت میں اہم ہے ،یہاں بھی حالت احرام میں حرام ہے کیوں کہ ترک محرمات بدنی وقشری ترک محرمات ا لبی ومعنوی کے لئے وسیلہ ورزمزہے اوردنوں احرام شرط ہیں ، اورمحرمات ظاہری وباطنی دونوں محرم پرحرام ہیں ۔

اب محرما ت باطنی کابیان: حضرت صادق ؑسے ایک روایت میں ہےکہ اپنے احرام کے لئے : خالص اوربے شائبہ آب توبہ سے غسل کروکہ تمہارے گناہ دھل جائیں ، سچائی اورسچوں کالباس زیب تن کروکہ صفا، دل وجان کےلئے پوشش ہے یعنی خضوع ظاہری اًورخشوع باطن کے لئے ایک پوشش ہے ۔

اورہروہ چیزاورہروہ شخص جوتم کویادخداسے بازرکھتا اوراپنی طرف جذب کرتاہے ، اس سے محروم ہوجاؤیعنی اس کواپنے اوپرحرام کرلو، اورجوچیزتم کواطاعت خداسے روکتی ہے اس سے روگردانی اختیارکرو۔

اورلبیک کہوجوپاک وبے شائبہ الٰہی میہمانی کی اجابت کے معنی میں ہے ، تم کودعوت دی جاتی ہے کہ ایسے ہی پاک وخالص اوربے شائبہ ہوجاؤ ۔ اورمحکم ترین دستاویزسے تمسک اختیارکرو۔

احرام کہ اولین مناسک حج وعمرہ ہے "سفر الی اللہ"کی جانب پہلااساسی قدم ہے اور اس وسیلہ کے بغیرسالکین راہ خداکی گروہ میں داخلہ غیرممکن ہے اور حاجی یامعتمرہوناناممکن ہے ۔

احرام :

خدا ،راہ خداکو طے کرنے اوررضائے خدا کے علاوہ ہرچیزکو خود پر حرام کرنا ہے اور اس راہ میں انانیت ، خود غرضی، خودپسندی اورہرطرح کی خودی کے دائرے سے باہرآؤ اورخودکو بھی خودپرحرام کرلو، خودسے اورخودی سے گم ہوجاؤتاکہ ظاہر ہو، کم ہوتاکہ زیادہ ہو سکو۔

اس وقت کہ میقات میں ، شخصیات کے قبرستان میں ہو، انا نیت سے نجات چاہتے ہو اورخودی سےخدااورخدائی کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادگی کی جگہ پرہو، خانہ خداکی طرف ، اپنے لباس سے آزاد ہوتاکہ خودساختگی اور اپنی خودی کوگم کرو، تمام وابستگیوں کوگم کرو۔اپنے کوخدا کے لئے آمادہ کرنے کی تیاری کرو،

تم ہی تم ہو، یہ تمہاراالباس ہے جس میں خودکوگم کررکھاہے ، اس میں ، انسان وحیوان میں اورگیاہ میں خودکوگم کررکھاہے اوران کااضافہ کیاہے ، اورخودکوان چیزوں کے درمیان گم کررکھاہے ،اپنی روح اورعقل میں کمی کر کے اپنے تن میں اس کااضافہ کیاہے اور اس پرفریب اور مشتبہ زندگی سے باہرآؤ ،یقینی موت کا لباس اختیارکرواور اس کفن کی زبان حال سےکہو:جوکچھ میں تھا۔خودمیں نے بنایایادوسروں نے ۔ اس سے مرچکاہوں ،تاکہ حق کی سازندگی سے زندہ ہوں ، خودکوخداساختگی کے لئے آمادہ کرو،کیوں کہ آغازسے بھی اپنے تن ،اپنی فطرت اوراپنی فکرمیں خداساختہ تھے، اس لباس اور اس پرفریب زندگی نے تمہارے خداساختہ روشن چہرے کوچھپادیا ہے ، اب تم پہلے کی طرح ہوجاؤتاکہ تمہاری خداساختگی کی بنیاد شائشتگی کے ساتھ فراہم ہو، ائے خودمیں ظاھروآشکار،خودسے گم اورغافل ہوجا ، یہاں میقات ہے ، میقات میں ایک تنکاہوجاؤ یعنی اپنی ہستی مٹاد ےاوراپنے کوکچھ نہ سمجھ کیوں کہ یہ آمادہ ہونے کی جگہ ہے ، یہ زمان وم مکان تمہاری آمادگی ہے ۔

خودکوپھرسے دیکھواورملاقات کے لئےآمادہ ہوجاؤ، یہاں میقات ہے نہ میعاد، تم اس وقت میقات میں ایک تنکاہو نہ کہ میعادمیں کچھ ہو، تنکاہوجاؤتاکہ کچھ ہوجاؤ، تمہاراالباس تمہاری زینت اورپہچان کے لئے تھا، صاحب میقات تم کوبے لباس پہچانتاہے، اوربہترپہچانتاہے ، جب تک خودسے اورخودی سے گم نہ ہوگے ، اغیارسے گم نہ ہوگے تم کونہ پہچانے گا،تم کوکوئی اہمیت نہ دے گا۔

جتناجھوٹ اورفریب تمہارے اندرہے ، تمہاری عقل وروح ودل میں ہے ، سب کومیقات میں پس پشت ڈال دو، دفن کردو اورہلکے ہوکرمقصد کی طرف کوچ کرو۔

زندہ افراد تین یا اس سے زیادہ لباس پہنتے ہیں ، مرد ے صرف تین لباس، لیکن تم اس وقت صرف دولباس پہنے ہوئے ہووہ بھی بغیرسلے ہوئے ، نہ زندوں میں ہو نہ ہی اس طرح کے مردوں میں کیوں کہ تمہاری موت مضوعی ، مصلحتی اورتربیتی ہے ، اورموقف احرام بھی خودساختہ زندگی کی قبرہے اوراب ساختہ زندگی جئو۔

میقات میں مرجاؤاور اس موت سےزندہ ہوجاؤ، مردہ ہوکفن پہنولیکن متحرک ،حق کی جانب متحرک، خدا کے گھرکی جانب ، مرنے سے پہلے مرجاؤ، "موتواقبل ان تموتوا"

یہاں پرسارے قبیلے ایک قبیلے ہیں ،کہ قبلہ میں اورایک قبلہ کی طرف ہیں، فردی کثرتیں وحدت میں بدل چکی ہیں ، انسان ،حاجی : خدا کے گھرکاقصدکرنے والے چنانچہ زندگی کی وحدتیں بھی کثرت میں تبدیل ہوچکی ہیں : تنہائی ،تنہازیستی، تن خواھی ،حاجیوں کی بھیڑ میں گم ہوکررہ گئی ہے ،کیوں کہ خدا کےگھرکی طرف روانہ ہیں نہ خانہ ہوا وہوس اوراپنے گھرکی طرف !

احرام میں بہت سارے کم اورکم ایک اورایک بھی معدوم ہوکررہ جاتاہے اورالہی دعوت نامہ کے علاوہ ہرطرح کے شناسنا مہ ، گواھی نا مہ اورپاسپورٹ سے خالی ہاتھ خانہ خداکی طرف روانہ ہیں ۔

محرم ہوتاکہ محرم ہو سکو ، پہلااحرام باطنی اور اس کے بعدظاہری تاکہ باطن ظاہرسے نمایاں ہو اوراحرام کی راہ میں دوقدم آگے بڑھاؤ اورباطن سے غیرخدااورخدائی سے صدق نیت کے ساتھ خودکوخالی کرناہے اورظاہرمیں بھی قدم آگے بڑھاناہے کہ ہرقدم میں دوقدم آگے بڑھو،اندرسے دگرگون اورباہرسے جابجاہونا،اورایک جملہ میں خود اورخودی سے گم ہونا، ان دوقدمونمیں دو قسم کی قیدہے اوردوطرح کی اسارت ہے کہ آزادی گذشتہ بے بندوباری کی تلافی کرے کہ اس وقت کچھ حلال چیزیں بھی تم پرحرام ہیں اورمحرمات کچھ زیادہ ہی شدت کے ساتھ حرام ہیں ، تاکہ تقوی کی طاقتور روح پیداہو، اورمحرمات سے بہترطریقے سے خودکوبچاسکو۔

احرام تم کوبے لباس اورعریان کرتاہے اوراندرسے لباس تقوی سے اورباہرسے دوسفیدکپڑوں سے تم کوپوشیدہ اورآراستہ کرتاہے ،تم کوپہلے قدم میں خودتم سے دورکرتاہے اوردوسرے قدم میں خداسے نزدیک کرتاہے کہ جب تک خودکوخودسے

علیحدہ اورجدانہ کروگے خداکاقرب حاصل نہ کرسکوگے اور یہ محرمات احرام تم کو اندرونی چھوٹی چھوٹی یادوں سے دورکرتے ہیں اورسچی یادوں سے قریب ترکرتے ہیں ۔

میقات میں نمازاحرام بھی پڑھو،شائدتمہاری آئندہ کی نمازوں کی بنیادقرارپائے ، کیوں کہ تمہاری پہلےکی نمازیں ہیچ ہیں اوربعدوالی نمازیں نمازہیں کیوں کہ تم محرم ہونے کے بعدمحرم ہو، دوسروں کوگم کر کے اس کوپایاہے ،لہذایہ نمازتجربہ بھی ہے اورترجمہ بھی ہے اورتمہاری اس کے بعدوالی نمازوں کے لئے پیغام ہے ،ہرقیام وقعود، ہررکوع وسجود جدیدپیغام وپہچان ہے کہ اس کےبعدمیں خود، میرے سارے کام غرض سب کچھ صرف تیرا ہےاور بس۔ اشار ے اوربرکتوں سے پرحرکات ہیں ۔

اوراحرام خودایسامدرسہ ہے جس کی بنیادچارمثبت ستونوں اور۲۴/منفی ستونوں یعنی محرمات احرام پر قائم ہے : میقات، لباس احرام، نیت، لبیک، چنانچہ مدرسہ احرام ۲۸/کلاسوں پرمشتمل ہے کہ ہرایک کے لئے فقہ اسرار اورفقہ احکام میں کچھ نکات وشرائط ہیں ۔

میقات:

مرکزاورمحل احرام ۔ حج یا عمرہ کامعین وقت ، کہ اسم زمان ومکان اورزمان و مکان احرام دونوں کو شامل ہے ۔

میقات وہ جگہ ہے جواحرام حج وعمرہ کے لئے مخصوص ہے کہ لازم ہے مخصوص جگہوں پرانجام پائے اور اس کازمانہ ان دونوں کے تمام مناسک کو شامل ہے ، یابہترہے کہ حج وعمرہ کے مناسک دوطرح کے میقات پرمشتمل ہیں : دونوں مخصوص زمان و مکان میں انجام پاتے ہیں ۔

اورمیقات احرام جو مکان ومحل احرام ہے ، وقت کے لحاظ سے بھی ۔ جیساکہ احرام حج اورعمرہ تمتع میں ۔ میقات زمان بھی ہے ، مگراحرام عمرہ مفردہ میں کہ اس کاکوئی معین وقت نہیں ہے ۔

قرآن نے تنہامیقات زمان کاذکرکیاہے کہ طبعاًاس کا آ غاز میقات احرام ہے : "یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج " ہلال ہائے ماہ لوگوں اورحج کے لئے معین اوقات ہیں: احرام اورعمرہ تمتع اور اس کے حج کے تمام اعمال کاوقت اورحج قران اور افرادکاوقت بھی ، لیکن عمرہ مفردہ کاکوئی مخصوص وقت نہیں ہے بعیدبھی نہیں ہے کہ میقات ،یکجامیقات زمانی اورمکانی دونوں پردلالت کرے کہ میقات زمانی وقت جواصل مادہ مفعال ہے اورمیقات مکانی خودمفعال سے۔

احرام کامیقات مکانی :

تمام احادیث باب میقات سے یہ اندازہ ہوتاہے کہ سارے مواقیت احرام دس ہیں : یعنی جن جگہوں سے احرام باندھاجاسکتا ہے وہ دس ہیں۔

۱۔ مکہ مکرم ۲۔ مسجدشجرہ ۳ ۔ مسجدقرن المنازل ۴۔ مسجدجحفہ ۵۔ یلملم ٦۔ وادی عقیق ۷۔ ان آخری پانچ جگہوں میں محاذات میقات ۸۔ وہ جگہ جہاں میقات سے پہلے احرام کے لئے نذر کریں ۹ ۔ خودمحرم کاگھر ۱۰ ۔ اد نی الحل کہ : مسجد تنعیم ۔حدیبیہ ۔ جعرانہ اورمسجدنمرۃ اس کی بہترین جگہیں ہیں ۔

یہ احرام کے مکان مواقیت ہیں جس کی شرح ہم بعدمیں کریں گے ۔

اوراحرام کے زمانی مواقیت: ۱۔ حج کے تین مہینے :شوال۔ ذی قعدہ۔ اورظہرروزعرفہ کے پہلے تک اس مقدارمیں کہ تمام اعمال عمرہ تمتع کو انجام دے سکے اورعرفہ کاجووقت اختیاری ہے اس وقت تک پہونچ جائے ، ۲۔ عمرہ تمتع انجام دینے کے بعدجب تک کہ مکہ سے حج تمتع کے لئے محرم ہوسکے اورخودکووقوف اختیاری عرفات میں پہونچاسکے ۔

۱مکہ مکرمہ

حج تمتع کے لئے میقات ہے وہ شخص جس کاگھرمکہ میں ہے یا وقتی طور پر مجاورت یاوطن کے عنوان سے مکہ میں ہے ۔ یعنی داخل حرم ۔ حج تمتع کے علاوہ ۔ عمرہ تمتع مفردہ اورحج قران وافرادکے لئے بھی اپنے گھر سے محرم ہوسکتا ہے ، لیکن اپنے عمرہ تمتع کےلئے مستحب موکدیااحتیاط ہے کہ حرم کے باہرسے محرم ہو اور یہ ساری باتیں اس وقت ہیں کہ اس وقت حرم کے اندرہو ؛کیوں کہ اگرحرم کے باہرہوچنانچہ میقات پنجگانہ میں سے کسی ایک سے پہلے ہے اسی میقات سے ورنہ حرم کے باہرسے محرم ہو۔

مکہ مکرمہ اس حالت اختیاری کے علاوہ حالت اضطراری میں بھی میقات ہے ، البتہ ان لوگوں کے لئے جوغیرحج تمتع میں تمام اصلی پنجگانہ میقاتوں اورفرعی: ادنی الحل سے معذورہیں ، لیکن واجب ہے حتی الامکان مسجدالحرام سے جتنی دورسے ممکن ہو،محرم ہوں ۔

بنابراین مکہ مکرمہ صرف میقات حج تمتع   اورمیقات اہل مکہ ہے خواہ مقیم ہوں یامجاورہوں اس صورت میں فی الوقت وہیں ہوں کہ عمرہ مفردہ اور حج قران وافرادکے لئے ۔نیزعمرہ تمتع کے لئے ۔اپنے گھروں سے محرم ہوسکتے ہیں ،اگرچہ بالخصوص عمرہ تمتع میں احتیاط شدید اد نی الحل سے احرام باندھناہے ۔

اورادنی الحل ان تمام لوگوں کے لئے میقات ہے جو حرم کے باہرسے حج تمتع کے علاوہ کے لئے عازم مکہ ہوئے ہوں ، خواہ ان کاگھرادنی الحل کے بعدہویااس کے پہلے ہو، شرط یہ ہے کہ اصلی میقات سے یاحداکثر اس کےبارہ کلومیٹر کےبرابرسے نہ گذریں اوران لوگوں کاگھرحرم اورکسی ایک میقات کے درمیان ہے ، احتیا طا اپنے گھروں سے محرم ہونے کے بعدادنی الحل میں بھی تجدید احرام کریں ، جن لوگوں کاگھرداخل حرم ہے ان کے لئے بھی احتیاط موکد ادنی الحل سے محرم ہو نا ہے ،اگرچہ ان کے گھروں سے بھی چنداحادیث کے مطابق کافی ہے ۔

لیکن پانچ اصلی میقات ، ان تمام لوگوں کے لئے ہیں جویاان میقاتوں کے باشندے ہیں یاان سے عبورکرتے ہیں یاان میں سے کسی ایک سے بارہ کلومیٹر کی محاذات سے گذرتے ہیں البتہ غیرحج تمتع میں اور یہ تمام مواقیت پنجگانہ میں ایک عمومی قاعدہ ہے ۔

۲۔ مسجدشجرہ

سب سے زیادہ مقدس وبرتر میقات ہے ، اہل مدینہ او ران لوگوں کامیقات ہے جومدینہ سے عبورکرتے ہیں ،یامسجدشجرہ کے دوفرسخ محاذی سے اورمیقاتوں سے زیادہ دورہے ۔مدینہ سے تقریباًساتھ کلومیٹر۔ اوربعیدنہیں ہے کہ یہ صحیح حدیث مسجدہ شجرہ کے بارے میں خودمیقات کے حکم میں ہو اوردوسرے میقاتوں میں بھی ایساہی ہو،لیکن اس مقدارسے زیادہ کسی بھی میقات ۔حتی مسجدشجرہ میں میقات کاحکم نہیں رکھتی ہے ، یہاں پرچندمسائل ہیں :

مسئلہ ۱۔

چنداحادیث کی رو شنی میں بہتریہ ہے کہ مسجدشجرہ کے اندرسے محرم ہوں اور اگر مسجدکے باہرسے یااس کے بارہ کلومیٹرکے برابرسے محرم ہوں تو کافی ہے۔

مسئلہ ۲۔

اس وقت مسجدشجرہ خودراستے میں نہیں ہے اسی راستےمیں مسجدکے برابر سےمحرم ہو نا جائزہے ، واجب نہیں ہے کہ راستے کوکج کر کے مسجدکے اندریااس کے نزدیک سے محرم ہوں ۔

مسئلہ ۳۔ حیض ونفاس اورجنابت کی حالت میں مسجدشجرہ یاکسی بھی مسجدکے اندراحرام باندھناجائزنہیں ہے ،مگریہ کہ عبورکی حالت میں ہو اس طرح سےکہ ایک

درسے داخل ہواوردوسرے درسے خارج ہوں ، لیکن مسجدشجرہ عبورکے لئے دخول اورخروج کادروازہ نہیں ہے ۔

مسئلہ۴۔

مسجدشجرہ سے ۔ یاحداکثراس کے برابرکے بارہ کلومیٹرکے سامنے سے ۔ عبورکرنے والا کا بصورت امکان اسی جائے عبورسے محرم ہو نا واجب ہے اوراگرنہ ہوسکے توبعدوالے میقات یااس کے محاذی سے : اس کے دوفرسخ کے برابرسے ۔ اوراگرمسجدشجرہ کےبعدچاردوسرے میقاتونمیں سے کسی ایک سے اس طرح سا منانہ ہو یاعبورنہیں کرتا تو پھردوفرسخ سے زیادہ کے برابرسے بھی احرام کافی نہیں ہے ، اورخودان میقاتوں یاان کے محاذی جانے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے ،طبعاً حرم کے باہر ادنی الحل سے محرم ہونا کافی ہے۔

۳۔ وادی عقیق

وادی عقیق تقریباًمکہ سے ۱۰۰/کلومیٹردورہے اور وہ وہاں کے رہنے والوں یااس سے عبورکرنے والوں یا دوفرسخ کے فاصلہ سے سامنے سے گزرنے والوں کامیقات ہے اوربالترتیب تین حصوں ؛مسلخ ، غمرہ اورذات عرق میں تقسیم ہوتاہے۔

۴۔ جحفہ

جحفہ کی بھی یہی روش ہے اورتقریباًمکہ سے ۲۲۰ /کلومیٹر کے فاصلے پرواقع ہے اورچونکہ کوئی مسافروہا ں سے نہیں گذرتا،بلکہ دورافتادہ کھائی ہے اورراستے سے اس کافاصلہ دوفرسخ سے زیادہ ہے ، موجودہ حالت میں کسی پر بھی واجب نہیں ہے کہ وہاں سے یادوفرسخ کے محاذی سے محرم ہو، خاص طورپر کبھی بھی گم ہونے یادوسری چیزوں کاخطرہ بھی ہے ۔

۵۔ قرن المنازل

قرن المنازل طائف میں مکہ سے تقریباً ۹۴/کلو میٹردورہے اور یہ ان لوگوں کے لئے میقات ہے جوطائف کے راستے سے مکہ جاتے ہیں ، لیکن واجب نہیں ہے اس مقصد سے طائف کے راستے سے کہ زیادہ دوربھی ہے اورکبھی کبھارمشکلات کابھی سامناہوتاہے سے مکہ جائیں ۔

٦۔ یلملم

اس کابھی فاصلہ قرن المنازل کی طرح ہے ، پس مذکورہ بالاپانچ میقاتوں کابالترتیب مکہ سے فاصلہ اسی طرح ہے : مسجدشجرہ؛ ۴۸۰ کیلومیٹر، جحفہ؛ ۲۲۰ کلومٹیر، وادی عقیق؛ ۱۰۰کلومٹیر، قرن المنازل اوریلملم ؛۹۴ کلومیٹر،اور یہاں پرچندمسائل ہیں:

مسئلہ ۱۔

جولوگ حج تمتع کے علاوہ راہ حج یا عمرہ میں ان پانچوں میقاتوں سے گزرتے ہیں تو ان کا اولین میقات سے محرم ہو نا واجب ہے ،مثلاًجولوگ مدینہ سے طائف کے راستے سے مکہ جاتے ہیں تو واجب ہے کے وہ مسجدشجرہ سے محرم ہوں ، نہ قرن المنازل طائف سے ،مگریہ کہ ان کاراستے طائف سے نہ ہویااس راہ سے مکہ نہ جاناچاہتے ہوں کہ چونکہ دوسرے اصلی میقات سےعبورنہیں کریں گے ، بیرون حرم ادنی الحل سے احرام باندھناکافی ہے اورلازم نہیں ہے جحفہ کے راستے سے محرم ہوں کیوں کہ اس راہ میں نہ اس سے گزرتے ہیں اور نہ راستے سے حجفہ تک شرط محاذات ۔ دوفرسخ یااس سے کم۔حاصل ہے ۔

مسئلہ ۲ ۔

اس صورت میں کہ جب عذرکے بغیرمیقات اول سےعبورکرےاورمحرم نہ ہو اوربعدوالے میقات سے ۔مثلاًمسجدشجرہ کے قرن المنازل سے ۔ محرم ہواگرچہ ترک واجب کیاہے اوراحتیاط واجب ہے کہ بصورت امکان واپس آکر اسی میقات سےمحرم

ہو،لیکن اگرعذرکے بغیربھی بعدوالے میقات سےمحرم ہوتو بھی بظاہراُس کااحرام صحیح ہے ، مگریہ کہ بعدوالامیقات ادنی الحل ہو، کہ ظاہراًحتی الامکان پہلے والے میقات واپس آئے ورنہ اس صورت میں اس کااحرام ادنی الحل سے درست نہیں ہے ، کیوں کہ روایات کے مطابق یہ پانچ میقات ان لوگوں سے مخصوص ہیں جووہاں سے یاان کے دوفرسخ کے برابرسے عبورکریں ، کہ نتیجے میں ادنی الحل ان کامیقات نہیں ہے ۔

مسئلہ ۳۔

اگرمیقات سےگزرتے وقت زیارت بیت اللہ کاارادہ نہیں رکھتاتھا تو فی الوقت عازم مکہ نہیں ہے اوربعدوالے میقات میں یا آخری میقات میں یاادنی الحل میں ارادہ کرلیا اور یہیں سے محرم ہو جائے توکافی ہے ، کیوں کہ میقات سے عبورصرف اس شرط سے اس میقات سے احرام باندھنے کوحتمی کرتاہے کہ خانہ خداکی زیارت کاقصدرکھتا ہو۔

مسئلہ ۴۔

جن کاراستہ ان پانچ میقاتوں میں سے کسی ایک سے بھی گزرکرمکہ کی طرف نہیں جاتا، مثلاًوہ افرادجوہوائی جہازسے سیدھے جدہ ایئر پورٹ پراترتے ہیں تو ان پر واجب نہیں کہ جدہ سے ان میں سے کسی ایک میقات پرجائیں اورمحرم ہوں ، کیوں کہ احادیث کی رو سے یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہیں جووہاں سے یازیادہ سے زیادہ دوفرسخ کے برابرسے عبورکریں ، کہ اگرنہ جا سکیں یاوہاں سے عبورنہ کرناچاہیں تو ان کامیقات حرم کے باہر:ادنی الحل ہے ۔

جدہ سے محرم ہونے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے کیوں کہ نہ میقات ہے نہ میقات کے دوفرسخ برابرہے ، مگرنذرکے سبب کہ اس پر بھی کوئی واضح دلیل نہیں ہے ؛کیوں کہ صحیحہ حلبی میں اتنی توانائی نہیں ہے کہ وہ نذرکے مسلم قا نون کوتخصیص دے سکے ، کیوں کہ ضروری ہے کہ موردنذربرتری رکھتا ہویاکم سے کم

جائزہو اورمیقات سے پہلے احرام باندھنامیقات سےبعداحرام باندھنے کی طرح حرام اوربدعت ہے ،لہذاموردنذرکیوں کر قرارپاسکتا ہے ، کیوں کہ چنداحادیث میں میقات سے پہلے یابعد میں احرام باندھنے سے روکاگیاہے اور یہ ایک روایت ہےگرچہ اس کی سندصحیح ہے ۔

قاعدہ نذر کہ اس کا موردنذر"حج " ہونا چاہیئےا وران اخبارسے کہ میقات سے پہلے اوربعداحرام نہیں باندھناچاہیے ، معارضہ نہیں کر سکتی۔

اور اصولی طور پر نذر، حرام کو حلال نہیں کر سکتی ہے۔ واجب کرنا تو دور کی بات ہے اور ان پہلوؤں سے قطع نظر مورد صحیحہ حلبی جس کو ہم گمان کرتے ہیں اس کو شامل نہیں ہے[۲۰] اسی وجہ سے جن لوگوں نے ایسی نذر کی صحت کا فتوی دیا ہے فرمایا: احتیاط واجب یہ ہے کہ مسجد حدیبیہ یا ادنی الحل کسی بھی جگہ سے اپنے احرام کی تجدید کرے کہ ہر صورت میں میقات سے پہلے احرام کینذر کے سبب کسی وقت بھی کافی نہیں ہے، خواہ جائز ہو یا جائز نہ ہو۔

مسئلہ ۵۔

۲۰۔ حلبی کہتے ہیں: امام صادق سے ایسے مرد کے بارے میں سوال کیا جس نے شکر کے عنوان اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ کوفہ سے محرم ہوگا؟ فرمایا: خدا کے لئے جو پیمان باندھا ہے اس پر عمل کرے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ پہلے سے کسی مشکل کو بر طرف کرنے کے لئے نذر کی ہے یا عہد کیا ہے۔ اس لئے نہیں کہ ہماری طرح میقات سے پہلے محرم ہو نے کت لئے ایسا کرے، ہر صورت میں میقات سے پہلے احرام حدیث آئندہ کی رو سے بر خلاف تکلیف ہے اور کسی صورت بھی نہ نذر سے اور نہ کسی اور ذریعہ سے نہ جائز ہے اور نہ واجب مسیرہ کہتے ہیں: میں امام صادق کی خدمت میں پہونچا اس حال میں کہ میرے چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھا، فرمایا: کہاں سے محرم ہوئے ہو؟ میں نے کہا فلاں جگہ سے-- فرمایا: بہت سے طالبان خیر کے پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں، کیا تم کو اچھا لگتا ہے کہ سفر میں نماز ظہر کو چار رکعت پڑھو، میں نے کہا: نہیں، فرمایا: بخدا قسم تمہارا کام ایسا ہی تھا؛

خلاصہ یہ نذر احرام جو ہم کرتے ہیں ہر نذر کے بر خلاف کام کو آسان تر کرتی ہے کہ مثلاً جحفہ کے بجائے جدہ سے محرم ہوں اور ایسی نذر اگر اس کا مورد مباح بھی ہو تو لازم الوفاء نہیں ہے چہ جائکہ کہ حرام بھی ہے اور اصولاً حیلہ شرعی ہے اور خلاف شرع ہے۔

اگر ا س طرح کی نذراحرام کے لئے درست بھی ہوتویہ بات ملحظورہنی چاہیے کہ بعض محرمات احرا م کے انجام دینے کاسبب نہ ہو، مثلاً تہران سے محرم ہونے کی نذرکرے ، اس بات کے پیش نظروسیلہ م سافرت ہوائی جہازاورروزمیں منحصرہے کہ یہاں پراگرنذرمنعقدبھی ہوتی تواس وقت ا س وجہ سے کہ حالت احرام میں مستلزم فعل حرام ہے ،منعقدنہیں ہوگی ۔

مسئلہ ٦۔

جولوگ چاہتے ہیں کہ مدینہ سے ہوائی جہازسے جدہ اور اس کے بعدمکہ جائیں چونکہ نہ ا یئرپورٹ اور نہ مدینہ کی کوئی جگہ مسجدشجرہ کے محاذی نہیں ہے ، میقات اور اس کے دوفرسخ برابرسے عبوربھی واجب نہیں ہے ، اس صورت میں کہ ہوائی جہازمیقات کے آسمان کے محاذات سے عبورکرےتو اس قدرمہلت نہیں ہے کہ مسجدشجرہ کی فضا کےبرابر میں پورے طور سے کامل لبیک کہہ سکے، اسی وجہ سے ادنی الحل سے محرم ہونے کے علاوہ ۔کہ یہاں پرمسجدحدیبیہ ہے ۔ کوئی اوروظیفہ نہیں رکھتا۔

یہاں پرپھریاددہانی کراتاہوں کہ ان پانچ میقاتوں میں سے کسی ایک سے محرم ہوناصرف ان لوگوں کے لئے ہے جوان میں سے کسی ایک سے یا۔حداکثر۔ دوفرسخ کے برابرسے عبورکریں ، نہ یہ کہ عبورواجب ہو،یاجہاں بھی ہےوہیں سے ان میں سے کسی ایک سے محرم ہونا لازم ہے۔

مسئلہ ۷۔

یہاں پربخوبی روشن ہے کہ اگرفی الوقت مکہ میں ہو اور عمرہ تمتع کے لئے محرم ہو نا چاہتے ہوتواگر عذرکے بغیربھی حرم کے باہرکسی بھی جگہ سے محرم ہو جائے تو درست ہے ، اگرچہ بصورت امکان احتیاط شدیدہے کہ نزدیک ترین میقات سے محرم ہو۔

مسئلہ ۸۔

حرم میں احرام کے بغیرداخل ہوناحرام ہے ، مگران افرادکے لئے جنھوں نے ایک ماہ سے کم مدت میں پہلے عمرہ انجام دیاہویاحج کیاہو یاوہ لوگ جن کاشغل حرم میں رفت وآمدہے ، بنابراین اگرمکہ مکرمہ میں ،ایئرپورٹ ہوجائزنہیں سیدھے اپنی جگہ سے احرام کے بغیرمکہ اترو، ہوئی جہازمیں بھی احرام سرعت حرکت کی وجہ سے ممکن نہیں ہے ۔ مگراس جگہ ہوائی جہازمیں سوارہو کہ خودمیقات یامیقات کے برابرہو کہ اس جگہ سے محرم ہوکرمکہ ایئرپورٹ پراترو۔

مسئلہ ۹۔

اگرعذرکی وجہ سے بلاعذراحرام کے بغیر حرم یامکہ میں واردہو تو حرم کے اطراف میں کسی ایک میقات پرجاکرمحرم ہو، مگریہ کہ ممکن نہ ہویاکافی وقت نہ ہو کہ اس صورت میں مسجدالحرام سے جتنی دورہوسکے محرم ہو اوراعمال بجا لائے۔

مسئلہ ۱۰ ۔

جن لوگوں کاگھراورمنزل سکونت پانچ میقات کے برابراور حرم سے پہلے ہے ، انہیں اپنے گھروں سے محرم ہوناچاہیے نہ ادنی الحل سے ، لیکن اگر ان کاگھرحرم سے اندرہے تو انھیں اختیارہےکہ گھر سے یاادنی الحل سے احرام باندھیں اگرچہ دوسرابہتر اورموافق احتیاط ہے ۔

مسئلہ ۱۱۔

اصولی طورپرمحاذات میقات ، میقات کی فرع اور اس کی جگہ پر ہے ، بنابراین اگر اس کامکہ کاراستہ پہلےاور دوسرے میقات کے سامنےسے ہے تو ان لوگوں کی طرح جومدینہ کے زمینی راستے سے طائف ہوکرمکہ جائیں ، ظاہراً دوسرے میقات سے محرم ہو نا کافی ہے ، اگرچہ احتیاط محاذات میقات اول اورخودمیقات دوم کے درمیان جمع کرنے میں ہے ۔

مسئلہ ۱۲۔

جوکچھ گذرچکا اس کی بناپرپانچ اصلی میقات تنہاان لوگوں کے لئے واجب ہے کہ خودان سے یاحداکثر۔ ان کے دوفرسخ کےبرابرسے عبورکریں ورنہ ادنی الحل کافی ہے اورمکہ مکرمہ میقات حج تمتع اوران لوگوں کامیقات ہے کہ جن کے گھرمکہ میں ہیں ،یادوسرے میقاتوں سے احرام باندھنے سے معذورہیں، اوراگر ان کاگھرمیقات اور حرم کے درمیان ہے وہی گھرمیقات ہے مگریہ کہ فی الوقت کسی ایک میقات سے پہلے یاپنے گھرکے بعدنزدیک حرم ہوں کہ طبعاً یااس میقات سے یاادنی الحل سے محرم ہوں اورظاہراً میقات نذری میقاتوں سے پہلے کبھی بھی کافی نہیں ہے ۔

مسئلہ ۱۳۔

جولوگ میقات اصلی کے برابرسے نہ خودمیقات سے عمرہ مفردہ کے لئے عازم ہیں ، کافی ہے کہ ادنی الحل سے محرم ہوں ، اگرچہ خلاف احتیاط ہے ، اس احتمال کے پیش نظرکہ احرام کے بغیرمیقات سے عبورگناہ ہو، لیکن ادنی الحل سے احرام سے قطعاًدرست ہے ، لیکن اگرعمرہ تمتع کے لئے ہو، واجب ہے اسی میقات اصلی سے یااسی کے محاذات سے وقت عبورمحرم ہو، اگرچہ بعدوالے میقات سے محرم ہونے کی صورت میں صرف گنہگارہے اور اس کااحرام صحیح ہے ، لیکن اگرپانچوں میں سی کسی ایک میقات سے گزرگیااورعذرکے بغیرعمرہ تمتع کے لئے ادنی الحل سے محرم ہوا، ظاہراً درست نہیں ہے اورواپس آنالازم ہے ۔

مسئلہ ۱۴۔

اگرعمرہ مفردہ کے احرام سے انہیں اصلی میقاتوں میں سے کسی ایک سے محرم ہوااور اس وقت مکہ میں ہے اور عمرہ تمتع کے لئے محرم ہو نا چاہتا ہےتوظاہراً اس کااحرام ادنی الحل سے کافی ہے ، لیکن اگرحج کےمہینوں میں احرام کے بغیروارد‌مکہ ہوا،ظاہراً۔اگرکسی ایک میقات سے یااس کےبرابرسے گزرےتو واجب ہے وہیں پرجائے اورمحرم ہو اورادنی الحل سے کافی نہیں ہے ،مگریہ کہ معذورہو۔

مسئلہ ۱۵۔

اگر احرام کوبالکل سے بھول جائے یانادانی ولاعلمی کی وجہ سے ترک کردے اورآخراعمال تک نہ جائے تواس کے اعمال احادیث کے مطابق صحیح ہیں ،بنابراین احرام صرف جاننے کی حالت میں کہ اس کوحج وعمرہ کارکن جانتاہوجیساکہ میقات بھی حالت اختیارمیں رکن احرام ہے کہ اگرمجبوری کی وجہ سے میقات کے بعدمحرم ہوا ہو توصحیح ہے، لیکن میقات سے پہلے اضطرارکی بالکل گنجائش نہیں ہے ۔

مسئلہ ١٦۔

اس صورت میں کہ اقسام حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کےلئے محرم ہو تو جب تک اپنے اعمال تمام نہ کرلے دوسرے کےلئے محرم نہیں ہوسکتا ہے یااسی قسم کی تکرارکرے کیوں کہ حالت احرام تمام اعمال بجا لانےسے پہلے تک ختم نہ ہوگی۔

لیکن اگرعمرہ مفردہ کے لئے سعی کے بعدحلق یاتقصیرکیاہے تو طواف النساء سے پہلے دوسری قسم یادوسرے عمرہ مفردہ کےلئے محرم ہوسکتا ہے،البتہ یہ احتیاط کرے کہ دوسرے طواف سے پہلے پہلاوالاطواف النساء انجام دے ؛کیونکہ ایک طواف النساء دوعمرہ مفردہ کے لئے کافی نہیں ہیں ۔

مسئلہ ١٧۔

اگرلاعملی میں یابھول کر عمرہ تمتع کی تقصیرسےپہلے اس کے حج کے لئے احرام باندھ لے تواس پر کچھ نہیں ہے اورتقصیربھی نہ کرے ،کیوں کہ موجودہ حالت احرام کے منافی ہے ،لیکن اگرتقصیرکوعمداًترک کردےاورحج یادوسرے عمرہ کااحرام باندھ لےتو دوسرااحرام باطل اور پہلے والے احرام سے باہرآنے کے لئے تقصیرکر واجب ہے، کیوں کہ جیساکہ عرض کیاپہلے والے احرام کے تمام اعمال بجا لانے سے پہلے دوسرے احرام کی گنجائش نہیں ہے ۔

مسئلہ ١٨۔

جیساکہ آغازبحث میں گزرچکااحرام چارواجبات: ۱۔ میقات ۲۔ لباس احرام ۳۔ نیت ۴۔ لبیک ، پراستوار ہے اوران میں سے لباس احرام واجب غیررکنی اوربقیہ واجبات احرام کے رکنی واجبات ہیں ، بنابراین میننے احرام پہنا اور احرام اتاردیا کہنابالکل بے اساس اورعامیانہ بات ہے اورحالت احرام اعمال بجا لائے بغیریامصدودومحصور کےوظیفہ پرعمل کئے بغیرختم ہونے والی نہیں ہے اور ہم بحث احرام کے اختتام میں اس بارےمیں تفصیل سے گفتگوکریں گے انشاء اللہ تعالی ۔

لباس احرام

احرام کامخصوص لباس شرط واجب نہ رکنی ۔ احرام ہے کہ اگرعمداً لباس احرام نہ پہنےتین دیگررکنی واجبات کو بجالاکر محرم ہے ، کجایہ کہ لاعملی یافراموشی کی وجہ سے نہ پہنے ، البتہ اس نے عمداً نہ پہننے کی صورت میں گناہ کیاہے اور اس کی وجہ سےکوئی کفارہ بھی نہیں ہے، مگرلباس کے لئے کہ مثلاًاگربرہنہ محرم ہو، یہ کفارہ بھی نہیں رکھتا، اورشرائط لباس احرام میں چندمسائل ہیں :

مسئلہ ۱۔

جیساکہ حریزکی صحیح خبرمیں امام صادقؑ سے مروی ہے "جس لباس میں نمازپڑھناجائزہے اس لباس میں محرم ہوسکتے ہو،اس کے علاوہ ریشمی لباس میں عورت کے لئے احادیث کی رو سے اورنتیجہ میں فتاوای میں اختلاف ہے ، اورچونکہ صحیح حدیث اس بارے میں متعارض ہیں اور حدیث جواز اصل اباحہ کی موافقت کے علاوہ قاعدہ صحیح حریز،جواز میں نص ہیں اوردوسری ظاہرکراہت پرعمل یاموردزینت پر حمل کرنا قطعاًحرام ہے ۔

ان وجوہات کی وجہ سے ظاہراً محرم عورت کے لئے ریشمی لباس اگرعادت کےعلاوہ زینت نہ ہو توجائزاورزیادہ سے زیادہ مکروہ ہے ۔[۲۱] لیکن احتیاط موکدکی جگہ ہے کہ ترک نہ ہو۔(حریز کی صحیحہ اور حسنہکے علاوہ کہ نماز گزار کے احرام کےلئےتجویز کیا ہے اور عورت کے لئے نماز میں حریر کو جائز کیا ہے یعقوب بن شعیب نے بھی امام صادق سے مروی خبر میں ذکر کیا ہے کہ عورت بٹن لگا ہوا نیز حریر ، خز اور دیبا کا لباس پہن سکتی ہے ؟آپ نے فر مایا:ہاں ، کوئی حرج نہیں ہے کہ فطری طور پر حالت احرام کے بارے میں سوال ہے ۔ اس کےمقابلہ مینعیص کی صحیح خبر ہےکہ محرم عورت حریر اور دست کش کے علاوہ جو چاہے پہنے۔ اس طرح کے موارد مینقا عدہ اص جواز کی طرف رجوع کرنا ہے خصوصا جب جواز کی خصوصیدلیل صریح ہو۔

مسئلہ ۲۔

خالص ریشمی لباس جومرد پرحالت نمازمیں حرام ہے حالت احرام میں بھی حرام ہے ، لیکن مخلوط ریشمی لباس بلامانع ہے ، مثلاً ریشم اورغیرریشم کے دھاگے سے بناہوا ہو، لیکن اگر اس کا ایک حصہ خالص ریشم کاہوخصوصاً ایک سترعورت تین کے بقدرہے جائے اشکال ہے ، لیکن ظاہراً جب تک نہ کہیں اس کالباس۔چادریالنگی ۔ ریشمی ہے اگرچہ اس مقدارپرمشتمل ہو کہ شرمگاہ کوچھپایاجاسکتاہو، ظاہراًجائزہے ، اگرچہ احتیاط شدیدکی جگہ ہے کہ اس کو بھی نہ پہنے ۔

مسئلہ ۳۔

---

۲۱ ۔ صحیحہ اورحسنتہ حریزکے علاوہ جن نے نمازگزارکے لباس کواحرام کے لئےجائزقراردیاہے اورحریزنمازمیں عورتوں کے لئے جائزہے ، یعقوب بن شعیب نے بھی خبرصحیح میں امام صادقؑ نے قنل کیاہے کہ میں دریافت کیا: عورت بٹن اور لباس اورحریزوخزودیباپہن سکتی ہے ؟ فرمایا: کوئی مانع نہیں ہے ، کہ طبعاًسوال حالت احرام سے متعلق ہے ۔

اورمقابل میں خبرصحٰیح ہے کہ محرم عورت جوچاہے پہن سکتی ہے حریر اوردستکش کے علاوہ ۔

اورقاعدہ اس طرح کے مواردمیں اصل جوازکی طرف رجوع کرناہے خصوصاً یہ کہ جوازکی خصوصی دلیل صریح ہے ۔

اگرمردلاعلمی یافراموشی یاغلطی سے حالت احرام میں ریشمی لباس پہن لے جس وقت جان لے فوراً اتاردے اور اس پر کوئی چیزواجب نہیں ہے ۔

مسئلہ ۴۔

محرم کی لنگی اورچادرتین طرح کی ہے :

۱۔ قاعدہ سے بدن کوچھپاتی ہے اس طرح کہ بدن بالکل نمایاں نہ ہو، یہ قطعاً کافی ہے ۔

۲۔ اس قدرنازک ہے کہ اس کے نیچے بدن بالکل نمایاں ہے ، اگرچہ عورتین پوشیدہ ہوں ، ظاہراًکافی نہیں ہے کیوں کہ اس پرلباس صادق نہیں آتاکیوں کہ حقیقت میں لباس کی حقیقت برہنہ کوپوشیدہ کرناہے ۔

۳۔ متوسط نازک ہے ، یہاں پراگرعورتیں قاعدے سے پوشیدہ ہوں ،بدن کی ناپیداصورت شبح کانمایاں ہوناظاہراًبے اشکال ہے ۔

کیوں کہ ہمارے پاس یہاں پرحریزکی خبرصحیح کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس لباس میں نمازپڑھتے ہومحرم سکتے ہیں یہاں پرعورتین کہ پوشیدہ ہیں اورنمازمیں اتناہی کافی ہے ۔احرام میں ایک اضافہ بھی ہے کہ لازم ہے لباس ہو، یہ بھی ہے ،اگرچہ کسی حد تک بدن نمایاہو، کہ یہاں پریہ کہیں کہ لباس ہے کافی ہے ،اگرچہ احتیاط مستحب کامل لباس ہے، اوراگردویاچند بہت نازک پارچے ایک دوسرے کے اوپرپہن لے ، مقدورواجب کو بھی انجام دے سکتا ہے اورمقدارمستحب کو بھی انجام دے سکتا ہے ، کیوں کہ شرط نہیں ہے جداجدالباس ہو۔

۵۔ ظاہراًحرام کے دوپارچوں کابناہوا ہوناشرط نہیں ہے ،کیوں کہ یہاں پرلباس (ثوب)کے علاوہ کوئی اوردلیل نہیں ہے اورعرفاً جوچیزوں کوچھپائے پوشش اورلباس ہے مگرمانند برگ درخت یالکڑی یاوہ پانی جس کے اندرغوطہ لگاؤ یاکوئی ایسی چیز جس کوبدن پرمل لووغیرہ وغیرہ ۔

لیکن نائلون یاپلا سٹک کالباس یاکوئی سابھی لباس کسی بھی نوع سے ہو، یہ سب لباس ہونے کی حیثیت سے بے اشکال ہیں اور یہاں پر لفظ "لباس" کے علاوہ کوئی اوردلیل بھی نہیں ہے ، اور اس طرح کے مطالب میں مجتہدعرف اوربازار ہے ، اورکیادکان پیراہن وزیر جامکہ پلاسکٹ فروشی لباس فروشی نہیں ہے ؟ اورکیاجولوگ اس طرح کے لباس رکھتے ہیں بے لباس ہیں ؟

مسئلہ ٦۔

احرام کے دونوں لباس اتنے کوتاہ اورچھوٹے نہ وہوں کہ ان کولباس (پوشش) نہ کہیں ، اورظاہراًکم سے کم چادریہ ہے کہ شانہ سے ناف تک اورلنگی ناف سے زانو تک چھپائے ، یااس اندازسے کمتر،یہاں تک کہ کہیں چھپالیاہے ، کیوں کہ ان دولباسوں کے معین اندازکے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے ۔

مسئلہ ۷۔

اس بات پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے کہ واجب ہے لباس احرام کم سے کم دوقطعہ ہولیکن اس لحاظ سے کہ دوپارچہ احرام کااحادیث میں زیادہ ذکرہے احتیاط یہ ہے کہ کمترنہ ہو، اوربعیدنہیں ہے کہ ایک پارچہ بھ جودوٹکروں اور پارچوں کی طرح ساترہوکافی ہے ،لیکن دوپارچوں سے زیادہ ۔احادیث کی رو سےبلااشکال جائزہے ۔

مسئلہ ۹۔

جومسلم ہے آغازانعقاداحرام میں لباس احرام کاپہنناواجب ہے اور اس کاحکم احرام کے تیندوسرے واجب : میقات، نیت، تلبیہ کی طرح ہے ، بنابراین لباس احرام کااتارنا ہرحال میں جائزہے ، لیکن چونکہ محرم زیادہ ترحالات میں لوگوں کے ساتھ اور نہ عادی لباس پہن سکتا ہے نہ برہنہ رہ سکتا ہے ، اس لحاظ سے طبعاً کم سے کم لنگی اپنے ساتھ رکھے اورزنان نامحرم کے دیکھنے کی صورت میں چادرکو بھی پہن

لے ۔ اور یہ اس لحاظ نہیں ہے ک لباس احرام کاہمیشہ تن پررہناواجب ہے بلکہ دیکھنے والوں سے شرمگاہ کوچھپانے اورعورتوں سے بدن کوچھپانے کے مقصد سے ہے ۔

حلبی کی صحیح خبرمیں امام صادقؑ سے پہلے ہے کہ "میں نے دریافت کیا: کیامحرم اپنالباس اتارسکتا ہے ؟ فرمایا: ہاں ، اوردوسری خبرمیں ہے کہ فرمایا: جائزہے لیکن مکہ داخل ہوتے وقت اپنے اسی لباس احرام کوجوپہلے تن پرتھاپہن لے اور اس کافروخت کرنامکروہ ہے ، کہ یہ تنہااستحباب کی دلیل ہے وجوب کی نہیں ۔

بنابراین ادامکہ واستمرارلباس احرام بالکل واجب نہیں ہے ، صرف شرمگاہ وغیرہ کوچھپانے کے لئے واجب ہے ۔

مسئلہ ۹۔

اگردویاچندکپڑوں کو اس طرح آپس میں سل دیں کہ عادی لباس کی طرح نہ ہو، نہ پیراہن ، نہ زیرجامکہ اور نہ ان کے مانند،صرف کوتاہ پارچے ہیں کہ ہرایک کافی نہیں ہے ، اورآپس میں سل دیا ہے تاکہ لنگی یاچادرکےبقدرہو جائے ، ظاہراًبلامانع ہے ، کیوں کہ اصولی طورپرسلاہواموردمنع نہیں ہے ، بلکہ قبا،کوٹ وشلوار، پیراہن ، زیرجامکہ اور اس طرح کی چیزں ، یہاں تک کہ اگربغیرسلی ہوئی بھی ہوں نائلونی اورپلاسٹکی لباسوں کی طرح کہ سلے بغیرصرف چسپاں کر کے آمادہ پوشش ہے ، حالت احرام میں جائزنہیں ہے ، بنابراین سلاہوایابغیرسلاہواموضوع بحث نہیں ہے بلکہ لباس ہونایا نہ ہوناباب احرام میں موضوع نفی واثبات ہے ، کہ اگرتم کسی کپڑے کوسلے بغیر اسی طرح سے گرہ یاپن کے ذریعے یاکسی دوسرے وسیلے سے ترتیب دوکہ پیراہن یازیرجامکہ کی طرح ہو جائے، تمہارے احرام کےلئے حرام ہے ، اوراگر کپڑے کے کئی ٹکڑوں کوآپس میں سل دولیکن لباس کی صورت اختیارنہ کرے حرام نہیں ہے ، اور اس اصل کی رو سے تولیداحرام کے اطراف کاگرہ دارہونایایہاں تک کہ اس کے حاشیوں کاسلاہوا ہونابلااشکال ہے ، لیکن اگر اس کے دوکناروں کوچن یاگرہ کے ذریعہ یاباندھ کرپیونددوکہ پیراھن کی طرح پوشش کے قابل ہو، جائزنہیں ہے ،

جیساکہ روایات کے مطابق چادر کے دوکناروں کوگرہ مگاناممنوع ہے ، یہاں تک کہ موثقہ سعیداعرج میں لنگی کے بارے میں ہے کہ حضرت صادقؑ سے محرم کے بارے میں سوال کیا: لنگی کواپنی گردن میں کاباند لے ؟فرمایا: نہیں ۔" جوحرمت میں ظاہرہے ، اور اس صورت میں کہ چادرکوگردن میں گرہ دے لے اوراولویت کےساتھ جائزنہ ہوگا ۔ لیکن بظاہرشرمگاہ کے محفوظ رہنے کے لئے لنگی کوکمرمیں باندھنااورگرہ لگانابالکل بلااشکال ہے ، اگرچہ اگرکل بھی رکھ لے اورگرہ نہ لگائے ، بہترہے ۔

مسئلہ ۱۰۔

چونکہ روایات کے مطابق لباس احرام نمازگزارکے لباس کی طرح ہے ، علاوہ اس کے کہ عادی لباس کی طرح نہ ہو، بنابراین نمازگزارکے لباس کے بغیرشرائط کاہونابھی لازمی ہے کہ پاک ہو، غصبی نہ ہویاحرام گوشت حیوان کے بال جلدیاتمام اجراء یاحلال گوشت مرے ہوئے اورمردارحیوان اجراء کانہ ہو کہ اگردانستہ طورپران شرائط کے برخلاف ہو، حرام ہے اگرچہ کوئی کفارہ نہیں ہے ۔

مسئلہ ۱۱۔

اگر محرم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے ایک یاتمام لباس احرام متنجس یاممنوع کی جنس سے ہے ، احتیاطاً فوراً تبدیل کرے ، اگرچہ بعیدنہیں ہے کہ اگر اس طرح ادامے دے کوئی اشکال بھی نہ ہو، سوائے طواف اورنمازطواف کے کیوں کہ روایات کے مطابق " طواف نمازکاگھرہے"لیکن ابتداء احرام اورطواف کےدرمیان حلق یاتقصیرتک ، ظاہراً یہ شرائط نہیں ہیں ،طواف اورنمازطواف میں ناگزیر کوئی چیزتن پرہو، وہ شرائط واجب المراعات ہیں ۔

۱۲۔

عورت کالباس احرام وہی ہے جس کانمازمیں تن پررکھناصحیح ہے ، مگرلباس زینت کہ احرام باندھے وقت بھی حرام ہے اورجب محرم رہے حرام ہے ، اگرچہ مستحب ہے لباس سفیداوراحرام باندھتے وقت دوکپڑےاپنے لباس کےاوپرلپیٹ لے ۔

مسئلہ ۱۳۔

اگرحالت احرام بھول گیاتھاکہ لباس احرام پہنے اور اس کے بعدیاآیا، یانہیں معلوم تھااوربعدمیں معلوم ہوا، واجب نہیں ہے لباس احرام پہنے ،مگربرہنہ نہ رہنے کی مقصد سے اور اس کااحرام صحیح ہے کیوں کہ لباس واجب غیررکنی ہے وہ احرام باندھتے وقت ، اورشرط صحت احرام نہیں ہے ، تین دوسرے واجبات کے برخلاف کہ شرط صحت احرام ہیں ۔

مسئلہ ۱۴۔

حالت احرام میں بدن کے پاک ہونے کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے ،گرچہ احتیاط کی تاکیدہے ، مگرحالت طواف اورنمازطواف میں کہ دونوں میں نمازکی طہارت واجب ہے ،لیکن غیرحالت طواف نہ طہارت بدن شرط ہے نہ وضوء اور نہ غسل ، چنانچہ غذرکے بغیربھی حالت جنابت یاحیض ونفاس میں محرم ہواجاسکتا ہے ، لیکن طہارت لباس احرام شرط ہے ، اگرچہ اگرعمداً بھی متنجس ہواصرف حرام ہے اورکفارہ نہیں ہے ۔

مسئلہ ۱۵۔

بہترہے حالت احرام میں لباس احرام تمہارے بدن پرہوسوائے ضروری مواردکے ،اورلباس احرام سے جن لوگوں کے کاموں میں خلل پڑتاہے بلااشکال صرف لنگی سے اپنی شرمگاہوں کوچھپاکراپنے کام انجام دے سکتے ہیں ،لیکن اپنے مناسک انجام دینے کے لئے نہایت شائستہ ہے کہ اسی لباس احرام کواپنے تن پرکریں ۔

نیت:

نیت ہرعبادت میں انجام امرالہی کے لئے اس عبادت کے انجام دینے کاقصدکرناہے اور یہ خودایک معنوی اورقلبی کام ہے جس میں زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے ،اگرچہ کبھی بہترہوتاہے کہ توجہ مزیداورانضباط کے لئے زبان سے اداہو۔

اوراصولی طورپرہرمستقل عمل کومستقل نیت کی ضرورت ہے کہ طبیعتاً کسی کام کی نیت اورقصد سے کوئی دوسراکام انجام نہیں دیاجاسکتا ہے اورنیت کی بحث میں جوچیزاہم ہے اورشایان یادہانی ہے خودقصدعمل نہیں ہے کیوں کہ طبیعتاً کوئی بھی خودبخودنیت سے خالی نہیں ہوتا، مگرغیراختیارکاموں میں ، اہم قصدقربت ہے کہ عبادت کوخدا کے لئے :قربۃً الی اللہ۔ انجام امرخدا۔ رضائے خدا کے لئے انجام دے ، کہتے ہیں ایک شخص نیت میں وسوسہ کاشکارتھامرحوم آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی کے پاس گیااورکہامیں چاہے جتنی کوشش کروں مجھ سے نیت نہیں ہوتی ، مرحوم نے اپنی زیرکی اورتجربہ سے کہا: تیرے لیئے نیت واجب نہیں ہے ، بلکہ اصولی طورپراپنے اعمال نیت کے بغیرانجام دے ، رفت گیااورتھوڑی دیربعدواپس آیاکہ جتنی بھی کوشش کرتاہوں کوئی کام نیت کے بغیرکروں نہیں ہوتا ، نیت خودبخودآتی ہے ! فرمایا: جوچیزشرط ہے یہی ہے کہ عمل قصد سے خالی نہ ہو۔

اب اگرعمل مفردہے طبعیتاً اس کی نیت واجب نہیں ہے اوراگرکچھ اجزاء سے مرکب ہے طبیعتاً ابتداءسے مجموعہ عمل کی نیت مجل ہویکجاطورپر لازم ہے ، مثلاً نمازکی نیت کرتاہے ،یعنی تکبیرۃ الاحرام، حمد، سورہ ، رکوع، سجود، تشہد،سلام سے مرکب مجموعہ کی اجمالی طورپر، فلاں نمازکے عنوان سے نیت کرتے ہو، اور اسی قصد سے تکبیرۃ الاحرام کہتے ہو ،اور اس کے بعدبقیہ واجبات ومستحبات کوبالترتیب بجالاتے ہو،کیانمازکے ہرعمل کی بھی ۔پہلی نیت کے علاوہ ۔ جداگانہ نیت کرے ہو کہ : تکبیرۃ الاحرام کہتاہوں قربۃً الی اللہ ۔ حمدپڑھتاہوں ۔۔۔۔سورہ اور۔۔۔انجام دیتاہوقربۃً الی اللہ؟ ہرگزنہیں کیوں کہ یہ ایک بے معنی تکرارہے اوربہت ممکن ہے خندہ آورہو!بلکہ اسی نیت کے بعدنمازتمام اعمال ایک کے بعددوسرابجالاتے ہو۔

حج وعمرہ بھی ایساہی ہے کہ ہرایک عمل کے لئے جداگانہ نیت کی ضرورت نہیں ہے ، وہی عمرہ مفردہ یاتمتع یاحج تمتع جس قسم کی بھی آغازمیں نیت کی ہے ،سارے اعمال اسی بنیادپرانجام دوکافی ہے کہ مثلاً عمرہ مفردہ انجام دیتاہوں قربۃ الی اللہ اورکچھ نہیں مگراس کے اعمال کاشروع کرناکہ اول احرام ہے ، اورتم کہ اس وقت لباس احرام تمہارے تن پر ہے ، میقات میں بھی ہو، احرام کی نیت بھی عمرہ مفردہ کے ضمن میں کی ہے، صرف لبیک لبیک باقی بچاہے کہ ان کے کہنے سے محرم ہو، خوداحرام کے لئے جداگانہ نیت کی ضرورت نہیں ہے ، اسی طرح طواف ونمازطواف ، سعی وتقصیر،طواف النساء اور اس کی نماز، ان کے لئے بھی جداگانہ نیت کی ضرورت نہیں ہے ، تنہااسی قدرکہ ان اعمال کومجموعہ عمل کی نیت سے انجام دوکافی ہے ، فقط یہ جان لوکہ کیاکر رہے ہوکافی ہے ، چنانچہ احادیث مناسک حج وعمرہ میں بھی اسی طرح آیاہے ۔ بہت آگاہ مراجع تقلید نے بھی r [۲۲] اوربعض بزرگ ہی فرمایاہے ، اوردوسرے پیرایہ کوبالکل سے حذف کیاہے اورنیت کی تجارت کرنے والوں کے دروازوں کوبالکل سے بندکردیا ہے ۔ آپ نے فرمایااورکتناخوبصورت اوربجافرمایا: نیت احرام لازم بلکہ ممکن نہیں ہے [۲۳] لازم نہیں ہے ،کیونک مجموعہ عمل کی نیت کے ضمن میں اس کی نیت بھی ہوئی ہے ، لبیک ، طواف، نمازطواف، سب کی یکجامثلاً نیت عمرہ تمتع میں نیت ہوئی ہے ، اب تکرارکس لئے ؟ ممکن بھی نہیں کیوں کہ اگرنیت احرام سے بقیہ اعمال کی نیت نہیں کی احرام اور اس کی نیت باطل ہے ، جیسے کہ تکبیرۃ الاحرام نمازکی نیت کرواوربقیہ اعمال کی نیت کروکہ یہ طبیعتاً تکبیرۃ الاحرام نہیں ہے ، اوراگربقیہ اعمال کی نیت کی ہے یہ خودمجموعہ اعمال کی نیت ہے نہ نیت احرام ، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ اورائمہ ھدی علیہم

---

۲۲ ۔ حمادنے حضرت صادق ؑ سے سوال کیا: چاہتاہوں حج تمتع کے لئے محرم ہوں ، فرمایا: کہو: خدایامیں چاہتاہوں عمرہ کے ذریعہ حج کی طرف متمتع اوربہرہ مندہوں ، انی اریدان اتمتع بالعمرۃ الی الحج ۔ اگرچاہتے ہویہی نیت اپنے دل میں کرسکتے ہو، اس کے علاوہ اور اورکچھ ، کیونکہ نیت مجموعہ عمل میں منحصرہے ہر جزکے لئے علیحدہ نیت نہیں ہے ۔

۲۳۔ مناسک حج حضرت آیۃ اللہ العظمی الخمینی روحی لہ الفداء ؛ ص۱۷۔

السلام نے صرف نیت کوآغازمناسک حج میں واجب جاناہے اورہرایک عمل کے بارے میں ہرگزکوئی بات نہیں کہی یہاں تک کہ کوئی اشارہ بھی نہیں کیا۔

لیکن چونکہ احرام کی نیت کرنے والے ۔ طبیعتاً ۔ تمام اعمال کی بھی نیت رکھتے ہیں ، اگرچہ نتیجہ احرام کی دوبارنیت کی ہے ، ان کاکام لغوہے لیکن ان کااحرام صحیح ہے ، کتنااچھاہوگاکہ آگاہ افراد نیت کے چکرمیں نہ پڑیں اور جوچیزخدانے بندوں سے نہیں چاہی یہ بھی نہ چاہیں اوران بندوں کومناسک حج وعمرہ میں خستہ وحیران نہ کریں ، خصوصاً بعض غلط الفاظ کے ذریعہ ۔مثلاً: احرام باندھتاہوں !احرام پہنتاہوں !

پہلی بات تویہ ہے کہ احرام کوئی باندھنے یاپہننے کی چیزنہیں ہے اور یہ صرف لباس احرام ہے جوپہنے کی چیزہے اورارکان احرام سے نہیں ہے ، اس کی نیت بھی خودحج یا عمرہ کی نیت کے ضمن میں قصدکرنے کی چیزہے اور استحباباً کہنے کی چیزہے نہ باندھنے کی توتم کس چیزکے باندھنے کی نیت کرتے ہویاتعلیم دیتے ہو؟

یاتمام اعمال حج کہ خودجداگانہ نہیں رکھتے ، مثلاًکتنی ہنسی کی بات ہے کہ نیت کرو: بیتوتہ کررہاہوں ، یعنی رہ رہاہوں ۔ جب یازدھم ذی الحجۃ سرزمین منی میں حجۃ الاسلام کے لئے قربۃ الی اللہ اصولی طورپرہم منی میں کیوں آئے ہیں اورگیارہ اوربارہ ذی الحجۃ کی رات رہ رہے ہیں گردش وتفریح کےلئے آئے ہیں اور اس گوشت وخون کے سڑے ہوئے منظرکودیکھنے کے لئے رکے ہوئے ہیں ؟ کیامناسک حج انجام دینے کے علاوہ کسی اورکام کے لئے ہے ؟ کیاہم بے قصد وحساب آئے ہیں ، پھریہ سب الفاظ کس لئے ؟

اگریہ بندگان خدا اگریہ جان لیں کہ میقات میں کس لئے آئے ہیں یالبیک کہنے سے ان کامقصدکیاہے ؟اگرجان لیں کہ بعدمیں خانہ خدا کے گردکہاں سے کہاں تک اورکس لئے گھوم رہے ہیں ؟ اوراگر۔۔۔پھریہ سب نیتیں کس لئے، یہ حیرانیاں

اورسرگردانیاں کس لئے ؟ خدا کے لئے آپ روحانی جماعت ہو ں یاکوئی بھی متدین مسلمان ،مسائل کوجیسے کا ہیں یادکر یں اورجس طرح یاددیناچاہیے یادکرا ئیں کہ کم سے کم واجبات پرعمل کریں ، پھرمستحبات یااحتیاط کہ کبھی خلاف احتیاط بھی ہے لازم نہیں ہے ۔

نیت:

ہرعبادت میں نیت کی دوشرط ہے ۱۔ قصدقربت جو مثبت اورمنفی دو پہلوؤں پرمشتمل ہے ، مثبت پہلو قربۃ الی اللہ اور اس کامنفی پہلو ر یا کا نہ ہونا ہے ۔

۲۔ اگرمدنظرعمل ہدف کے لحاظ سے مشترک ہے تواس کی تعیین کرو اور یہاں پرچندمسائل ہیں :

مسئلہ ۱۔

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ مناسک حج یا عمرہ کے آغاز میں مجموعہ اعمال کی اجماعی طورپرنیت کر نا واجب ہے: عمرہ مفردہ انجام دے رہاہوں ، عمرہ تمتع --- حج تمتع--- اور اس کے بعداس حال میں کہ لباس احرام تن پر ہے اورمیقات میں ہے کہے : لبیک اللہم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمدوالنعمۃ لک والملک ۔ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں مگرمستحب لبیک خودجانواوراب محرم ہو۔

مسئلہ ۲۔

احرام میں نیت حج یا عمرہ کے علاوہ کوئی دوسرا قصدشرط نہیں ہے ، نہ قصد ترک محرمات احرام اورنہ واجبات کے انجام دینےکا قصدیا اس کے تمام واجبات کہ لباس احرام کے مانند ہیں ،کیوں کہ انجام مناسک حج یا عمرہ یااس کے تمام محرمات رکنی جوحج یا عمرہ کوعمدا انجام دینےکی صورت میں باطل کردیتے ہیں مثلاً منی کاباہرنکالنا اورجنسی عمل : جماع۔ حج میں وقوف مشعرالحرام سے پہلے اورعمرہ مفردہ میں سعی سے پہلے باتفاق علماء اورعمرہ تمتع میں بعض اقوال کی بناپر، کہ ان

موارد میں قصداستمنا ء یاجماع احرام کے منعقد ہونےسے مانع ہے ، ایسانہیں ہے کہ ان کے ترک کاقصد کرناشرط صحت وانعقاداحرام ہے کہ اگرنیت کی حالت میں اصولاًایسے عمل کی نفی اوراثبات سے غافل ہے یافعل یا اس کے ترک کاارادہ نہیں رکھتا، اس کااحرام منعقد ہے ۔

مسئلہ ۳: اگرحج یا عمرہ کوخودنمائی نہ قصدقربت الٰہی کےلئے انجام دے یاخدا اور نفسانی خواہشات دونوں کے قصد نیت کرے تو باطل ہے ۔ چنانچہ اگر انجام کے وقت بے ریاتھا اور اس کے بعداور اس کے لئے خودنمائی اورریاکرے ، ظاہراً یہاں بھی باطل ہوگا۔

مسئلہ ۴: اصل نیت ۔ جیساکہ گزراایک قلبی اورباطنی کام ہے کہ صرف لفظ اس کی نمائندگی کرتاہے اورلازم بھی نہیں ہے کہ اگرلفظ کوجہالت یاغلطی سے اپنے قصد کے برخلاف کہہ دے توعمل قصد کے حساب میں آئے گانہ لفظ ، مثلاًعمرہ مفردہ کاقصد رکھتا ہے اور اس کی زبان پرعمرہ تمتع آ جائے یاحج تمتع کاقصد رکھتا ہے اورافرادکہہ دے یاکسی بھی دوسرےعمل کاقصدکرے لیکن زبان پر کوئی دوسرالفظ آ جا ئےتو اس نے جس کی دل میں نیت کی ہے وہی محسوب ہوگااورزبانی غلطی قطعامضرنہیں ہے ؛کیوں کہ صاحب معاملہ نے تم سے سابق فیصلہ کامطالبہ کیاہے اورخوداس سے آگاہ ہے ، اگرچہ زبان خطاکر جائے ۔

مسئلہ۵: اگرموسم حج کے علاوہ دنونمیں محرم ہو اور نہ سمجھے کہ کیاقصدکرے، نہ زبان پرلائے اور نہ ہی دل میں اس کی صورت اور اسکامفہوم لائے اوراگرسوال کروتوجواب دے : مینوہی قصد رکھتا ہوں جودوسرے قصدرکھتے ہیں اور جس کےلئے وہ آئے ہیں درست ہے چنانچہ اگرموسم حج میں ہے اوراحرام سے اس کاقصد اس موسم کا وہی مخصوص عمرہ ہے لیکن اس کانام نہیں جانتاہے کہ دل میں یازبان پرلائے تو اسی قدرکہ اس کاقصد موسم حج کے آغ ازکاکام شروع کرناہے ، خودبخودعمرہ تمتع محسوب ہو گااور اس کااحرام اسی عمرہ کےلئے ہوگا۔

خلاصہ: احرام اور اس کے مناسک

-حج ہو یا عمرہ -کی صحت میں عمومی قاعدہ یہ ہے کہ -آغازمیں -لبیک کہتے وقت - اسی کی نیت کرے جو فی الحال اس کا فریضہ ہے، اگرچہ اس کانام ونشان نہ جانتاہو، اوراگرابھی چندعمل میں سے کسی ایک کاانجام دیناممکن ہے : عمرہ مفردہ یاتمتع- حج افرادیاتمتع- تو لازم ہے مختصرقلبی اشارے سے جس کاارادہ رکھتا ہے قصدکرے ، گرچہ اس کانام نہ جانتاہو، مثلاًوہ عمرہ جوحج کے لئے جدا نہ ہونے کالاذ مہ ہے : عمرہ تمتع:- عمرہ آزاد:مفردہ اور وہ حج جوساکنان حرم کاوظیفہ ہے : قران -افراد-: وہ حج جوغیراہل حرم کے لئے ہے :حج تمتع-

خلاصلہ یہ کہ جوعمل اس وقت چندچیزوں کے درمیان مشترک ہے ،مختصراشارے سے اس کومعین کرے کہ اسی قدرقبول ہے؛ کیونکہ مقابل خداوندعلیم ہے جومختصررمزواشارہ پراکتفاءکرتاہے -

لیکن اگرکسی مشترک عمل کوکسی نام ونشان کے بغیر،لبیک کہہ کرآغازکرےتو طبیعتاً اس کااحرام کسی ایک سے بھی مخصوص نہیں ہوگااورظاہراًاحرام کے بعد اورعمل شروع کرنے سے پہلےان میں سے کسی ایک کی نیت کر سکتا ہے ،اگرچہ اشکال سے خالی نہیں ہے ؛ کیونکہ جیساکہ عرض کیا، تمام اعمال کی نیت یکجاہے: عمرہ ، حج ---- اوراحرام کاپہلاعمل نیت ہے ، بنابراین نیت احرام مجہول -اصولاً امکان پذیرنہیں ہے کیونکہ احرام کی الگ سے نیت نہیں ہے -

لیکن اگرحج کے مہینوں میں محرم ہوا، درانحالیکہ لوگ دوطرح سے نیت کرتے ہیں : عمرہ مفردہ - عمرہ تمتع ،کہ اسی عمل کی نیت جوسارے لوگ رکھتے ہیں ، کافی

نہیں ہے ، یہاں پراگراپنے قصد کی گہرائی میں کسی ایسے کام کو انجام دیناچاہتا ہے جوموسم حج میں منحصرہے ، طبیعتاً عمرہ تمتع محسوب ہوگااورکسی ایسے کام کو انجام دیناچاہتاہے جس کوہروقت انجام دیاجاسکتا ہے ، عمرہ مفردہ ہوگا، اوراگرپہلی صورت میں نادانستہ سعی کے بعداپناسرمونڈوالیااور طواف نساء اور اس کی نمازبجالایا توجس وقت متوجہ ہوتقصیرکر نا لازم ہے ، مگریہ کہ احرام حج میں داخل ہوگیاہو کہ اب تقصیرنہ لازم ہے اور نہ جائز، اوراگردوسری صورت میں نادانستہ طورپرطواف نساء اور اس کی نمازبجا نہیں لایا توجس وقت جانے انجام دے ، گرچہ احرام حج کے بعدہو، لیکن پہلے والے طواف النساء کوتمام اعمال پرمقدم رکھے۔

مسئلہ ٦: اگرحج یا عمرہ اس کے ذمہ ہے اور نہیں جانتاکہ نیابتی ہے یانذری ، کافی ہے قصد"مافی الذمہ"کرے جوچیزمجھ پرواجب ہے ؛کیونکہ خداتمہارے واجب کوتم سے بہترجانتاہے اور اسی طرح قبول کرے گا۔

مسئلہ ۷: حج یا عمرہ میں وجوب یا استحباب کی نیت اس کے صحت کی شرط نہیں ہے مگراس صورت میں کہ عمل کی تعیین اس کی نیت میں منحصرہو،مثلاًتعیین وقت کے بغیرایک حج اس کے ذمہ واجب ہے اور اس وقت ایک حج انجام د ینا چاہتا ہے ، طبیعتاً تعیین کرنے کے لئے وجوب یااستحباب کی نیت کرے کیونکہ اگر نہیں کرے گا توواجب محسوب نہ ہوگا۔ اوراگرحج یا عمرہ اس پرواجب تعیینی ہے تو نیت وجوب شرط نہیں ہے ؛کیوں کہ خودبخود واجب شمارہوگا اور اس وقت اس واجب عمل کے علاوہ کسی اورکاوقت نہیں ہے ، یہاں تک کہ اگرغلطی سے حتی عمداً نیت استحباب کرے تو بھی وہی واجب شمارہوگا، اگرچہ عمدا اور اس بات کاعلم ہوتے ہوئے کہ عمل واجب ہے تو استحباب کی نیت شائد بطلان کا موجب ہو، مگراس صورت میں کہ اس کاوجوب اسی سال میں منحصرہو، اوراگرحج یا عمرہ اس کے اوپرکسی بھی عنوان سے واجب نہیں ہے اور وہ نیت وجوب کرے تو شائدمستحب شمارہو اوربعیدبھی نہیں ہے کہ علم وعمدکی وجہ سے نیت میں بدعت کی وجہ سے باطل ہو۔

مسئلہ ۸: اگرمیقات میں تلبیہ کہنے کے بعدشک کرے کہ نیت کی ہے یانہیں تو ا س کا احرام صحیح ہے ، بلکہ اصولاًاحرام کسی نیت کے بغیرممکن نہیں ہے ، اوراگرنہ جانے کہ اس نےکس عمل کی نیت کی ہے توجواس کافعلی وظیفہ ہے اسی پربناکرے ، اورچندعمل کی گنجائش ہے توجس کو بھی چاہے اسی وقت انتخاب کر سکتا ہے اور اس کے مناسک بجا لائے ۔

مسئلہ ۹ : اگرحج یا عمرہ کے مخصوص وقت میں شک کرے کہ اس کی نیت کی ہے یااس کے غیرکی نیت کی ہے توجس کاوقت ہے اسی پربناکرے گا،بلکہ اگرسمجھے کہ اس کے غیرکی نیت کی ہےتو درست ہے ، مگراس صورت میں کہ نیت میں کوئی بدعت انجام دے مثلاً عمرہ تمتع کے وجوب فعلی کاعلم ہوتے ہوئے عمرہ مفردہ کی نیت کرلے کہ عمدکی صورت میں بدعت اورظاہراً باطل ہے ۔

مسئلہ ۱۰: اگربہ گمان عدم استطاعت استحباب کی نیت کرے لیکن مستطیع ہو، یابگمان استطاعت نیت وجوب کرے لیکن مستطیع نہ ہو، بہرصورت اس کاعمل درست ہے اگرچہ دوسری صورت میں حجۃ الاسلام محسوب نہیں ہوگا ۔

مسئلہ ۱۱: جولوگ نیت میں وسوسہ کاشکارہیں اور اس کانام احتیاط رکھتے ہیں انہیں معلوم ہوناچاہیے کہ وسوسہ روح عمل کاقاتل ہے اورکبھی عمل کوباطل بھی کردیتاہے مانندان لوگوں کے جنہوں نے تمام شرائط کے ساتھ تلبیہ کہااورطبیعتاً محرم ہوچکے ہیں اور اس کے وسوسے کاشکارہوکراحتیاط سمجھتے ہوئے احرام کوتوڑدیں کہ توڑنابھی ممکن نہیں ہے تنہااس گمان سے کہ لباس احرام کواتارکریاحرکت دے کراحرام سے باہرآجائیں گے دوبارہ میقات جائیں اورتجدیداحرام کریں ، جان لیں کہ اس طرح کے اعمال حکم خدا کے برخلاف ہیں اورکبھی کبھی انسان کوکفارے اورزحمات میں بھی متبلاکردیتے ہیں اورکلی طورپرجواحرام صحیح طورپرانجام پایاہے اس سے باہرجاناممکن نہیں ہے مگر اس سے مربوط مناسک کو انجام دے کراورلباس احرام کواتارنااورنیت کوتوڑنااحرام سے خارج ہونے میں بالکل موثرنہیں ہے ۔

مسئلہ ۱۲ : تمام اعمال حج وعمرہ کو بجا لانے کے لئے ہرگزتجدیدنیت شرط نہیں ہے بلکہ اعمال نمازکی طرح اسی اول نیت سے انجام پائیں گے اورکافی ہے یہاں پر بھی طواف اور اس کی نمازصحیح ہے اور اس کی تقصیر،طواف النساء اور اس کی نمازیاواجبات حج یا عمرہ میں سے کوئی دوسراواجب اسی قدرپہلی نیت کی بنیادپرانجام پائے توکافی ہے اسی قدرکہ اگر کوئی پوچھےکہ کیاکر رہے ہیں اورکس لئے تو تم کہہ سکو: طواف یا۔۔۔حج یا عمرہ انجام دے رہاہوں ۔

تلبیہ

لبیک کہناچوتھاواجب اورتیسرارکن اوراحرام کا آخری ستون ہے ۔

جس وقت لباس احرام پہن کرمیقات میں حج یا عمرہ کی نیت سے لبیک کہااسی و قت سے محرم ہو اورلبیک سے پہلے بالکل محرم نہیں ہو، ہرچندتمام واجبات اورارکان احرام کو بجالا و؛کیوں کہ لبیک احرام ، نمازکی تکبیرۃ الاحرام کی طرح ہے ، اس کے کہتے ہی حاجیوں ، عمرہ کرنے والوں اور صاحب خانہ کی دعوت کوقبول کرنیوالوں کی صف میں ہواحرام کی جان حج یا عمرہ کی نیت سے (لبیک)کہناہے اوررعایت احتیاط کے ساتھ اس کاکمترین واجب ہے:

لبیک اللہم لبیک ، لبیک لاشریک لک لبیک ، ان الحمدوالنعمة لک والملک ، لاشریک لک ۔ اس کے علاوہ اورکچھ نہیں اورچند مستحب جملے : اوراب لبیک کوسمجھنے سے پہلے شائستہ لبیک کے معنی اورسِرکوجانیں کہ کیاہے تاکہ ہمارے احرام کوروح اورمعنویت حاصل ہوجب محرم ہو نتو مَحرم ہو نے کی طرح اور یہ لباس اور مکان کی دگرگونی روح وجان کوبدل کررکھ دیتی ہے اور اسےزیروزبرکردیتی ہے ۔

لبیک بے شائبہ ، خالصانہ اورمخلصانہ قیام کی تکرارہے ہاں حاضرہوں ، ہاں تیرے امر اورتیری دعوت کوبرپاکروں گااخلاص کے ساتھ کسی شائبہ کے بغیرتیری آوازپرحاضرہوں دومرتبہ نہیں تنہاایک مرتبہ یہ سب اختصارکے ساتھ لبیک کے لغوی معنی ہیں شائداجابت اول صدائے زیارت کا قبول کرناہے کہ پہلے حضرت ابراہیم خلیل اورآخرمیں خاتم الانبیاء معمورہوئے کہ مستطیع افرادکودعوت عام دیں ؛ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلی کل منامرٍیاتین من کل فج عمیق ۔ تم نے اس لبیک کے ساتھ ان دونوں پیغمبروں اورخداکی دعوت قبول کی ہے ۔

دواجابت دوقبول : خدااور اس کے فرستادہ ورسول کی دعوت قبول کی ہے جوحقیقت میں ایک اجابت ہے جوہرطرح کی ناحقدعوت سے نکل کراجابت حق میں خلاصہ ہوتی ہے اور اس طرح سے تمہارادعوت حق اورحق پرستوں کی انجمن میں داخلہ ہوجاتاہے شائدایک اجابت فطرت ہے جوہم کواندرسے حق کی طرف بلاتی ہے اوردوسری شریعت کی اجابت ہےجوشریعت فطرت کی مکمل ہے ، ہاں ہاں ان دواجابتوں سے ان دوگاموں سے تیری طرف آرہاہوں ،قیام کررہاہوں اورشائداس اجابت کی تکرار استحکام اورپائیداری کاکنایہ ہے کہ گذشتہ کے برخلاف توڑونہیں ، نقض نہ کرودوثابت اجابت توبہ نصوح کی طرح نیزدعوت حق کی اجابت، قالب اورقلب میں ہے زبان اوردل سے ظاہروباطن ہے اندرسے باہرسے ،گفتاروکردارسےغرض پورے

وجودسے یہ سب اجابت حق کا ایک نقشہ ہے اور بس!کہ ہرگزناحق کاطواف نہ کرو، نقشہ حق کے علاوہ میرے اندرکچھ نہ ملے ، چونکہ محرم ہوں اس لئے محرم ہوں حضرت صادق علیہ السلام سے لبیک کی تفسیرمیں یوں واردہوا ہے:

)میں محرم کررہاہوں تیرے لئے اپنے بال اوراپنی جلدکو، گوشت وخون اورہڈی کو، اپنے دماغ اوراعصاب کوعورتوں سے ،لباس سے خوشبو سے ،کیوں کہ جسم کا احرام روح کا احرام ہے اورروح کااحرام وہی احرام روح ہے اور یہ دونوں محرم کوخدائی بنانےمیں شریک ہیں ۔

اوردیکھتے ہیں گویااحرام کے چارواجب اورکعبہ کے چارگوشے ایک جگہ لبیک کے چارصیغوں میں چارطرف سے ادغام اورہمگام ہوگئے ہیں کہ جس کی تکراران چارمعنوی ستونوں پراستوارہے اورسب سے زیادہ اہم اورجامع اوربہترآخری ستون ہے جواس اجابت کی چوطرفہ وفاداری اور استقامت ہے ۔

پہلے میقات میں جو پیمان الہی کی جگہ اوراس کامرکزہے اپنی خودی کودفن کردواورخودکوکفن پوش کرو ؛کیوں کہ میقات خودخواہی ، خودراہی ، خودبینی اورخودپسندی کی قبرہے اس چھوٹی خودی کوتخم کی طرح دفن کردوتاکہ تمہاری اجابت مجددکی صداقت اورناخودی کومارکر ازسرنوآراستگی پیداہو، بارآورہو اورایک دوسری خودی جنم لے ، اپنے لباس کوجوتمہاری شرمگاہ کاساتراورتمہاری شخصیت کانمائندہ ہے اتارپھینکوتاکہ اس خیالی اورخودساختگی سے جہاں تک ممکن ہو رہاہوجا واور اس کے بعدوہ لباس پہنوجونہ زندوں کالباس ہے اور نہ مردوں کاکفن ہے ، مردہ کاکفن کم سے کم تین پارچوں پرمشتمل ہے اورتمہارے پاس ایک یادوپارچہ احرام ہے اورزندہ تونوعاًتین سے زیادہ اور رنگ برنگے اورطرح طرح کالباس پہنتاہے اورتم اس وقت نہ مردہ ہو اور نہ زندہ ، موت اختیاری ہے تمہاری نئی زندگی اسی مصنوعی موت کے پرتومیں ہے کہ احرام کے چارمثبت اورچوبیس منفی کلاس طے کرنے کے بعدزندگی کی مشق کرو،خودکوآزما و اورآمادہ ہوجاو۔

اور اس وقت لبا س احرام تمہارے تن پر ہے اورتمہاری حیثیت میقات میں اس تنکے کی ہے ، نیت کرو کہ تم میقات ظاہری میں آئے ہو اوراپنے تن کے لباس کواتاردیا ہے ظاہرمیں گھر، شغل اوراپنے لباس کے حصارسے نکل آئے ہواب زیارت کی نیت کرکے اپنے اندرسے بھی باہرآ و ، غیرخدااورخدائی سے تہی ہو، تمہاری جگہ بدل چکی ہے ، تمہار ا لباس بدل چکا ہے ،اب نیت کر کے جوایک باطنی کام ہے، اپنی روح وجان میں بھی تبدیلی پیداکرو۔

پہلے کچھ اورنیت رکھتے تھے کیوں کہ خواہشات جداگانہ تھیں ، اب سب کوبھول جا و، خواہشات کوبھلادواورخداکویادکروکہ حج اورعمرہ خدا کے لئے ہے اور بس ، سیاحت نہیں ہے ، تجارت نہیں ہے ، زیارت اورملاقات اورسب چیز اور یہ نیت تم کوقیدوبندسے آزادی،محدودیت سے لامحدودیت اورباطل سے حق کی طرف لے جاتی ہے اوراب زیارت کاپہلاقدم اٹھانے کے لئے ؛ لبیک ' کہولیکن نیت کی طرح دل میں نہیں زبان سے کہو اورآشکارااور یہ کھل کرزبان کے مالک سے تمہارایہ اعلان تم کوپورے طورپرنمایانکرتاہے کہ میں سب کچھ کہوں۔

اپنی زبان سے اپنی فکروعقل اوردل سے ، اپنے پورے جسم وجان سے ، ہرچیز کے ہمراہ جومیرے اندرہے ، میرے باہرہے ، ظاہرمیں ہویاباطن میں ، سب کے ساتھ صرف لفظ اور اس کاتصورنہیں کیوں کہ لبیک کے معنی جیساکہ گذرالفظی اورخالی زبانی جمع خرچ نہیں ، لبیک کے معنی یہ ہیں کہ اخلاص کے ساتھ اٹھاہوں اوراپنے پیروں پرکھڑاہوں ، تنہااعراب ومخارج اورحروف وکلمات نہیں ہے بلکہ خدائی ہونے میں تمہاری چوطرفہ سعی وکوشش ، خداہونانہیں کہ محال ہے بلکہ ظل اللہ ہونا، عبداللہ ہونا، آیۃ اللہ ہونا، اورآخرمیں حجۃ اللہ ہوناکہ خود حق کے لئے حجت اوربرہان ہوجا و ۔کیسے کہوں کہ اس لبیک میں اسرارمعانی ناگفتہ کی ایک دنیاپوشیدہ ہے اورتوحید یعنی لاالہ الااللہ سلب وایجاب کے دو ستونوںپراستوارہے نہیں نہیں ا ےبے گانو، ا ے ناخدا والو، نہیں نہیں ا ےدیناوالو، ا ےمیں اورمیری خواہشات ، اے مال وجان اعزاواقربا .... نہیں نہیں ۔

ہاں ہاں ا ے جان جانا، کہ جواپنے اوردوسروں کے لئے ، اپنی اوردوسروں کی خواہش کے لئے ، جوکچھ کہاہاں غلط کہا، اوراب ا ے خدائے بزرگ تیرے غیرکی نسبت نہیں بلکہ صرف اورصرف تیرے لئے ہاں ۔

ہاں ہاں یہ بندہ گریزپاہے جواس وقت تیری دعوت قبول کرتے ہوئے اپنے پیروں پرچل کرآیاہے ، یہ خستہ وشکستہ ناچیز، یہ ناشائستہ اورنابسامان جھوٹ اوروہم و خیال سے پر کچھ نہیں ، یہ ناچیزاورکچھ نہیں ، یہ تیری دعوت پراپنے پیروں سے آیاہے ، مہمان ہے ، بلایاہوا ہے ، کوئی بھی ہے کچھ بھی تونے اس تنکے کودانستہ بلایاہے کہ کچھ بنادے ، ننساس ہے کہ انسان بنادے ، دیوہے کہ آدم بنادے ،ناچیزہے کچھ بنادے ، لبیک اور بس۔

جوکچھ حکم دے سرآنکھوں پر، قربان ہوجا، تسلیم یا اپنی جگہ قربانی کر،بسروچشم ،شیطان : شیاطین اورشیطنت سے دوری کر، قبول ، سنگ بارانی کر،

قبول ، ا ےسب کی سننےوالے صاحب کعبہ دوبارہ اجابت کررہاہوں چاروں پرمعنی،معنی کے ساتھ اورجب تک زندہوں ۔

یہ احرام ۔ ساراکاسارا۔ میقات، لباس احرام ، نیت اورلبیک خودایک درس ہے کہ اس طرح ہمیشہ اپنی زندگی کے نقشے کوعوض کرلےاورجیساکہ حضرت صادق سے روایت ہے کہ احرام کی حکمت یہ ہے کہ : قبل اس کے کہ حرم امن الٰہی میں باریاب ہوں حالت خضوع اختیارکریں ، لہوولعب، زینت اورلذت میں سرگرم نہ ہوں ،اپنے مقصدکی طرف تمام دقت واخلاص کے ساتھ کوچ کریں اوراپنی پوری ہستی اوروجود کے ساتھ اس طرف روانہ ہوں، علاوہ براین کہ حالت اورچہرہ احرام خودایک تجلیل ہے خدا کے لئے کہ اس کے گھرکی طرف روانہ ہو اور اس پرعظمت دربارمیں اپنی حقیرحاضری، اس حال میں کہ ثواب ورحمت کے امیدوارہو اورعقوبت کاخوف دامنگیر ہو اس کی طرف جارہے ہو، اس کی طرف رخ ہے اورحقارت کیساتھ اور یہ خوددرس ہے کہ تمہاری پوری زندگی کا عملی پروگرام ہے ، کہیں اس کوبھول نہ جا و، ۔

نتیجہ میں لبیک بہت دشوار ہے ، کہ پورے وجودکے ساتھ تسلیم ، زندگی کے تمام شعبوں اورحالات میں تسلیم ، حق کے ئتیں اپنی پوری ہستی، گفتاروکردارسب کچھ مثبت ہے ۔

حق کے علاوہ تمام نسبتوں کی نفی کہ نا محرموں کو منہ نہ لگاو اور محرمان حقیقی کی طرح حق کے محرم ہو جاو، جہاں تک ممکن ہو ہمیشہ پروردگار عالم سے تو فیق طلب کرو۔

یہ فقہ احرام کا ایک گوشہ ہے؛ لبیک جو احرام کی جان ہے اور فقہ احکام کا درج ذیل میں ذکر ہے۔

مسئلہ ۱۔ کم سے کم تلبیہ چار مرتبہ ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور اس سے کم نا کافی ہے، بعید نہیں کہ چار کی تکرار گذشتہ چار اسرار کی طرف اشارہ ہو، تلبیہ واجب کچھ اس طرح ہے: "لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک" اتنی مقدار میں تمام احادیث میں وارد ہے، اگر چہ بہت ساری احادیث میں "ان الحمد و النعمۃ لک و الملک لا شریک لک" بھی آیا ہے لیکن ظاہراً مستحب موکد ہے نہ واجب اور یہاں پر احتیاط بہت بجا ہے، بلکہ ترک نہ ہو اور تلبیہ کے بقیہ جملے قطعاً واجب نہیں ہیں۔

مسئلہ ۲۔ واجب ہے تلبیہ کوصحیح ادا کریں اور اگر اس طرح غلط کہے کہ معنی بدل جائیں یا بے معنی ہو جائےتو باطل ہے اور ظاہراً ایسی غلطی جو معنی کو عوض نہ کرے مبطل نہیں ہے، مثلاً "لبَّیک" میں حرف با کو فتحہ کے بجائے کسرہ {زیر} کے ساتھ کہے "لبِّیک" یا "اِنّ" کو "اَنّ" کہے یا "الحَمد" کو "الحِمد" یا "الحُمد" کہے اور اسی طرح کی غلطیاں جو اگر چہ لفظی اور لغوی اعتبار سے غلط ہیں لیکن معنی کو عوض نہیں کرتی ہیں، لیکن اگر کہے "لُبَّیک" چونکہ بے معنی ہے اور یا کلی طور سے معنائے مقصود کو عوض کر دے طبیعتاً باطل ہے چنانچہ اگر "الحَمد" کو "الحِمد" یا "الحُمد" کہے باطل ہے، خلاصہ واجب ہے اگر نہیں جانتا یاد کرے، یا کلمہ تلقین کے ساتھ ادا کرے اور کتنا اچھا ہو۔ اور سر لبیک کے لحاظ سے واجب تر – کہ اس کا ترجمہ بھی یاد کر لے۔

مسئلہ ۳۔ اگر صحیح ادا نہ کر سکے تو اس طرح ادا کرے کہ معنی محفوظ رہیں جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے درست ہے، گونگوں کی طرح کہ وہی ان کا اشارہ جس طرح کر سکتے ہوں کافی ہے۔ اور نائب اختیار کرنا بھی لازم نہیں ہے بلکہ بالکل بے معنی ہے مگر بچے کے لئے جو اتنا چھوٹا ہے کہ بول نہیں سکتا یا درست ادا نہیں کر سکتا، کہ طبیعتاً اس کا ولی بھی ذمہ دار ہے صحیح صحیح ادا کرے۔

اور ظاہراً اگر عربی کی صحیح ادائیگی نہیں کر سکتا توجو زبان بھی جانتا ہے اس زبان میں واجب ہے اس کا ترجمہ کہے، صرف بے زبان بچہ اور بیہوش شخص مستثنی ہے کہ ان کے لئے نیابت اختیارکرنا لازم ہے ۔

اور اصولاً اپنے احرام کے لئے کہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے، کہ نہ تنہا لفظ ہے اور نہ تنہا معنی کافی ہے لفظ بے معنی سر احرام میں غلط ہے اور معنائے بے لفظ یا تنہا لفظ غلط یہاں تک کہ با معنی بھی فقہ احرام میں غلط ہے۔

مسئلہ ۴۔ اگر لبیک واجب کو میقات سے پہلے یا میقات کے بعد کہےتو محرم نہیں ہوگا، کیوں کہ لبیک احرام کے لئے اسی طرح ہے جیسے نماز کے لئے تکبیرۃ الاحرام ہے، اگر وقت نماز سے پہلے یا انجام نماز کے بعد کہی جائے باطل ہے۔ اور اگر لا علمی میں یا غلطی سے ایسا کرے امکان کی صورت میں میقات پر جائ نا واجب ہے اور اس کی تکرار کرے اور اگر میقات سے گذر چکا ہے اور لبیک مجدد کے لئے واپس نہیں لوٹ سکتا، بعد والے میقات سے یا کم سے کم ادنی الحل سے محرم ہو اور اگر داخل حرم آ چکا ہے اور حرم کے باہر جانا بھی ممکن نہیں ہے تومسجد الحرام سے جتنی دور ممکن ہو تلبیہ کہے اور کافی ہے۔

مسئلہ ۵۔ مستحب ہے تلبیہ کی تکرار کرے اور بلند آواز میں کہے کہ یہ خود حج اور عمرہ کا شعار ہے: خود جانتا ہو اور دوسرے بھی جانیں کہ میں نے دعوت حق پر لبیک کہی ہے، اے محرمو اور نا محرمو! اے محرمو اور نا محرمو! اب میں بالکل بے آزار ہوں، سپر اور شمشیر میں نے ایک طرف رکھ دی ہے اور ---

لبیک کہتے ہوئے اسی طرح راستہ طے کرے یہاں تک کہ مکہ کے گھر نمایاں ہوں کہ ظاہراً اس کے بعد یہی لبیک واجب اور مستحب حرام ہو جاتا ہے۔[٢٤]

یا یہ کہ کم سے کم مستحب نہیں ہے اور روایت میں ہے کہ "اس کے بعد تلبیہ کی آواز گدھوں کی آواز سے بھی بدتر ہے" کیوں کہ اس وقت دیار محبوب میں پہونچ چکے ہو، عملاً اس کی دعوت قبول کر لی ہے لھذ اب لبیک کس لئے؟ ہاں کس لئے، کیوں کہ یہ خود نادانی اور گدھا پن ہے، ہر سخن جائی و ہر نکتہ مقامی دارد۔

مسئلہ ۶۔ مکہ کے گھروں سے مراد – روایت کے مطابق – وہی قدیم مکہ ہے کہ مکہ چاہے جتنا بھی بڑا ہو جائے لبیک مستحبی کی حد وہی قدیمی مکہ ہے۔

مسئلہ ۷۔ جو لوگ ادنی الحل خصوصاً تنعیم سے محرم ہوتے ہیں، جب تک مسجد الحرام نمایاں نہ ہو مستحب لبیک کی تکرار کر سکتے ہیں، اگر چہ غیر مسجد تنعیم میں بہتر ہے حرم میں داخل ہوتے ہی ترک کر دیں، قدیم مکہ کے گھر صرف ان لوگوں کے لئے معیار ہیں جو پہلے والے میقاتوں سے محرم ہوں۔

لیکن جو لوگ مکہ سے محرم ہوتے ہیں حج تمتع کے لئے انہیں چاہئے کہ لبیک کو ظہر روز عرفہ جہاں کہیں بھی ہوں ترک کر دیں، خواہ عرفات میں پہونچے ہوں یا نہ پہونچے ہوں، مگر یہ کہ ظہر عرفہ کے بعد محرم ہو کہ ظاہراً مقدار واجب سے زیادہ اس کے لئے جائز نہ ہو۔

محرمات احرام

محرمات احرام جو خود حریم احرام ہیں اور محرم کو زیارت بیت اللہ الحرام کے لئے محرم کرتے ہیں، یہ محرمات اجمالی طور پر مستقلاً آیہ احرام میں بیان ہوئے ہیں :

٢٤۔ اس لحاظ سے کہ لبیک کی نہی یہاں پر پہلے والے امر کے بعد ہے، ظاہراً صرف نفی وجوب کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

"لحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج و ما تفعلوا من خير يعلمہ الله و تزودوا فان خير الزاد التقوی واتقون يا اولی الالباب" {البقره ۱۹۷}:

حج کے معلوم مہینے ہیں: شوال، ذی قعده اور ذی الحجہ: پس جو شخص حج کو ان مہینوں میں قطعی کرے {کہ محرم ہو} پس نہ رفث ہے اور نہ فسوق ہے اور نہ ہی حج میں جدال ہے اور جو نیک اعمال کرو گے خدا جانتا ہے، توشہ ذخیرہ کرو، بہترین توشہ پرہیز گاری ہے۔ میرا تقوی اختیار کرو اے صاحبان عقل اور فکر و نظر ۔

"حج" خود بخود حج اور عمره کی تمام قسموں کو شامل ہے کیوں کہ اس کی اصل زیارت بیت الله ہے، لیکن: اشهر معلومات: معلوم مہینے، عمره مفرده کو باہر کر دیتے ہیں کیوں کہ ان مہینوں میں منحصر نہیں ہے، لبیک چونکہ "فرض فيهن الحج" احرام ہے اور عمره مفرده کا بھی احرام حتمی ہے حرمت "رفث، فسوق، جدال" بھی اس کے احرام میں حتمی ہے، اور اشهر معلومات نے تنہا حج اصلی کے وقت کو کہ حج اکبر ہے بیان کیا ہے نہ یہ کہ احرام اور اس کے محرمات بھی حج اکبر اور ان تین مہینوں میں منحصر ہیں۔

"فمن فرض ..." جو شخص قطعی کرے ان تین مہینوں میں حج کو – اور یہ قطعی کرنا ، واجب کرنا، مکلفین کے اختیار میں ہے، اختیاری ہے – کہ جب تک محرم نہ ہوگے یہ تین مہینے تم پر حرام نہ ہوں گے، خواه احرام حجهو یا عمره واجب ہو یا مستحب اور یہ احرام ہے جو حج یا عمره مقصود کو واجب کرتا ہے کہ واجب الہی عملاً احرام سے دو طرفہ واجب ہو جاتا ہے اور مستحب الہی بھی احرام سے واجب ہو جاتا ہے۔

بہر حال: جو شخص کہ احرام سے حج یا عمره کو قطعی یا حتمی کرے، پس نہ رفث ہے نہ فسوق ہے نہ جدال ہے " کہاں اور کب؟ حج میں: حالت حج یا عمره میں: جب تک کہ تمہارے اعمال تمام نہ ہوں۔ اگر چہ تنہا بعض محرمات احرام کی طرف نسبت ہو: جیسے عورت مرد پر اور مرد عورت پر طواف النساء سے پہلے اس کی جگہ میں، نیز عطر و ... طواف زیارت اور نساء سے پہلے حج میں"۔

اور کیا یہ حج و عمره کے تین مخصوص مہینوں میں منحصر ہے؟ نہیں کیوں کہ لفظ حج کی تکرار میں بہت لطیف اشاره ہے کہ اصولاً یہ تینوں حج کی حالت میں – زیارت بیت الله – حرام ہیں، خواه ان تین مہینوں میں یا دوسرے مہینوں میں کہ عمره مفرده کا وقت وسیع ہے۔ یہ نہیں فرمایا "لا رفث و لا فسوق و لا جدال" فيهن: ان تین مہینوں میں۔

اور نہ فی حجهن فرمایا ہے، ان تین مہینوں کے حج میں بلکہ فی الحج فرمایا زیارت حج میں خواہ حج اکبرہو خواہ حج اصغر، خواہ ان تین مہینوں میں یا دوسرے مہینوں میں کیوں کہ اصولاً یہ مناسک کی حالت میں محرمات احرام ہیں۔ "لا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج"۔

اب دیکھیں یہ تینوں – جو طبیعتاً ارکان محرمات احرام ہیں۔ یعنی کیا اور کس طرح تمام محرمات احرام کو شامل ہیں؟

"رفث" "کثافت کاری": جس کا یاد کرنا زشت ہے عمل تو دور کی بات اور نہ صرف شارع کی نگاہ میں بلکہ عرفاً بھی زشت ہے، اور پہلے درجہ میں عورتوں سے تمام جنسی تعلقات کو شامل ہے، جس طرح کا بھی تعلق ہو، عرفاً زشت ہے۔ اور اسی طرح مردوں کے ساتھ جنسی انحراف جو شرعاً بھی زشت ہے، عورتوں کے ساتھ جنسی رابطہ کہناپسندیدہ ہو نےکت باوجود قابل تحلیل ہے، لیکن مردوں کے ساتھ جنسی رابطہ ہرگز حلال ہونے والا نہیں ہے۔

ہاں: تمام جنسی روابط – خواہ حرام خواہ حلال – "رفث" کثافت کاری ہے، چنانچہ شہوت ہے، اگر چہ عورتوں کے حوالے ہر کچھ مصلحتوں سے حلال بلکہ مستحب اور کبھی واجب ہے۔

دوسری آیت میں "الرفث الی النساء" ماہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے جنسی تعلق حلال کیا گیا ہے کیوں کہ رمضان کے دنوں میں حرام ہے اور ایسا لگتا ہے کہ خود "الی ---" عورتوں کی جانب – عورتوں سے مجامعت اور ہم بستری کے معنی میں ہے، "و الرفث الی النساء" عورتوں سے شہوت رانی ہے اور "الرفث بالنساء" عورتوں کے ذریعے، لیکن آیہ احرام میں جو رفث آیا ہے – نہ تنہا عورتوں کی جانب یا ان کے ساتھ یا ان کے وسیلے سے بلکہ عورتوں کی نسبت ہر جنسی اور شہوانی تعلق و رابطہ اور استفادہ کہ مرد اپنی عورت سے یا عورت اپنے مرد سے کرے سب کو شامل ہے ۔

اب عورتوں اور مردوں کی معاشرت منع ہے، ہر طرح کی چاہے جس وسیلے سے ہو؛ دوسری عورتوں کے ساتھ معلوم ہے جب کہ اپنی عورت کے ساتھ حرام ہے، مرد کے ساتھ کہ کسی صورت بھی حلال نہیں ہے، اور یہاں پر تمام جنسی استفادے، داخل سے یا خارج سے اندر سے یا باہر سے، بوسہ لینا، ملنا – معنی دار نگاہ کرنا، بلکہ عقد کرنا کہ ان سب کا مقدمہ ہے، یہ ساری چیزیں جو خود محرمات احرام کا حصہ ہیں، جملہ "لا رفث" سے حرام ہوئی ہیں۔

یہاں پر "رفث" کی کسی معین قسم کی نفی نہیں ہے جو مجامعت میں منحصر ہو، نفی جنس ہےاور جو بھی اس کے مانند ہے، شہوت رانی اور شہوت انگیزی، لذت حاصل کرنا یا لذت دینا، سب کچھ احرام کی حالت میں حرام ہے اور اس کے موارد کی شرح صاحب رسالہ کے ذمہ ہے کہ وحی مفصل کی منطق سے اس وحی مجمل کو بیان کرے کہ کیا ہے۔

اور یہ ترک شہوت جنسی پہلا قدم ہے جو محرم "سیر الی اللہ" میں اٹھاتا ہے کہ : محرم – منہائے شہوت= محرم – جب تک ترک شہوت نہ کرو گے محرم نہ ہوگے حرم الٰہی خانہ خدا و ر لوگوں کے گھر میں قبولیت کی یہ بنیادی شرط ہے۔

خطر ناک ترین شہوتوں سے پرہیز کر نا پہلا قدم ضرورہے، لیکن یہ حق کی بارگاہ میں شرفیاب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے کیوں کہ شہوت ،شہوت جنسی میں منحصر نہیں ہے، اب دوسرے قدم کے لئے آمادہ ہو کہ "و لا فسوق" : خدا کی بندگی سے ہر طرح کی سر پیچی، وہ نفسانی خواہشات جو خدا کی مرضی کے خلاف ہیں، وہ تمام چیزیں جن کو ہر حال میں ہر وقت تم پر حرام کیا ہے کہ حالت احرام میں طبیعتاً بشدت حرام ہیں یہاں تک کہ چند حلال چیزیں آزمائش کے لئے حرام ہیں اور فسوق: جو چیز پہلے سے حرام تھی اور زیادہ حرام ہے اور اس کا کفارہ بھی طبیعتاً زیادہ ہے، خبر دار کوئی بھی غلطی نہ ہو کیوں کہ فاسقین گروہ شیطان سے ہیں اور ان کا یہاں داخلہ منع ہے۔ "و لا فسوق" خود سری منع، خلاف ورزی اور سر پیچی قدغن اور یہ دو قدم حقیقت اور راستی کے ساتھ خود کی طرف بڑھاو، لیکن ابھی مکمل طور پر آمادہ نہیں ہوئےہو، یہ کافی نہیں ہے کہ خدائی ہو گئے ہو عوامی بھی ہونا ضروری ہے کیوں کہ خدا اور لوگوں کے گھر کی طرف روانہ ہو، پس اب جب کہ خدا سے آشتی کر چکے ہو خلق خدا سے بھی آشتی کرو :

"و لا جدال" اس حال میں نا محرموں اور دوسروں کے ساتھ بھی محرم ہو جاو، کسی کے ساتھ جدال اور گستاخی نہ کرو، نہ حرام کہ خود اس کی اپنی جگہ ہے اور "فسوق" ہے اور نہ جدال حلال جیسے "لا و اللہ"؛ "بلی و اللہ" جہاں تمہاری قسم سچی ہے، کجا جھوٹی، یہ کہ مجادلہ میں کسی کو نا سزا کہو یا کسی پر تہمت لگاو، یا اس کو مارو، یا اس کا مذاق اڑاو یا ہر وہ بات یا کام یا اشارہ یا نوشتہ جو گستاخی ہو، "جدال" اور اختلاف ہے۔

تم تو خانہ خدا کی طرف روانہ ہو "فلا رفث" نیز لوگوں کے گھر "فلا جدال" خانہ خدا و مردم "و لا فسوق" نہ خدا کے حق کی نسبت تجاوز کرو نہ لوگوں کے حق کی نسبت تجاوز کرو کیوں کہ "لا فسوق" اس درمیان خدا اور بندوں کے درمیان

مشترک ہے، "و لا رفث" تنہا خدا سے متعلق ہے، اور لوگوں کے ساتھ جدال نہ کرو کہ یہ بھی خدا سے متعلق ہے چونکہ حکم خدا سے ہے اور سب تمہارے اور لوگوں کے حساب میں ہے، لوگوں کی مصلحت پیش نگاہ ہے تاکہ نسناس کی عادت سے رہائی پاو اور جس طرح کہ خدا چاہتا ہےاس طرح انسان ہوجاو۔

"سبیل اللہ" بھی نہ خدا کی جناب راہ "الی اللہ" اور نہ خدا میں "فی اللہ" ہے، بلکہ "سبیل من اللہ" ہے خدا کی ایک راہ ہے – اور سبیل اللہ خدا کے لئے ہے، کیوں کہ خدا کے لئے نہ سمت وسو ہے نہ میں ہے نہ نہایت ہے؛ نہ اختتام ہے نہ مکان ہے۔

اور اس کی راہیں بھی اس کے لئے سود مند نہیں ہیں لہذا "سبیل اللہ"وہ راہ ہے جس کو خدا نے ہماری مصلحت کے لئے مقرر فرمایا ہے اور جس طرح سبیل اللہ ہے، سبیل الانسان بھی ہے جس طرح بیت اللہ ہے بیت الناس بھی ہے۔

خدا پر احسان نہ جتاو کہ تم نے اس کا راستہ طے کیا ہے، بلکہ یہ خدا کا تم پر احسان ہے کہ تم کو راہ پر لگایا ہے اور بیراہہ سے نجات دی ہے اور اگر خدا کی بندگی، خدا کی راہ کا طے کرنا، خدا کی معرفت میں خود تمہاری مصلحت نہ ہوتی تو خدا بھی ان باتوں کامطالبہ نہ کرتا کیوں کہ تمہارا محتاج نہیں ہے یہ تم ہو کہ فقر محض اور ہر چیز میں خدا کے محتاج ہو، اے فقیر خدا خود کو گم نہ کر!

یہاں تک رمز و اجمال میں تین جملوں "لا رفث"، "و لا فسوق"، "و لا جدال فی الحج" کے حوالے سے محرمات احرام کو پہچاننے کی سعی کی ہے اور اب اس کی تفصیل:

"لا رفث": محرمات جنسی شہوانی نیز تمام شہوات کہ قسم اول متن ہے اور بقیہ حاشیہ اوردونوں مشمول رفث ہیں کہ زشت کام ہے اور نا قابل بیان اورعمل ہے، اگر چہ احرام سے پہلے جنسی شہوتیں کچھ شرائط کے ساتھ حلال ہیں اور بعض دوسری شہوتیں بھی اور اب بالترتیب:

۱۔ جماع کرنا: مردکا عورت کے ساتھ یا عورت کامرد کے ساتھ اور اس سے بدتر مرد مرد کے ساتھ "لواط" یا عورت کاعورت کے ساتھ "مساحقہ" اور جب حالت احرام میں حلال نزدیکی اور ہم بستری حرام ہےتو حرام کا حال معلوم ہے اور اسی طرح ہے حیوانات کے ساتھ جماع یا ہر طرح کا جماع جو اصولاً ہم بستری کہلاتا ہے کسی کے بھی ساتھ اور کسی بھی طرح ہوحرام ہے، اگر چہ مناسک میں صرف عورت کے ساتھ ہم بستری کا ذکر ہے۔

۲۔ استمناء کسی بھی طرح سے ہو، خواہ عورت کے ذریعہ یا کسی بھی دوسرے وسیلے سے، یہاں تک کہ اگر دیکھنا یا تصور کرنا یا جنسی امور کا مطالعہ کرنا منی آور ہوتو بھی حرام ہے۔

۳۔ عورت کا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت ہو اور مرد کا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ

۴۔ شہوت کی نظر سے عورت کو دیکھنا اور اس سے بدتر یہ ہے کہ مرد کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے، حرام ہے۔

۵۔ عورتوں کے بدن کو ملنا اور دبانا اور شہوت کے ساتھ مردوں کے بدن کو ملنا اور دبانا۔

٦۔ اپنے لئے یا دوسرے کے لئے کسی عورت کا عقد کرنا یا کسی کے عقد پر گواہ ہونا۔

یہ بخوبی نمایاں ہے کہ مشمول "لا رفث" ہیں کہ : شہوت رانی نہ کرو اور اس کے بعد:

۷۔ غیر معمولی انداز میں شہوت انگیز طریقے سے عورت کا زینت کرنا ۔

۸۔ مرد کا بھی زینت کرنا۔

۹۔ آرائش کے لئے یا خود کو دیکھنے کے لئے عورت یا مرد کا آئینہ دیکھنا۔

۱۰۔ عطریات کو کھانا یا سونگھنا یا ملنا کہ یہ بھی شہوت کا ایک گوشہ ہے اور بدبو سے ناک کو بند کرنا کہ خود اپنی گندگی سے فرار ہے۔

۱۱۔ ہاتھ میں زینت کے لئے انگوٹھی پہننا یا کسی بھی طرح کی زینت اور یہ دوسرے درجہ میں مزید دقت کے ساتھ رفث ہےاور حالت احرام میں حرام ومنع ہیں اور اس کے بعد:

۱۲۔ مکہ یا عرفات کی طرف جاتے وقت مردوں کا سایہ میں جانا اور مکہ کی طرف اور اس راہ میں حرکت کی حالت میں کہ یہ خود راہ خدا میں سختیوں سے پرہیز ہے اور راحت کی پناہ میں جانا ہے اور یہ خود جسمانی شہوت ہے اور شہوت ، عورت یا ہر طرح کی جنسی شہوت کے لئے چھوٹے بھائی کی طرح ہے۔

۱۳۔ مردوں کے لئے ہر طرح کا لباس پہننا کیوں کہ شہوت شخصیت اور راحت طلبی ہے۔

۱۴۔ عورتوں کے لئے دست کش کا پہننا بھی۔

۱۵۔ مردوں کے لئے موزہ پہننا کہ خود راحت اور زحمت سے فرار ہے اور شخصیت کی حفاظت ہے۔

۱٦۔ مرد کا اپنے سر کو ڈھانکنا۔

۱۷۔ عورت کا اپنے چہرہ کو چھپانا کہ خود خواہی اور خود پسندی ہے۔

۱۸۔ مرد کا پانی میں یا کسی بھی سیال چیز میں سر ڈبونا۔

۱۹۔ بدن پر تیل لگانا۔

۲۰۔ ناخن کترنا۔

۲۱۔ سرمہ لگانا کہ یہ ساری چیزیں رفث کے تیسرے درجہ میں آتی ہیں اور سب کا سر چشمہ شہوت ہے کہ کہیں شہوت جنسی ہے تو کہیں پر شہوت بدنی ہے اور کہیں شہوت آبروئی ہے و --- اور اس کے بعد خلق کی نوبت آتی ہے کہ: "ولا جدال" یہاں پر جدال قدغن ہے، یہاں تک کہ حیوانات و حشرات اور نباتات کے ساتھ چہ جائیکہ تمام لوگوں سے کہ:

۲۲۔ لوگوں سے جدال اور اس کے بعد حیوانات سے کہ:

۲۳۔ خشکی کاشکارکرنا

۲۴۔ تمام حیوانوں کو اذیت کرنا چہ جائیکہ اسے قتل کرنا مگر یہ کہ موذی یا خطر ناک ہوں۔

اسکے بعد خود کو

۲۵۔ اپنے بدن سے خون باہر نکالنا ۔

۲٦۔ بال اپنےجسم سےبال اکھاڑ نا یا صاف کر نا کہ یہ اذیت خود اپنے سے جدال کرناہے اور اس کو راحت پہونچانا شہوت کے زمرہ میں ہے، "رفث"۔

۲۷۔ دانت اکھاڑنا اور اس کے بعد یہاں تک کہ حرم کی گھاس وغیرہ کو اکھاڑنا اور کاٹنا کہ یہ خود ان کے ساتھ جدال ہے،

۲۸۔ اپنے ہمراہ ہتھیار رکھنا کہ جدال کا غماز ہے چہ جائیکہ خود جدال! کہ یہ سب رفث و فسوق و جدال میں جمع ہیں۔

یہ محرمات احرام ہیں اور تم نےدیکھا کہیہ کس طرح تمہاری اصلاًح کرتے ہیں، حریم احرام اور حرم امن الہی میں تمہارے اور خدا کے درمیان، تمہارے اور بندوں کے درمیان، تمہارے اور جانوروں کے بیچ یہاں تک کہ نباتات کے بیچ اور خود تمہارے اپنے بیچ، تمہاری داخلی اور باہری جنگ میں صلح تام بر قرار کرتے ہیں کہ نہ شہوت کی طرف مائل ہو اور نہ کسی سے نہ حیوان سے نہ گیاہ سے جدال کرو کیوں کہ تم اس وقت محرم ہو؛ محرم اور سالم اور تسلیم ہو، امان میں ہو اور خود بھی امین ہو کہ فمن فرض فیھن الحج فلا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج" اور اس کے بعد "و ما تفعلوا من خیر یعلمکہ اللہ" جو نیکی کرتے ہو خدا جانتا ہے "و تزودوا فان خیر الزاد التقوی" اس سفر میں جتنا ہو سکے توشہ تقوی ذخیرہ کرو کیوں کہ بہترین توشہ زندگی تقوی ہے، "و اتقون یا اولی الالباب"؛ اے صاحبان عقل و خرد میرا تقوی اختیار کرو، میرے گناہوں سے دوری اختیار کرو اور اب محرمات احرام کی سری اور فقہی تفصیل ایک دوسری ترتیب اور رخ سے:

محرمات احرام:

۱۔ غیر دریائی حیوان کا شکار:

باوجودیکہ ملک حج اور حالت احرام میں شکا ر کرنے کا حوصلہ اور گنجائش نہیں ہے، اس کے با وجود محرمات احرام میں سے جس حرام کی – آیہ احرام کےاجمال کے بعد – تصریح ہوئی ہے – وہ بھی کئی بار – شکار ہے جو سر احرام میں بھی اور فقہ احرام میں بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے اور اب اس سے متعلق آیات ملاحظہ ہو:

"احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید و انتم حرم – و اذا حللتم فاصطادوا --- یا ایھا الذین آمنوا لا تقلتلوا الصید و انتم حرم، و من قتلہ متعمداً فجزاوہ مثل ما قتل من النعم ما یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیاً بالغ الکعبۃ او کفارہ طعام مساکین او عدل ذلک صیاماً لیذوق و بال امرہ عفی اللہ عما سلف و من عاد فینتقم اللہ منہ و اللہ عزیز ذو انتقام۔ احل لکم صید البحر و طعامکہ متاعاً لکم و للسیارۃ و حرم علیکم صد البر ما دمتم حرماً و اتقوا اللھی الذی الیہ تحشرون"۔ {المائدہ: ۱۔ ۲۔ ۹۴۔ ۹۶}

ابتدائی آیتوں میں شکار کے حلال جاننے اور مارنے اور قتل کرنے کو یہاں تک کہ دریائی جانوروں کا شکار کرنا یا مارنا حرام قرار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی عمداً کسی

شکار کو قتل کر دے، تاکہ یہ محرم جس نے حرم اور احرام کی حرمت کا خیال نہیں رکھا اور امن و امان کی جگہ کو غیر محفوظ بنادیا ہے ہے اپنے کام کے وبال کا مزہ چکھے اور خدا نے گذشتہ کو معاف کیا، لیکن جو دوبارہ اس گناہ کی تکرار کرے خدا اس سے سخت انتقام لے گا کیوں کہ وہ صاحب عزت اور انتقام ہے۔

اس کے بعد آخری آیت میں – تنہا ضرورت زندگی کے پیش نظر – نہ کہ حیوانوں کی جان سے کھیلنے اور اپنی ہوس بجھانےکے لئے – صرف دریائی شکار کو حلال کیا گیا ہے کہ تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے دریائی شکار اور اس کا کھانا تمہارے لئے اور

رہگذروں کے لئے ایک توشہ ہے اور حرام ہے تم پر خشکی کا شکار جب تک تم محرم ہو – زمینی ہو یا ہوائی – {حرم اور غیر حرم میں کہ حرم میں احرام کے بغیر بھی حرام ہے} اور اس خدا سے جس کی طرف روانہ ہو اور آخر میں اس کی طرف محشور ہوگے ڈرو۔"

اور نہ صرف یہ کہ شکار کرنا حرام ہے کہ "غیر محلی الصید و انتم حرم" شکار کے لئے ہر طرح کی راہ و چارہ – اس کے لئے ہر قسم کی سعی و کوشش – حرام ہے: شکار کرنا۔ اس کے قتل کرنے اور کھانے کو ایک جگہ پر محرم کے لئےحرام کیا ہے اور دوسری آیت میں اس کے مارنے اور قتل کرنے کو "لا تقتلوا الصید و انتم حرم" اور تیسری آیت میں "احل لکم صید البحر و طعامہ" دریائی شکار اور اس کے کھانے کو حلال کر کے خشکی کے شکار کی حرمت کی طرف ہر رخ سے اشارہ کیا ہے کہ : شکار کرنا، مارنا اور شکار کا کھانا ہر ایک مستقل طور پر محرم کے لئےحرام ہے اور غیر محرم پر بھی حرم میں کہ اگر کسی نے شکار کیا خواہ محرم ہو یا نہ ہو، خواہ حرم میں یا حرم کے باہر – اس کا مارنا اور کھانا محرم پر حرام ہے اور اگر کسی نے شکار کیا اور دوسرے نے ذبح کیا خواہ محرم ہو یا نہ ہو اس کا کھانا محرم پر حرام ہے ؛کیوں کہ شکار کرنا اور مارنا اور اس کا کھانا حالت احرام میں ہر ایک مستقل طور پر حرام ہے اور جمع کی صورت میں محرمات کا مجموعہ ہے۔

جملہ "غیر محلی الصید و انتم حرم" تھورا سا اور غور کرتے ہیں کہ: کیا حالت احرام میں صرف شکار کو حلال جاننا حرام ہے، یا شکار کو حلال رکھناجس طرح سے بھی ہو؟ ایسا لگتا ہے دونوں حرام ہے، یا یہ کہ حلال رکھنا حلال جاننے کو بھی شامل ہے حالت احرام میں بھی شکار کو حلال رکھنا صرف شکار کرنا، شکار مارنا اور شکار کھانا نہیں ہے، بلکہ تمام شکار سے متعلق سر گرمیاں نیز وہ تمام سر گرمیا

ں جو حیوان فراری کے سلسلے میں ہوتی ہیں کو شامل ہے کہ اس کی حفاظت، شکارچی کی مدد، یہاں تک کہ اس کواشارہ کرنا اور ہر وہ عمل جو شکار کرنے، شکار مارنے اور شکار کھانے کی راہ میں ہو، سب محرم پر حرام ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی اسی طرح سمجھا ہے کیوں کہ ان کی فہم کا سر چشمہ قرآن ہے۔

البتہ اگر حیوان درندہ اور صیاد پرندگان حرام کا شکار کرنا چاہے تو محرم اور غیر محرم پر جائز ہے بلکہ واجب ہے ان کا شکار کرے یا مانع ہو تاکہ جہاں تک ممکن ہو حرم امن الہی میں ناامنی نہ ہونے پائے۔

شکار حرم میں اورخصوصاً حالت احرام میں اگر چہ غیر حرم میں ہو اس درجہ صاحب شریعت کی نفرت کامورد ہے کہ حکم مردا ر میں ہے یہاں تک کہ پوست اور اس کے تمام اجزاء میں نماز حرام ہے۔

یہاں پر سر احرام کے عنوان سے جو درس ملتا ہے یہ ہے :تم اس وقت محرم ہو،خدا کے شکار ہو،تم اپنے پیروں پر آکر خدا کی

دعوت سے بندگی کے دام میں گرفتار ہو، اس کے بندے ہو چکے ہو تاکہ آزاد ہو سکو، خراب ہو چکے ہو تاکہ آباد ہو، پھر کس طرح شکار کرتے ہو؟ شکار تو کسی کا شکار نہیں کرتا، شکار خود قساوت ہے اور قساوت آور ہے، خواہ غنیمت کے لئے ہو – خواہ اس سے بد تر لہو و لعب کے لئے ہو، تم تومحرم ہوچکےہو تمہیں محبت سے لبریز ہونا چاہئے اور کسی کے لئے باعث اذیت و آزار نہیں ہونا چاہئے ، یہاں تک کہ نباتات حرم کوبھی اذیت نہیں پہونچانا چاہئے حیوان اور انسان تو دور کی بات ہیں۔

یہ حرم امن ہے یہاں نا امنی کیوں پھیلاتے ہو، آزادی کی جگہ ہے، دوسروں کی آزادی کیوں سلب کرتے ہو، حیوان کی جان سے کھیلتے ہو، اس قدر غافل اور باغی ہو کہ حرم خدا میں حالت احرام میں بھی خدا کے بندوں کو اذیت و آزار پہونچانے سے باز نہیں آتے ہو؟

اور نہ صرف یہ کہ حلال گوشت حیوان کا شکار حرام ہے بلکہ حرام گوشت کا بھی شکار حرام ہے اگر چہ حیوان درندہ ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ کہ اس سے اپنی یا دوسروں کی یا حیوانات حرم کی جانوں کو خطرہ ہو کہ اس صورت میں اس کا خون مباح ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے اور اب چند مسائل فقہ صید {شکار} کے حوالے سے:

مسئلہ ١۔ تنہا اس حیوان کا شکار حرام ہے جو اصل اور نسل کے اعتبار سے فراری ہو اگر چہ اس وقت خانگی اور اہلی ہو گیا ہو اہلی جانور کا بھی شکار حلال اگر

چہ اس وقت فراری ہو گیا ہو، جیسے فراری بکری یا مرغی وغیرہ کہ شکار نہیں ہے اور چونکہ ہرن اہلی ہو گیا ہے اس لئے شکار ہے۔

مسئلہ ۲۔ دوہری زندگی گذارنے والا جانور جو دریائی بھی ہے اور خشکی کابھی ہے۔ بری اور بحری دو آیتوں سے ایسا لگتا ہے کہ اس کا شکار دریا میں حلال اور خشکی میں حرام ہے، لیکن شکار دریائی جس کی زندگی کا دار و مدار صرف دریا پر ہے دریا کے باہر بھی اس کا شکار کرنا حلال ہے اور اس کے بر عکس خشکی کا شکار جس کی زندگی کا دار و مدار پر ہے اس کا شکار دریا میں بھی حرام ہے۔

مسئلہ ۳۔ اگر شک ہو کہ دریائی جانور ہے یا خشکی کا جانور ہےتو قاعدہ کے مطابق حلال ہے، کیو ں کہ آیت تحریم نے صرف خشکی کے شکار کو حرام کیا ہے اور اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کون سا شکار ہے اگر چہ مقتضائے احتیاط شدید اس کا ترک کرنا ہے۔

مسئلہ ۴۔ اگر شک کرے کہ یہ حیوان وحشی اور فراری ہے تو اس کے شکار کی حرمت مشکوک ہوگی ؛کیوں کہ نہیں معلوم شکار ہے یا نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ شکار نہ کریں۔

مسئلہ ۵۔ شکار صرف محرمات احرام سے ہی نہیں ہے بلکہ محرمات حرم سے بھی ہے کہ محرم کے لئے حرم میں دو طرفہ حرام ہے اور محرم کے لئے حرم کے باہر یک طرفہ حرام ہے اور غیر محرم کے لئے حرم میں یک طرفہ حرام ہے۔

مسئلہ ٦۔ انڈا اور شکار کا بچہ بھی اس حکم میں ہے کہ اس کا پکڑنا یا لینا، اس کی نگہداشت اور اس کا کھانا حرام ہے، مگر یہ کہ حفاظت کے مقصد سے اس کی نگہداشت کرو تاکہ اس کو اس کی ماں کے پاس پہونچا دو تو یہ بہت بجا بھی ہے۔

مسئلہ ۷۔ کسی بھی حیوان کو کسی بھی طرح کی اذیت پہونچانا حرم کے اندر خصوصاً حالت احرام میں حرام ہے، نہ تنہا شکار کرنا اور کھانا بلکہ شائستہ اور کبھی واجب ہے ان حیوانوں کا دفاع کرنا اور ان کی حمایت و حفاظت کرنا جو مورد حملہ واقع ہوتے ہیں ، مگر خطر ناک حیوانات یا شکاری کہ کبھی ان کا قتل کرنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۸۔ ممنوع شکار کا گوشت مردار اور حرام کی طرح ہے اور شاید غیر محرم کے لئے حرام نہ ہو کیوں کہ آیت "و حرم علیکم صید البحر ما دمتم حرماً" نے خشکی کے شکار کو صرف حالت احرام میں حرام کیا ہے اور روایات صحیحہ بھی اس

پر گواہ ہیں اور دو دوسری ضعیف روایات جو دلیل حرمت ہیں اس آیت اور روایات کے ظاہر کی مخالف ہیں لیکن یہاں پر شدید احتیاط کرنا مناسب ہے ۔

مسئلہ ۹۔ اس طرح کے شکار کے لئے شکار چی کی کسی بھی طرح کی مدد کرنا حرا م ہے مثلاً شکار کو دکھانا، شکار کو روکے رکھنا اور کسی بھی طرح کی کوئی رہنمائی کہ اس کو شکار چی کی مدد کرنا کہہ سکیں۔

مسئلہ ۱۰۔ صیاد کے لئے شکار کی نگہبانی یا کسی بھی دوسرے مقصد کے لئے اس کو رہا کرنے کے علاوہ حرام ہے اور اگر کوئی شکار اس کے پاس ہے اور رہا کر دینے کی صورت میں اس کی جان کو خطرہ ہے تو اس کی نگہبانی کرنا واجب ہے جب تک کہ اس کو مطمئن طور پر فرار نہ دے سکے۔

مسئلہ ۱۱۔ حرم میں شکار ہوئے حلال گوشت حیوان کی پوست اور اس کا بال مردار کی طرح ہیں۔ اس میں نہ نماز پڑھی جا سکتی ہے نہ طہارت کا معاملہ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ بالکل ہی مردار کے حکم میں ہے۔ یہ حکم غیر محرم کے لئے احتیاطی ہے جیسا کہ مسئلہ ۸ میں گذرا۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر خشکی کے شکار کو حرم میں قتل کر دیا تواس کی قیمت بھی ادا کرے اور کفارہ بھی دے، جیسا کہ کفارات کے باب میں آئے گا۔

مسئلہ ۱۳۔ یہ شکار تمام موارد میں کفارہ رکھتا ہے، نا دانستہ ہو یا دانستہ ہو، سہواً ہو ہوشیاری کی حالت میں ہو اور عمداً ہو، مکلف شکار کرے یا غیر مکلف طبیعتاً ولی کے ذمہ ہے اوراس کا اپنی جگہ بیان ہوگا۔

۲۔ جسم میں موجود حیوانات کا قتل کرنا {جوں یا چیلر وغیرہ}

جسمانی حیوانات کا قتل کرنا – جس کی ولادت۔ شادی ۔ زندگی۔ گھر بار اور موت سب کچھ بدن میں یا لباس میں ہے، حرام ہے نیز کسی بھی طرح کی اس کو اذیت پہونچانا اور اس کو معرض قتل یا موت میں قرار دینا نیز اس کو بدن سے باہر کرنا یا اس کو جا بجا کرنا بھی، اس طرح سے کہ راحت محسوس نہ کرے، یا کسی نا امن جگہ پہونچ جائے توظاہراً حرام ہے، مگر ضرورت کی صورت میں کہ کوئی موذی یا نا قابل تحمل مہمان ہو، یہاں پر صرف حق رکھتے ہو کہ بدن یا لباس سے اس کو باہر کر دو نہ یہ کہ اس کو قتل کر دو یا اذیت و آزارپہونچاو، مگر یہ کہ قتل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔

یہ حیوان کہ اس کی جگہ یا تمہارا بدن یا کپڑا ہے، اس کی وجہ بھی تم خود ہو کیونکہ اس نےبلا دعوت تو تمہارے اندر جگہ نہیں بنائی، اگر گندے اور لا ابالی نہ ہوتےتو وہ کبھی تمہارے سراغ میں نہ آتا، کیوں کہ اس کو کوئی چرا گاہ نہ ملتی پھر کیوں تمہارے سراغ میں آتا اور اس وقت کہ تم اس کی چرا گاہ ہو چکے ہو اور عملی طور پر اس کو اپنے پاس بلایا ہے پھر کیوں اس بلائے ہوئے مہمان کو آزار پہونچا رہے ہو، قتل کر رہے ہو یا اس طرف اور اس طرف گھسیٹ رہے ہو کیوں کہ "اکرم الضیف و لو کان کافراً" مہمان اگر کافر بھی ہو اس کا اکرام کرو چہ جائیکہ یہ حیوان جو تمہاری دعوت پر تمہارے بدن یا لباس میں اگر ساکن ہوا ہے۔

احادیث سے ایسا لگتا ہے کہ یہ حکم اس جوں سے مخصوص ہے جو خود تم سے ہے یا گندگی اور آلودگی کی وجہ سے تمہارے بدن یا لباس میں جگہ بنا چکی ہے، پس اگرتم تمیز ہو لیکن ایسے گروہ میں آئے ہو کہ جس میں بعض آلودہ لوگ وہاں پر ہیں اور اتفاق سے یہ نا خواند ہ مہمان یعنی جوئیں – تمہارے بدن یا لباس میں آ گئیں ہیں جن کو تم سے کوئی طمع اور دلچسپی نہیں ہے یہاں پر بغیر آزار پہونچائے ان کو باہر کر سکتے ہو۔

یہ جسم میں موجودحیوانات کا حکم، لیکن حیوانات غیر بدنی جیسےمکھی اور مچھر اور اس طرح کے حیوانات ان کو بھی اگر تمہارے تک آنے کا راستہ مل جائے ۔ نہ یہ کہ سکونت اختیار کریں اور اپنا گھر بنا لیں کہ بدنی ہو جائیں، یہ اگر قابل تحمل نہ ہوں، چونکہ امام صادق کے ارشاد کے مطابق بے جا تمہارے اندر جگہ بنا لی ہے، ان کا مارنا یا کم سے کم باہر کرنا جائز ہے "نعم و صفار لھما انھما رقیا فی غیر مرقاھما"۔

لیکن دوسرے تمام جانوراگر خطر ناک ہیں تو ان کا مارنا جائز اور کبھی واجب ہے، جیسے موذی سانپ اور بچھو کہ اگر تم اس کے شر سے بچ جاو گے تو پھر وہ دوسرے کے سراغ میں جائیں گے اور دوسرا بھی تمہار ی ہی طرح ہے یا تمہارا ایمانی یا انسانی بھائی ہے اس کا بھی دفاع کرنا خود کی طرح واجب ہے۔ مگر یہ کہ نہ کر سکو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اور جو جانور خطرناک نہیں ہے صرف تم کو اذیت کرتا اور اکساتا ہے توجتنا ممکن ہے تحمل کرو اور اگر عرصہ حیات تم پر تنگ کر دے تو تم بھی اس پر عرصہ حیات تنگ کر دو۔ معمولی اذیت و اہانت سے اس کو اپنے پاس سے دور کر دو مگر یہ کہ مارنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو آخر میں اسے مار دو۔

ہمیشہ یہ دھیان رہے کہ یہ کون سی جگہ ہے اور تم کس حال میں ہو، یہ حرم امن الہی ہے اور تم حالت احرام میں ہو، صرف اپنے حال اور اپنی جان کی حفاظت کر

سکتے ہو نہ یہ کہ کسی جاندار کے حال یا جان پر ستم ڈھاو کہ مثلاً چوٹیاں یا اس کے مانند دوسرے جانور وہ جانور جو تم سے کوئی سر و کار نہیں رکھتے اور اگر سر و کار رکھتے بھی ہیں تو اپنے آذوقہ کے خاطر ہے اور تمہارے لئے قابل تحمل ہے ان کو اذیت و آزار پہونچانے کا بھی تمہیں حق نہیں ہے مارنا تو دور کی بات ہے۔

یہاں پر بے آزاری کی مشق کرو، درس حاصل کرو، یہ مدرسہ ہے، خود کو منظم کرو، تاکہ بد سے بہتر ہو جاو انسان سے انسان تر ہو جاو نسناس کی خو سے باہر آجاو اور زمرہ ناس میں شامل ہو جاو اے حرم میں احرام باندھنے والے۔

نہ تنہا بے آزار و کم آزار حیوانات یہاں تک کہ کتے اور گیدڑ، سانپ اور بچھو وغیرہ بھی تم سے کوئی سر و کار نہیں رکھتے یا بے خطر ہیں، تم بھی ان کے ساتھ مکمل صلح و آشتی سے رہو، اس طرح سے کہ وہ بھی تم سے بے آزاری کا سبق لیں جس طرح آخری حکومت یعنی حضرت مہدی علیہ السلام کی حکومت میں درندے بھی باہم صلح و آشتی سے رہیں گے "تصطلح فی ملکہ السباع" آدمیوں سے آدمی کی خو لیں گےتو تو بھی اے محرم حرم سب کے ساتھ محرم ہو جا۔

حضرت صادق ؑ سے پوچھتے ہیں : ایک شخص نے ایک شہد کی مکھی کو مار ڈالا؟ فرمایا: اگر غلطی سے مارا ہے تو کوئی بات نہیں! میں نے کہا: عمداً مارا ہے۔ فرمایا: تھوڑا سا گندم کفارہ دے۔ میں نے کہا: مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اپنا دفاع کیا اور اس درمیان ماری گئی، فرمایا: جو حیوان بھی تم پر حملہ کرے اس کو مار دو، طبیعتاً امام کی مراد وہاں ہے جہاں مار دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔

ضرر مالی بھی ضرر جانی کے پیچھے دفاع کا مقتضی ہے کہ اگر تمہارے گھر میں چوہے کی بل ہے اور یہ بے رحم چور جو بقدر ضرورت پر اکتفاء نہیں کرتے اور ہر خشک و تر یہاں تک کہ سونا اور چاندی پر بھی ہاتھ صاف کر دیتے ہیں ، جس طرح سے چاہو اس کے شر کو دفع کر سکتے ہو اور مار دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو مار دو۔

حرم میں یا حالت احرام میں جانوروں کو مارنے یا بھگانے میں عام قاعدہ یہ ہے کہ تم کو یا تم جیسے کو جانی یا مالی نقصان پہونچائیں اور وہ نقصان قابل تحمل نہ ہو ورنہ حق نہیں رکھتے کہ کسی حیوان کو قتل کر دو یا آزار پہونچاؤ جیسے وہ سانپ جو صاحب خانہ سے مشہور ہے یا پانی کا سانپ یا کسی نمناک جگہ بچھو کہ کوئی نقصان نہیں پہونچاتی ہے اور اگر موذی ہو اگر چہ دوسروں کی نسبت بھی لازم ہے اس کے شر کو دفع کرو ؛کیوں کہ دوسروں کی جان و مال بھی تمہاری جان اور تمہارے مال

کی طرح محترم اور واجب الحفظ ہے اور تم خدا اور لوگوں کے گھر کی زیارت کے لئے آئے ہو لهذا خدا اور لوگونکی حرمت کا بھی پاس و لحاظ رکھو۔

۳۔ حرم کی گھاس کا اکھاڑنا:

حرم میں جو چیز بھی اگے اس کا اکھاڑنا اور کاٹنا ہر شخص پر محرم ہو یا غیر محرم حرام ہے اور محرم پر اور زیادہ حرام ہے، مگر میوہ اور سبزیجات وغیرہ کا توڑنا اور اکھاڑنا اور ہر وہ چیز جو کھانے کے لئے ہے اس لحاظ سے حرام نہیں ہے، اسی طرح ہر وہ گھاس جو تم نے خود لگائی ہے یا مکہ یا کرایہ کے گھر میں یا ہر وہ گھر جس میں حق تصرف اور سکونت رکھتے ہو، تمہارے زمانۂ تصرف میں اگی ہے یا تم نے بوئی اور لگائی ہے کہ اس کا بھی چننا اور توڑنا – صرف تمہارے لئے – جائز ہے، اور ان موارد کے علاوہ کھانے والی سبزیوں کے علاوہ دوسری نباتات کا کاٹنا یا اکھاڑنا جائز نہیں ہے اور حرم کی حد جیسا کہ گزرا چار فرسخ در چار فرسخ ہے (۴×۴)

اور اب چند مسائل:

مسئلہ ۱ ۔ ایسا لگتا ہے کہ خشک و بے جان درخت اور نباتات جو جڑ سے خشک ہو گئی ہیں، نیز سر سبز درخت میں لگی ہوئی خشک ٹہنیاں اور لکڑیاں بھی استثنائی موارد سے ہیں کہ ان میں حیات نہیں ہے اور بہت ممکن ہے درختوں کے رشد کے لئے بھی نقصان دہ ہوں۔ جیسا کہ شکستہ شاخوں اور گری ہوئی پتیوں کو بھی اٹھایا جا سکتا ہے اگر چہ دوسرے نے گناہ سے توڑا ہو۔

مسئلہ ۲ ۔ وہ درخت جس کی جڑ اور تنہ حرم میں اور شاخیں حرم کے باہر ہیں یا بر عکس حرم کے باہر کا حصہ بھی اس کے اندرونی حصہ کی طرح محترم ہے اور امان میں ہے ۔ حتی اگر کوئی حیوان حرم کے باہر کی شاخ یا تنے پر بیٹھا ہو اس کا شکار حرم کے باہر بھی حرام ہے، چنانچہ حضرت علی سے مروی ہے کہ ایک درخت جس کا تنہ حرم میں اور اس کی شاخیں حرم کے باہر ہیں اور ایک پرندہ حرم کی بیرونی شاخ پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اس پرندہ کا شکار کرتا ہے توآپ نے فرمایا: اگر درخت کی جڑحرم میں ہے تو اس شکار کا کفارہ ادا کر نا واجب ہے۔"

مسئلہ ۳ ۔ اگر کسی شاخ یا درخت کو حرم میں یا حرم سے توڑ لے یا اکھاڑے، بصورت امکان واجب ہے اس کو اسی جگہ واپس لوٹائے، محرم ہو یا نہ ہو ورنہ گناہ گار ہے اور اس کی قیمت ادا کرے۔

مسئلہ ۴ ۔ اگر معمول کے مطابق حرم کی گھاس کے اوپر راستہ چلے اور جانتا ہو کہ اس کا ایک حصہ ٹوٹ جائے گا یا کٹ جائے گا، جائز اور یہی حکم ہے اگر اپنے جانوار کو چرا گاہ میں چرنے کے لئے بھیج دے لیکن خود گھاس کو ہاتھ نہ لگائے صرف خود اکھاڑنا اور عمداً ایسا کرنا حرام ہے۔

یہ تھا نباتات اور حیوانات کے ساتھ انسان کی بعض نقصان دہ رفتار کا حال جو جدال کے زمرہ میں ہے اور اب انسان سے انسان کی جدال!

۴۔ انسان سے انسان کی جدال:

کلی طور پر "جدال" یعنی لڑائی جھگڑا آیہ محرمات سہ گانہ میں-ہر طرح کے احرام میں -، حرام ہے، اور یہ "جدال" جو کلی طور سے حالت احرام میں منع ہے "لا و اللہ اور بلی و اللہ" میں منحصر نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کمترین جدال ہے اور جھوٹ ،جدال کی بدترین قسم ہے اور اسی لحاظ سے بعض احادیث میں تفسیر کے عنوان سے جدال کہا گیا ہے، اور کہیں کہیں "سباب الرجل الرجل"؛ ایک دوسرے کو نا سزا کہنا، ا کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فسوق کی کذب سے تفسیر انحصار کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ایک معمولی نمونہ کا بیان ہے جو نوعاً ہمارے گریبانگیر ہے اور اسی طرح رفث کی ہم بستری سے تفسیر کہ ا ن سب چیزوں کو رفث و فسوق و جدال شامل ہیں ان چیزوں میں سے کچھ نمونوں کا بیان ہے۔

اور اصولاً "لا جدال" نے جس مجادلہ اور نزاع کو منع کیا ہے خواہ قسم پر مشتمل ہو، ۔ کہ نوعاً ایسا ہے: جھوٹ یا سچ – یا قسم پر مشتمل نہ ہو کہ بد زبانی ۔ نا سزا۔ بیہودہ گوئی۔ تہمت، غیبت۔ استہزاء۔ اہانت اور ایسے تمام الفاظ و اعمال و اشارات اور تحریریں جو نا پسندیدہ اور جدال ہوں سب کوشامل ہیں۔ بلکہ اس "لا جدال" سے جدال بر حق کو بھی منع کیا ہےکجا جدال نا حق ، کہ اگر بر حق ہو اور اثبات حق کے لئے ہو اور راہ حق و صواب سے ہو، حالت احرام میں حرام ہے مگر یہ کہ مجبور ہو جاؤ، کجا باطل اور ناروا۔

مثلاً اگر "لا و اللہ و بلی و اللہ" سچی اور بر حق قسم ہو تو بھی حرام ہے اور اگر تین مرتبہ تکرار ہو جائے ایک گوسفند کفارہ ہے، اور اسی طرح اگر جھوٹی ہو تو پہلی ہی مرتبہ میں ایک گوسفند اور اس سے زیادہ گائے اور اس کے بعد اونٹ۔

جیسا کہ رفث کے بیان میں گزرا – جنسی کام یا اس کے مقدمات حلال ہوں یا حرام حالت احرام میں منع ہیں اور اس کےدرمیان تنہا فسوق ہے جو ہمیشہ حرام اور

حالت احرام میں اس کی حرمت شدید تر ہ و جاتی ہے تم اس وقت محرم ہو، خصوصاً اگر حرم میں ہو، تمہیں صلح مطلق ہونا چاہئے یہاں تک کہ نباتات اور حیوانات کہ ساتھ چہ جائیکہ انسان، خصوصاً وہ انسان جو تمہارے ساتھ ملک حج میں ہے۔ پھر کس طرح اور کیسے اس سے جدال کرتے ہو، نا سزا کہتے ہو، یہاں بھی! بس کرو! ہوش میں آؤ، مدرسہ احرام میں صلح و صفا اور صلح و وفا کا سبق حاصل کرو، تاکہ ہمیشہ سالم و صالح رہو۔

اور اب جدال کے حوالے سے چند مسائل:

مسئلہ ۱ ۔ سچی قسم، نزاع کے بغیر نہ جدال ہے اور نہ حرام ہے ،لیکن اگر مقام جدال میں ہوتو حرام ہے اور تیسری بار میں کفارہ ہے، لیکن جھوٹی قسم حالت جدال میں ہو یا نہ ہو، دوسرے کی ا ہانت سے متعلق ہو یا نہ ہو، "فسوق" بھی ہے اور جدال بھی اور ہر صورت میں حرام ہے اور اس پر کفارہ بھی ہے۔

مسئلہ ۲ ۔ مطلق جدال میں، اگر چہ قسم کی طرح ہو،کوئی معین زبان – عربی یا غیر عربی -شرط نہیں ہے، بلکہ اصلاً زبان میں منحصر نہیں ہےبلکہ اشارہ اور عمل سے بھی ممکن ہے۔

مسئلہ ۳ ۔ جیسا کہ گزرا "جدال" جو محرمات احرام سے ہے، "لا و اللہ اور بلی و اللہ " میں منحصر نہیں ہے کیوں کہ کبھی قسم ہے اور جدال نہیں ہے اور کبھی جدال ہے اور قسم نہیں ہے اور کبھی قسم بھی ہے اور جدال بھی، خواہ قسم سچی ہو یا جھوٹی اور جدال کو قسم میں منحصر کرنا – فسوق کو کذب میں منحصر کرنے کی طرح – بر خلاف آیہ مبارکہ ہے۔

مسئلہ ۴ ۔ اس جدال میں جو قسم کے ہمراہ ہے تنہا خدا کے کسی نام کی قسم کافی ہے، اور "اللہ" میں منحصر نہیں ہے بلکہ رحمن، رحیم، خالق، رازق اور اس جیسے دوسرے نام جو خدا سے مخصوص ہیں وہ بھی حکم قسم رکھتے ہیں اور حدیث "لا حلف الا باللہ" ؛ "قسم نہیں ہے مگر اللہ کے نام سے"، صرف اسم "اللہ" پر ناظر نہیں ہے، بلکہ خدا کے ناموں میں سے کوئی بھی نام ہو خدا کی قسم ہوگی، جیسا کہ تمام احکام قسم میں بھی ایسا ہی ہے۔

مسئلہ ۵ ۔کفارہ جدال بعض اقسام جدال سے مخصوص ہے نہ تمام اقسام جدال اور ان میں سے ایک جدال قسم کے ساتھ ہے اور شاید اس وجہ سے بھی نوعاً باب احرام میں جدال کو قسم سے تفسیر کیا گیا ہے ،لیکن کفارہ کی بحث اور یہ کہ اصولاً جدال محرمات احرام سے ہے ،جدا ہے۔

مسئلہ ٦ ۔ سچی قسم مقام اثبات حق میں یا کسی مومن یا کسی جگہ کے احترام میں اگر چہ حالت احرام میں ہودو مرتبہ سے زیادہ ہو نہ حرام ہے اور نہ مستلزم کفارہ ہے۔ بلکہ کبھی کبھی مورد شہادت کی طرح واجب ہے لیکن غیر ضروری موارد میں اگر جدال ہو سب حرام ہے اور دو مرتبہ سے زیادہ موجب کفارہ بھی ہے۔

۵۔ اسلحہ (ہتھیار) ساتھ رکھنا:

اے محرم سلاح کے بجائے صلاح اپنے ساتھ رکھ، زمین صلح و صفا میں لباس جنگ کیوں پہن رہا ہے۔

جو بات احادیث سے ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ ہر طرح کے جنگی وسائل خواہ سرد ہوں یا گرم ،آشکارا ہوں یا پنہاں اپنے ہمراہ رکھنا حرم اور حالت احرام میں حرام ہے، چہ جائیکہ جنگی لباس پہننا جو نمایاں بھی ہے اور خطر ناک بھی، مگر یہ کہ یہ حرم امن الہی بھی نا امن ہو جائے کہ تنہا جان یا مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اور سب سے اہم دین کی حفاظت کے لئے بقدر ضرورت وہ بھی خفیہ طور پر مناسب اسلحہ اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو، نہ یہ کہ لباس جنگ پہنو۔

حسنہ حریز سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اصولاً حرم میں اسلحہ لے کر داخل ہونا حرام ہے، خصوصاً حالت احرام میں اور نہ صرف زوار اور مسافروں کے لئے، بلکہ حرم کے احترام میں نیز حالت احرام میں اسلحہ ہمراہ نہیں رکھنا چاہئے مگر ضرورت کے لئے کہ منجملہ امن کی حفاظت ہے اور وہی مقصود بھی ہے۔

یہاں تک دوسروں سے جدال: نبات ،حیوان اور انسان سے یہاں تک کہ ہتھیار ہمراہ رکھنا جو خوف ناک ہے اور جدال کا اعلان ، جو سر احرام میں بھی حرام ہے اور فقہ احرام میں بھی حرام ہے۔

اور اب خود اپنے سے جدال کہ دانت نکلوانا، بدن سے خون نکالنا، بدن سے بال نوچنا اور بدن کو کسی بھی طرح کی تکلیف پہونچانا اور اب جو مورد نص ہے:

٦۔ دانت کھینچنا

ظاہراً دانت کھینچنا اس صورت میں محرم کے لئے حرام ہے کہ خون بھی نکلے، لیکن احتیاط واجب ہے کہ اگر خون بھی نہ نکلے توبھی سوائے ضروری موارد کے دانت نہ کھینچے۔

۷۔ بدن سے خون نکالنا

کلی طور پر بدن سے خون نکالنا جس طرح اور جس مقصد سے بھی ہو حرام ہے اور اگر بدن کو کھجلائے یا کوئی اور کام کرےاور جانتا ہے کہ خون باہر نکلے گا تو یہ بھی حرام ہے اگر چہ اس کا مقصد خون نکالنا نہ ہو مگر یہ کہ نا دانستہ طورپرخونی ہو جائے کہ طبیعتاً حرام نہیں ہے۔

یہاں پر دو مورد مستثنی ہیں: ایک مورد ضرورت کہ رگ کھلوانا یا سوئی لگوانا یا خون لینا وغیرہ ضروری ہے اور اس میں احرام سے باہر آنے تک کی تاخیر میں یا جان کا خطرہ ہے یا بیماری کا باعث ہے یا بیماری کی شدت کا باعث ہے یا نا قابل تحمل ہے اس طرح سے کہ نوعاً اس پر صبر نہیں کیا جا سکتا، یا اس کے بغیر نماز یا کوئی دوسرا واجب انجام نہیں دیا جا سکتا، یا فعل حرام پر مجبور ہوگا، کہ کلی طور پر ضرورت شرعی یا عرفی اور عادی میں بدن سےخون کے باہر نکالنے کو حالت احرام میں رفع ضرورت کے بقدر جائز ٹھہراتی ہے۔

دوسرے وہ کام جو مستحب ہیں اور نوعاً اس کا لاز مہ خون آنا ہے، جیسے دانتوں میں اور اس کے مسوڑھے میں جو سست ہو گیا ہے مسواک کرنا اور مسواک کرنے سے خون آتا ہےکہ اگر خون آنے کا علم بھی رکھتا ہے تو بھی جائز ہے، جیسا کہ امام صادق ؑ سے سوال ہوتا ہے: محرم مسواک کرے؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا گیا: اگر خون نکلے تب بھی؟ فرمایا: ہاں۔ مسواک سنت ہے اور اس سے ایسا لگتا ہے کہ جو کام سنت ہو اگر چہ خون نکلنے کا علم ہو تب بھی جائز ہے۔

لیکن ظاہراً یہ اس صورت میں ہے کہ ترک مسواک حالت احرام میں موجب ترک سنت ہو کہ اگر مسواک کو احرام سے باہر آنے تک تاخیر میں ڈال سکتا ہو اور ترک سنت بھی نہ ہو، ہمارے زمانے کی طرح کہ کبھی حالت احرام دو تین گھنٹہ سے زیادہ طولانی نہیں ہوتی، ظاہراً یہاں مسواک کرنا کہ کون آور ہو مشکل ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ ترک ہو، مگر یہ کہ مسواک کے استحباب کا وقت مخصوص ہو، جیسے وضو، نماز، سونے اور کھانے کے اوقات میں کہ ظاہراً بے اشکال ہے کیوں کہ اخبار صحیحہ اس حوالے سے متعارض ہیں نتیجہ میں اس کا حرام ہونا مشکوک ہے اور عمومی قاعدہ کی رو سے حلیت کا حکم لگے گا۔

۸۔ بدن سے بال اکھاڑنا اور صاف کرنا

کسی بھی طرح کے بال کو بدن سےہر طرف اور جدا کرنا ، بدن کے کسی حصہ سے ، کسی بھی وسیلہ اور کسی بھی طرح سے ہو یہ حالت احرام میں حرام ہے، خواہ کم یا زیادہ ، اکھاڑنا یا تراشنا یا کاٹنا، مگر حالت ضرورت میں اور بقدر رفع حاجت ،

مگر یہ کہ لاعلمی یا سہو و نسیان کی وجہ سے یا بلا اختیار ہو جائے ؛کیوں کہ اصولی طور پر محرمات احرام کی حرمت تنہا عمد کی صورت میں ہے اور تو اے محرم اپنے تن یا سر و صورت سےبال کیوں صاف کر رہا ہے؟ خوبصورتی اور خودسازی کیلئے ؟ کہ حالت احرام مصنوعی موت اور خدا سازی ہے اور خود کو ویران کر کے کہ خدا از سر نو تیری تعمیر کرے ، خود کو بھول جا تا کہ تیرا خدا تجھ کو یاد آئے۔

یا یہ کہ خود کو آزار پہونچانا چاہتا ہے اور کبھی اس خیال سے کہ اس راہ میں خود کو عذاب دینا چاہیئے تا کہ گذشتہ گناہوں کی تلافی ہو سکے؟ یہ بھی حرام ہے، کیوں کہ حالت احرام حالت تمرین بے آزاری ہے، نہ خود کو آزار پہونچاؤ اور نہ دوسروں کو یہاں تک کہ نبات اور حیوانات کو بھی آزار نہ پہونچاؤ انسان تو دور کی بات ہے اور تم جو خود پر بھی رحم نہیں کر رہے ہو دوسروں کےساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟

نہ اپنے جسم سے اور کسی دوسرے کے جسم سے ہرگز بال نہ اکھاڑ، خود کہ محرم ہو اور دوسرا خواہ محرم ہو یا نہ ہو ہرگز سر مو تجاوز نہیں ہونا چاہیئے ا ور تم کہ ابھی محرم ہو اور تقصیر بھی نہیں کی ہے حق نہیں رکھتےہو کہ کسی دوسرے محرم کی تقصیر کرو ، اس کے بال یاناخن کاٹودر حالیکہ اس پر واجب ہےلیکن تم پر حرام ہے کیوں کہ ابھی محرم ہو اور کسی کو اذیت نہ پہونچانےکی تمرین کی حالت میں ہو یہاں تک کہ زینت نہ کرنے کی تمرین کر رہے ہو، خواہ تقسیر آزار ہو یا آرائش ، چھوڑ دو محرم خود اپنی تقصیر کرے یا وہ شخص جو احرام سے باہر آچکا ہے کیوں کہ یہاں پر اس کی مدد ہے لیکن مدرسہ احرام سے باہر آنے کے بعد اس سےپہلے نہیں ۔

یہاں پر بھی بال صاف کرنا اگر عمد ا اور بلا ضرورت ہو ،کہ اگر سہواً یا نادانستہ طور پراکھاڑ لیا ، یا سر اور بدن پر ہاتھ پھیرنے یا بدن ملنے یا شانہ کر نے اور صابن لگانے کے ضمن میں ۔ کہ طبیعتا زینت نہ ہو ۔ یہاں پر بھی حرام نہیں ہے

کیوں کہ عمومی نہیں ہے، مگر یہ جانو کہ یہ عمل بجا لانے میں بال خود بخود اکھڑ جائیں گے کہ شبہ عمد اور حرام ہے۔

یہاں تک کہ جدا ل کے پرتو میں آٹھ محرمات احرام بیان ہوئے ہیں اور اب" لا رفث " کے پرتو میں جنسی شہوتوں سے لے کر اس کے مقدمات اور تمام شہوتوں کی گفتگو کریں گے کیوں کہ بیشتر محرمات احرام بھی یہیں پر ہیں اور اس کے بعد "لا فسوق "۔

۹۔ نزدیکی کرنا۔

"رفث"(گندگی پھیلانا اورنا پسندیدہ عمل ہے)جو محرمات احرام کے صف اول میں ہےاس میں قدر مسلم نزدیکی کرنا خواہ اپنی بیوی کے ساتھ ہو کہ پہلےسے حلال تھی خواہ نعوذ باللہ بقیہ عورتوں کےساتھ! یا مردوں! یا حیوان کےساتھ کہ ہمیشہ حرام ہے اور اس وقت احرام اور حرم کے احترام میں اور زیادہ حرام ہے، دوگانہ حرام کہ"رفث"کے علاوہ "فسوق"بھی ہے، اور جدال بھی اس بیچ ہو جائے کہ طرف مقابل راضی نہ ہو اور عمل اصرار اور نزاع سے انجام پائے سہ گانہ حرام ہے اور کل ملا کر اصول محرمات احرام ہے۔

"رفث" روایات میں صرف عورتوں سے نزدیکی کرنے کو کہا گیا ہےلیکن یہ تفسیر معنی نہیں ہے بلکہ "رفث" کی ایک معمولی فرد کی تفسیر ہے ہے جو نوعی اعتبار سے مورد ابتلاء ہے اور جب تمہاری عورت اور بیوی سے نزدیکی جو پہلے حلال تھی لیکن اس وقت ممنوع اور حرام ہے دوسری عورتوں سے نزدیکی یا مردوں اور حیوانات سے نزدیکی کا حال بخوبی روشن ہے اور یہیں سے سمجھتے ہیں کہ "رفث" پہلے درجہ میں مردوں سے نزدیکی ہے اور اس کے بعد عورتوں سے اور اس کے بعد حیوانات سے اور آخر میں اپنی عورت سے کہ یہ آخری صرف عرفی لحاظ سے رکیک اور ناپسندیدہ ہے اور اب شرعی لحاظ سے بھی حرام ہے اور وہ تینوں عرفی اور شرعی دونوں لحاظ سے حرام ہیں اور اس وقت اور زیادہ حرام ہیں۔

پس اگر تمہاری اپنی بیوی کے ساتھ نزدیکی کرنے میں ایک اونٹ کفارہ ہے ، اور اسی طرح بیوی کے اپنے مرد سے نزدیکی میں ، دوسرے صورت میں کہ"رفث" کے علاوہ فسوق بھی ہے، کم سے کم وہی ایک اونٹ کفارہ ہوگا۔

۱۰۔ از روئے شہوت بدن کو ملنا اور سہلانا :

اور یہ خود بھی نزدیکی کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے، اس کا کفارہ ایک گوسفندہے، لیکن اگر شہوت کی نگاہ سے نہ ہو توحرام نہیں ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے۔

اور یہ بدن مالی ، انسان یا حیوان میں منحصر نہیں ہے کیوں کہ اگر حالت احرام میں خوبصورت عورت کے عکس یا کسی بھی خوبصورت چیز کو لمس کرو اور لذت حاصل کرو تو بھی حرام ہے اور کفارہ رکھتا ہے ، عکس ومجسمہ اور ہر چیز کہ بدن مالی کے قابل ہو حریم احرام میں کفارہوالےمحرمات سے ہے اور روایت میں جو صرف عورت کاذکرآیا ہےوہ اس لحاظ سے ہے کہ غیر عورت چندان مبتلا نہیں ہے "والعاقل تکفیہ الاشارۃ"۔

۱۱۔ از روئے شہوت چومنا اور بوسہ لینا:

روایات میں صرف عورت کا چومنا بطور مطلق عنوان ہوا ہےاور طبیعی طور پر جنس لطیف کو چومنا شہوت سے خالی نہیں ہےمگر یہ کہ اس قدر بوڑھی اور بد حال ہو کہ صرف قربۃ الی اللہ اس کو دیکھ سکتے ہویا چوم سکتے ہو کہ رنجیدہ خاطر نہ ہو اور یہ خود اس کے بارے میں اظہار محبت ہو کہ اس صورت میں ظاہراً بے اشکال ہے اور کل ملا کر چومنا تین مراحل سے خالی نہیں ہے :

۱۔ شہوت کے بغیر ہے اور از روئے شہوت بھی نہیں ہوسکتا ، جیسے ماں، بہن اور بقیہ محارم یا اپنی بیوی کو بوسہ لینا جو بوڑھی اور کمر خمیدہ ہو چکی ہے اور

شہوت کے لائق نہیں ہے یا ایمانی بھائیوں کا بوسہ لینا حلال ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ شہوت کےساتھ ہے جیسے جوان عورتوں کو بوسہ لینا یا معاذ اللہ خوبصورت لڑکوں کو بوسہ لینا کہ غرض شہوت ہوا اور بس!کہ ایک اونٹ کفارہ ہے خواہ جنب ہو یا نہ ہو۔

۳۔ قصد شہوت نہیں ہے لیکن طبیعتا شہوت کے بغیر بھی نہیں ہو سکتا بہت سارے موارد میں قصد انہیں ہے اور خواہ نخواہ نقش شہوت عمل شہوانی پر جاری ہے،جیسے نصف جوان اور نصف خوبصورت کو بوسہ لینا کہ معمولا نہ قصد شہوت ہے اور نہ ہی شہوت سے خالی ہے، یہاں پر بھی حرام ہے اور کفارہ ایک گوسفند ہے ،لیکن اگر پہلی صورت میں بوسہ شہوانی یا بقصد شہوت ہو کہ اپنی خوبصورت بہن کو اس طرح بوسہ لو ، یہ خود محرمات میں سر فہرست ہے اس کا کفارہ بھی کم سے کم وہی ایک اونٹ ہے

لیکن مسلمان انسان ، اگر چہ ضعیف ترین درجات ایمان میں ہو، وہ بھی اس حالت احرام میں طبیعتا اس طرح کا انسانیت اور فطرت سے دور عمل نہیں کرے گا اور چونکہ روئے سخن مرد مسلمان ہے ،کہا جا سکتا ہے کہ ا صولا محارم جیسے ماں، بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ کو بوسہ لینا اور اسی طرح مردوں کا بوسہ لینا یا ہر شخص اور ہر چیز جو شہوت کا باعث نہیں ہے ، یہ سب حلال ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے

اور اسی طرح ہے اپنی بوڑھی کمر خمیدہ عورت کا بوسہ لینا کہ اصلاًحالت زنانگی فراموش ہو چکی ہے ، نہ تنہا حالت احرام میں اس کا بوسہ لینا حرام نہیں ہے کہ بسا اوقات قربۃ الی اللہ مستحب ہے

حرام بوسہ صرف مردوں میں منحصر نہیں ہے ، کیوں کہ اگر تمہاری بیوی اپنے حالت احرام میں یا تمہارے حالت احرام میں بوسہ لے وہ بھی حرام ہے اور اس پر

بھی کفارہ ہے، اور اس میں بھی منحصر نہیں ہے کہ بوسہ لینے والا محرم ہو کہ اگر تم محرم نہیں ہو اور اپنے محرم شوہر یا بیوی کو اس طرح سے بوسہ لو، جیسا کہ گزرا حرام ہے اور ایک گوسفند یا ایک گائے کفارہ ہے

۱۲۔ شہوت کی نگاہ سے بیوی یا ... کو دیکھنا :

یہ بھی اس حساب سے کہ شہوترانی ہے اور نزدیکی کا مقدمہ ہے کہ یا "رفث" ہے یا حاشیہ "رفث" میں شمار ہے ،حالت احرام میں میاں اور بیوی ایک دوسرےپر حرام ہینچہ جائیکہ دوسروں کو شہوت کی نظر سے دیکھنا کہ " واویلا"۔

۱۳۔ استمناء منی باہر نکالنا:

اور یہ خود رفث بلکہ رفث کی جڑ اور بنیاد ہے کہ احرام سے پہلے بھی تنہا غیر ماہ رمضان میں یا اپنی بیوی سے حلال تھا اور اس وقت یہ بھی حرام ہے کجا یہ کہ نا مشروع طریقہ سے ہو ، جیسے عورتوں سے عشق بازی کرنا، یا خود اپنے سے یا لڑکوں سے اور اس کا حکم عموما نزدیکی کے حکم کی طرح ہے

یہاں تک کہ اگر جانتے ہو کہ فلاں فیلم یا چہرہ یا شہوت انگیز عکس کو دیکھنے سے یا بعض شہوت خیزحالات کا مطالعہ کرنے سےجنب ہو جاؤ گےتو ایسا کرنا حرام ہے، حتی اگر بعض رسالہ عملیہ کا مطالعہ جو بعض زنانہ اور مردانہ جنسی وظائف کی تشریح کرتا ہے ، حالت شہوت پیدا ہو نے کا سبب ہواورنتیجہ میں منی خارج ہوجا ئے تو یہ بھی حرام اور موجب کفارہ ہے ۔

۱۴۔ عقد نکاح:

ان تمام باتوں کے گزرنے کے بعد کہ ساری کی ساری شہوت جنسی میں ہم آہنگ ہیں اوران میں اختلاف صرف اصل اور فرع اور متن وحاشیہ کا ہے،اگر عقد نکاح بھی یہ زمین ہموار کرے تووہ بھی حرام ہے، اگر چہ ان میں سے کوئی بھی کام نہ کرو ،کیونہ خود عقد نکاح از ورئے شہوت اور شہوت جنسی تک پہنچنے کے لئے

ہی ہے اور تمام اقسام شہوت مشمول جملہ"رفث" ہیں جو بنص آیہ احرام ،محرم پر حرام ہیں

تم کہ محرم ہو صرف حق کے محرم ہو اور تم کو نامحرموں سے دور رہنا چاہیئے نہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ محرم ہو جاؤ، وہ بھی محرم شہوت ، اس وقت تمہارااتصال اور رابطہ صرف خدا سے ہو نا چاہیئے، خدا کے علاوہ تمام رابطہ کو توڑ دینا چاہیئےغیر خدا کو اپنے حافظہ ذہن سے مٹا دو، مگر یہ کہ خلق کی مصلحت کے لئے ہو اور امر حق سے ہو، تم اس وقت غیر خدا سے فاصلہ ا ور جدائی کی حالت میں ہوپھر کس طرح سے وسیلہ وصل وہ بھی شہوترانی فراہم کر رہے ہو؟

حق کے نامزد ہو، کسی دوسرے کے نامزد نہ ہو اپنے لئے اختیار نہ کرو، خود کو ہر خودی اور خود خواہی سے خالی کرو،شہوت سے راحت، اپنی شخصیت سے، اور ہر چیز سے خود کو خالی کرو، تاکہ صفا ونور سے پر ہو، تاکہ قرب حق کے لائق ہو ، کیوں کہ جو حق سے نزدیک ہیں وہ خود اور خودی سے دور ہیں اور جو خود سے دور ہیں وہ خدا سے نزدیک ہیں اور تم کو تو خود سے بھی دور ہونا چاہیئے پھر کس طرح سے دوسرے کو خود سے وابستہ کرتے ہو، عقد نکاح اس وقت خود تمہارے لئے اور دوسروں کے لئے حرام ہے نہ دائم اور نہ موقت، یہاں تک کہ عقد کی شہادت بھی، شہادت لینی ہو یا دینی ہو، کہ شاہد عقد ہو یا اپنی جگہ شہادت دو

حالت احرام میں طلاق اگر بے انصافی نہ ہوتو حرام نہیں ہے، باوجودیکہ خدا کے نزدیک سب سے ناپسند چیز طلاق ہے، لیکن عقد جو خود اہم ترین سنت اور مستحبات سے ہے ، اپنی تمام قسموں کے ساتھ حرام ہے، غیر خدا سے جدائی اور خدا سے اتصال وقرب کی حالت!

کلی طور پر محرم پر حرام ہے کہ بیوی یا شوہر کرے ، یا خواستگاری کرے، خود اپنے لئے یا دوسروں کے لئے یہاں تک کہ غیر محرم کو بھی حق نہیں ہے کہ بیوی یا شوہر کو خود اپنے لئے یا دوسروں کے لئے انتخاب کرے   کہ نکاح کی

صورت میں باطل اور ہم بستر ہونے کی صورت میں زنا اور نامحرم سے عقد کرنےسے پہلے کی طرحہے ، بلکہ حرام ابدی ہونے کا موجب ہےاور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ: ۱۔ اگر محرم یا غیر محرم کسی عورت کا محرم کےلئے عقد کریں اور نزدیکی حاصل ہوتو اگر لا علمی میں ایسا ہوا ہے کوئی بات نہیں، لیکن اگر عقد کرنے والا اور شوہر جانتے ہوں کہ حرام ہے خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں، ایک اونت کفار ہے اور اگر عورت بھی حالت احرام میں ہو اور جانتی ہو کہ حرام ہےتو اس کا کفارہ بھی ایک اونٹ ہے اور اگر عورت محرم نہ ہو اور جانتی وہ کہ یہ عقد از لحاظ احرام شوہر یا عاقد حرام ہے ، اس صورت میں بھی ایک اونٹ کفارہ ہے،کیوں کہ عاقد یا شوہر یا عوت تینوں میں سے کسی ایک کا جاننا بھی کافی ہے کہ کفارہ اس پر واجب ہو جائے خواہ خود محرم ہوں یا نہ ہوں ان تینوں میں سے کسی ایک کا محرم ہونا حرمت عقد میں کافی ہے

مسئلہ۲۔ جو شخص حالت احرام میں شادی کرے-، خواہ مرد ہویا عورت - اگر معلوم تھا کہ حرام ہے اس سے فورا جدا ہونا واجب ہے اور ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہے اور دخول کی صورت میں مہر بھی اس کے ذمہ ہے اور اگر نہیں جانتا تھا کہ حرام ہے فی الوقت اس سے جدا ہو جائے اور احرام سے خارج ہونے کے بعد چاہے تو عقد جدید کے ذریعہ اس سے شادی کرے اور یہاں پر عقد دائم اور منقطع کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے

مسئلہ۳۔ظاہراً جو عورت عدہ طلاق رجعی میں ہے حالت احرام میں اس کی طرف رجوع کرنا جائز ہے کہ اس طرح رجوع کرے کہ حالت احرام میں حرام نہ ہو ، نہ بوسہ لے نہ شہوت سے اس کو دیکھے ،اور نہ شہوت سے اس کو لمس کرے، بلکہ صرف کہے کہ میں تمہاری طرف لوٹ آیا ہوں، تمہارے ساتھ پھر سے زندگی شروع کر رہا ہوں اور حتی المقدور واجب ہے کہ عدہ اقی رہنے کی صورت میں احرام سے

خارج ہونے کے بعد رجوع کرے مگر یہ کہ احتمال عقلائی دے کہ تاخیر ہونے کی صورت میں منصرف اور اپنے ارادہ سے پھر جائے گا ۔

صحیح ہے کہ رجوع عدہ میں نکاح کے حکم میں ہے لیکن احادیث منع نے صرف عقد نکاح سے روکا ہے کہ اس کا ظاہر ابتداء نکاح ہےنہ رجوع نکاح اور پھر م صحّت نکاح عدہ میں رجوع کی مصلحت سے زیادہ ہے خصوصاً یہ کہ تنہا رجوع اور بس، لیکن اس کے با وجود عدہ کی مدت باقی ہونے کی صورت میں حتی الامکان رجوع کی حالت کو احرام سے باہر آنے کے بعد انجام دے۔

مسئلہ۴۔ اجازہ عقد فضولی جو احرام سے پہلے ہوا ہے ، حالت احرام میں حرام ہے، ونیز عقد فضولی جو حالت احرام میں بھی نہیں ہے اس کی اجازت احرام کے بعد بے اثر ہے، کیوں کہ عقد اصولی اعتبار سے صیغہ اور رضایت سے مرکب ہے ، اس وقت اگر عقد، رضایت کے ساتھ حالت احرام میں ہوتو حرام ہے اور باطل اور عقد ،رضایت کے بغیر ۔فضولیحالت احرام میں ہو گرچہ حرام نہیں ہے لیکن ا سکی اجازت حالت احرام میں اور احرام سے باہر آنے کے بعد بے اثر ہےاور مزید توضیح کے لئے:

یا عقد اصلی،- یعنی رضایت کے ساتھ۔ حالت احرام میں ہے یا نہیں ، حالت احرام میں بہر حال حرام اور بے اثر ہے اور اگر عقد فضولی۔ بے رضایت۔ احرام سے پہلے ہو ، اس کی اجازت زن وشوہر میں سے کسی ایک کی طرف یا ان دو میں سے کسی ایک کے ولی کی طرف سے حالت احرام میں، جیسے کہ ان کی اجازت حالت ا حرام میں حرام اوربے اثر ہے، احرام سے باہر آنے کے بعدبھی بے اثر ہے اگر چہ حرام نہ ہو ، کیوں کہ اصولی طور پر نکاح کے لئے ہر مثبت عمل حالت احرام میں حرام یا بے اثر ہے، پس عقد خواہ اصلی ہو یا فضولی ، حالت احرام میں ، اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور اجازہ فضولی اور خود اصلی اجازت بھی حالت احرام میں حرام ہے۔

مسئلہ۵۔شخص محرم ۔ نہ محرم کےلئے اور نہ غیر محرم کے لئے۔عقدنکاح کے لئے نہ گواہ ہو سکتا ہے نہ گواہی دے سکتا ہےاور روایت میں ہے کہ کیا محرم غیر محرم کوکسی شکار کیلئےراہنمائی کرنے کا حق رکھتا ہے ؟ ہرگزنہیں ! اسی طرح حق نہیں رکھتا کہ عقد نکاح کے لئےوہ گواہ ہو ، نہ محرم غیر محرم کےلئے اور نہ غیر محرم محرم کے لئے ۔

یہ چھ: نزدیکی، استمناء، چومنا، ، نگاہ کرنا، لمس کرنا اور عقد نکاح یہ سب جنسی اور شہوانی رابطہ ہیں اور سب متن"رفث"یا حاشیہ "رفث" برے شہوانی کام میں شمار ہوتے ہیں ، اس کے بعد تمام شہوات جو تمام جہتوں سےتم کو خدا سے غافل بناتے ہیں اور اپنے میں مشغول کرتے ہیں،یا خود خواہی ا ور زنا پروری اور راحت طلبی ہیں ان کا تعلق بھی گروہ"رفث"سے ہے اور رفث کا آخری حاشیہ ہیں ۔

۱۵۔ زینت کرنا

زینت کرنا: عورت یا مرد کا خود کو سنوارنا اور سجانا حالت احرام میں حرام ہے۔جسم ہو یا لباس ، خوبصورت انگوٹھی ہو یا خوبصورت گھڑی ، ہار ہو یا دست بند یا کوئی اور زینت کی چیز جیسے ڈاڑھی اور بال یا گیسو میں شانہ کرنا اور مرتب کرنا، لب یا آنکھ یا صورت کو رنگین کرنا اور اسی طرح زینت اور خود کو سنوارنے کے لئے آئینہ دیکھنا اور اب چند مسائل:

مسئلہ ۱۔ عورت یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ حالت احرام میں زینت کا مخصوص لباس پہنے، خواہ جنس زینت کے لحاظ سے ہو یا سلائی اور شکل کے لحاظ سے ہو، مگر روز مرہ کے پہننے کا معمولی لباس وہ بھی اگر توجہ کا سبب ہو توصرف حرام نہیں ہے بلکہ اپنے شوہر سے بھی چھپا نا واجب ہے اور اس کی توضیح یہ ہے :

۱۔ عادی اور معمولی لباس جو اصلاً زینت کے لئے نہیں ہے، جائز ہے اور چھپانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ زینت کا مخصوص لباس جو ہمیشہ پہننے کا نہیں ہے بالکل سے حالت احرام میں حرام ہے خواہ آشکار کرے یا نہ کرے، خواہ شوہر یا کوئی دوسرا دیکھے یا نہ دیکھے کیوں کہ اصلاً ایسے لباس کا پہننا اس حال میں حرام ہے۔

۳۔ ہمیشگی کا لباس جو زینت ہے: ہمیشہ پہننے کا ہے اور زینت ہے یا کوئی دوسری چیز جیسے انگوٹھی، دست بند ، گردن بند کہ نوعاً عورت اپنے ہمراہ رکھتی ہے، گر چہ یہ چیزیں حالت احرام میں جائز ہیں لیکن مردوں کو یہاں تک کہ شوہروں کو ان چیزوں کی نمائش کرانا حرام ہے۔

مسئلہ ۲۔ ہمیشہ پہنے جانے والے لباس کی شرط یہ ہے کہ زینت کے لئے مشہور نہ ہو، گر چہ خوبصورت اور دلکش ہے کیونکہ اگر عورت نے زینت سے مخصوص اس طرح کے لباسوں کو استثناءً ہمیشہ پہننے کا لباس کر لیا ہے ، یہ بھی حالت احرام میں حرام ہے، کیوں کہ یہ حکم تمام نوعی احکام کے مانند ہے اور بعض استثنائی عورتوں کا مخصوص سلیقہ معیار حکم نہیں ہے۔ یہ خود نمائی ہے اور حالت احرام گم ہونے اور کم ہونے کی حالت ہے اور مردہ ہونے کی طرح ہے، نہ حالت زرق و برق میں رہنا اور خود کو نمایاں سے نمایاں تر کرنا اور جھوٹی شان دکھانا اور اس حالت انقطاع الی اللہ میں خود نمائی کرنا اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا۔

مسئلہ ۳۔ عورت جس کی زندگی اصولی طور پر آرائش پر استوار ہے اور اس وقت احرام کی وجہ سے ہر طرح کی آرائش جو مستحب بھی تھی اس پر حرام ہے، مرد کے لئے آرائش کی حرمت اور زیادہ واضح ہے، کسی بھی طرح کی آرائش ہو، مگر یہ کہ معمولی ہو اور زینت شمار نہ ہو۔ جیسے فیروزہ یا عقیق کی انگوٹھی وہ بھی استحباب کے لئے نہ زینت و خود نمائی کے لئے۔

مسئلہ ۴۔ بعض انگوٹھیاں یا چشمے یا گھڑیاں بہت خوبصورت ہوتی ہیں کہ رفع حاجت یا استحباب کے لئے انگوٹھی، چشمہ اور گھڑی ہونے کے علاوہ، خود زینت و آرائش بھی ہیں؛ جیسے خوبصورت طلائی چشمہ وغیرہ یہ چیزیں مرد کے لئے بھی

حرام ہیں خواہ قصد زینت ہو یا نہ ہو، کیوں کہ ہر صورت میں زینت ہے اور قصد نفی و اثبات کا ہونا اور نہ ہونا اس کی زینت میں دخیل نہیں ہے۔ بعض انگوٹھیوں وغیرہ کے بر خلاف کہ بہت عادی اور معمولی ہیں کہ قصد زینت سے بھی زینت نہیں ہیں اور طبیعتاً حرام بھی نہیں ہیں کہ عرفاً اس کو ہر صورت میں زینت کہتے ہیں اور اس کو زینت بالکل نہیں کہتے اور قاعدہ کلی یہ ہے کہ کہیں کہ زینت ہے قصد کرےاور بد تر یا قصد نہ کرے اور اگر یہ نہ کہیں کہ یہ زینت ہےتو قصد زینت سے وہ چیز زینت میں تبدیل نہیں ہوگی، صرف یہ ہے کہ متوسط انگوٹھی کی نسبت اگر قصد زینت کرے توخودیہ قصد خود نمائی ہے اور داخلی زینت ہے اور اس لحاظ سے حالت احرام میں منع ہے، چونکہ زینت اور آرائش کرنا اس پر صادق ہے اگر چہ لوگوں کی نگاہ میں عادی ہے اور زینت شمار نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً آئینہ میں نگاہ کرنا اس کا زینت ہونا قصد ا ہے یعنی قصد سے متعلق ہے کہ اگر خود سازی کے لئے ہو زینت ہے اور حرام ورنہ نہ زینت ہے نہ حرام۔

مسئلہ ۵۔ احادیث سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آئینے میں نگاہ کرنا اگر آرائش اور خود سازی کےلئے ہو حرام ورنہ حرام نہیں ہے، جیسا کہ حضرت صادقؑ سے روایت صحیحہ میں ہے کہ: آئینہ مت دیکھو یہ خود زینت میں سے ہے،[۲۵] اور دوسری روایت میں "محرم کو خود کو آراستہ کرنے کے لئے آئینے میں نہیں دیکھنا چاہئے اور اگر دیکھ لیا ہے تو لبیک کی تجدید کرے اور آپ سے ایک دوسری صحیح روایت میں ہے کہ: محرم عورت کو زینت کے لئے آئینہ نہیں دیکھنا چاہئے۔[۲٦] بنا بر این آئینہ دیکھنا اگر رفع خطر کے لئے ہو، جیسے کہ گاڑی چلاتے وقت لازم ہے، یا صورت سے مانع وضو کو بر طرف کرنے کے لئے یا اس طرح کے موارد اور ضرورتیں جو زینت سے مبرا ہیں تو اس طرح کے موارد میں کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن اگر زینت کے لئے ہو، اگر چہ کسی صیقل شدہ چیز میں جو چہرہ کو بخوبی نمایاں کرے، نگاہ کرے، ظاہراً حرام ہے، کیوں کہ آئینہ کسی مخصوص جنس سے مخصوص نہیں ہے، اگر آئینہ

۲۵۔ تہذیب، ج۵، ص۳۰۲؛ وسائل، باب ۳۴ تروک حرام سے۔
۲٦۔ تہذیب، ج۵، ص۳۰۲؛ وسائل، باب ۳۴ تروک حرام سے۔

میں زینت کے لئے نگاہ نہ کرےتو حرام نہیں ہے اور غیر آئینہ میں زینت کے لئے نگاہ کرے توظاہراً حرام ہے۔

اور تم کہ محرم ہویہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ خود بینی و خود سازی سر احرام میں حرام ہے، جیسے کہ فقہ احرام میں بھی حرام ہے، اسے خود اور خودی میں گم گشتہ خود بینی ختم کر ، خود سازی، خود بازی اور خود خواہی کے حصار سے نکل آ اور اب آئینہ بھی نہ دیکھ، خود کو آئین فطرت میں دیکھ اور اسی فطرت کی بنیاد پر خود کو خدا کے حوالے کر دے کہ از سر نو تیری تعمیر کرے۔

کیوں خود کو آراستہ کرتا ہے کہ تیرا جھوٹ اور نمایاں ہو اور تیری گم گشتگی اور زیادہ ہو اور تیری خود خواہی اور گمراہی میں اور اضافہ ہو؟

۱۶۔ مردوں پر لباس اور عورتوں پر دستانہ:

نہ تنہا مردوں پر عرضی زینتیں حالت احرام میں حرام ہیں بلکہ ہر طرح کا لباس بھی اس حالت میں حرام ہے، سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا، اسی قدر کہ لباس معمولی ہو حرام ہے، اور یہاں ہر آیت "خذوا زینتکم عند کل مسجد" میں تخصیص ہوئی ہے کیوں کہ "ہر عبادت گاہ اور عبادت میں اپنا لباس - اور جو چیز دیدہ زیب اور شائستہ تر ہے۔ تن پر سجاؤ سوائے حالت حج کے – حالت احرام میں وہ بھی حاجیوں کے گروہ میں، ان کے اور ان کے درمیان، یہاں پر کہ بہتر اور زیادہ خوبصورت لباس کی ضرورت ہے، یہاں پر نہیں! اپنا لباس سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا، کیوں کہ تم کو اس میں لپیٹ دے گا، اور خود اپنے میں سل لے گا، جو کچھ تم ہو تم کو خود میں چھپا لے گا اور ایک جھوٹے چہرے کے ساتھ جو کچھ تم ہو اس کے علاوہ تم کو نمایاں کرے گا، یہاں نہیں ! کیوں کہ احرام؛ جھوٹی شخصیت اور خودی اور خود بینی کی قبر ہے، یہاں پر مردوں کی طرح ہو جاؤ، سارے ملک حج میں ایک جیسے ہو جائیں کیوں کہ اس ملک حج میں در اصل خدا کے علاوہ اور اس کے حاشیہ میں پیغمبر خداؐ اور اس کی رسالت کے علاوہ اور اس کی نمائندگی میں ائمہ ہدی کے علاوہ، یہاں پر کوئی، کوئی بھی مقام اور

مسئولیت نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور ائمہ بھی حالت احرام میں لباس پہننے کا حق نہیں رکھتے ہیں،"۔ یہ ہوا سر احرام کے لحاظ سے اور اب فقہ احرام کے لحاظ سے چند مسائل:

مسئلہ ۱۔ جس کو بھی لباس (پوشش) کہیں خواہ لباس تن: پیراہن، زیر جامہ ، کوٹ، شلوار، (پینٹ، پائجامہ) جاکٹ، قبا ، لبادہ، پوستین: سلا ہوا یا بغیر سلا ہوا، بنا ہوا یا جلدی اور نمری، یا نائلونی وغیرہ، جو بھی تن اور بدن پر کرنے سے لباس اور پوشش ہو بٹن دار ہو یا بلا بٹن کے، یہ سب حالت احرام میں حرام ہے، نیز سر کی پوشش: ٹوپی، عرقچین، عمامہ اور -- پوشش پیر: جوتا، موزہ وغیرہ یہ سب محرم پر حرام ہیں۔

البتہ ان کا پہننا منع ہے، ہاتھ میں لینا، ہمراہ رکھنا، دوش پر رکھنا، یا اپنے اوپر ڈالنا یا ا ن کے اوپر سونا منع نہیں ہے۔ تنہا ان کا پہننا بطور معمولی حرام ہے۔

مسئلہ ۲۔ محرم مرد کے لئے جو چیز احادیث میں ممنوع ہے: بٹن دار لباس، پینٹ، پوتین، موزہ اور اس طرح کی چیزیں ہیں، اور ہم کو کوئی دلیل یا اشارہ اس حوالے سے نہیں ملا کہ صرف سلا ہوا لباس محرم پر حرام ہو، بلکہ صرف آستین دار لباس، سلا یا بغیر سلا، خصوصاً دو بٹن والا۔

بہت ممکن ہے کپڑے آپس میں سلے ہوئے ہیں لیکن لباس کی طرح سلے ہوئے نہیں ہیں بلکہ کپڑوں کو آپس میں ملا کر سل دیا گیا ہے تاکہ لنگی اور عبا کے بقدر ہو جائے اور احرام کے کام میں لائے اور یہ جائز ہے۔

اور بہت ممکن ہے کہ کسی کپڑے کو درمیان سے اس طرح کہ گردن میں ڈالیں سوراخ کر دیں اور گرہ لگا کر یا پن وغیرہ کے ذریعہ آپس میں وصل کر دیں کہ پیراہن یا شلوار وغیرہ کی طرح قابل پوشش ہو اور یہ حرام ہے۔

یا یہ کہ نہ سلا ہوا ہو نہ بنا ہوا، جیسے نائلون اور نمری لباس (پلاسٹک کا) وغیرہ کہ نہ بننے کے لائق ہے نہ کبھی کبھی سلنے کے لائق ہے۔ لیکن چونکہ لباس ہےاور محرم کے لئے حرام ہے خصوصاً اگر آستین دار یا بٹن والا ہو اور اگر اضطراراً پہن بھی لیا ہے تو بٹن بند نہ کرے تاکہ لباس ہونے کی حالت سے باہر رہے۔

کل ملا کر جو بٹن دار ہو یا کسی بھی طرح سے اس کے اطراف کو وصل کر دیا گیا ہو فقط یہ حرام ہے اور کچھ نہیں، کجا سلا ہوا کہ لباس نہ ہو جیسے لنگی یا چادر احرام کہ اس کے کنارے سلے ہوئے ہیں یا گرہ دار ہیں، یا بہت سارے ٹکڑوں کو جوڑ دیا گیا ہے کہ لنگی یا چادر احرام کے طور پر استفادہ کیا جا سکے کہ ان کی حرمت پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۔ فتق بند ۔ شکم بند۔ پیسہ کی تھیلی، گھڑیکا فیتا یا کوئی بھی بند کہ طبیعتاً لباس نہیں ہیں، حالت احرام میں جائز ہیں ؛کیوں کہ اس حوالہ سے چند احادیث وارد ہوئی ہیں اور اگر نہ بھی ہوتی تو کوئی مانع نہ ہوتا ؛ کیوں کہ جو چیز منع ہے لباس ہے اور بس، اور شاید یہ استثناء احتیاط کرنے والوں اور وسواسیوں کی توجہ کے لئے ہے، کیوں کہ یہ لباس نہیں ہیں۔

مسئلہ ۴۔ حالت احرام میں ہر وہ چیز جس کا پہننا حرام ہے، ضرورت کے وقت جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ممکن ہونے کی صورت میں بٹن بند کئے بغیر پہنیں یا بٹن کو علیحدہ کر کے پہنیں اور احتیاط واجب ہے کہ لباس احرام کے لئے آستین اور بٹن کی طرح درست نہ کیا جائے۔

مسئلہ ۵۔ عورتوں کے لئے کوئی بھی لباس حرام نہیں ہے شرط یہ ہے کہہ زینت نہ ہو، جز دستکش (دستانہ) کےکہ روایات کی رو سے تنہا عورت پر حرام ہے، لیکن مرد کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ کہیں جائز ہے، کیوں کہ جو چیزیں مردوں کے لئے حرام ہیں ان میں اس کا ذکر نہیں ہے، اگر چہ احتیاط کا مقام ہے اور شاید عورت

کے لئے حرام ہونے کی وجہ یہ ہو کہ خود دستکش (دستانہ) خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ہے اور خود خواہی ہے۔

۱۷۔ مردوں پر چکمہ اور موزہ پہننا:

یہ بھی جو راحت اور آسیب و نقصان سے بچنے کے لئے ہے،حالت احرام میں مردوں کے لئے منع اور عورتوں کے لئے جائز ہے کیوں کہ ہماری احادیث میں نہ منع لباس میں اور نہہی یہاں پر عورت کا نام آیا، بلکہ مومن کو چکمہ پہننے سے روکنا جو موزہ اور پینٹ کے ہمراہ آیا ہے کسی قیمت پر عورت سے ساز گار نہیں ہے، علاوہ بر این عورتوں کے لئے اصل کامل پوشش ہے اور مردوں کا لباس احرام اور جوتا اس طرح کی پوشش کے بر خلاف ہے اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ ۱۔ مردوں کے لئے موزہ اور چکمہ پہننے کی حرمت سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اصولاً ان کے لئے پنڈلی تک پیر کا چھپانا حرام ہے خواہ موزہ اور چکمہ سے ہو یا کسی اور دوسری چیز سے ہو۔

اور اس لحاظ سے کہ ضرورت کی صورت میں ایسی پوشش جائز ہے، شرط یہ ہے کہ پیر کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہو، یہ سمجھتے ہیں کہ اس درمیان بنیادی چیز پیر کے ایک حصہ کا کھلا ہوا ہونا ہے، نتیجہ میں ایسا جوتا جو پنڈلی کو نہ چھپائے اور پیر کا کچھ حصہ نمایاں ہو ،محرم کے لئے بالکل بے اشکال ہے، خواہ جوتا سلا ہوا ہو، کہ پہلے اکثر جوتے سلے ہوئے ہوتے تھےیا نہ ہو، خواہ پیر کی پشت کا کچھ حصہ پوشیدہ ہو یا پوشیدہ ہ نہ ہو، اسی قدر کہ پنڈلی کھلی ہوئی ہو اور پیر کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہو بے اشکال ہے اور ظاہراً دو تین انگلی کے برابر عرض میں کافی ہے، کیوں کہ جوتے کا اوپری حصہ کھلا رکھنا ۔ نہ پارہ کرنا۔ زیادہ سے زیادہ دو تین انگلی سے زیادہ نہیں ہے اور بعض احادیث کی رو سے اس کشادگی کی لمبائی کے لحاظ سے ٹخنوں تک: پیر کے اوپر کی پہلی بر آمدگی، کافی ہے اور وہ بھی دو انگلی سے زیادہ نہیں ہے اور ایسا لگتا ہے کہ پشت پیر کا شگاف ۔ اضطرار کی صورت میں ۔ پیر کے

بالائی حصہ سے ہے، پہلی بر آمدگی کے برابر مسح کی حد ہے، وضو میں نمایاں ہو، لہذا کمترین مقدار کہ حالت احرام میں مردوں کے پشت پا سے باز اور کھلی ہوئی ہو تقریباً دو انگل مربع ہے، یعنی ۲×۲ جس کی مساحت ۴ انگل ہے اور اس کے علاوہ دوسری احتیاطیں وسواس کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ ۲۔ جو چیز پیر کے پورے اوپری حصہ کو چھپائے چاہے پنڈلی تک پہونچے یا نہ پہونچے، حرام ہے البتہ پہلی حرمت زیادہ ہے اور دوسری کم حرمت رکھتی ہے۔ اور اگر پیر کا صرف بعض حصہ کھلا ہو لیکن پنڈلی پوری چھپی ہوئی ہو تو بھی حرام ہے، لیکن اگر پنڈلی چھپی ہوئی نہ ہو اور پیر کا بعض حصہ بھی کھلا ہو جیسے معمولی جوتے ظاہراً بالکل ہی بے اشکال ہے، بنا بر این بند والے جوتے جو پنڈلی تک نہیں ہیں اگر بند کے بغیر یا بند کھلے ہوئے پہنو کہ پیر کا کچھ بالائی حصہ کھلا ہو ظاہراً بالکل بے اشکال ہے، کیوں کہ اس بات پر کہ جوتا پہننا منع ہو کوئی دلیل نہیں ہے اور تنہا موزہ اور چکمہ وغیرہ منع ہے اور سلا ہوا ہونا نہ لباس میں نہ جوتا میں اور نہ کسی اور چیز میں محرمات احرام سے نہیں ہے۔

اگر چہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ نعلین پر اکتفا کرے۔ واللہ العالم۔

مسئلہ ۳۔ عورتوں کے لئے نہ واجب ہے نہ مستحب کہ پیر کا اوپری حصہ کھلا رکھیں اور پنڈلی کو کھلا رکھنا اس صورت میں کہ نا محرم دیکھے حرام ہے اور اگر اپنے جوتے یا موزہ کو پھاڑ دیں تو اسراف ہے۔ کیوں کہ دلائل منع صرف مردوں سے مخصوص ہیں۔

مسئلہ ۴۔ عمداً چکمہ یا موزہ پہننے میں ظاہراً کوئی کفارہ نہیں ہے اگر چہ احتیاط مستحب کفارہ دینا ہے۔

مسئلہ ۵۔ اگر چکمہ یا موزہ اس طرح ہوں کہ پیر کا اوپری حصہ بقدر واجب نمایاں ہ ہوتو صرف ضرورت کی صورت میں جائز ہے اور حالت اختیار میں جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ٦۔ ظاہراً پیر کا کچھ اوپری حصہ نمایاں ہونا جسم شفاف جیسے نائلون یا نازک موزہ وغیرہ کی پشت سے کافی نہیں ہے، لازم ہے پوشش کے بغیر نمایاں ہو، نیز چکمہ اور موزہ کی حرمت اس میں منحصر نہیں ہے کہ زیر نما ہو جس چیز کو بھی چکمہ یا موزہ کہیں وہ محرم مردکے لئے حرام ہے۔

مسئلہ ۷۔ ظاہراً جوتا اور موزہ کے علاوہ کسی اور چیز سے پیر اور پنڈلی کو پوشیدہ کرنا کہ اس پر پوشش صادق نہ آئے ،بے اشکال ہے۔ مثلاً مٹی وغیرہ مل لیں یا پیر کو پانی یا کسی اور سیال چیز میں داخل کر لیں، جب تک جوتا اور موزہ والی پوشش اس پر صادق نہ آئے اس وقت تک بے اشکال ہے۔

مسئلہ ۸۔ اگر پنڈلی کو کسی کپڑا یا اس کے مانند کسی اور چیز سے باندھ لیں اور ایسا جوتا پہن لیں جس کا بعض حصہ کھلا ہو، اگر چہ چکمہ یا موزہ اس پر صادق نہیں آتا لیکن احتیاطاً اس طرح کی پوشش سے جو چکمہ اور موزہ کی طرح ہے اجتناب کریں، بلکہ دلیل سے اس کی حرمت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۸۔ مردوں کے لئے سر ڈھانکنا:

یہ بھی ایک طرح کی راحت طلبی اور سر کو گرد و غبار ،ہوا ور سورج سے محفوظ رکھنا اور بچانا ہے اور ایک طرح کا تشخص اور امتیاز بھی ہے، یہ بھی حالت احرام میں مردوں پر حرام ہے عورتوں پر نہیں کیوں کہ ان کی زندگی کا اصول ہی پوشش و پردہ ہے اور اب چند مسائل:

مسئلہ ۱۔ احادیث کی رو سے سر سے مراد یہاں پر پورا سر اور کان ہیں کہ حالت احرام میں دونوں کھلے رہنے چاہئے ۔ سر کھلا ہو اور کان کھلے ہوں ۔ یہاں تک کہ اگر تھوڑا سا بھی پوشیدہ ہو حرام ہے کہ اگر تھوڑا سا سر یا ایک کان یا اس کا بعض حصہ چھپا لے، حرام ہے اور تو اے محرم تیرا سر اس وقت کھلا ہوا ہے تیرے کان کھلے ہوئے ہیں، کیوں سر کو ڈھانپ رہا ہے، کیوں سر کو چھپا رہا ہے، کیوں کان کو بند کر رہا ہے؟!

مسئلہ ۲۔ سر یا کانوں کا ہاتھ یا بازو سے پوشیدہ کرنا اور چھپانا بے اشکال ہے، جو چیز حرام ہے وہ اعضاء بدن کے علاوہ کسی اور چیز سے چھپانا اور ڈھانپنا ہے۔

مسئلہ ۳۔ پوشش سے مراد یہاں پر سر یا کانوں سے متصل پوشش ہے کہ اگر سائباں کی طرح اگر چہ کم فاصلہ ہو پوشش کے لحاظ سے حرام نہیں ہے، صرف سائبان کے لحاظ سے کہ سورج، ہوا، بارش اور سردی و گرمی سے بچانے کے لئے مخصوص ہے حرام ہے، لیکن متصل پوشش کی حر مت کا کوئی معین وقت اور حالت نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۔ سوتے وقت سر یا کان کا چھپا ہونا یا تکیہ پر ٹیک لگاتے وقت سر یا کان کا چھپا ہونا کہ طبیعتاً پورے یاسر اور کان کا بعض حصہ چھپ جاتا ہے، نیز مشک کا پٹہ یا سامان ڈھونے کی ڈوری وغیر کہ نہ حقیقت میں پوشش ہے اور روز مرہ کی ضرورتوں میں سے ہے، بے اشکال ہے بلکہ حالت خواب میں حاجت کی صورت میں اپنے سر کو کسی کپڑا یا کسی اور چیز سے ڈھانپ سکتا ہے، لیکن حاجت کے علاوہ عام حالت میں یہ آخری چیز اشکال رکھتی ہے۔

مسئلہ ۵۔ سر یا کان کا چھپانا کسی بھی طرح ہو حرام ہے یہاں تک کہ مہندی اور دوا مل کر جو نہ ٹوپی ہے اور نہ سر کی معمولی پوشش، اسی قدر کہ کہیں اپنا سر چھپائے ہوئے ہے تو اس کی حرمت میں کافی ہے، اگر چہ تھوڑی مدت ہو، مانند اس کے کہ تولیہ سے اپنا سر خشک کر لے جو چیز مستثنی ہے وہ بعض اعضاء بدن کے ذریعہ سر یا کانوں کا پوشیدہ کرنا ہے۔

مسئلہ ٦۔ طبق یا کوئی ایسی چیز جو سر یا اس کے بعض حصہ کو ڈھانپ لے، سر پر رکھنا بھی حرام ہے کیوں کہ خود پوشش ہے، مگر حالت ضرورت میں کہ سر کو کپڑے سے باندھنا یا اس حال میں ٹوپی سر پر رکھنا بھی بے اشکال ہے۔

مسئلہ ۷۔ ظاہراً ایسی ٹوپیاں بھی جو سر سے تھوڑا سا فاصلہ رکھتی ہیں اور چند کلپ کہ پوشش نہیں ہے سر کے اوپر قرار پاتی ہیں، حرام ہیں، کیوں کہ فاصلہ

ہونے کے باوجود ان پر پوشش کا اطلاق ہوتا ہے نہ سایہ ڈالنا اور اسی قدر کہ کہیں سر پر ٹوپی رکھے ہوئے ہے فاصلہ کے ساتھ ہو یا بلا فاصلہ ہو ،حرام ہے۔

۱۹۔ ارتماس: سر کو پانی میں ڈبونا:

یہ سر کے لئے پوشش ہونے کے لحاظ سے نہیں، بلکہ محرم مرد ہو کہ عورت دونوں کے لئے سر کا پانی میں ڈبونا حرام ہے، جیسا کہ متعدد اخبار میں وارد ہوا ہے کہ : "ولا یرتمس المحرم فی الماء و لا الصائم"؛ محرم اور روزہ دار سر پانی میں نہ ڈبوئیں، کیوں کہ روزہ دار کا ضمیمہ خود ایک روشن قرینہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں اس حکم میں برابر ہیں، اور چونکہ یہاں پر خصوصاً پانی میں سر کو ڈبونے سے منع کرنا ہے، طبیعتاً پانی کے علاوہ کسی اور چیز میں سر کو ڈبونا محرم کے لئے بے اشکال ہوگا، اگر چہ روزہ کے لئے دوسری دلیل سے یہ بھی منع ہےاور اگر پانی کے علاوہ کوئی دوسری چیز ایسی ہو کہ سر کے لئے پوشش حساب ہو تو یہ تنہا مرد کے لئے پوشش سر کے عنوان سے حرام ہے نہ ارتماس کے عنوان سے۔

اور یہاں نصف سر ظاہراً پورے سر کے حکم میں ہے ، لیکن چونکہ نصف سے کم میں سر کا پانی میں ڈبونا صادق نہیں آتا بلا مانع ہے، اس طرح کانوں کا بھی پانی میں ڈبونا بلا مانع ہے کہ اس کو نہ سر اور کان کی پوشش کہیں گے کہ اس لحاظ سے حرام ہو اور نہ ارتماس سر یعنی سر کا پانی میں ڈبونا۔

البتہ سر کا قوی شاور کے نیچے دھونا کہ تمام سر کو ایک ساتھ احاطہ کرے اس طرح سے کہ کہیں اس کا سر پانی کے درمیان ہے ، روزہ اور احرام دونوں میں حرام ہے اور کل ملا کر پوشش سر اور ارتماس سر دو ایک دوسرے سے جدا عنوان ہیں کہ پہلے والے کی حرمت صرف مردوں سے مخصوص ہے اور دوسرے والے کی حرمت مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے اور ظاہراً سر کا پانی میں لے جانا سر کا ڈھانپنا نہیں ہے مگر یہ کہ غلیظ سیال میں ہو کہ خود ایک پوشش ہے اور حرام خواہ ارتماس ہو یا نہ ہو اور پھ رمحرم کاصرف پانی میں سر ڈبوناحرام ہے نہ ہر سیال چیز میں۔

۲۰۔ عورتوں پر صورت کا چھپانا:

عورتیں اس پر بہت زیادہ توجہ دیتی ہیں کہ ان کا چہرہ سورج کی حرارت یا سردی یا گرد و غبار کی وجہ سے دگر گوں اور خراب نہ ہو جائے کہ ان کی تازگی اور خوبصورتی جو بنیادی طور پر صورت میں ہوتی ہے ختم نہ ہو ، لیکن حالت احرام کی خوبصورتی اور زیبائی پژ مردگی، غبار آلودگی اور نا زیبائی میں ہے کہ انسان کا چہرہ ہوا، بارش، گرد و غبار اور حرارت آفتاب کی وجہ سے دگر گوں ہو جائے تاکہ شاید روح دگر گوں ہو جائے۔

اور چونکہ عورت کو اپنا سر برہنہ نہیں کرنا چاہئے سر کو برہنہ کرنے کی جگہ جو مردوں کے لئے واجب ہے، عورتوں کے لئے لازم ہے اپنا چہرہ کھلا رکھیں، تاکہ سر برہنہ مردوں کی طرح احرام کی سختی کا مزہ چکھیں اور غبار آلود چہرہ کے ساتھ ۔ لیکن عفت کو محفوظ رکھتے ہوئے ۔ محرموں کے گروہ میں در آئیں اور حتی المقدور نا محرموں کی طرف سے اپنا چہرہ پھرائے رکھیں، اس طرح سےکہ حجاب کے حساب سے واجب ہے۔

روایت میں مشہور ہے : "محرم عورت نقاب نہ اوڑھے کہ مردوں کا احرام سر میں اور عورتوں کا احرام صورت میں ہے" اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ ۱۔ عورت کا صورت کا چھپانا اس حالت میں ہر صورت میں حرام ہے، خواہ پوشیہ سے یا نقاب یا چادر سے یا کسی بھی پوشش سے خواہ صورت میں چسپاں ہو یا نہ ہو کیوں کہ دلائل کی رو سے "تنقب" چہرہ چھپانا حرام ہے، نہ خصوصاً ایسی پوشش جو چہرہ پر چسپاں ہو جائے، کہ پوشیہ کو صورت سے فاصلہ دے کر حیلہ شرعی درست کرو اور فاصلہ دار نقاب اوڑھو۔

مسئلہ ۲۔ چہرہ کاضرورت کے وقت بقدرضرورت چھپانا جائز ہے، خواہ بیماری ہو یا نا محرموں سے حجاب اور اخبار صحیحہ میں وارد ہواہے کہ عورت اپنی

آنکھ کے علاوہ صورت کو نا محرم سے چھپا سکتی ہے، نہ یہ کہ بالکل سے اپنی صورت کو چھپا لے کہ کچھ دکھائی ہی نہ دے۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرے جو محرم اور نقاب دار تھی، فرمایا: محرم ہو، اپنی صورت کھلی رکھو، اپنی چادر کو اوپر سے نیچے ڈالو کہ اگر نقاب اوڑھو تو تمہارا چہرہ دگر گوں نہ ہو، لیکن مرد نے کہا: کہاں تک اپنی چادر کو چہرہ پر ڈالے، فرمایا: اپنی آنکھ تک یا دہن تک۔ جہاں تک چادر ڈالنے سے دیکھ سکتی ہو۔[۲۷] اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر کوئی مرد اس کے پاس سے گزرے تو اپنے لباس سے پوشش کرے، اپنا چہرہ نا محرم سے اتنا چھپائے کہ دیکھ سکتی ہو لیکن نا محرم پر حرام ہے کہ اتنے کھلے ہوئے چہرہ کو بھی دیکھے۔

اس طرح کی روایات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اولاً نا محرموں سے حجاب کس حد تک واجب ہے اور حالت احرام میں صورت کا چھپانا کس قدر حرام ہے، نہ یہ کہ پورا چہرہ نا محرموں کے سامنے کھلا ہوا ہو اور نہ یہ کہ پورا چہرہ چھپا لے، بلکہ حد وسط ہے اور اگر کوئی نا محرم نہیں ہے یا ہے اور نگاہ نہیں کر رہا، واجب ہے پورا چہرہ کھلا ہو اور قدرمسلم یہ ہے کہ پورے چہرہ کا چھپانا نا محرم کے دیکھنے کی صورت میں حرام ہے، بلکہ اوپر سے آنکھ یا دہن تک صرف چھپا سکتی ہے مگر یہ کہ سوار ہو اور اگر اپنی چادر کو صرف آنکھ تک کھینچے گردن کے نیچے سے پوشیدہ حصہ بھی باز ہو کہ یہاں پر روایات کی رو سے گردن تک بھی چھپا سکتی ہے، "تسده المراة ثوبها علی وجهها من اعلاها الی النحر اذا کانت راکبة" کہ طبیعتاً ہمارے دور میں ایسی مشکل پیش نہیں آتی، خصوصاً یہ کہ عورتیں آنکھ تک اس طرح چھپا سکتی ہیں کہ نا محرم کسی طرف سے بھی نہیں دیکھ سکتا ہے۔

پھر تکرار کرتے ہیں کہ بعض صورت کےکھلے ہونے کا جواز اس بات کا مستلزم نہیں ہے کہ نا محرموں کا نگاہ کرنا جائز ہے ، اور اصولاً چونکہ پورے چہرہ

۲۷۔

کا چھپانا حرج اور پر مشقت کا سبب ہے، عورت بقدر ضرورت کھلا رکھ سکتی ہے، اسی قدر کہ پیر کے سامنے دیکھ سکتی ہو اور اپنے ضروری کام انجام دے سکتی ہو، لیکن نا محرموں پر بھی وہ حصہ جو بحکم ضرورت کھلا ہواہے کا دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۳۔ اخبار سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حالت احرام میں عورتوں کا چہرہ چھپانا ۔ مگر ضرورت کی صورت میں ۔ کسی بھی طرح سے ہو حرام ہے گر چہ ہاتھ سے، خصوصاً اتنی مدت طول کھینچے کہ کہیں چہرہ پکڑ لیا ہے، خلاصہ جو چیز آفتاب اور گرد و غبار کو روکے حرام ہے۔

لیکن روایت میں، جس وقت کہ ہوا اور گرد و غبار نہیں ہے اور نا محرم بھی نہیں دیکھ رہے ہیں، یہاں پر معلوم نہیں کہ پورے چہرہ کا چھپانا حرام ہو اور اسی طرح اگر نگاہ نہ بھی کرےیا کوئی نا محرم نہ ہو، اگر چہ یہاں پر شدید احتیاط کی جگہ ہے، اس سے زیادہ جو مردوں کے رات میں چھت کے نیچے جانے کے بارے میں جو بیان کریں گے اور کم سے کم ایسی صورت میں اپنا پورا چہرہ نہ چھپائے۔

مسئلہ ۴۔ عورت اس لئے کہ اپنا چہرہ حتی المقدور نہ چھپائے لازم ہے کہ امکان ی صورت میں جب تک محرم ہے خود کو نا محرموں کی نظرونسےدور رکھے ، مگر جہاں پر ناچار ہو جیسے طواف اور سعی کی حالت میں اور تمام اجتماعی مواقف میں، لیکن یہ کہ بلا ضرورت و حاجت ایسی جگہوں پر جائےجہاں نامحرم نگاہ کرتے ہیں تو ظاہراً جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۵۔ سوتے وقت عورت کااپنا پورا چہرہ چھپا نا جائز ہے ، خواہ عام حالت میں یا ضرورت کے وقت، جیسا کہ روایت صحیحہ میں ہے اور شاید یہ استثناء اس لحاظ سے ہے کہ کسی وقت بھی پریشان کن سورج یا ہوا یا بارش میں نہیں سوتی ہے، نیز حالت خواب حالت استراحت ہے اور عورتوں کی رعایت کہ ہمیشہ واجب

المراعات ہیں، اس حال میں لازم ہے، بلکہ مرد وں کابھی سوتے وقت سر کا ڈھکنا جائز ہے۔

مسئلہ ٦۔ ظاہراً سورج اور غبار وغیرہ سے چہرہ پر ہاتھ رکھنا فاصلہ سے بھی عورتوں پر حرام ہے، مگر یہ کہ سر کو فاصلے سے ۔ چادر کے علاوہ۔ چھپائے لیکن صورت کسی قیمت پر نہیں، کیوں کہ روایات کے مطابق مرد کا احرام سر پر اور عورت کا احرام صورت اور چہرہ پر ہے، مرد اپنے سر کو نہ بالواسطہ چھپا سکتا ہے جیسے چھتری وغیرہ سے نہ بلا واسطہ چھپا سکتا ہے مثلاً ٹوپی وغیرہ کے ذریعہ، اسی طرح عورت بھی نا آرام دہ چیزوں سے اپنے چہرے کو نہ بالواسطہ چھپا سکتی ہے اور نہ بلا واسطہ چھپا سکتی ہے، کہ اس کا چہرہ دگر گوں نہ ہو اور حالت احرام غبار آلودگی ہے، مرد اپنے سروں پر اور عورتیں اپنے چہروں پر۔

اور تم اس وقت محرم ہو تمہیں بالکل سے راحت و آرام ناز و نعم اور خود نمائی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۱۔ حالت سفر میں راستہ طے کرتے ہوئے مردوں کا سایہ میں آنا:

تو اے محرم اس وقت خدا کے سایے میں ہے، کوئی دوسرا سایہ اپنے لئے تلاش مت کر، آفتاب، ہوا، بارش، سردی اور گرمی اور گرد و غبار سے محفوظ رکھنے والا سائبان اس "سیر الی اللہ" میں سر احرام میں حرام ہے اور نصوص کے مطابق ہو اور گرد غبار کے علاوہ ہر چیز فقہ احرام میں حرام ہے۔

ہماری احادیث میں پہلے درجہ میں آفتاب سے سایہ اختیار کرنا اور اس کےبعد بارش اور سردی و گرمی سے بچنا منع ہے، ابن بزیع نے حدیث صحیح میں حضرت رضا علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے محرم کے لئے بارش[۲۸] اور دھوپ سے محفوظ رہنے کے لئے سائبان کے بارے میں دریافت کیا تومیں نے سنا

۲۸۔ بارش کے بارے میں دوسری روایات بھی ہیں منجملہ صاحب الزمان علیہ السلام سے پوچھتے ہیں، محرم بارش سے خود کو محفوظ رکھے کہ اس کا لباس اور سامان نہ بھیگے، فرمایا: اگر راستے میں ہے کفارہ دے۔ (جامع لاحادیث ۱۱:۱۰۸)۔

کہ آپ نے فرمایا: ایک گوسفند ذبح کرے اور خبر زرارہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے ہے کہ میں نے پوچھا محرم سائبان اختیار کرے، فرمایا: سردی و گرمی سے نہیں، نیز حضرت کاظم علیہ السلام سے ہے کہ علی بن شہاب کے سر میں تکلیف ہے اور سردی سخت ہے، فرمایا: اگر ایسا ہے جیسا گمان کیا ہے تواپنا سر چھپا لے، لیکن تجھ کو کہ کوئی تکلیف نہیں ہے چونکہ محرم ہوا ہے خود کو نہ ڈھانپ اور اپنے سر پر کچھ نہ رکھ

یہ سب چاروں سفر میں راستہ طے کرتے وقت منع ہیں مگر حالت ضرورت میں جیسے مرض، پیری، سفر کے لئے کھلا وسیلہ سفر نہ ہو کہ ان موارد میں صرف حرام نہیں ہے، لیکن کفارہ ہے، لیکن عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے لئے ہر حالت میں حلال ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ ۱۔ سفرکیحالت میں ثابت سائبانوں کے نیچے راستہ چلنا جائز ہے جیسے درخت، پل، طاق وغیرہ خواہ پیادہ ہو یا بلا چھت کے وسیلہ پر سوار ہو، بلکہ حرکت کی حالت میں گاڑی کے سایہ میں بھی چلنےکی شرط یہ ہے کہ اس کی چھت کے نیچے نہ جاؤ بلا مانع ہے، کہ مثلاً گاڑی کے سایے میں پیدل چل رہے ہو تنہا سیر و سفر کی حالت میں متحرک چھت کے نیچے حرام ہے اور بس، کہ توقف کی حالت میں چھت دار گاڑی کے اندر یا کسی بھی چھت کے نیچے جاؤ یا چھتری تان کر اس طرف اور اس طرف گھومو پھرو، مثلاً راستہ میں اس گھر سے اس گھر، اس قہوہ خانہ سے اس قہوہ خانہ اور جس جگہ چاہو جاؤ، کیوں کہ اگر چہ حالت سفر میں ہو لیکن یہ رفت و آمد سفر نہیں ہے کہ چھت دار گاڑی میں بھی بیٹھ کر درمیان راہ توقف گاہ میں یہ رفت و آمد انجام دے سکتے ہواور کل ملا کر مقصد انجام مناسک کی سمت حالت سفر میں متحرک چھت کے نیچے نہیں جانا چاہئے۔

مثلاً مکہ پہونچ کر منزل کی ہے، اس وقت تم آزاد ہو جس وسیلہ سے بھی چاہو مسجد الحرام جا سکتے ہو یا کسی دوسری جگہ بھی چھت دار گاڑی میں آ جا سکتے ہو۔

عرفات یا منی یا مشعر الحرام پہونچ کر منزل کی ہے، اب تم آزاد ہو کہ جا بجا ہونے یا اس طرف اور اس طرف جانے کے لئے چھت دار گا ڑی کے اندر بیٹھ کر جاؤ۔ جو چیز منع ہے مکہ کی طرف جاتے وقت عمرہ تمتع یا مفردہ میں اور عرفات اور مشعر اور منی کی سمت جاتے وقت حج تمتع یا افراد میں متحرک چھت دار گاڑی میں بیٹھ کر جانا ہے کہ اگر درمیان راہ لوٹنے پر مجبور ہوئے توظا ہراً یہاں پر بھی چھت دار گاڑی میں بیٹھ کر واپس لوٹنا بلا مانع ہے اگر چہ خلاف احتیاط ہے۔

مسئلہ ۲۔ بعید نہیں ہے کہ مناسک کی طرف جاتے وقت پیدل جانے کی صورت میں بھی کلی طور پر متحرک سایہ کے نیچے چلنا بے اشکال ہو جیسے چھتری وغیرہ کیوں کہ زیادہ تر روایات حالت سواری سے مخصوص ہیں، اگر چہ بعض میں کلی طور پر حالت احرام میں سایہ اختیار کرنا حرام ہے، لیکن حالت سواری میں اسی متحرک سایہ پر نظر ہے، جیسا حضرت رضا علیہ السلام سے ابن بزیع کی صحیح خبر میں آیا ہے کہ "محرم محملوں کے زیر سایہ چل سکتا ہے"، اور خبر احتجاج کے مطابق رسول اکرم ؐسائبانوں کے نیچے پیدل چلتے تھے، بنا بر ایں متحرک سایہ کے نیچے جانے کی حرمت سواروں سے مخصوص ہے اور پیدل چلنے والوں کو شامل نہیں ہے اگر چہ یہاں بھی احتیاط بہت بجا اور مناسب ہے۔

مسئلہ ۳ہم نے جانا کہ جو چیز محرم پر حرام ہے آفتاب، بارش اور گرمی و سردی سے بچنے کے لئے متحرک سایہ کی پناہ میں آنا ہے وہ بھی انجام مناسک کے لئے جاتے وقت سفر کی حالت میں، کہ فقط عذر و ضرورت کی حالت میں مردوں کے لئے حلال ہے لیکن موجب کفارہ ہے، اب دیکھیں کہ کون سی دھوپ، بارش اور سردی و گرمی مراد ہے؟ طبیعتاً وہ جو عادی اور خدا ساختہ ہے کہ تم یا دوسرے اس کے موجب نہیں ہوئے اور اب خدا کی راہ میں خدا ساختہ سے گریزاں نہ ہو، آسمان کا سورج، خدائی بارش ا ور عادی سردی و گرمی ان سے بچنا جیسا کہ گزرا حرام ہے۔

مثلاً ہوا یسی ہے کہ اگر پیادہ یا کسی ایسی دھیمی رفتار وسیلہ سے سفر کرو توسردی نہیں لگے گی، لیکن تیز رفتار گاڑی سے اگر پوشیدہ نہ ہو توسردی لگے گی

اور تم کو ٹھنڈک محسوس ہوگی، اس طرح کہ سردی اور ٹھنڈ جو خدائی نہیں ہے بشری ہے اور تم یا تم جیسے افراد اس کے باعث ہوئے ہو، اس طرح کی ٹھنڈ سے خود کو بچا سکتے ہو، متحرک چھت دار گاڑی سے اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہو، بس،ٹیکسی، کشتی، ہوائی جہاز وغیرہ، البتہ اس صورت میں کہ دھوپ اور بارش نہ ہو، گرمی بھی ہمارے فرض کے مطابق نہیں ہے، کیوں کہ رات ہے یا دن کہ راہ میں سورج بادلوں میں ہوتا ہے۔

یہاں پر نہ آفتاب سے سایہ اختیار کیا کہ سایہ شب یا ابر کافی ہے، نہ بارش سے کہ فی الوقت بارش نہیں ہو رہی ہے اور نہ سردی سے کہ سردی کا موسم نہیں ہے، البتہ نہ گرمی سے، لہذا اس وقت متحرک چھت نہ تمہارے لئے سایہ اختیار کرنا ہے اور ان سے خود کو بچانا اور محفوظ رکھنا۔

یا ہوا گرم ہے لیکن عادی اور قابل تحمل ہے، لیکن گاڑی سے کہ طبعاً اس کی سرعت رفتار گرمی کو شدید تر کرتی ہے، اس وقت دوسرے موانع سے قطع نظر اگر متحرک چھت والی گاڑی پر سوار ہو، صرف خود ساختہ گرمی سے ۔ نہ خدا خواستہ ۔ فرار اختیار کیا ہے کہ اگر آفتاب اور بارش بھی نہ ہو توکوئی مانع نہیں ہے۔

اور اسی طرح خود ساختہ دھوپ اور بارش، متحرک چھت دار وسیلہ سے مانع نہیں ہے اور صرف متحرک چھت دار وسیلہ کے ذریعہ انجام مناسک کی طرف بلا عذر ان خدا ساختہ میں سے کسی ایک سے پناہ حاصل کرو، کہ حرام اور موجب کفارہ ہے اور عذر کے ساتھ صرف موجب کفارہ ہے۔

مسئلہ ۴۔ جو چیز ان چار موارد میں حرام ہے صرف بالائے سر سے پناہ لینا ہے لیکن دوسرے وسائل سے استفادہ جیسے کولر اور پنکھا وغیرہ گرمی سے راحت پانے کے لئے اور بخاری اور ہیٹر وغیرہ سردی سے چھٹکارا پانے کے لئے۔ نایلون اپنے سر پر رکھنا بارش سے بچنے کے لئے، سائبان کے بغیر دھوپ سے بچنا، یہ سب

ہرگز حرام نہیں ہے اگر چہ روح احرام کے منافی ہے۔ بلکہ صاحبالزمان کی گذشتہ حدیث کےبموجب خودکو بارش سے بچانا محرم کے لئے منع ہے۔

مسئلہ ۵۔ بہتر ہے حالت احرام میں رات میں سفر کرے تاکہ بند گاڑی میں سفر کرے یا دن میں جب بادل ہوں، البتہ شرط یہ ہے کہ بارش نہ ہو اور سردی و گرمی بھی اس قدر نہ ہو کہ پیدل چلنا بھی آرام دہ نہ ہو اور سر ڈھا نپنے کی ضرورت پڑے اور کل ملا کر اس طرح ہو کہ متحرک چھت کا ہونا یا نہ ہونا خدائی سردی اور گرمی کے اعتبار سے چنداں مختلف نہ ہو اور چھت، دھوپ اور بارش کے لحاظ سے بھی پناہ اور نا آرامی میں تخفیف نہ ہو۔

مثلاً دھوپ اگر اتنی معتدل اور لطیف ہے کہ دل چاہتا ہے کہ اسی حالت احرام میں دھوپ کھاؤ یا بارش اتنی لطیف اور سازگار ہے کہ تمہارا دل چاہتا ہے اسی طرح تمہارے اوپر برستی رہے، ظاہراً اس طرح کے موارد میں متحرک چھت کے نیچے جانا منع نہ ہو کہ یہاں پر طلبگار بھی ہو۔

یا اگر چھت دار وسیلہ کے اندر چھت سے زیادہ گرم اور نا آرام ہے کہ معلوم یا کلی طور پر چھت دار وسیلہ بے چھت سے ان چار لحاظ سے آرام دہ نہیں ہے، قطعاً بے اشکال ہے اور صرف وہاں حرام ہے جہاں تم کو دھوپ یا بارش یا خدائی تکلیف دہ سردی اور گرمی سے پناہ دے۔

اس درمیان جو چیز زیادہ اہم اور بہت زیادہ روایات میں بیان ہوئی ہے، دھوپ سے سایہ میں جانا ہے کہ اصولاً رات اور دن کی ابری ہوانہی کے دائرے سے باہر کرتی ہے۔

اس کے بعد تکلیف دہ بارش، بے نور گرمی اور سردی اور یہ دونوں آخری بقیہ بدن کی مناسب پوشش سے قابل حل ہے، اور صرف سر پر بارش کا پڑنا جس کا

کوئی حل بھی نہیں ہے اگر تکلیف دہ ہو تو چھت دار وسیلہ سے اس کو حل نہیں کیا جا سکتا۔[۲۹]

البتہ بعض گرمی ایسی ہے جو بلا چھت کے وسیلہ سے زیادہ سخت لگتی ہے یہاں پر اگر اس کی شدت انسانکی دین نہ ہو، خدا ساختہ ہو کہ مختصر حرکت، جیسے سابق کھلا ہوا کجاوہ یا کھلی پالکی، اس کو شدید تر کرتی ہے ایسے مورد میں چھت دار وسیلہ حرام ہے ؛کیوں کہ یہ خدائی گرمی کو کم کرتا ہے اور یہی حال سردی کا بھی ہے، خوب دقت کیجئے!

مسئلہ ٦۔ سر کے اوپر سائبان رکھنے کا کفارہ جن موارد میں سائبان سر کے اوپر رکھنا منع ہے ایک گوسفند ہے: خواہ ضرورت کی صورت میں ہوکہ حلال ہے خواہ حالت اختیار میں کہ حرام ہے، عورتوں اور بچوں کے علاوہ، اور ظاہراً بوڑھوں کے علاوہ بھی جیسا کہ حمیری اور کلینی نے "الشیخ الفانی" کے لفظ سےنقل کیا ہے اور مورد عذر میں جس کے کفارہ کی تصریح ہوئی ہے حالت مریضی ہے: خواہ مریض ہو یا مریض ہونے کا خوف ہو، البتہ اس صورت میں کہ دھوپ وغیرہ قابل تحمل نہ ہو، یا چھت دار کے علاو ہ کوئی اور وسیلہ نہ ہو، یا کھلی ہوئی گاڑی منع یا خطر ناک ہو، ان تمام صورتوں میں بھی معذور ہے اگر چہ وسیلہ سفر کا خود بلا چھت کے ہونا سلامتی کے لحاظ سے بے اشکال ہو یا قابل تحمل ہو۔

بنا بر این عورتوں، بچوں اور پیر فرتوت کے لئے بند گاڑی حلال ہے حرام نہیں ہے اور نہ کفارہ ہےاور بلا عذر کے مردوں کے لئے حرام بھی ہے اور موجب کفارہ بھی ہے اور معذوروں خصوصاً بیماروں اور ناتواں افراد کے لئے صرف کفارہ ہے۔

۲۹۔ سردی کے بارے میں چند احادیث ہیں جیسے کافی کی کلابی سے روایت کہ حضرت رضا علیہ السلام سے میں نے پوچھا: علی بن شہاب کے سر میں تکلیف ہے اور سردی بھی بہت شدید ہے اور محرم بھی ہونا چاہتا ہے؟ فرمایا: اگر ایسا ہے تو سائبان سے کام چلائے لیکن تم جس کے لئے محرم ہوئے ہو سائبان کا ستعمال نہ کرو۔ (جامع الاحادیث ۱۱: ۱۰۸)۔

لیکن جو لوگ جسمانی عذر نہیں رکھتے ان کے لئے بقدر امکان واجب ہے صبر کریں تاکہ ان کا دوسرا عذر بر طرف ہو جائے، کھلی گاڑی فراہم ہو جائے، یا خطرہ ٹل جائے، یا کم سے کم رات میں سفر کریں اور اگر ان میں سے کوئی بھی ممکن نہ ہوتو طبیعتاً حالت اضطرار میں اس بند گاڑی میں سفر کریں لیکن کفارہ دیں۔

لیکن یہ کہ سستی و کاہلی یا راحت طلبی کے سبب گمان کرے کہ سائباں استعمال کرنے کی تقصیر اور کوتاہی کی تلافی کفارہ سے ہو جائے گی یہ خود جہالت اور خام خیالی ہے اور نہایت تعجب آور ہے کہ محرم حرمت الٰہی کے بر خلاف کام کرے، اس سے غافل کہ کفارہ صرف دنیوی عقوبت ہے نہ عقوبت اخروی کی تلافی۔

محرم اگر جسمانی عذر کی حالت میں یا نادانی اور فراموشی کی وجہ سے بھی محرمات احرام میں سےکسی حرام کا مرتکب ہو تو تلبیہ کی تجدید کر نا مناسب ہے "لبیک": تیری دعوت پر حاضر ہوں، اپنے عہد پر ثابت ہوں اور اب عفو و بخشش کا طلبگار ہوں چہ جائیکہ کہ عمداً اور عذر کے بغیر کوئی گناہ کرے۔

عبد اللہ بن مغیرہ حضرت کاظم علیہ السلام سے عرض کرتا ہے: "اظلل و انا محرم" حالت احرام میں سایہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے کہا: سایہ کروں اور کفارہ دے دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: اگر مریض ہو جاؤں؟ فرمایا: اس حال میں سایہ کر سکتا ہے لیکن کفارہ د و، کیا نہیں جانتے کہ جو حاجی دھوپ کھاتا ہے غروب تک، اس کے گناہ بھی غروب خورشید سے غروب کر جاتے ہیں یعنی پنہاں ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ ۷۔ جن تمامی موارد میں سایہ کرنا موجب کفارہ ہے اگر دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہونے سے خود کو دھوپ ،سردی ،گرمی اور بارش سے بچاتا ہےاگر سر کے اوپر سے نہیں ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے، چنانچہ اگر ہاتھ یا آستین سے خود کو ان سے بچائے تو بھی بلا مانع ہے لیکن روایت حضرت صاحب الز مان کے مطابق بارش سے نہیں۔

مسئلہ ۸۔ معذور افراد صرف عذر کے بقدر متحرک سائبان سے استفادہ کر سکتے ہیں، نہ یہ کہ موقت یا محدود عذر کی وجہ سے پورے راستے سائبان سے استفادہ کریں۔

مسئلہ ۹۔ جن لوگوں کے ہمراہ بیمار یا عورت یا کوئی بوڑھا یا بچہ ہے اور یہ لوگ کھلی گاڑی میں سفر نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ان کو جدا گانہ بھیجا جا سکتا ہےتو ایسا وسیلہ فراہم کر نا لازمہےجس کا کچھ حصہ کھلا ہو کہ خود اس حصہ میں ہوں اور بقیہ افراد دوسرے حصہ میں ہوں اور اگر ممکن نہ ہو تو ان معذوروں کی ہمراہی کے عذر کی وجہ سے بند گاڑی میں سفر کریں اور صرف کفارہ ادا کریں۔

مسئلہ ۱۰۔ اصولی طور پر کفارہ بصورت امکان ہے کہ اگر نہیں دے سکتا، خصوصاً عذر کی صورت میں، نہ قرض لے نہ خود کو تنگی میں قرار دے، صرف استغفار کر نا کافی ہے؛کیوں کہ یہی استغفار بے نواؤں کا کفارہ ہے۔

۲۲۔ ناخن کاٹنا:

یہ بھی زینت اور خود سازی کے زمرے میں ہے کہ اگر تمہارے ناخن لمبے اور تکلیف دہ بھی ہوں توحالت احرام میں ان کو کاٹنے کا تم کو حق نہیں ہے اور اگر زیادہ تکلیف پہونچائیں تو ضرورت کے بقدر کاٹ لو اور ہر ناخن کاٹنے کے عوض ایک مٹھی صدقہ دے دو لیکن اگر بغیر عذر کے دانستہ طور پر کاٹوگےتو حرام بھی ہے اور ایک بکری کفارہ بھی ہے۔

اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے یا اس کے نیچے زخم ہو جائے اوراس کا چھو ٹا کرنا ضروری ہو یا کسی بھی دوسری ضرورت کے موقع پر تو ضرورت کے بقدر اسے چھوٹا کر نا جائزہے اور اس سے زیاد ہ حرام اور موجب کفارہ ہے۔

۲۳۔ خوشبو کا استعمال ۔ بدبو سے ناک بند کرنا:

حالت احرام ،تمہاری اول و آخر گندگی کی یاد آوری ہے اول جب تم نطفہ تھے اور آخر میں جب مردار اور متعفن ہو جاؤ گے اور اس درمیان کہ احسن تقویم ہو تمہارے اندر نجاست اور غلاظت بھری ہوئی ہے۔

اس وقت تم مصنوعی موت کی حالت میں خوشبو استعمال نہ کرو کہ اپنے جھوٹ کی آرائش کرو اور بد بو سے ناک بند نہ کرو تاکہ تمہیں تمہارے اول و آخر اور باطن کی یاد آئے۔ تھوڑا سا ہوش میں آو، اپنی خود ساختہ اور خود باختہ اور جھوٹی شان و شوکت ترک کر دو، خدا ساختہ ہو جاؤ، شکستہ ہو، گم ہوجاو، کم ہو، زرق و برق سے جو تمہیں اور دوسروں کو فریب دے اور اپنے میں مشغول کرے، دور ہو جاؤ اور صرف مجذوب حق ہو کہ مُحرم ہو تاکہ مَحرم ہو، یہ تھےسر احرام کے لحاظ سے اور اب فقہ احرام کے لحاظ سے چند مسائل:

مسئہ ۱۔ استعمال سے مراد: خوشبو کا استعمال ہے خواہ بدن یا لباس میں یا کھانا یا سونگھنا ہو، کہ اگر کچھ خوشبو کھا لو یا پی لو اگر چہ نہ سونگھو حرام ہے اور اگر کسی خوشبو کو سونگھو اور نہ کھاو یا اپنے بدن یا لباس پر نہ لگاو، سونگھو نہ کھاؤ، یہ سب حرام ہے اور اگر کسی خوشبو دار چیز کا دو یا تین طریقے سے استعمال کروتو دو یا تین حرام کے مرتکب ہوئے ہو۔

اور اس عمومیت کی دلیل متعدد روایات ہیں، چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے: احرام میں اپنےجسم پر عطر نہ ملو اور اپنے کھانے کی چیز میں عطر سے پرہیز کرو اور خوشبو سے ناک بند کرو، بدبو سے نہیں، کیوں کہ شائستہ نہیں ہے کہ محرم خوشبو سے لذت حاصل کرے۔ خود معطر ہونا ایک لذت ہے اگر چہ نہ کھائے نہ سونگھے، جیسے کہ سونگھنا اور کھانا بھی لذت ہے۔

مسئلہ ۲۔خوشبو سے مراد یہاں پر عطریات ہے، خواہ گل یا گلاب یا عطر گل یا کوئی بھی طرح کا عطر ہو، جیسے زعفران، ریحان، پدینہ اور دوسری معطر نباتات،

لیکن سیب ، بہی، گلابی اور سارے خوشبو دار پھل یہاں پر عطر شمار نہیں ہوتے کہ حالت احرام میں نہ ان کا سونگھنا حرام ہے اور نہ کھانا حرام ہے۔

مسئلہ ۳۔ اگر عطر غذا میں اس طرح مل جائے کہ اسےمعطر نہ کہیں تو اس کا کھانا جائز ہے، کیوں کہ عطر کا کھانا اس صورت میں حرام ہے کہ اس نے اپنی عطری حالت نہ گنوائی ہو۔

مسئلہ ۴۔ اگر محرم کا لباس احرام معطر ہے تواس کا عوض کر نا واجب ہے یا اس کی بو کو بر طرف کرے اور اگر عطر فروشوں کے بازار یا دوکان سے گزرے تو اپنی ناک بند کرنا واجب ہے۔ خلاصہ کلی طور پر عطریات کا سونگھنا حرام اور ان سے ناک کا بند کرنا واجب ہے اور بد بو سے ناک کو بند کرنا حرام ہے لیکن سونگھنا واجب نہیں ہے کہ کسی طرح سے بد بو سے دور ہو سکتا ہے تاکہ ناک بند کرنے پر مجبور نہ ہو۔

مسئلہ ۵۔ طواف کعبہ یا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت صرف ان عطریات کا سونگھنا کہ ان دو مقدس مقامات پر معمول اور رائج ہیں، جائز ہے یا کم سے کم ناک بند کرنا واجب نہیں ہے اور شاید احادیث میں ان دو مقامات کا استثناء ان کے احترام کے پیش نظر اور رفع حرج اور مشقت کے لئے ہے اور بہت بد نما اور توہین آمیز ہے کہ کعبہ کا طواف کرتے وقت ناک کو اس کی خوشبو سے بند کر لو اور فرار کی حالت میں رہو، نیز بہت مشکل اور نا ممکن کام ہے، ایسی حالت میں کہ کبھی دونوں ہاتھ بھی لباس احرام کی حفاظت میں تصادم سے خود کو بچانے کے لئے کم ہیں، آپ ایک ہاتھ سے ناک بند کریں کہ کعبہ کی خوشبو آپ کی ناک میں نہ جانے پائے اور خود کو بھی خطرے میں ڈالو اور اس با عظمت گھر کی بھی اہانت کرو۔

مسئلہ ٦۔ اگر طواف یا سعی کے وقت تمہارے بدن یا لباس میں عطر لگ جائے نہ اس کا بر طرف کرنا واجب ہے اور نہ سونگھنا حرام ہے، اگر چہ طواف و سعی ابھی تمام ہوا ہے اور ابھی محرم ہو۔

روایات میں ہے کہ عطرکعبہ ، "طہور" پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور شاید آیت "و طهر بیتی" پر نظر ہو کہ : ابراہیم: میرے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں کے لئے کہ اس کے پاک کرنے میں سے ایک اس کا معطر کرنا ہے اور آغاز سے بھی رائج ہے۔

مسئلہ ۷۔ چند موارد میں عطریات کا استعمال حرام ہے ضرورت کی صورت میں بقدر رفع ضرورت جائز ہے، مثلاً اگر صرف کھانا ضروری ہے نہ سونگھےاور نہ ملےاور اگر سونگھنا ضروری ہے وہ دونوں حرام ہیں اور اسی طرح صرف بدن پر ملنا یا زخم پر لگانا ضروری ہے تو کھائے نہیں اور جہاں تک ممکن ہے سونگھے بھی نہیں اور حتی المقدور ناک کو بند کر لے یا اس طرح چہرہ کو بند کرے کہ اس کی بو مشام میں نہ پہونچے، کہ اصولاً ضرورت میں جتنی ضرورت ہے اس پر اکتفاء کر لے۔

مسئلہ ۸۔ جو موارد مستثنی ہیں ان میں سے معطر لباس کا دھونا بھی ہے کیوں کہ محرم کو اپنے معطر لباس دھوئ نےکا حق ہے، البتہ اس کو سونگھنے سے پرہیز کرے، مگر یہ کہ خواہ نا خواہ بو اس کے مشام میں پہونچ جائے، لیکن ظاہراً یہ حرج و اضطرار کے موارد سے ہے مثلاً اس کا لباس احرام معطر ہو گیا ہے اور خود دھونے کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے، کم سے کم ضرورت کے علاوہ میں احتیاط واجب اس کا ترک کرنا ہے۔

مسئلہ ۹۔ محرم پر عطریات کا حرام ہونا بعض مخصوص عطریات میں منحصر نہیں ہے، اگر چہ کچھ روایات میں زعفران، مشک اور عنبر وغیرہ کا نام آیا ہے، کیوں کہ روایات کے دوسرے گروہ میں کلی طور پر تمام عطریات سے منع کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۰۔ جس چیز کا شمار عطریات میں نہیں ہوتا اس کا سونگھنا، کھانا اور ملنا محرم پر حرام نہیں ہے، اگر چہ خوشبو ہو جیسے سیب گلاب، گلابی اور بہی کیوں کہ روایت میں ہے : "جو چیز کھانے کی ہے اور عطر نہیں ہے ،محرم پر حلال ہے"۔

لہذا اگر کوئی چیز عطر ہو چاہے کھانے کی ہو جیسے زعفران یا کھانے کی نہ ہو جیسے معمولی عطریات ان کا کلی طور پر ہر طرح کا استعمال حرام ہے۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر احرام سے پہلے خوشبو دار تیل یا کوئی بھی عطر تمہارے بدن یا لباس پر ہو اور احرام کے وقت بر طرف کر سکتے ہوتو کوئی بات نہیں لیکن اگر بر طرف نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا لباس بھی نہ ہو تو احرام سے پہلے معطر نہیں کرنا چاہئے، قطعاً احرام سے پہلے معطر کرنا حرام ہے ؛کیوں کہ احرام کی حالت میں حرام کا قطعی مقدمہ تم نے خود فراہم کیا ہے۔ جیسے کہ احرام سے پہلے سارے محرمات احرام کا آمادہ کرنا حرام ہے، مثلاً دھوپ نکلی ہوئی ہو اور تم عمداً سفر کے لئے کھلی گاڑی میں سفرنہ کرو اور حالت احرام میں مجبوراً بند گاڑی میں سوار ہوجا و یا احرام سے پہلے علاج کی سہولت اور امکان کے با وجود علاج میں سستی کرو کہ حالت احرام میں بیماری کے عذر سے بند گاڑی میں سوار ہو اور اس سے بد تر یہ ہے کہ خود کو عمداً یا کاہلی کی وجہ سے بیمار کر لو کہ دو گناہ کےمرتکب ہوئے ہو۔

مسئلہ ۱۲۔ عطریات سے جو چیز محرم پر حرام ہے، حالت احرام میں مرنے والے پر بھی حرام ہے، اس معنی میں کہ محرم مردہ کو معطر کرنا حرام، یہاں تک کہ آب سدر اور کافور سے غسل دینا بھی باوجودیکہ عطر بھی نہیں ہے ،حرام ہے ؛کیوں کہ خاص طور پر اس بارے میں نص صحیح وارد ہواہے۔

۲۴۔ بدن پر تیل ملنا:

جو تیل بدن پر مل رہے ہو اگر معطر ہےتو دو طرفہ حرام ہے ورنہ صرف روغن مالی کے لحاظ سے حرام ہے، لیکن کھانا یا روغن کا کوئی بھی دوسرا استعمال بدن پر ملنے کے علاوہ، بے اشکال ہے۔ اور تیل کا بدن پر ملنا بھی ضرورت کی صورت میں بقدر رفع ضرورت بلا اشکال ہے اور غیر معطر اور غیر روغنی چیزوں کا ملنا بالکل ہی بے اشکال ہے، مگر یہ کہ اس طرح روغن سے مخلوط ہو کہ کہیں کہ اس نے روغن مالی کی ہے۔

یہ سارے محرمات احرام ہیں خواہ کفارہ دار ہوں یا بدون کفارہ اور اس درمیان تنہا شکار حرام یا حرم کی گھاس کا اکھاڑنا یا کاٹنا غیر حالت احرام میں بھی حرام ہے جیسے کہ حرم کے باہر خشکی کا شکار بھی محرم پر حرام ہے اور اب:

احرام کے کفارے:

بعض محرمات احرام کسی بھی صورت میں موجب کفارہ نہیں ہیں اور بعض ہر صورت میں موجب کفارہ ہیں اور کچھ محرمات احرام عمدی صورت میں اگر چہ عذر کی وجہ سے بھی ہو، موجب کفارہ ہے اور غیر عمد کی صورت میں موجب کفارہ نہیں ہے۔

محرمات احرام کے کفارے:

کفاروں کے لحاظ سےمحرمات احرام کی تین قسم ہیں:

۱۔ وہ محرمات جو ہر صورت میں کفارہ رکھتے ہیں جیسے شکار کہ عمداً ہو یاسہواً اور طفل ہو یابالغ اس میں کوئی فرق نہیں ہے ہر صورت میں کفارہ ہے۔

۲۔ وہ محرمات احرام جوکسی صورت کفارہ کا موجب نہیں ہیں،ا گروہ اول کے بر عکس کہ روایات کے مطابق کافی ہے بصورت امکان صدقہ دیدے اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔

۳۔ وہ محرمات جو علم و عمد کی صورت میں کفارہ رکھتے ہیں اگر چہ عذر کی حالت میں ہوں، کہ اگر نا دانستہ یا بھول کر یا غلطی سے یا کسی بھی عذر سے یہاں تک کہ کوئی عمل کو عمد ا انجام نہ د ے تومحرمات احرام میں سے کسی حرام کا مرتکب ہوا تونہ حرام ہے نہ ہی کفارہ ہے، مگر اس صورت میں کہ اس کی جہالت اور لا علمی اس کی کوتاہی کی وجہ سے ہے، کہ طبعاً کسی حرام کو مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے انجام دیا ہے تو یہاں پر باز پرس ہوگی، لیکن پھر بھی کفارہ نہیں ہے اور اگر

عمداً انجام دے اس قسم کے محرمات حرام بھی ہیں اور کفارہ بھی ہے۔ لیکن عذر کی صورت میں حرام نہیں ہے ،لیکن کفارہ ثابت ہے۔

جن موارد میں کہ حرمت اور کفارہ دونوں ثابت ہےان میں دیوانے اور اطفال مستثنی ہیں خواہ ممیز ہوں یا غیر ممیز ؛ کیوں کہ مکلف نہیں ہیں، مگر طفل کے لئے شکار کے موردمیں کہ اس کا کفارہ معین نص سے ثابت ہے۔

کفارہ ،بعض محرمات احرام کا دنیوی جرمانہ ہے اور طفل کہ مکلف نہیں ہے کہ یہ سب اس پر حرام ہوں چہ جائیکہ کہ جر مانہ دنیوی ہو یا اخروی اس کے دامنگیر ہو، جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ولی پر اس کا دھیان رکھنا واجب ہے کہ محرمات احرام کا مرتکب نہ ہو خواہ کفارہ دار ہوں یا بے کفارہ ؛کیوں کہ اگر ولی کی سہل انگاری کی وجہ سے ان کامرتکب ہوا تو یہاں پر طفل کا ولی گنہگار ہے نہ طفل، لیکن چونکہ یہ کفارے خود اس طرح کے محرمات کا جرمانہ ہیں، جس طرح - مکلف نہ ہونے کی وجہ سے -طفل پر نہیں ہےاسی طرح اس کے ولی پر بھی نہیں ہے، چونکہ خود مرتکب نہیں ہوا اور دلیل کفارہ صرف عمداً مرتکب ہونے والے کو شامل ہے، نہ ہر کسی دوسرے کو کہ امر و نہی نہیں کیا اور نتیجے میں طفل یا غیر طفل مرتکب حرام ہوا۔

خبر مشہور میں ہے کہ "عمد الصبی خطا" طفل کا عمدی کام بھی خطا کی طرح اور غیر عمدی ہے اور یہاں پر تو مکلفین پر بھی خطا کے حوالے سے کفارہ واجب نہیں ہے طفل اولویت کے ساتھ مستثنی ہے، کیوں کہ بالغ خطا کار مکلف ہے اور طفل خطا کار غیر مکلف ہے، بالخصوص کہ بعض اخبار میں ان دو کہ تصریح ہوئی ہے: صحیحہ زرارہ میں جاہل اور فراموش کار کو بالکل سے کفارہ سے معاف کیا گیا ہے اور خبر ریان میں طفل کو کفارہ سے بطور مطلق معاف کیا گیا ہے۔

علاوہ بر ایں، ادلہ کفارات میں کہ حرام کا ارتکاب کرنے والےکو کفارہ کا حکم ہوا ہے ،طفل نہ مورد نہی ہے اور نہ حرام کے انجام دینے کے بعد اس کو کفارہ دینے

کا حکم ہے ؛ کیوں کہ اصولی طور پر مکلف نہیں ہے اور کفارہ کا حکم ولی طفل کے اوپر بھی نافذ نہیں ہوگا اور ان شرعی بنیادوں پر اصولاً شکار کے علاوہ کسی اور چیز میں ہرگز طفل کے ذ مہ کوئی کفارہ نہیں ہے اور شکار کے حوالے سے بھی جو طفل کے لئے نص کے مطابق کفارہ ثابت ہے اگر یہ عمل ولی کی لا پرواہی اور دھیان نہ رکھنے کی وجہ سے سر زد ہوا ہے توکفارہ کا ضرر بھی طفل کےولیکےذمہ ہے، ورنہ طفل کے مال سے ہے، مگر اس صورت میں کہ سفر حج طفل کے لئے بالکل مصلحت سے خالی ہو کہ یہاں پر بھی ولی کے ذ مہ ہے۔

خبر "عمد الصبی خطا" بھی ان جگہوں کو شامل ہے جہاں پر عمد و خطا کا حکم مختلف ہو نہ صید (شکار) کےماانندکہ نصوص کے مطابق دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

اور احادیث سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کے مطابق احرام کے کفارہ دار محرمات بارہ ہیں:

۱۔ جماع، استمناء، جماع کی صورت میں عقد ۲۔ جدال کرنا ۳۔ متحرک سایہ کے نیچے جانا ۴۔ لباس پہننا ۵۔ مرد کا سر ڈھانکنا ۶۔ عطر استعمال کرنا ۷۔ ناخن کاٹنا ۸۔ سر مونڈنا ۹۔ شکار ۱۰۔ حرم کی گھاس کا اکھاڑنا یا توڑنا ۱۱۔ دانت اکھاڑنا ۱۲۔ بال اکھاڑنا۔

یہاں اول تین قسموں کو جن کی بازگشت ایک قسم جماع کی طرف ہوتی ہے ایک حصہ میں اور بقیہ کو جدا گانہ حصوں میں بیان کریں گے کہ اس طرح سے مجموعی طور پر بارہ حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ جنسی روابط:

کلی طور پر عورت سے ہم بستری خواہ دائم یا منقطع، آگےسے یا پیچھے،سے، منی نکلے یا نہ نکلے، نیز ہر وہ عمل جو منی نکلنے کا باعث ہو کسی بھی طرح سے

کسی کے بھی ساتھ اور کچھ بھی ہو ، اگر یہ سب باتیں دانستہ اور عمداً ہونتو موجب کفارہ ہیں ،اگر چہ کفارہ کی نوعیت نیز مرتکب عمل کی تکالیف اور فرائض میں گوناگوں حالات اور موارد کے مطابق فرق ہے جس کو ہم مندرجہ ذیل مسائل میں بیان کریں گے :

مسئلہ۱۔ اگر علم اور عمد سے اپنی عورت کے ساتھ آگے یا پیچھے سے جماع کرے ، اگر عمرہ تمتع کی سعی سے پہلے ہوتو ظاہراً واجب ہےکہ ایک اونٹ کفارہ دے اور اگر وقت باقی ہےتو اس عمرہ کو تمام کر کے دوبارہ میقات سے محرم ہو اور شروع سے اعمال بجا لائے ورنہ وہیں سے ترک کر کے اس کی تجدید کرے اور اگر تجدید کے لئے وقت باقی نہیں بچا تواس کو تمام کرے اور اس کے بعد حج افراد بجا لائے اور عمرہ مفردہ بھی انجام دے اور سال آئندہ یا جس وقت بھی ممکن ہو پہلی فرصت میں اس کی قضا بجا لائے کیوں کہ پہلے والا عمرہ تمتع بالکل بے نتیجہ اور باطل ہے ، لیکن اگر یہ عمل سعی کے بعد اور تقصیر سے پہلے ہوتو اس کا عمرہ صحیح ہے اور لازم ہے بصورت امکان ایک اونٹ ور نہ ایک گائے ورنہ ایک بکرا جو بھی اس کے حال کے مناسب ہو ،کفارہ دے

مسئلہ۲۔ اگر یہ عمل احرام میں ہو - تمتع ہو کہ قران یا افراد۔اگر مشعر الحرام میں وقوف سے پہلے ہےتو اس کا حج باطل اور واجب ہے اس کو تمام کرے اور ایک اونٹ کفارہ بھی دے اور سال آئندہ اس کی قضا بھی بجا لائے خواہ یہ حج واجب ہو یا مستحب، اصلی ہو یا نیابتی ، اجرت کے ساتھ ہویا بدون اجرت، صرف یہی کافی ہے کہ حج ہو کسی کے لئے بھی ہو اور کسی بھی مقصد سے ہو ، کسی بھی طرح ہو، کوئی فرق نہیں ہے

مسئلہ۳۔ اگر یہ عمل عرفات اور مشعر الحرام کے بعد ہو اور ابھی طواف النساء نہیں کیا یا آدھا طواف النساء نہیں کیا ہے اس کا حج درست ہے اور ایک اونٹ کفارہ ہے اور اگر نصف طواف النساء سے گزر چکا ہےتو کفارہ بھی نہیں ہے اور اگر طواف

زیارت سے پہلے اس کا کفارہ ایک اونٹ ہے ، ورنہ ایک گائے اور آخر میں ایک بکری

مسئلہ ۴۔ اگر یہ عمل عمرہ مفردہ میں سعی سے پہلے ہو تو اس کا عمرہ باطل اور ایک اونٹ کفارہ ہے اور اس کی تکر ار کر نا واجب ہے اور اگر خود تکرار نہیں کر سکتا تواس کے لئے کسی کونائب بنائے

مسئلہ۵۔ اس طرح کے تمام موارد میں عورت ا ورمردپر اسی جگہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو ناواجب ہے یاکوئی ودسرا شخص ان پر نظر رکھے ، یہاں تک کہ ان کے سارے اعمال تمام ہو جائیں لیکن قضا میں یہ جدائی اور دھیان رکھنا واجب نہیں ہے کہ محل گناہ سے اختتام عمل تک ا نجام پائے، جس شخص کو باطنی، ایمان ، احرام ، اور حرم کا احترام تھوڑا سا شہوت پر کنٹرول کرنے سے روک نہیں سکتا لازم ہے اس کے لئے ظاہری مانع اور محافظ مقرر ہو اور مناسک کے متحرک زندان میں اس پر نظر رکھی جائے

مسئلہ٦۔ تمامی موارد میں کہ اس طرح کا کفارہ لازم ہے ، اگرعورت بھی علم واختیار کے ساتھ عمداً اس عمل میں مرد کی موافقت کرے تو اس کا حکم بھی مرد کی طرح ہے کہ اگر دونوں ہی ایسا کریں ان احکام میں برابر ہیں اور اگر ایک نادانستہ اور بلا اختیار اس میں مبتلا ہو اس کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے اور اگر ایک دوسرے کو مجبور کرےتو دونوں کفارہ اس کے اوپر ہے اور طرف مقابل جو جبرا مبتلا ہوا ہے اس پر نہ قضا ہے اور نہ کفارہ

مسئلہ۷۔ ظاہراً زنا اور لواط کا کم سے کم۔ یہی حکم ہے ، ان حدود کے علاوہ کہ شرع نے مقرر کیا ہے ، لیکن حیوانات کے ساتھ جماع ظاہراً نہ حج کو فاسد کرتا ہے نہ عمرہ کو فاسد کرتا ہے، مگر منی خارج ہونے کی صورت میں ہر حال میں سابق کا حکم رکھتا ہے ، ثبوت کم بھی یہاں پر بے دلیل ہے اوراس کےعلاوہ احتیاط واجب ہے، مگر منی نکلنے کی صورت میں قطعا واجب ہے

مسئلہ۸۔ ان موارد میں حج یا عمرہ کے باطل ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دوسرا شمار ہو گا اور پہلا کچھ بھی نہیں ہے ، بلکہ احادیث کے مطابق پہلا اصل ہے اور دوسرا جرم و سزا کے طور پر ہے، لیکن ایسی سز اوعقوبت کے اگر انجام نہ پائے تو پہلا باطل ہے اور انجام دینے سے وہی پہلا شمار ہوگا ، بنا بر این حق نہیں رکھتا کہ پہلے کوناتمام چھوڑ دے اس خیال سے کہ یہ باطل ہے اور دوسرا کافی ہے ، مگر عمرہ مفردہ میں کہ اب اتمام اور اس کی تجدید کا وقت نہیں ہےاور اس صورت کے علاوہ میں اگر باطل شدہ حج یا عمرہ کو اس خیال سے کہ سال آئندہ تجدید کرے گا چھوڑ دے، باطل شدہ عمرہ تمتع کو تنگی وقت میں چھوڑ دے تو اسی سال تجدید کرے، اس طر ح سے پہلے احرام سے ہرگز باہر نہ آئے گا اور جو احرام سال آئندہ حج یا وقت آئندہ عمرہ انجام پائے گا حقیقت میں احرام کے اوپر احرام ہےاور اس کا کوئی اثر نہیں ہے کہ اگر اسی دوسرے خیالی احرام سےحج یا عمرہ قضا انجام دےتو نہ قضا شمار ہوگا اور نہ پہلے کی تلافی شمار ہوگا اور اس کا واحد راستہ یہ ہےکہ پہلے کو مکمل کرے اور اس کے بعد اس کی قضا اس کےو قت میں انجام دے کہ اگر عمر مفردہ ہےتو جس وقت چاہے تکمیل اور قضا کر سکتا ہے اور اگر عمرہ تمتع یاحج ہے اگر پہلے کا وقت گزر چکا ہےتو بعد میں ایک موسم میں اس کی تکمیل کرے اور بعد والے موسم میں اس کی قضا بجا لائے، بہر صورت قاعدہ کلی یہ ہے کہ جہاں پر تکمیل اور اس کی قضا واجب ہے تکمیل کے بغیر قضا کچھ بھی محسوب نہیں ہے ، اسی طرح قضا کے بغیر تکمیل بھی کافی نہیں ہے، لیکن پہلی صورت میں اگر وقت گزر چکا ہے آئندہ تکمیل اور قضا دونوناس کے ذمہ ہے اور اگر احرام مجدد سے تکمیل کئے بغیر قضا کرےتوسال آئندہ یا وقت آئندہ پہلے تکمیل کر ناضروری ہے اور اس کے بعد قضا بجا لائے

مسئلہ۹۔ اگر شہوت کے بغیر اپنی عورت کو دیکھایا اس کے ہاتھ اور بدن کو لمس کیا اور سہلایا اور قصد کے بغیر جنب ہوگیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر شہوت سے ایسا کیا اور جنب نہیں ہوا ایک بکری ہے ا ور اگر جنب ہو گیا ایک اونٹ ہے، اس

صورت میں کہ اس کی جنابت عمدی نہ ہو ورنہ گذشتہ احکا م بھی اس پر نافذ ہوں گے

اورشہوت سے کسی دوسری عورت کو دیکھا اور جنب ہو گیاتو اگر دے سکتا ہے تو ایک اونٹ ،ورنہ ایک گائے ورنہ ایک بکرا ہے، البتہ اگر جنابت عمدی از روئے علم نہ ہومگریہ جانتا ہے کہ اس شہوانی نظر سے مجنب ہو جائے گا گذشتہ احکام بھی ہیں

لیکن اگر اپنے آلہ تناسل سے بازی کی اور جنب ہوگیا اگر قصد استمناء بھی نہ ہو اس کا کفارہ ایک شتر اور ظاہراً اس کی قضا بھی واجب ہے اور اگر قصد ہو کہ دستمالی کے بغیر بھی ہو تودونوں حکم جاری ونافذ ہیں

مسئلہ۱۰۔ اگر شہوت سے اپنی عورت کے بدن کو سہلائے یا ا سکو شہوت کے بغیر چومےتو ایک بکرا ہے اور اگر شہوت سے چومے توایک اونٹ ہے خواہ جنب ہو یا نہ ہو، لیکن جنب ہونے کی صورت میں اگر قصدا ہو توبقیہ احکام بھی جاری ہیں

مسئلہ۱۱۔ اگر محرم کسی دوسرے محرم کے لئے عقد ازدواج کرے اور ہم بستر ہوں ، اگر جانتے ہوں کہ حرام ہےتو ہر ایک ایک اونٹ کفارہ دے اور اگر ان دونوں میں سے ایک نہ جانتا ہو کہ عقد حالت احرام میں حرام ہے تو صرف دوسرے پرکفارہ ہے جو جانتا تھا، خواہ عقد کرنے والا ہو یا عورت یا شوہرہو ،کہ کبھی تین اور کبھی دو اور کبھی ایک کفارہ ہوگا، اگر عقد کرنے والا محرم نہ ہو اور جانتا ہے کہ طرف محرم ہے اور حالت احرام میں عقد حرام ہے اس صورت میں بھی عقد کرنے والے پر ایک اونٹ کفارہ ثابت ہے

مسئلہ۱۲۔ خلاصہ یہ کہ ہمبستری اگر دانستہ اور عمدی کسی بھی عمر ہ میں ۔ خواہ تمتع یا مفردہ ۔سعی سے پہلے ہو تو اس کی تکمیل کے بعد قضا اور ایک اونٹ کفارہ ہے اور اگر حج میں وقوف مشعر الحرام سے پہلے ہو تو بھی یہی حکم ہے اور

بقیہ موارد میں صرف ایک اونٹ ہے ورنہ ایک گائے اور آخر میں اگرممکن ہوتو بکرا ہے

اور بعض روایت میں وارد ہے کہ اگر اونٹ نہ دے سکتا ہوتو ۱۸ روزہ رکھے لیکن ظاہراً روزہ اس صورت میں ہےجب تینوں کفارہ سے عاجز ہو ؛کیوں کہ اٹھارہ مسکینوں کو کھانا کھلاناکمترین کفارہ کہ ایک بکرا ہے کی نسبت بہت کم ہے

مسئلہ۱۳۔ اگر اپنی عورت سے بازی اور کھیل کرنے میں جنب ہو جائے اگر چہ قصد جنابت نہ ہو علم وعمد اور موافقت کی صورت میں تودونوں پر کفارہ حج واجب ہے کہ اتمام مناسک کے بعد ایک اونٹ کفارہ دے اور سال آئندہ اسکی قضا بھی واجب ہے اور اگر ایک نےدوسرے کو مجبور کیا ہےتواونٹ کا کفارہ دو برابر ہو جائے گا اور دوسرے کے اوپر کچھ نہیں ہے

مسللہ۱۴۔ اگر تقصیر سے پہلے اپنی عورت کو چوم لے کہ طبیعتا شہوت کے بغیر نہیں ہےتو اس کا کفارہ ایک بکراہے اور اگر خود محرم نہیں ہے اور اپنی محرم عورت کو بو سہ دے یا ، شہوت سے اس کے بدن کو مسلے یہی کفارہ اس کے اوپر ہے اور عورت کی موافقت اور عمد کی صورت میں عورت کے اوپر بھی ایک بکرا ہے

مسئلہ۱۵۔ حج کفارہ میں بھی ان اعمال میں سے ہر ایک کا وہی اصلی حج کاحکم ہے، چنانچہ کفارہ والے عمرہ میں بھی یہی حکم ہے ،کیوں کہ ادلہ کفارہ ہر حج و عمرہ کو شامل ہے اور طبعاً واجب ہے ،ضائع شدہ حج یا عمرہ کفارہ کی تکمیل کرے اور پھر دقت سے اس کی تجدید کرے

یہاں پر ہم سے یہ نہ کہنا کہ حاجی اس طرح کے حالات میں اس طرح کے اعمال بجا لانے کا شوق اور حوصلہ ہے اور وہ بھی عمدی؟ کیوں کہ ہر عمل ہر حال میں اس دو پیر کی مخلوق سے ممکن ہے ، العیاذ باللہ

جولوگ لاعلمی کی وجہ سےمحرمات احرام میں سے کسی ایک کے مرتکب ہوجاتے ہیں ، اگر چہ کفارہ سے معذور ہیں لیکن اس صورت میں کہ جاہل مقصر ہوں کہ مناسک کے یاد کرنے میں کوتاہی برتی ہے ، طبعاً گنہگار ہیں اور مناسک حج وعمرہ کو شروع کرنے سے پہلے مکمل طور پر اس کے احکام کا یاد کر نا واجب ہے ، البتہ کتاب مناسک کی طرف دقیق مراجعہ کر کے ، نہ یہ کہ ان کے اور ان کے کہنے پر اطمینان کرلیں

۲۔ جدال:

اگر دو مرتبہ سے زیادہ جدال و نزاع بر حق کریں ، مثلاً سچی قسم کھائیںتو اس کا کفارہ ایک بکرا ہے، ، لیکن اگر ناحق یا کذب پر مبنی ہو پہلی دو مرتبہ ہر ایک میں ایک بکرا اور تیسری بار ایک گائے ہے اور یہاں پر چند مسائل ہیں :

مسئلہ۱۔ جدال اور نزاع کے کفارہ میں قدر مسلم جدال قسمی ہے نہ ہر قسم، یا ہر جدال کہ اگر جدال کے بغیر سچی قسم کھائے توظا ہراکسی وقت بھی کوئی کفارہ نہیں ہے

اگر چہ حالت احرام کے خلاف ہے ، لیکن جھوٹی قسم جو طبعاً حالت احرام میں کفارہ بھی رکھتی ہے ، لیکن اگر جدا ل کے بغیر جھوٹی قسم کھائے یہاں پر احتیاطاکفارہ واجب ہے ،بلکہ اظہر مطلق جدا ل میں کفارہ ہے

مسئلہ۲۔ جیسا کہ گزرا جدال حق ہویا باطل اپنی تمام قسموں کے ساتھ حالت احرام میں حرام ہے، خواہ قسم کےساتھ ہویا قسم کے بغیر ہواور یہ جو بعض روایات میں جدال کی تفسیر "واللہ اور بلی واللہ " سے ہوئی ہے تفسیر جدال بلندترین اور پست ترین نمونوں کے لحاظ سے ہے، بنا بر این اگر جدال بر حق ہو تب بھی حرام ہے اور تیسری بار میں ایک بکرا کفارہ ہے خواہ قسم کے ساتھ ہو یا قسم کے بغیرہو اور اگر

جدال ناحق ہو: جھوٹی قسم ،تہمت، افتراء، غیبت، اہانت، استہزاء، یا کسی بھی نامشروع اور ناجائز طریقہ سے جدال کرے ، خواہ قسم کے ساتھ ہو یا قسم کے بغیر ،ظاہراً پہلی ہی مرتبہ میں کفارہ ایک بکرا ہے اور دو مرتبہ سے زیادہ میں ایک گائے ہے اور جھوٹ پر مبنی جدال میں بالخصوص جھوٹی قسم میں بہتر یہ ہے کہ دو مرتبہ سے زیادہ میں ایک اونٹ اور دو دفعہ میں ایک گائے اور ایک دفعہ میں ایک بکرا کفارہ ہے

مسئلہ۳۔ ظاہراً اگر کفارہ دار جدال اگر کفارہ دینے کے بعد پھر جدال کرےتو کفارہ بھی مجدد ہو گا ، مثلاً کسی نے ناحق اور حرام جدال کیا، خصوصاً جھوٹ تو ایک بکرا کفارہ ہے اور اس کے بعد پھر جدال کیا ، خواہ پہلے کی طرح یا کسی اور طرح سے تو بکرا یا ایک گائے کفارہ د ینالازم ہے اور اگر کفارہ دے دیا اور تیسری بار جدال کیا ،لازم ہے ایک گائے یا ایک اونٹ کفارہ دے اور اس کو بھی ادا کردیا اور چوتھی بار جدال کیا ظاہراً وہی تیسرے والے کفارہ کی تکرار ہوگی

لیکن اگر تین بار جدال ناحق کی تکرارکی اور کسی ایک کا بھی کفارہ نہیں دیا ظاہراً آخر میں ایک گائے یااونٹ کافی ہے اور اگر تجدید کرے اسی کی تکرار کرے ، لیکن اگر جدال کا کفارہ دئیے بغیر بارہا تکرار کرے اگر چہ چوتھی اور پانچویں بارسے بھی تجاوز کر جائے، وہی تیسری بار کا کفارہ کافی ہے ، اگرچہ تکرارکا لازم ہونا بعید نہیں ہے

مسئلہ۴۔ اگر جدال بر حق اور کسی واجب حق کے اثبات کے لئے نہ ہو تونہ صرفیہ کہ حرام نہیں ہے بلکہ واجب بھی ہے لیکن اس جدال بر حق کو اگر حرام سے نکلنے کے بعد تک ٹال دےتو بہتر ہے کیوں کہ اس وقت واجب نہیں ہےبلکہ بے اشکال بھی نہیں ہے

۳۔متحرک سایہ کے نیچے جانا؛

یہاں پر بھی اس کا کفارہ ایک بکرا ہے ،ایک احرام عمرہ میں اور ایک احرام حج کے لئے بھی ، گر چہ ہر مرتبہ سایہ میں جانے کی تکررا ہو ، حالت اختیار ہویا حالت اضطرار،بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے علاوہ جو طاقت تحمل نہیں رکھتے ہیں

۴۔ مردوں کا لباس پہننا:

یہاں پر ہر ایک لباس کے لئے ایک کفارہ ہے ،جیسا کہ حضرت باقر(علیہ السلام)سے ایک روایت ہے کہ: محرم کو کس طرح کالباس پہننے کی ضرورت ہے؟ فرمایا:ہر ایک لباس کے لئے ایک کفارہ ہے اور ظاہراً خواہ لباس کو یکجا پہنے یا چند مرتبہ کوئی فرق نہیں ہے ، نیز دوسری صحیح روایت کے مطابق احرام ،حج اور عمرہ ہر ایک کے لئے جداگانہ کفارہ ہے ، اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ دو عمل میں دو احرام ان کا حساب ایک دوسرے سے جدا ہے

۵۔ مرد کا سر چھپانا:

یہاں پر ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اگر جان بوجھ کراپنے سر کو چھپا ئے تو اس پوشش کا فورا ہٹانا واجب ہےاور اپنے ہاتھ سے کسی فقیر کو غذا دے ،لیکن دوسری حد یث شیخ طوسی نےنقل کی ہے کہ اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور چونکہ ظاہراً یہ کفارہ اجماعی ہے اوراختیاری صورت میں ثابت ہے؛ کیوں کہ فقیر کو غذا دینااضطرار ی حالت میں منحصر ہے اور دو روایت کے درمیان اس طرح جمع کرنا عرف کے نزدیک روشن ہے

۶۔ عطر استعمال کرنا:

یہاں پر قدر مسلم کفارہ کسی معطر چیز کا کھانایا پینا ہے یا کسی بھی طرح کا دوسرا استعمال صرف سونگھنے کے علاوہ کہ کھانے یا ملنے سے نہ ہو ، صرف سونگھنے کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ کوئی کفارہ ہو، کیوں کہ ایک بکرے کےکفارہ کی حدیث صرف کھانے اور ملنے کا ذکر کرتی ہے

۷۔ ناخن کاٹنا:ہاتھ اور پیر کے ہر ناخن کے لئے۱/۴ اغذا کفارہ ہے اور اگرسارے ناخن ایک ساتھ کاٹے تو ایک بکرا ہے، اور اگر دو جگہ کاٹے تو دو بکرے خواہ برابر ہوں یا نہ ہوناور اگر دس ناخن ایک ساتھ اور بقیہ کو چند جگہ کاٹے توتاول کے لئے ایک بکرا اور دوسرے ناخنوں کے لئے ہر ایک کے عوض۱/۴ غذا کفارہ ہے اور ان تمام موارد میں اگر چنانچہ عمدی و خواہ حالت اختیار میں ہو یا اضطرار میں کفارہ ثابت ہے مگر یہ کہ نہیں جا نتا ہو یابھول گیا ہو کہ محر م ہے یا کوئی دوسرا عذر جو عمل کو عمدی ہونے سے خارج کر دے اوراب چند مسائل

مسئلہ ۱۔ اگر ہاتھ یاپیر میں دس ناخن سے زیادہ ہوں ظاہراً وہی حکم ہے اور دس ناخن کا کفارہ ہے مگر یہ کہ جدا کاٹے کہ ہر ایک کے لئے۱/۴ غذا ہے خواہ نو ناخن ہوں یا گیارہ ناخن ، اور ظاہراً یک ناخن کے کچھ حصہ کا بھی حکم وہی ایک ناخن کا حکم ہے

مسئلہ۲۔ ایک ساتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ ایک جگہ کاٹے، پس اگر حرکت کی حالت میں ناخن کاٹنے میں مشغول ہے ، اس طرح سے کہیں کہ ایک مرتبہ اپنا ناخن کاٹا ہے، اس کا کفارہ ایک بکرا ہے ، اور اگر ایک جگہ دو مرتبہ کاٹے بحساب گذشتہ دو کفارہ ہے، بنا بر این وحدت وتعدد مکان وحدت وتعدد کفارہ کےلئے میزان نہیں ہے بلکہ صرف وقت اور مراتب کے لحاظ سےکہیں ایک یا چند مرتبہ کاٹا ہےتوکفارہ متفاوت ہے۔

مسئلہ۳۔اگر ایک دفعہ بعض ناخنوں کوعمداً اور بعض کو غیر عمدی کاٹےاگر چہ سب کو یکجا کاٹے، اس کا کفارہ ایک بکرا نہیں ہے کیوں کہ غیر عمدی کاٹے ہوئے ناخنوں کی نسبت کفارہ نہیں ہے اوربقیہ بھی دس سے کم ہیں اور صرف ہر ایک کے لئے ۱/۴ غذاہے

مسئلہ۴۔ ناخن کاٹنا اکھاڑنے اور کترنے میں منحصر نہیں ہے کہ اگر ملنے سے یا دوا کھانے سے اس کے ناخن گر جائیں وہی حکم ہے

مسئلہ۵۔ اگر دوسرے کو اپنا ناخن کاٹنے کو کہے یا اس کام سے راضی ہو اور اعتراض نہ کرے تب بھی کفارہ ثابت ہے ،مگر یہ کہ اس کو نہ روک سکتا ہو اور راضی بھی نہ ہو کہ ایسےمیں کفارہ نہیں ہے، لیکن اگر خود اپنے اختیارسے مجبوری کی بنا پر اپناناخن کاٹے توکفارہ ہے۔

۸۔ سر مونڈنا:

اگر ناچاری اور اضطرار کی صورت میں اپنا سر تراشے واجب ہےتین دن روزہ رکھے، یا اک بکرا کفارہ دے، یا دس (۱۰)مسکینوں کو کھانا کھلائے ، یا چھ فقیروں کو ۲/۴غذا دے کیوں کہ"فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک "جوا نسان بیمار ہو یا سر میں کوئی تکلیف ہو ، پس روزہ یا صدقہ یا عبادت کفارہ ہے کہ رسول اللہ سے منقول تفسیر کے مطابق جیسا کہ بیان ہوااور ظاہراً ترتیبی تخییر ہے کہ جو نہ ہو سکے اس سے کمتر اور آسانتر کو انجام دے، لیکن اگر ضرورت کے بغیر اپنے سر کو تراشے ایک بکرا ہے اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ۱۔ سرکامونڈنا مشین ا بلیڈدونوں سے سرمونڈنے کو شامل ہے ، اور ظاہراً اگر دوا مل کر یا کھا کر اپنے سر کے بال صاف کرے اس کا بھی یہی حکم ہے کیوں کہ" لا تحلقوا بروسکم" سرنہ مونڈنو ،کسی خاصوسیلہ میں منحصر نہیں ہے

مسئلہ۲۔ سر کا بعض حصہ مونڈنا بھی حرام ہے اور کفارہ رکھتا ہے اور اسی قدر کہ کہیں سر مونڈا ہے کافی ہے مگر یہ کہ بہت کم ہو اور سر تراشیکے حکم سے خارج ہے، لیکن حرام ہے مگر حالت ضرورت میں، اور سر یا بدن سے بال کاٹنے یا چننےکاحکم آئے گا

مسئلہ۳۔ شاید سر کے بال کا چھوٹا کرنانو چنا تراشنے کی طرح ہو ، لیکن اگر تراشنا نہ کہیں ، مثلاً سر کابال تھوڑا سا چھوٹا کرے طبعاً تراشنے کے حکم سے خارج ہے

مسئلہ۴۔ سر کے بال مونڈنے کا حکم دونونکو شامل ہے چاہے خود اپنا سر مونڈے یا دوسرے کو اس بات کا حکم دے ، یاماس کی مرضی سے اور منع کئے بغیر ہو، لیکن جبرا اس کا بال تراشے نہ حرام ہے اور نہ کفارہ ہے ، اسپر جس کا سر مونڈا گیا ہے اور نہ سر مونڈنے والےپر کیوں کہ دلیل کفارہ صاحب سر میں منحصر ہے کہ اپنا سر مونڈے، یاں تک کہ اگر سر مونڈنے وال محرم ہو، اور کسی دوسرے محرم کا سر جبرا مونڈے ، صرف حراملکیا ہے بظاہر کسی پر بھی کفارہ نہیں ہے

۹۔ بدن کے بال صاف کرنا:

دونوں بغل کے نیچے کے بال چاہے جس طرح سے صاف کرے اس کا کفارہ ایک بکرا ہے، اور صرف ایک بغل کا بال صاف کرے ظاہراً کافی ہے تین فقیر کو کھانا کھلائے، اور اگر سر یا داڑھی کے کچھ بال گرائےہر ایک کے لئے یا ہر بار اگر

چہ چند بال ایک ساتھ ہوں ، ایک مٹھی کھانا فقیر کو دے ، لیکن اگر بال کاگرنا غسل یا وضو یا کسی بھی واجب یا مستحب کرے اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ۱۔ بغل کے نیچےکے بال یا دوسری جگہ کے بال کو صاف کرنا یاکاٹنا یاتراشنا یانوچنایا دوایا کسی اور چیز کے ذریعہ صاف کرنے کو شامل ہے

عمل کے ضمن میں ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ معمولا بال گریں گے، جب تک بال گرانے کا قصد نہ ہو اس پر کچھ نہیں ہے، البتہ اس صورت میں کہ اس طرح کے واجبات اور مستحبات کے کم سے کم پر اکتفا کرے اور یہاں پر چندمسائل ہیں

مسئلہ۲۔ اگر ۱/۳ بغل کے نیچے کے بال صاف کرے ، ظاہراً کافی ہے کہ ایک فقیرکو سیر کرے اسی طرح ۲/۳ میں دو فقیر اور سارے بال صاف کرنے میں تین فقیروں کو کھانا کھلائے، لیکن دونوں بغل کے نیچے کے بال صاف کرنے میں ایک بکرا کفارہ ہے

مسئلہ۳۔ ظاہراً بغل کے نیچے کے بال کا چھوٹا کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے اگر چہ روایات میں صرف لفظ"نتف یعنی" نوچنااور شایدنوچنے کا حکم حرمت کے لحاظ سے شدید تر ہو۔

۱۰۔ شکار کرنا:

شکار کا کفارہ تمام احرام کے کفاروں سے زیادہ مفصل ہے، اور ان سب کے بر خلاف جو مکلف افراد اور حالت عمد میں منحصر ہیں ، کفارہ شکار تمام حالات میں ، یہاں تک کہ اطفال کے لئے بھی ثابت ہیں اور اب کوئی بہت کم ہی حالت احرام میں خصوصا حرم میں شکار کی فکر میں پڑتا ہے اور تنہا تعلیمی لحاظ سے شکار کے مسائل قابل بحث و تحقیق ہیں اور اس بارے میں شائستہ ہے مفصل فقہی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے ۔

۱۱۔ حرم کی گھاس اکھاڑنا:

بڑا درخت اکھاڑنے میں ایک گائے اور ظاہراً چھوٹے درخت کے لئے ایک بکرا کافی ہے اور شاخ یا برگ(پتی) درخت اور حرم کی گھاس اکھاڑنے اور توڑنے میں ظاہراً س کا کفارہ ان کی قیمت ہے اور اب چند مسائل۔

مسئلہ۱۔ اگر کوئی درخت کو اکھاڑے اورپھر سے لگا دےحرم کی اسی جگہ یا دوسری جگہ یعنی ایسا لگنے لگے کے وہ اپنی پہلی حالت میں لوٹ آیا ہے واجب ہےاس کو لگا دے ، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ اس کی پہلی جگہ پھر سے گا ڑدے ، اور کفارہ کے علاوہ درخت کی قیمت بھی صاحب درخت کو ادا کرے،اور اگر کوئی مالک نیں ہے فقراء کودے

مسئلہ۲۔ ظاہر اگر کوئی شاخ بھی توڑی ہے جو پھر سے زمین میں لگانے سےہری بھری ہو سکتی ہے واجب ہے اسی جگہ یا کسی اور جگہ لگا دے۔اور اس صورت میں قیمت ادا کرنا لازم نہیں ہے، کفارہ کے علاوہ قیمت کی ادائیگی اس صورت میں واجب ہے کہ شاخ کو اس کی پہلی حالت میں نہ لوٹا یا جا سکے اگر چہ اس کی پہلی جگہ وصل کر دے

مسئلہ۳۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر جس درخت کو اکھاڑا ہے پہلی حالت میں یا اس سے بہتر حالت میں لوٹا دے، صرف درخت کی قیمت ادا کرنے سے معاف ہو جائےگا، اور درخت کا کفارہ اسی طرح ثابت ہے کیوں کہ کفارہ دنیوی عقوبت ہے گناہ کے لئے اور قیمت صاحب درخت یا حرم کےنقصا ن کی تلافی ہے ، فقراء کو دی جائے

مسئلہ۴۔ حرم کےدرخت کے علاوہ کسی چیز کا اکھاڑنا مثلاً گھاس یا درخت جیسی کوئی بھی چیز ہوتو یہ صرف حرام ہے اور کفارہ نہیں ہے البتہ اگر اس کی کوئی قیمت ہو صرف قیمت کا ضامن ہے کہ اس کے مالک یا فقیر کو دے۔

۱۲۔ دانتوں کا اکھاڑنا:

احتیاط واجب ہے اگر ضرورت کے علاوہ اپنے دانتوں کو اکھاڑےتو ایک بکرا کفارہ دے، لیکن حالت ضروری میں کفارہ نہیں ہے -

یاد دہانی: ان موارد میں کہ خاص دلیلوں کے مطابق کفارہ واجب ہے، جہل یا فراموشی اور غلطی کی وجہ سے بلکہ کلی طور پر جن موارد میں تعمد نہیں ہے،کفارہ بھی نہیں ہے شکار کےموردکے علاوہ میں

اور بعض روایات کے مطابق جیسے"لکل شئی خرجت من حجک نعلیک فیہ دم ۔۔حیث شئت " ظاہراً تمامی موارد میں ایک بکرا کفارہ مستحب ہے کیوں کہ اگر واجب ہوتا تو گذشتہ۱٤/ موارد کی طرح تصریح ہوتی نہ کہ تنہا قرب الاسناد کی ایک روایت پر اکتفاء ہو کہ جس کی نہ تو سند صحیح ہے او ر نہ ہی دلالت ،البتہ جس چیز کا کھانا محرم پر حرام ہے اس کے بارےمیں یا اصولاً اس کا کھانا ہمیشہ حرام ہے ، حضرت باقر(علیہ السلام) سےزرارہ کی روایت کے مطابق ایک بکرا کفارہ ہے ؛کیوں کہ بغل کے نیچےکا بال تراشنا ، یا ناخن کاکاٹنا،سر مونڈنااور لباس پہننا،"کل طعام لا ینبغی لہ اکلہ" کی ردیف میں قرار پایا ہے اور(کسی ایسی چیز کا کھانا جس کا کھا نا اسکے لئے شائستہ نہیں ہے)اور احتمال قوی ہے کہ معطر چیز یا عطر کا کھانا مراد ہے اور تمام کھانے والی چیزوں کے بارے میں جو ہمیشہ حرام ہیں یہ روایت مبہم ہے ، بنا بر این کفارہ دار محرمات ، انہیں چودہ گذشتہ موارد میں منحصر ہیں

کفارہ کی تکرار:

بعض موارد میں اگر محرمات احرام میں سے کسی حرام کی تکرار ہو کفارہ بھی اسی قدر تکررا ہوگا اور بعض موارد میں وہی ایک کفارہ کافی ہے اور چونکہ کفارہ کی تکرار اور عدم تکرار اصل کفارہ کی طرح تابع دلیل ہے توپھر یہاں پر دلیل کی طرف بازگشت کر نا لازم ہے

مثلاً عمدا ہمبستری اور استمناء کرنے میں قضا بھی ہے اور ایک اونٹ کفارہ بھی ہے تنہا اونٹ میں قابل تکرار ہے اور اس تکرار پر کوئی دلیل نہیں ہے ، لیکن

اگر خود کفارہ دار حج یا عمرہ میں ایسا عمل انجام دےوہی کفارہ اور قضا ہوگی ، کیونک ادلہ فساد حج یا عمرہ اور وجوب قضا و کفارہ حج وعمرہ کی تمام اصلی اور بدلی قسموں کو شامل ہیں لیکن جن موارد میں حج یا عمرہ باطل نہیں ہوتا ہے اور طبعاً قضا نہیں ہے تو عمل کی تکرار سے کفارہ بھی تکرار ہوتا ہے جیسے کہ جن موارد میں باطل ہوتا ہے یہ تکرار بھی ہے اور ظاہراً اس کے درمیان کوئی فرق نہیں ہےکہ گذشتہ عمل کا کفارہ دیا ہے یا نہیں کہ اگر چند مرتبہ ہم بستر ہوا ہے اسی تعددا کے بقدر لازم ہے اونٹ ذبح کرے

لیکن سر مونڈنے میں اگر سر کے مختلف حصوں کو متعدد اوقات اور جلسوں میں مونڈے تو ظاہر ایک کفارہ سے زیادہ نہیں ہے ، کیوں کہ سر تراشی کا کفارہ اس میں منحصر نہیں ہے کہ پورا سر ایک جگہ مونڈے جبکہ سر کا بعض حصہ مونڈنے میں بھی وہی کفارہ ہے کیوں کہ سر تراشی ہے مگر یہ کہ اصولاً سر تراشنا نہ کہیں ہے

لیکن اگر تمام یا سرکا بعض حصہ تراشے اور پھر سے بال نکلنے کے بعد اسی تراشے ہوئے حصہ کو دوبارہ تراشے، یہاں پر ظاہراً سر تراشی کی تکرار اور تعداد کے لحاظ سےکفارہ کی تکرار کر ے ؛ کیوں کہ سر تراشی جو کلی طور پر موجب کفارہ ہےکی تکررا ہوئی ہے لیکن پہلی صورت میںتکرار نہیں ہوئی ہے

حیوان کے شکار میں یا حرم کی گھاس اکھاڑنے یا کاٹنے میں بھی خواہ چند شکار یکجا کرے یا چند جگہ کرے ، یا چند گھاس یکجا یا چند جگہسے گھاس اکھاڑے تو کفارہ بھی اسی قدر تکررا ہوگا ، خواہ پہلے والے شکار یا گھاس کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ چنانچہ معاویہ بن عمارکی امام جعفر صادق(ع) سے روایت میں ہے:محرم جو شکار کرے گا اسکا کفارہ ہے۔(وافی،ج۲،ح۲ ،ص۱۱۳، باب۸۰)ہر صورت میں حالت احرام، روح وجسم،اعمال وحرکات اور تمہارے حالات پر توجہ اورد ھیان رکھنے کی حالت ہے کہ لازم ہے اس مقدماتی تربیتی مدرسہ میں کمال دقت ا نتہایئ توجہ سے کام کرو تاکہ لقاء اللہ اور زیارت بیت اللہ کے لائق ہو سکواور کم سے کم جس طرح کسی

بزرگ سے ملاقات کرتے وقت ہر طرح سے اپنا دھیان رکھتے ہویہاں پر بھی خدائے عالمین اور عالمیان کی ملاقات کے لئے آمادہ ہو رہے ہو لھذا مکمل طور پر دھیان رہے کہ کوئی غلطی نہ ہونے پائے، محرمات اصل اور موقتی کو ترک کرو ، خود سے بے خود ہوجاو اور معرفت سے لبریز ہوجاو کہ خدا کی طرف روانہ ہورہے ، ہر چیز سے خالی ہو اور معرفت اور آداب سے پر ہو، اب گرداب طواف کے لئے آمادہ ہو خود کو نا چیز جان کر ہر چیز کے مالک کے گھر کا طواف کرنا ہی ہر چیز ہے ، احرام کی اس براہ راست سیر میں کہ اپنی گلی سے خدا کی گلی میں آئے ہو ،اپنی زنجیریں اور بیڑیاں اتار پھینکی ہیں، سبکبار اور سبک خیز ہو گئے ہو، اس وقت ایک تنکا کی طرح خانہ خدا کے گرد گھومو ، طواف کی دوری حرکت میں بجلی جیسی جاذبیت اور

مرکز: کعبہ، صاحب خانہ ---طواف میں مقناطیسی ہے

طواف:

یہ حج وعمرہ کا سب سے اہم رکن ہے کہ یہ ایک اصل ہے اور دیگر تمام مناسک فرع اور اس کی شاخیں ہیں یہ اصل متن ہے اور وہ سب حاشیہ ہیں ، نام میں بھی ایسا ہی ہے ، گردش کرنا ،زیارت ،خانہ کعبہ کے گرد چکرلگانا اور(حج البیت)اور دوسرے پیش وپس کام کی آمد ہیں، یہ عظیم رکن اس کے انجام دینے کی آمادگی کی خاطر مقرر ہوا ہے ، حرم سے لے کر جو مقدمہ ہے اور سعی کو لے کر جو م مکمل ہے، ۔یہ عمرہ اور اس کے بعد حج ک پہلے مکہ میں احرام اور اس کے بعد بلد الحرام سے -بیت الحرام : تم کو باہر کرتا ہے اور اب تم کو کسی بھی طواف کا حق نہیں ہے ، باہر جاؤمدرسہ عرفات جاؤ شناخت مدرسہ مشعر الحرام : باریک بینی ، مدرسہ منی: آرزو، اور تینوں تربیتی مدرسہ کو طے کرنے کے بعد کہ عملی اور علمی طور پر حق کی طرف قدم آگے بڑھایا ہے ، تمہاری شناخت کامل ہوئی ہے اور

زیادہ باریک بین ہوئے اور اس کے بعد منی : آرزو کے عملی میدان میں بہت اہم آرزؤں اور تمناؤں کو منصہ شہود پر لائے ہو، شیطا کو پسپا کیا ہے ، قربانی یا اس کے بعد حلق یا تقصیر کیا ہے اور اب وقت آپہونچا ہےکہ دوسری بار غور اور تاخیر کے بعد اور مختلف قسم کی در بدری اور سر گردانی کے بعد پھر سے یار کی بارگاہ اوراس کے کو چہ میں باریاب ہو، طواف کو بحسن وخوبی انجام دو اور کافی شناخت اور باریک بینی کے ساتھ انجام دو – پہلاعمرہ کا طواف تھا(عمرہ تمتع)زیارت محبت اور رابطہ سے فیض حاصل کرنا ہےکہ رابطہ محبت کوآبادکر دیتی ہےآمادہ کرتی ہے نہ یہ کہ اصل زیارت کہ ابھی آمادہ نہیں ہوئے تھےاور صرف مدرسہ احرام نے تجھےجیسا ہونا چاہیئے اس طرح نہیں کیا تھا۔

اور اب طواف زیارت ہے: طواف حج جو گردش مقصود ہے اور حساب شدہ زیارت ہے ، کیوں کہ مدسرہ احرام ، طواف ، نماز طواف، اور سعی اور اس کی تقصیر کے بعد، کہ اولین احرام سے باہر آئے ہو اور دوسرے احرام کے ساتھ شناخت، باریک بینی اور آرزؤں کے صحراوں کو بھی طے کر چکے ہو، اب طواف زیارت منیکرو اور پھر سے تقصیر کے بغیر سعی کرو۔

طواف یعنی کیا؟

طواف سر گر انی کی حالت میں مشخص مرکز کے گرد گھومنا اور چکر لگان ہے تم تو پہلے بھی سر گردان تھے ، لیکن حق سے منحرف اور باطل کی راہ می نسر گردان تھے ، اب حق کی راہ میں سرگرداں ہو اور ہر نا حق سے اپنا منھ موڑ لو

اس دوری حرکت کا کوئی انتہائی نقطہ نہیں ہے ، سوائے اسی نقطہ کے جس سے آغاز طواف کیا ہے ، لہذا طواف کا نتیجہ حق یعنی خدا تک پہونچنا نہیں ہے، کیوں کہ وہ لامحدود اور لا مکاں ہے اور یہ حرکت دوری سراسر سر گردانی اور حیرانی اور حق پر خودکو فدا کرنے کا اظہار ہے اور آیت"انا للہ وانا الیہ راجعون " کی تفسیرکرتا ہے ، کہ آغاز حق سے ہے اور انجام بھی حق کی طرف ہی ہے ، مبادا ناحق

سے وابستہ ہو جاؤ اور غیر حق کے خیمہ میں شامل ہو جاؤاور نا حق کے گرد گھومنے لگو

اس وقت تم "حج البیت میں" کس کے گرد؟ اور کس لئے گھوم رہے ہو؟ یہاں پر نہ ثروت ہے کہ مالدارو ں کے گرد گھومو اور نہ کوئی ہے ۔ نہ زندہ نہ مردہ۔ کہ اگر کسی گرانمایہ شخص کے گرد چکر لگاؤتو صرف ایک خالی گھر ہے جواندر سے بھی خالی ہےاور باہر سے بھی خالی ، نہ کوئی قصر ہے اور نہ کوئی قبر، نہ کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی امام اور نہ کوئی اوردوسری چیز اور نہ کوئی دوسرا شخص تو پھر کس کے گرد گھوم رہے ہو اور چکر لگارہے ہو !

تم یہاں پر نامرئی کے گرد چکر لگا رہے ہو، حق کے گرد، خدا کے گرد، لیکن خدا کہ لامکان ہے اس کے گرد گھومنا بالکل بے معنی ہے ، لا محدود ہے ، اس خالی گھرکو جو پہلا آزاد گھر ہے اس کے گرد گھومنے کاحکم اس لئے دیا ہے کہ دیکھو کسی چیز اورشخص کا چکر مت لگاؤ، ان کے اور ان کے چکر لگانے سے خود کو آآزاد کرو، " البیت العتیق" کے گرد گھومو، لیکن کب؟ مادی اور معنوی کثافتوں اور آلودگیوں سےخود کو پاک وصاف کرنے اور اپنے عہد وپیمان کو پورا کرنے کے بعد " ثم لیقضوا تفثھم والیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق" (الحج:۲۹)" بیت عتیق"قدیمی آزاد گھر جو زمان و مکان اور عظمت کے لحاظ سے دنیا کے تمام گھروں ،محلوناور قصروں پر سبقت اور ترجیح رکھتا ہے اور غیر خدا کی مالکیت اور غیر خدا سے مختص ہونے سے آزاد تھا ، آآزاد ہے اور آزاد رہے گا

تم بھی زمان و مکان اور عظمتوں سےقدم آگے بڑھاؤ، تمام زمانیات و مکانیات ،بزرگوں اور بزرگیوں کو پس پشت قرار دو ، جان وجہان کی قید سے خود کو آزاد کرو او رمز آزاد ی کی علامت کے عنوان سےجان وجہان اور جان جانان کی طرف لوٹ آؤاور صرف اور صرف " البیت العتیق" خانہ خدا کےگرد چکر لگاؤ اور اس کا طواف کرو ، خدا اور لوگوں کے گھر کا طواف کرو جو اندر سے بالکل خالی ہے اور باہر سے بھی بالکل خالی ہے ، نہ زیارتگاہوں اور عبادت گاہوں ۔ قصروں اور دین ودنیا

کے معماری اور صنعتی آثارنظر آئیں اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی آرائش اور تزیین دیکھنے کو ملے گی ، سوائے ٹیڑھے ترچھے کالے پتھروں کے جو ایک دوسرے پر چن دئیے گئے ہیں، ہ ہاں ! اس گھر کا طواف کرو اور اس کے گرد گھومو

اور یہ طواف : سات چکر لگانا ، واجب ہو کہ مستحب ، " البیت العتیق"میں منحصر ہے اور بس! پیغمبر اور آپ کی قبر مبارک کے گرد نہیں ، کسی امام کے گرد نہیں ، کسی شخص اور کسی صاحب منصب کے گرد نہیں ، صرف "الکعبۃ البیت الحرام" کہ نذر ہونا ، اس کے گرد گھومنا، ہر حرکت اور گردش کو اس کے مرکز کے گرد واجب کیا ہےاوراس گھر کے مالک میں منحصر ہے کہ اس کی طرف راہنما اس کی گلی کی طرف ہدایت ورہبری کرنے والےسارے کے سارے حاشیہ مٰیں ہیں سب طواف کرنے والے ہیں مطاف نہیں ، نہ خود اصل مقصود ہیں اور نہ ان کی قبریں سوائے اللہ سے توسل کرنے کے لئےوہ بھی طواف کی صورت میں نہیں!

تم نےاپنی پوری زندگی میں ان کے اور ان کے چکر بہت لگائےاورہمیشہ اپنے گرد گھوم رہے ہو ، بلکہ تمہاری ساری زندگی ،تمہارا پورا وجود ، تمہارا ظاہر وباطن، سب گردش وچکر ہے ، تم خود ایک حرکت ہو ، کوئی وقفہ اور جنبش نہیں رکھتے،، منظومہ ہستی کے اندر ایک محور پر ہو ایک گردش میں ہو اور اس گردش اور حرکت کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں رکھتے ورنہ مردہ ہو

لہذا کتنا اچھا ہو کہ تمہاری گردش ، تمہاری حرکت، تمہاری ساری جنبش ساری کی ساری حق کے گرد ہو، وہ بھی اس دور کے گردا گرد جو مرکزپر ہے، نہ مرکز کی جانب، لہذا بلا وقفہ ہے، موت ہی اس کو ختم کرسکتی ہے ، کیوں کہ وقفہ ان جگہوں پر یہی ہے اور تمہاری ساری حرکات اس میں حق کے محور پر اور حق کے گرد ہوں، نقطہ حق سے نقطہ حق کی جانب اور انا للہ وانا الیہ راجعون کی بولتی تصویر ہو

تم "البیت العتیق " کی طواف میں خدا کی طرف اور خدا کے گرد چکر نہیں لگا رہے ہو وہ کہ سمت وسو سے منزہ ہے گردش ،سے مبرا ہے " اینما تولوا فثم وجہ

اللہ" بلکہ حق کے گرد گردش میں ہو، تمہاری حرکت حق کے محور اور مرکز پر ہے، خدا کے حکم ا ور اس کی مرضی سے ہے ، حق کے محور پر نہ حق میں، دور اور گردش خدا کاحق ہے نہ خدا کی جانب ، کہ طواف کعبہ کے محور پر ہے ، نہ کعبہ میں اور نہ کعبہ کی جانب اور یہ خود زندگی کی حرکت کو نمایاں کرنے والا نمونہ ہے کہ ہمیشہ خدا کے حکم سےخدا کے لئے اور خلق خدا کی مصلحت کے لئے ہو،کہ یہاں پر بھی خدا اور لوگوں کا گھر ہے اور تم کو اس وسیع و عریض منظومہ ہستی میں حق کے محور پر دوری حرکات میں ایک ذرہ ہونا چاہیئے خدا کے حکم سے اور اللہ کی عبادت اور لوگوں کی خدمت میں

" طواف" یہ خوبصورت اور مدور ایک حساب شدہ حرکت ا ور موزون گردش اور حرکت ہے جس کو تم ہزاروں کعبہ کے گرد چکر لگانے والوں کے بھیڑ میں انجام دے رہے ہو اور خانہ خدا کو۔ کہ خدا کو۔ قلب ہستی اور اصل مرکز ، جو بھی ہست اور ہستی ہے ، دیکھا ہے اور اب معنی دار حرکت کے ذریعہ اپنی حرکت نزدگی کو جو ہوا کے گرد تھی ، خدا کے محور پر کر دیا ہے ، اپنے تمام ظاہریہ اور باطنی حرکات کو درہم وبرہم کر کے صرف حق کے محورپر گردش کرنے والے ہو رہے ہو، اور نہ صرف حالت طواف میں کہ یہایک نقشہ اورتمہاری پوری زندگی اسی نقشہ سے تصویر لیتی رہتی ہے- یہ رمز ہے اس چیز کے لئے جو تم ہوئے ہو اور تمہیں زندگی کی آخری سانس تک اسی طرح رہنا ہے ، اپنی دنیا میں کہ اختیاری ہے ،برزخ اور قیامت میں بھی جو غیر اختیاری ہے اور اسی تمہاری اختیاری حرکت کا نتیجہ ہے

چنانچہ طواف ۔ حج البیت ـتمام حرکات کا وقفہ اور صرف حق کے گرد گھومنا ہےاور

طائف: طواف کرنے والا، خود سے اور ہر چیز سے خالی ، اور یہ ظاہر وباطن ہررخ سے خالی ذرہ بے مقدار کمال سبک خیزی کے ساتھ ظاہر وباطن نیز ہر طرف

سے خالی ہوکر ایک گھر کے گرد گھوم رہا ہے ، لیکن معنی سے پر : "رب البیت"کی معرفت سے پر اللہ اور عیال اللہ کی معرفت سے پر"

یہ مٹھی بھر پتھر کے کالے ٹکڑے اور ہرقسم کے زرق وبرق سے دور اور اتنی ساری اہمیت کے ساتھ کہ تمام زرق وبرق اور شخصیات سے بالا تر ہے ۔ یہ خود تمام زرق وبرق ، شخصیات کو فراموش کرنے کی جگہ ہے چشم گیر بارگاہیں ممنوع ہیں تاکہ چشم دل باز کرو اور مشاہدہ جان کرو جو چیز نادیدنی ہے اس کا نظارہ کرو

اسلام سارا کا سارا اس کاظاہر وباطن عقیدہ وفکر اور اس کا عمل اس کا دنیا اور آخرت کاکام سا رے کا سارا حرکت ہے ، نقص سے کمال کی جانب حرکت اور بلا وقفہ حرکت اور حج البیت بھی جو سارے اسلام کا نمونہ ہے ، ہمہ جانبہ حرکت ہے ، اگر عرفات اور مشعر میں وقوف اور میدان منی میں بیتوتہ ہے تو یہ بھی ایک فکری حرکت اور آمادگی حرکت کی گھنٹی ہے

وقوف عرفات۔ معرفت وشناخت میں حرکت ۔ وقوف مشعر ۔ دستور میں حرکت ، بیتوتہ منی۔ شیطان کو سنگ بار ی کرنے اور تقصیر قربانی عید قربا ن کے بعد تھوڑا سا آرام اور تینوں شیطانوں کو سنگ بارانی کرنے کے لئےکل کے محاذکے لئے قوت پہونچانا ہے ، ساری کی ساری چیزیں یا حرکت ہیں یا حرکت کا مقدمہ ہیں

اور اس وقت طواف کی اجتماعی مدور حرکت سےایسا لگتا ہے کہ یہ فردی حرکات : انفرادیت کے ساتھ بالکل بے فائدہ ہے ، حرکت کو اجتماعی ہونا چاہیئے اور افراد کو اجتماع میں گم ہونا چاہیئے ،یہاں پر طواف کے گرداب میں جو چیز نمایاں ہے،حرکت ہے ، لیکن حرکت کرنے والے ، طواف کرنے والے، لباس احرام کے ساتھ بے نام ونشان ، ان کا کوئی تشخص نہیں ہے ،کیوں کہ حرکت الی اللہ میں اللہ کے سوا تمام نقوش اور جلووں کو گم ہو نا چاہیئے ، بے نشان ہو تاکہ نشان بندگی حاصل ہو سکے، لوگوں کے بھیڑ میں گم ہو جائے تا کہ انسانی خلق وخوئے حاصل کرے، لوگوں کے ساتھ ہو یہاں تک کہ طواف خانہ خدا میں کیوں کہ یہاں اللہ اور لوگوں کا گھر

ہے تاکہ پوری زندگی میں اللہ اور لوگوں کے ساتھ ر ہو ، خدا کی راہ میں لوگوں کے ساتھ ہو کیوں کہ "یداللہ مع الجماعۃ" خدا کا ہاتھ جماعت کے سر پر ہے

یہاں پر ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ واجب طواف میں تم کسی جگہ اور کسی مقام پر بھی ہو ، حق میں محو م بھی ہو تو بھی لوگوں کی مشکل حل کرنے کے لئے طواف واجب کو قطع کر سکتے ہو اور کبھی کبھی تو واجب بھی ہے کہ طواف واجب کو قطع کر کے خلق خدا کی خدمت کرو اور اگر اس کے بعد نصف طواف سے گزرچکے تھےتو اس کو کامل کرو ورنہ شروع سے طواف کرو، کہاں پر؟ عذر بیماری کا عذ رہو یا اپنے محدث ہونے کی صورت میں ،لیکن اگر کسی مومن کی ضروری حاجت بر طرف کرنے کے لئے ہو، یا جماعت میں شرکت کے لئے ہو، یہاں پر اگر نصف تک بھی نہیں پہونچے تو اپنا وظیفہ پورا کرنے کے بعد اس کو کامل کرو اور ظاہراً کوئی مانع نہیں ہے، کیوں کہ واجب اجتماعی ہے اور وہ واجب فردی ہے پھر واجب اجتماعی کو بجا لانے کے بعد کہ نماز جماعت بھی اسی کے مانند ہے احادیث تم کو تکرار طواف کی زحمت میں نہیں ڈالیں گی ، کتنا دلچسپ اوردرس آموز ہے !

تمہیں بالکل کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس گرداب طواف میں اور اس حرکتی اجتماع می نکسی کو اذیت اور نقصان پہونچاؤ، بلکہ سراپا خدمت، محبت اور دستگیری ر ہو کہ اگر کسی شخص کو گرا ہوا دیکھو تو اس کی مدد کرو ،اگر اپنے قرض دینے والےکو دیکھو تواس سے نزدیک نہ ہو، یہاں تک کہ اس کو سلام نہ کرو اس سے فاصلہ اختیار کرو کہ مبادا اس کو تکلیف پہونچے

یہاں پر طواف کرنے والوں کی بھیڑ میں محو اور گم ہو جاؤ، انسانوں کے گرداب میں غرق ہو جاؤ، اور خود کی خودی سے گزر جاؤ، اور بے خودوں اور خدائی لوگوں کے قافلہ میں شامل ہوجاؤ، تاکہ خدا کی راہ کےراہی انسان اور آدمی بنو ؛ کیوں کہ خدا کا راستہ لو گونکا راستہ ہے ، راہ انسانیت کی مصلحت کی راہ ہے اس راہ سے حق کی جانب بڑھو نہ ویرانہ کی طرف ، اکیلے نہیں بلکہ اجتماع کے ساتھ،

لوگوں کے ہمراہ، خدا والوں کی جماعت میں ،حق کی راہ میں قربانی دینے والوں اور حق پر فدا ہونے والے کی جماعت میں

تم خدا کی راہ میں اپنی نفی کر کے خود کو ثابت کرو گے جس طرح تمام خداوں کی نفی کر کے خدائے یگانہ کے اثبات تک پہونچےہو

حجر الاسود : تجدید عہد وبیعت

اس خدائی طواف میں جو خدا راہ خدا خواہ ہے اس کا تما م آغاز او ر انجام حجر الاسواد ہے، یہ کالا پتھر حکم خدا سے دست خدا کا نمائندہ ہے ، خدا کی بندگی میں بندوں کے عہد وپیمان کی تجدید کی خاطر ، اگر چوم سکتے ہوتو اس کو چومو ورنہ اس پر ہاتھ پھیروورنہ اشارہ کرو اور کہو: " امانتی ادیتھا و عہدی تعاهدتہ فاشهد لی بالموافاۃ"میں نے اپنی امانت ادا کی اور اپنے عہد وپیمان کی تجدید کی اور اس کو محکم کیا اور تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی امانت اور اپنے عہد وپیمان کو وفا کیا

اس پر معنی رمز کے ساتھ صاحب خانہ سےتجدید بیعت کرتے ہو ، گذشتہ پیمان شکنی سے توبہ کرتے ہو، چنانچہ خانہ خداکے گرد طواف کر کے اپنی حرکت کو عوض کرتے ہو، دوسرے محور پر گردش کر رہے ہو ،اپنی جہت دوسری کر رہے ہو، کہ صرف حق کے گرد گھوم رہاہوں اور بس!

سات چکر کیو ں؟

اس لئے کہ سعی بھی سات چکر ہے، شیطان کو پتھر مارنا بھی سات مرتبہ ہے ، کیوں کہ آسمان وزمین بھی سات ہیں ، حیرت کی بات ہے کہ جہنم کے دروازے بھی سات ہیں، مبارک سات دن اور اس کے آخری سات بہت منحوس اور بے برکت !

یہ تمام سات آپس میں ملے ہوئے ہیں اور ایک درس ہیں ، انسان وخلقت کے درمیان رابطہ،انسان اورزمین وآسمان، انسان اور شیطان کو سات بار پتھر مارنا ، انسان اور بیت اللہ اور بیت الناس کے سات باب رحمت کے درمیان ایک رابطہ بر قرار کرتے ہیں، شاید شیطان کو سات بار مارنا منفی پہلو اور سعی اور طواف کا سات بار مثبت پہلو رکھتا ہے، کہ شیطانی دروازوں میں سے ہر ایک در بند کرنے سے ایک رحمانی در کھلتا ہے، جو چیز ہم کو رحمن سے دور کرتی ہیں وہ تین خصلتیں ہیں مکر، شیطنت، دو رندگی، بھیڑیا ، کھانا، گائے اور یہ تینوں لوگوں میں سہ گانہ یا دو گانہ یا یگانہ ہونے کے اعتبار سے سات ہوتی ہیں

کیوں کہ بعض اپنی زندگی میں صرف ۱مکار اور شیطان ہیں، کیوں کہ درندگی اور شکم پری کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اوربعض۲گائےہیں جومکردرندگی سے عاجز ہیں، اور بعض بھیڑیاہیں.

جو صرف چیر پھاڑ کرتے ہیں، نہ مکار ہیں اور نہ شکم کے غلام اور پیٹو اورایک گروپ شیطان بھی ہے اورگائے وبھیڑیا بھی ہے کہ واویلا! شیطان اکبر، اور ایک جماعت ان بعض شیطانی خصلتوں میں سے دو خصلتوں کی حامل ہے، ۵۔ شیطان اور گائے، ۶۔ شیطان اور بھیڑیا، ۷۔ گائے اور بھیڑیا، اور یہ بیچ کے شیطان ہیں اور تین پہلے گروہ چھوٹے شیطان اور اس درمیان شیطان کا بادشاہ!

ہم ہر بار شیطان و پتھر مارنے میں شیطنت کے سات دروازوں میں سے ایک در کو بند کرتے ہیں اورسعی وطواف کے ہر دور میں ہم بہشت کے دروازوں میں سے ایک درکو کھولنے کی سعی کرتے ہیں جو ہمارے اوپر شیاطین اور شیطنت کے سبب بند ہیں اور اس کے بعد جنت کا آٹھواں دروازہ جو سابقین اور مقربین سے مخصوص

ہے اور وہ سات دوسرے اصحاب یمین کے لئے ، اور جہنم کے ساتوں دروازے اصحاب شمال کے لئے ! یہ سر طواف کا ایک حصہ، لیکن فقہ طواف کہ اس کا سر طواف میں مخلوط ہونا ضروری ہے-

احکام طواف:

"طواف" حج و عمرہ کی تمام قسموں میں اہم ترین ایک واجب رکن ہے ،طواف نساء کے علاوہ کہ عمرہ مفردہ اور حج تمتع کے صرف واجبات غیر رکنی سے ہے اور حالت احرام میں بھی نہیں ہے ، کیوں کہ عمرہ مفردہ میں حلق یا تقصیر کے بعد ہے جب احرام سے باہر آچکے ہو اور حج تمتع میں بھی ایسا ہی ہے ،لیکن طواف حج باوجودیکہ حالت احرام میں نہیں ہے ،رکن ہے اور تنہا طواف عمرہ مفردہ اور عمرہ تمتع رکن بھی ہے اور حالت احرام میں بھی ہے اور ہم طواف کے اس حصہ میں کلی طور پر بحث کریں گے اور تینوں قسموں کے نصوص احکام کو بھی ان کی جگہوں پر بیان کریں گے

۱۔ احرام رکنی ۲۔ رکنی غیر احرامی ۳۔ غیر احرام رکنی

طواف کے بارے میں یہ آیات مورد بحث ہیں

۱۔ "و عہدنا الی ابراہیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود"(بقرہ ،۱۲۵)

۲۔ " و طھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود"(حج: ۲۶)

۳۔ " ثم لیقضوا تفثھم والیوفوا نذورھم والیطوفوا بالبیت العتیق"(حج: ۲۹)

پہل دو آیتونمیں حکم ہے ، ایک میں حضرت ابراہیم کو اور دوسرے میں حضرت ابراہیم اور اسماعیل دونوں کو کہ میرے گھر کوطواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود بجا لانےوالوں کے لئے پاک رکھو اور صرف

تیسری آیت ہے جو طواف خانہ کعبہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جو حاجیوں کوحکم دیتی ے کہ اس قدیمی اور آزاد گھر کا زیادہ سے زیادہ چکر لگائیں

اگر چہ آیت، حج اکبر کے بارے میں ہے لیکن اصل وجوب کے اعتبار سےہر فریضہ طواف کو شامل ہے، بالخصوص کہ پہلی دو آیتیں اس نظر سے ہر طرح کے طواف کو شامل ہیں، حج البیت سے متعلق تمام آیات کہ در حقیقت وہی طواف البیت ہے تمام اقسام طواف کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور طواف کو تما م مناسک حج کی جان وروح جانا ہے، لہذا اگر کوئی طواف کے بغیر حج کرےتو اس نے حج کے بغیر حج کیا ہے، فروع ومقدمہ کو انجام دیا ہے ، لیکن خود اصل ورکن کو نظر انداز کیا ہے، بقیہ ارکان طواف احرام و سعی سے لیکر وقوف عرفات ومشعر تک ، یہ طواف کے فرعی ارکان ہیں، سر مناسکمیں بھی اور فقہ مناسک میں بھی

اب دیکھناچاہیئےکہ١۔ کس نیت سے؟ ٢۔ کس حالت میں ؟ ٣۔ کس سمت سے؟ ۴۔ کہاں سے کہاں تک؟ ۵۔ کتنے چکر؟ ۶۔ کعبہ سے کتنے فاصلہ سےطواف کرنا چاہیئے؟ ٧۔ اور زیادتی یقین وشک کے ساتھ مشکل ساز ہے یا نہیں؟

یہ سات چیزیں طواف کے اصل مباحث ہیں کہ ان میں سے بعض میں متعدد بحثیں ہیں :

١۔ نیت: ا حرام کے بیان میں نیت کے بارے میں جو چیز شائستہ اور ضروری تھی گزر چکی ہے کہ خواہ خود احرام یا واجبات احرام و عمرہ میں سے ہر ایک کےلئے جدا گانہ اور مستقل نیت نہیں ہے ، نیت ابتداء سے سارے اعمال کے لئے ہے ، عمرہ یا حج کی ہر قسم کے لئے اور بس کہ تم اسی نیت کے مطابق ایک ایک کر کے تمام اعمال انجام دیتے رہو اور اتنا ہی کافی ہے کہ اگر تم سے سوال ہو کہ کیاکر رہے ہو تو تمہارےپاس اس کا صحیح جواب ہو، بلکہ اگر تم کو تمہارے عمل کا نام بھی معلوم نہ ہو تو بھی کافی ہے، کیوں کہ خود وظیفہ کو بجا لانے کا قصد رکھتے ہو

، مگر یہ کہ چند مشابہ عمل کے درمیان مخیر ہو کہ طبعی طور پر تعیین کی ضرورت ہےاور اگر فی الوقت وظیفہ معین ہے تو تم اسی کو انجام دو گے اگر چہ اس کا نام بھی نہ معلوم ہو پھر بھی درست ہے کیوں کہ جس کے لئے یہ عمل بجا لایا ہے وہ علیم ودانا ہے غبی اور کند ذہن نہیں کہ خصوصیات نیت میں وسواس کرے ، عقد نکاح نہیں ہے کہ احتیاطا تمام احتمالی صیغوں کو جاری کرو

تم ا صولی طور پر جس سفر حج کے لئے آمادہ ہوئے ہو، پاسپور ٹ کے لئے درخواست دی ہے اور اسی وقت تمام واجبات کی اجمالی نیت تم نے کر لی ہے، گر چہ نہیں جانتے تھے کہ کیا واجب ہے اور کتنا واجب ہے؟ اور کتنی جگہ؟ صرف کافی ہے زمان و مکان، اعمال ، کیفیت اعمال کو اس کے شرائط کے ساتھ وہ بھی وقت میں جانو اور بس، صرف ہر ایک کو اس کے زمان و مکان میں انجام دو اوربس

اور اصلاً احادیث میں نیت کے لئے کوئی حکم نظر نہیں آتا مگر اعمال کے آغاز میں احرام کے وقت نہ کہ نیت مجموعی اعمال کے لئےاور بس، تکررا کی ضرورت نہیں ہے خود احرام ،طواف اورسعی وغیرہ میں سے ہر ایک کے لئے مستقل اور جداگانہ نیت کی ضرورت نہیں ہے اور یہ خود دلیل ے کہ ہر عمل کے لئے معین الفاظ ردیف کرنا خود ساختہ اور نادرست کام ہے جو روح عمل کا قاتل ہے اور حاجی کومشکل سے دوچار کرنا ہے، خصوصاً اس میں اور مزید ا ضا فہ کردیا جائے

کتنا مضحکہ خیزاور بد مزہ ہے کہ مثلاً طواف میں اس طرح سے نیت کریں یا کہیں حجر الاسواد سے خانہ خدا تک طواف کر رہا ہوں یعنی امر خدا کی بجا آوری کے لئےاپنے اوپر واجب حجۃ الاسلام کے عمرہ تمتع کے لئے سات بار چکر لگا رہا ہوں، امر خدا یعنی رضائے خدایعنی قربۃ الی اللہ خصوصاً اگر یہ دونوں ہر ساتوں بار تکرار ہوں ، باوجودیکہ ان میں سے کوئی ایک لفظ نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ روح طواف کے منافی ہے اور طواف کرنے والے کو خانہ حق کے گردحق کے لئے سرگرداں کر نےکے بجائےالفاظ اور قرأت نیت میں سرگردا ں کرتا ہے

ایک حاجی کہہ رہا تھا کہ مجھ بد بخت نے بغیر نیت کے لبیک کہی ہے ! کیا کروں؟ میں نے اس سے کہا: تم نےلبیک کیوں کہی ہے؟ میقات کیو ں گئے ہو؟ کہا احرام کے لئے ! اسی کام کے لئے جو سب کر رہے ہیں، میں نے کہا یہی نیت ہے ، اچھا یہی نیت ہے؟کوئی اور وردا ور ذکر لازم نہیں ہے ، الحمد للہ سکون ملا، تو اب میقات جانا اور کسی کو اپنے ہمراہ نیت کے لئے لے جانا ضروری نہیں ہے ؟ نہیں مطمئن رہو!

تم اسی اول احرام کی حالت میں جس کی بھی نیت کی ہے (حج یا عمرہ)اور لبیک کہی ہےوہی تمہارے سارے اعمال کی نیت ہے صرف اس نیت سےصرف نظر نہ کرو،

اپنے اعمال کو اسی اصل کے مطابق انجام دو اور یہی کافی ہے ، اور اگر اس کے علاوہ تم سے کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے تو‌تم دلیل طلب کرو کیا اس بارے میں کوئی روایت ہے، کیا کسی فقیہ نے ایسا فتویٰ دیا ہےاور اصولی طور پر نیت دل سے ہوتی ہے نہ زبان سے، زبان صرف دل کی استحبابی ترجمانی کرتی ہے وہ بھی نہ اس طرح معنی سے خالی اور زینت و آرائش کے ساتھ ا

۲۔ حالت طواف :

طواف کی صحت کی شرائط میں سے ایک طہارت کی حالت ہے ظاہری نجاستوں سے بدن اور لباس کا پاک ہونا جس کو طہارت از خبث کہتے ہیں نیز حدث از طہار ت بھی شرط ہے

چونکہ طہارت از خبث شرط علمی اور طہارت از حدث شرط واقعی ہے یہاں پر ہم چند حصوں میں گفتگو کریں گے

۱۔ خبث کی طہارت:

یہ شرط اس صورت میں ہے کہ اس لباس یا بد ن کے نجس ہونے کا علم ہو کہ اگر ابتداء سے نہیں جانتا تھااور طواف بدن یالباس نجاست کے ساتھ بجا لایا، صحیح ہے ، لیکن اگر پہلے سے جانتا تھا ور حالت طواف میں یہ بات اس کے ذ ہن سے نکل گئی تو ظاہراً باطل ہے اور تمام احکام نماز اس لحا ظ سے طواف میں بھی جاری ہیں اور جو نجاستیں نماز میں معاف ہیں وہی حالت طواف میں بھی معاف ہیں ،جیسے درہم سے کم خون، کیوں کہ مشہو حدیث کے مطابق" الطواف بالبیت صلاۃ" خانہ کعبہ کا طواف نماز ہے

بنا بر این ان موارد کے علاوہ جہاں طواف اور نماز میں آپس میں قطعی اختلاف ہے ان کا حکم ہر جگہ مساوی ہے اور اب چند مسائل :

مسئلہ۱۔ اگر حالت احرام میں کوئی نجاست بدن یا لباس پر لگ گئی یا دیکھی گئی اور پہلے سے معلوم نہ تھا واجب ہے کہ اس طرح سے کہ موالاۃ طواف کا سلسلہ نہ ٹوٹےاس کی تطہیر کرے ، یا عوض کرے اور اگر نصف طواف سے گزر چکا ہے تو موالاۃ کی رعایت بھی شرط نہیں ہے اور دونو ں صورتوں میں بقیہ کی تکمیل کرے اور درست ہے

مسئلہ ۲۔ اگر فراموش شدہ نجاست طواف کے ضمن میں یاد آجائےاحتیاطا تطہیر یا تبدیل کے بعد طواف کو کامل کرے اور پھر سے دوسرا طواف بجا لائے ، خصوصاً ا گر موالاۃ کا تسلسل قائم نہ رہا ہو اور نصف طواف سے نہ گزرا ہو

مسئلہ۳۔ اگر اس کا لباس یا بدن ناپاک ہے اور پانی بھی اس کی دسترس میں نہیں ہے یااس کے استعمال سے معذور ہے واجب ہے صبر کرے تاکہ بالکل سے مأیوس ہو جائے یہاں تک کہ اگر اول سے مأیوس ہے تواس قدرصبر کرے کہ وقت تنگ ہو جائےاور اسی حالت میں طواف یا طواف کئے بغیر اس کے پاس اپنے وطن لوٹنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو، یہاں پر طواف اسی حالت میں صحیح ہے، اگر

طواف کے بعد اس کا عذر برطرف ہو گیا تو تطہیر لباس یا بدن کے بعد تجدید طواف کر سکتا ہے تو تجدید طواف کر نا واجب ہے

مسئلہ۴۔ وہ تمام چیزیں جن کا پہننا یا نماز میں ہمراہ رکھنا ممنوع ہے، طواف میں بھی منع ہے اور کلی طور پر جیسا کہ گز را طواف مانند نماز ہے مگر ان مقامات پر جہاں پر واضح فرق ہے اور ظاہراً نماز میں معاف شدہ نجاست طواف میں بھی معاف ہے ، اگر چہ احتیاط کے بر خلاف ہے

۲۔حدث کی طہارت:

یعنی وضو یا غسل کرنا جو نماز میں شرط ہے وہی طواف میں بھی شرط ہے، شرط اصلی اور واقعی، نہ صرف جاننے کی صورت میں اگر نادانستہ بھی بغیر وضو یا غسل کے طواف کرلے تو باطل ہے، البتہ یہ شرط احادیث کی رو سے طواف واجب میں ہے نہ طواف مستحب میں مگر نماز طواف میں کہ دوسری مستحب نماز وں کی طرح طہارت کے بغیر باطل ہے اور یہ ان موارد میں سے ہے کہ قاعدہ " طواف خانہ کعبہ نماز ہے " مستثنیٰ ہے ، لیکن طواف واجب میں ،جس طرح سے کہ نماز میں حدث اکبر وحدث اصغر کی تمام قسمیں صحت نماز سے مانع ہیں اگر چہ طواف کا کچھ حصہ عمداً یا سہواً یا لا علمی کی وجہ سے وضو یا غسل کے بغیر انجام پائے اور اب چند مسائل پر گفتگو:

مسئلہ۱۔ اگر طواف ختم کرنےکے بعد شک کرے کہ وضو یا غسل کیا تھا یا نہیںتو اس کا طواف درست ہے کہ اس وقت جانتا ہے کہ طواف سے پہلے طاہر تھا اور نہیں جانتا ہے کہ طواف سے پہلے یا طواف کے درمیان طہارت ختم ہوگئی تھی یا نہیں اور اس طواف کے بعد شک کر رہا ہے کہ طواف کے لئے وظیفہ طہارت پر عمل کیا یا نہیں تو ان موارد میں صحت طواف پر بنا رکھے گا، اور سابقہ طہارت کا یقین نہیں

رکھتا تو بقیہ طہارت سے مشروط کاموں کے لئےکرنا واجب ہے طہارت ،نماز، طواف یا دوسری نمازوں اور واجب طوافوں کے مانند

مسئلہ٢۔ جیسا کہ عرض کیا یہ طہارت وضو اور غسل دونوں کو شامل ہے؛ کیوں کہ واجب اصلی ہے، لیکن اگر وضویا غسل مستحب کی نذر کی اور اس طرح واجب ہو گیا ، ایسی طہارت نہ نما زمیں شرط ہے اور نہ طواف میں اور نہ کسی اورعبادت میں جس کا لا زمہ طہارت ہے ، لیکن وضو جو ہر طرح کی حدث اصغر سے واجب ہوتا ہے یا غسل جو ہر طرح کے حدث اکبر سے واجب ہوتا ہے ، مثلاً جنابت، حیض ، نفاس ، استحاضہ متوسطہ یا کثیرہ، مس میت، اگر ان میں سے کوئی ایک ترک ہو جائے،اس کا طواف واجب اس کی نماز کی طرح باطل ہے ، اور طواف مستحب میں بھی اگر جنابت ۔ حیض یا نفاس ہو۔ کی حالت میں چونکہ اس کا مسجد ا لحرام میں داخل ہوناحرام ہے ، اس کا طواف بھی حرام اور باطل ہےاور اگر غسل کے بدلے تیمم ہو تو بھی اظہر یہ ہے کہ حرام اور باطل ہے جیسا کے آئے گا

مسئلہ٣۔ اگر پانی استعمال کرنے سے معذور ہے یا پانی نہیں ہے، اگر طواف کے عذر کے برطرف ہونے تک تاخیر سے بجا لاسکتا ہے تو تاخیر سے طواف کرے ؛کیوں کہ تیمم سے طواف صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ اگر نما زکا وقت بھی تنگ ہو، اگر چہ وضویا غسل کے بدلے تیمم سے نماز صحیح ہے لیکن طواف واجب تیمم سے باطل ہے مگر یہ کہ جانتا ہو کہ آخری وقت تک پانی کے استعمال سےمعذور ہے کہ یہاں پر تیمم اضطرار کے بدلے ہوگا

مسئلہ٤۔ غسل جنابت کے بدلے تیمم کرکے مسجدا لحرام یا کسی اور مسجد میں داخل ہونا صحیح اور جائز نہیں ہے ؛کیوں کہ آیت صریح ہے : "لا جنبا الا عابری سبیلا حتی تغتسلوا" حالت جنابت میں نماز نہ پڑھو اور نہ مسجد میں جاؤ مگریہ کہ مسجد سے عبور کرنا ہو یہاں تک کہ غسل کرو،کہ یہاں پر کسی بھی مسجد میں داخل ہونا غسل کے بغیر جنب کے لئے حرام ہے اورغسل کے بدلے تیم کی بدلیت صرف اس نماز کے لئےہے جس کا وقت تنگ ہو، لیکن طواف جس کا لازمہ مسجد الحرا م میں

مکث کرنا او ر ٹھرنا ہے ،کسی بھی قیمت پر مشمول دلیل بدلیت نہیں ہے خصوصاً یہ کہ اس آیت میں فقط حالت غسل کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ، یہ مطلق طہارت کو کہ وضو اور غسل دونوں کو شامل ہے خصوصاً نماز کے بر خلاف کے بصورت ضرورت غسل جنابت کے بدلے اس کےلئے عموم آیت کی وجہ سے تیمم بھی کافی ہے کہ ارشاد خداوندی ہے: "ان کنتم جنبا فاطھروا"اگر جنب ہو توطہارت کرو، کہ طبیعی طور پر پانی اور مٹی دونوں طہارت کو شامل ہے ، اگر چہ مٹی کی طہارت صرف ضرورت کی حالت میں ہے کہ پانی کے بدلے تیمم کرے۔

مسئلہ۵۔ اگر غسل جنابت کے بدلے تیمم کر کے مسجد لاحرام میں داخل ہواور طواف کرے تو ظاہراً حر ام ہے اور طواف بھی با طل ہے اور اگر وقت طواف تنگ ہوتو شاید یہاں پر نیابت بھی کافی ہے اور بنا بر احتیاط واجب خود بھی طواف کرے اور کسی کونائب بھی بنائے، لیکن خود واجبات طواف کی کمترین ضرورت پر اکتفاء کرے اور فور ا خارج ہو جائے یہاں تک کہ اگر نماز پنجگانہ کا وقت بھی باقی ہے تواس کو بھی مسجد لاحرام کے باہر پڑھے ؛کیوں کہ اگر وسعت وقت میں مسجد الحرام میں پڑھے گا تو باطل ہے مگر یہ کہ نماز کا وقت تنگ ہو اس طرح سے کہ حرم سے نکلنے کے بعد نماز کا وقت تمام ہو جائے کہ یہاں پر نماز صحیح ہے

مسئلہ۶۔ اگر فاقد الطہورین ہے کہ نہ وضو اور غسل کر سکتا ہے نہ ہی تیمم کر سکتا ہےتو واجب ہےکہ جب تک کلی طور پر طہارت سے ناامید نہ ہو جائے صبر کرے یہاں تک کہ وقت طواف تنگ ہو جائے ، پس اس وقت احتیاط واجب کی بنا پرخوداسی حالت میں طواف کرے اور کسی کو نائب بھی بنائے ، لیکن جنابت کی صورت میں اس کا طواف کرنا صحیح نہیں ہے ، بالخصوص طواف عمرہ تمتع کہ ظاہراً عذر بر طرف ہو نے کےبعدحج کے بعد با طہارت انجام دے اور ہر صورت میں بعید نہیں ہے کہ طواف فاقد الطہورین عدم جنابت کی صورت میں خود اس پر اس حال میں واجب ہو، اگر چہ طہارت کی نیابت کے ساتھ تجدید بھی لازم ہے اور اصولی طور پر طواف فاقد الطہورین کے طواف کی صحت ادلہ کے بر خلاف ہے

مسئلہ۷۔ جو شخص جانتا ہے کہ اگر جنب ہو جائےیا کوئی دوسرا حدث اس سے صادر ہو تو تحصیل طہارت نہیں کر سکتا ہے حالت اضطرارکے علاوہ جنب یا ہر طرح سے محدث ہونا اس پر حرام ہے اور اگر ہوگیا تو اسی گذشتہ وظیفہ پر عمل کرے

مسئلہ۸۔ اگر عورت کو احرام تمتع کے بعد حیض آجائےتو اگر طہارت وغسل کے بعد اپنے وظیفہ کو انجام دے سکتی ہےتو اس پر انتظار کرناواجب ہے اور اگر طواف اور اس کی نماز کے لئے وقت نہیں ہے ،نائب اختیار کرے اور خود سعی وتقصیر انجام دےاورحج کے بعد اور حج کے طوافوں سے پہلے اپنا طواف عمرہ تمتع خود بھی بجا لائے اور اپنے حج کو مافی الذمہکی نیت سے انجام دے ۔ حج تمتع اور حج افرادکے درمیان ۔اور اپنے حج کے بعد عمرہ مفردہ بھی بجا لائے اور اس صورت میں کہ اپنے طوافوں کو انجام نہ دے سکے اسی نیت پر اکتفاء کرے اور کلی طور پر حتی المقدور طواف وعمرہ کو خود یا اس کا نائب کااس کے وقت کے اندر انجام د ینا لازم ہے۔

مسئلہ۹۔ اگر احرام عمرہ تمتع سے پہلے حیض آجائے اور وقت بھی انجام عمرہ تمتع کے لئے طہارت کے ساتھ یا نہیں ہے یا تنگ ہے تواس کا حج، افراد سے بدل جائے گا مگر یہ کہ کسی ذریعہ سے خون حیض کو روک دے خصوصاً اگر معین عادت نہیں رکھتی ہے، یا ہر مہینہ عادت سے پہلے یا عادت کے بعد حیض آتا ہے کہ اس صورت میں ظاہراً بصورت امکان علاج کر نا واجب ہے۔

مسئلہ۱۰۔ اگر طواف کے درمیان حیض آجائے نصف(ساڑھےتین) دورسے آگے نہیں بڑھی ہے تو ظاہراً اس کا طواف باطل ہے اور مسئلہ ہشتم کے حکم کی طرف رجوع کرے گی اور اگر نصف سے گزر چکی ہےتو ظاہراً درست ہےلیکن مسجد الحرام سے فورا باہر جا نالازم ہےاور اگر طہارت وغسل کے بعد بقیہ طواف کو انجام دے سکتی ہے تو اس کی تکمیل کرے اور دررست ہے ، اوراحتیاطا بجائے تکمیل مافی الذمہ کی نیت سےایک کامل طواف کرے کہ اگر پہلی والی مقدار باطل رہی ہوتو یہ طواف کامل اور صحیح ہو اور اگرماقبل باطل تھاتو یہ کامل طواف اور

اگر صحیح تھا تو ماقبل کے تتمہ کے بقدر اس کی تکمیل کے لئے اور بقیہ زائد اور بے حساب ہو، لیکن اگر وقت میں ایک کی گنجائش نہیں ہے وہی تکمیل کرنا ظاہرا کافی ہے اور اگر تکمیل کا بھی وقت نہیں ہے توآٹھویں مسئلہ کے حکم پر عمل کرے، کہ اب تتمہ کے لئے ۔ او ر کتنا اچھا ہو کہ ایک طواف ما فی الذ مہ کے لئے ۔ نائب اختیارکرے اور اس کے بعد بقیہ جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرے۔

مسئلہ۱۱۔ اگر طواف عمرہ تمتع کے بعد اور نماز طواف سے پہلے حیض آجائے تونماز پاکی اور غسل کے بعد پڑھے اور اگر وقت نہیں ہےتو فی الوقت نائب اختیار کرے اور حج کے بعد اور ا پنےطوافوں سے پہلے خود بھی پڑھے اور اگر نہ نماز طواف عمرہ اور نہ طوافوں کے لئےبلکل ہی و قت نہ ہے اور نہ اس کے حج کی نمازوں کے لئے ہے توسب کے لئے نائب اختیار کرے اور یہ کافی ہے ۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر طواف اور اس کی نماز کے بعد حیض کے بارے میں سمجھ میں آئے اور نہ معلوم ہو کہ کب حیض شروع ہوا تواس کا عمل صحیح ہے اورفی الفور مسجدا لحرام سے خارج ہو جائے۔

مسئلہ۱۳۔ اگر کسی عورت کو معلوم ہے کہ اس کو حیض آئے گا اور طہارت کے بعد عمرہ تمتع بجا لانے کے لئے وقت تنگ ہے تو حیض کے آنے سے پہلے اگر ممکن ہو عمرہ تمتع بجا لا نا واجب ہے اور اگر عذر کے بغیر تاخیر کرے یہاں تک کہ حیض آجائے ظاہراً اس کا عمرہ تمتع فاسد ہے، لھذا حج افراد کی طرف عدول کر نا لازم ہے اور آئندہ میں حج تمتع بھی بجا لائے۔

مسئلہ۱۴۔ کیا بصورت امکان عورت حیض کی حالت میں اپنی پاکی کی کوئی تدبیر کر سکتی ہے ، تاکہ اپنے طواف کو اس کے وقت میں انجام دے یا نہیں ؟یہاں پر چند صورتیں ہیں : کبھی بے وقت حیض آجائےاور طبعاً اگر خون کسی ذریعہ سے بند ہو جائےاس کی طہارت کے بعد والے دن اس کے عادت کے دونوں کے آخر تک حیض نہیں شمار ہوں گے اگر چہ بند نہ ہونے کی صورت میں حیض ہے ،یہاں پر قدر

متیقن وہ احادیث ہیں جو خون بند ہونے کی تدبیرکو طواف کرنے کا وسیلہ جانتی ہیں، چنانچہ حضرت رضا(علیہ السلام)سے روایت ہے کہ ایسی لڑکی کے بارے میں جو حائض ہوئی تھی اور اپنے طواف کے لئے اس کو غایت درجہ دکھ تھا فرمایا: دہی کے اوپر کی ملائی کو اپنے آلہ تناسل میں رکھ لے خون بند ہو جائے گا پھر وہ اپنے مناسک کو انجام دے سکتی ہے، اس نے بھی ایسا ہی کیا اور اس کا نتیجہ سامنے آیا اور جب مکہ سے گئی خون دوبارہ پھر شروع ہوگیا(وافی،ج۲،ص۱۵۰،باب۱۲ علاج الحائض)اور کبھی وقت عادت میں حائض ہوئی لیکن تین دن مکمل ہونے سے پہلے کسی وسیلہ سے خون روک دیتی ہے ، یہاں پر بھی چونکہ حیض میں شرط یہ ہے کہ تین دن مسلسل خون آئے اور اس طرح سے یہ اتصال اور تسلسل ٹوٹ گیا ہے ظاہراً صورت گذشتہ کی مانند ہے اور یہ حدیث بھی اس کو شامل ہے خواہ بعد میں عادت کے بقیہ دنوں میں خون آئے یا نہ آئے -

لیکن کبھی ایام عادت میں تین دن خون دیکھنے کے بعد خون کو روکتی ہے کہ طبعاً اس کی پاکی کے ایام بھی آخری ایام عادت تک حیض شمار ہوں گے ، لیکن کہا جاسکتا ہے کہ یہاں حدیث گذشتہ کے اطلاق سے مستثنیٰ ہے اور ان پر حکم طہارت لگایا جائےگا ، خصوصاً اس حدیث میں اوردوسری چند حدیثوں میں ا صولی طور پر اس طرح کی طہارت کی صحت کے لئےکوئی قید نظر نہیں آتی ہے بلکہ ظاہراً " حائض ہوئی" یہی دونوں آخری قسمیں خصوصاً آخری ہے، بنا بر این ہر طرح کا علاج جو خون کو وقتی بند کر دے ظاہراً موجب طہارت ہے خصوصاً اگر بے وقت خون آیا ہو اور ایام عادت گزرنے کے بعد پھر سے شروع ہو جائے ، لیکن آخری قسم بر خلاف احتیاط ہے-

مسئلہ۱۵- مرد بھی اگر جانتا ہے کہ اس کے تاخیر کرنے سےعمرہ تمتع کا وقت تنگ ہو جائے گا یا اختیاری جنابت یاغسل کا کوئی جائز ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے طواف سے معذور ہو جائے گا ظاہراً ا سکابھی وہی حکم ہے جو حائض عورت کا آخری حکم ہے، کہ حج افراد سے تبدیل کردے اور بعد میں حج تمتع بھی بجا لائے-

مسئلہ ۱۶۔ اگر طواف یا تمام اعمال عمرہ تمتع کا بجا نہ لانا سہل انگاری کی وجہ سے ہو توظاہر اکلی طور پر یہی حکم ہے ،لیکن اگر تاخیر اختیاری نہیں ہے اور صرف طواف کے حوالہ سے معذور ہے توپھرآٹھویں مسئلہ کا حکم جاری اور نافذ ہوگا ، لیکن اگر اس کا عذر اضطراری سعی اور تقصیر کے حوالہ سے بھی ہے توظاہراً وہی حج افراد کافی ہے اور ا صولی طور پر حج افراد کی طرف عدول غیر اختیاری ضرورت کی صورت عدول صحیح اور کافی ہے ورنہ واجب ہے لیکن کافی نہیں ہے -

مسئلہ۱۷۔ اگر حالت طواف میں کوئی حدث صادر ہو جائے اگر نصف تک نہیں پہنچا ہے تو کلی طور پر باطل ہوجا ئے گا اور تجدید طہارت کے بعد پھر سے طواف کرے گا اور اگر نصف سے گزر چکا ہے(یا کتنا بہتر کہ چوتھا دور مکمل کر چکا ہے) ،اگر حدث بے اختیار ہے یہاں تک کہ تجدید طہارت سے اس کو مکمل کرے ، لیکن اگر ارادہ وااختیارسے محدث ہوا ہے یا نصف سے پہلے اور بلا اختیار محدث ہوا ہے دونوں صورتوں میں باطل ہے اور احتیاط واجب طہارت کے بعد ایک کامل طواف مافی الذمہ کی نیت سے بجا لائے کہ اگر گذشتہ پھیرے باطل ہوں تو یہ ایک صحیح طواف ہو اوراگر صحیح ہوں اس طواف کا تتمہ اور باقی کے سات پھیر ے لغو ہیں اور اگر وقت نہیں ہے تو وہی سات جدید پھیرے کافی ہیں-

مسئلہ۱۸۔ اگر طواف کے درمیان یا ا سکے بعد سمجھے کہ محدث ہے اور معلوم نہ ہو کہ کب محدث ہوا ہے، اگر احتمال دے کے طواف کے بعد ہوا ہے توصحیح ہے اور اگر معلوم ہو کہ طواف کے ضمن میں ہوا ہےلیکن یہ نہ جانتا ہو کہ نصف سے پہلے ہوا ہے یا نصف کے بعد ہوا ہےتو صحت پر بنا کرے گا اورطہارت کے بعد بقیہ طواف کو انجام دے گا نیز احتیاطا مسئلہ گذشتہ کی رعایت کرےگا۔

کل ملا کر وقت حدث میں شک ہونے کی صورت میں فقہی قانون یہ ہے کہ تاخیر پر بنا کرے اورتاخیر پر یقین کی طرح عمل کرے " اصالت تاخیر حدث"

۳۔ ختنہ :

مکلفین کا مختون ہونا صحت طواف کی شرط ہے ؛ کیوں کہ غیر مختون کا طواف مورد نہی واقع ہوا ہے اور عبادت میں نہی اس عبادت کے فساد کی مقتضی ہے ، کیوں کہ احادیث نہی مردوں یا کم سے کم مکلیفین میں منحصر ہیں اور حدیث " الاغلف لا یطوف البیت "غیر مختون طواف نہ کرے،اگر چہ موضوع کے لحاظ سے غیر مختون مرد اورطفل دونوں کو شامل ہے لیکن اس کی نہی "لا یطوف" طبعاً غیر مکلفین کو شامل نہیں ہے اور پھر اس کے مقابل میں چند صحیح اور اس کے مانند احادیث موجود ہیں کہ نہی صرف مردوں سے مخصوص ہے ، اور یہ حدیث اگر مطلق بھی ہوتی مردوں کی احادیث کے لشکر کے سامنے ٹک نہ پاتی، بنا براین طفل غیر مختون کے طواف کے بطلان پر کوئی دلیل نہیں ہے، اگر چہ احتیاط بہت مناسب بلکہ مؤکد ہے ۔

اور اگر مرد یا طفل غیر مختون طواف کرے، اگر نہ جانتا ہو کہ حرام ہے بعید نہیں کہ ان کا طواف بھی صحیح ہو مگر یہ کہ ان کی نادانی خود ان کی غلطی ہو اور سہل انگاری کو شامل ہو، کہ ظاہراً باطل ہے، اور جہاں پر حرمت کی طرف متوجہ ہے اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اسی طرح حالت احرام میں رہے گا یہاں تک کہ ختنہ کرا ئے اور پھر سے طواف کرے، مگر بصورت اضطرار کے شاید نیابتی طواف کافی ہو ۔

۴۔ شرمگاہ کا چھپانا :

بہت ساری احادیث کا مضمون جو برہنہ طواف کو روکتی اور منع کرتی ہیں نیز عموم حدیث " طواف خانہ کعبہ نماز ہے" یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا حالت طواف

میں واجب ہے اور نہ صرف یہ کہ دیکھنے والوں سے چھپانا بلکہ نماز کی طرح خلوت میں بھی ستر عورتین واجب ہے اگر چہ دیکھنے والوں کی موجودگی میں قوی تر ہے۔[۳۰]

۵۔ لباس طواف :

طبعاً جو طواف لباس احرام کے ساتھ ہے اس کے لباس کے شرائط حاصل ہیں لیکن طواف نساء جو حالت احرام سے خارج ہے اس کا لباس نماز گزار کا لباس ہونا چاہیئے کہ نہ مردار کے اجزاء سے ہو نہ غصبی ہو یا جو بھی نماز میں منع ہے اس قسم سے نہ ہو کہ یہاں پر بہ حکم "الطواف بالبیت صلاة "ممنوع ہے

یہاں تک کہ طواف کرنےو الے کے ظاہری اور باطنی شرائط جو صحت طواف میں دخیل ہیں ، بیان ہوئے اور اب خود طواف کابیانہو رہا ہے۔

۳۔ دائیں جانب سے کرو:

اس با ت پر تنہا قطعی دلیل کہ طواف دائیں جانب سے ہونا چاہیئے ، مسلمانوں کی سیرت قطعیہ ہے کہ بلا کسی استثناء اور تردید کےاسلام کی پوری تاریخ میں سب دائیں جانب سے طواف کرتے تھےاور اس بات پر کوئی دلیل لفظی نہیں ہے یہاں تک کہ کیفیت طواف سے متعلق احادیث بھی مستحبات پر مشتمل ہیں اسلئے ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً فرمایا:ساتویں پھیرے میں رکن یمانی پر ہاتھ ملو اورا س کے بعد حجر الاسواد کے قریب جاؤ اور وہیں پر طواف کو ختم کرو کہ طبعاً اگر دائیں طرف سے طواف کرنا شروع کریں حجر الاسواد رکن یمانی کے بعد نہیں ہے

۳۰۔ حاشیہ :باب ۳۳ از مقدمات طواف وسائل الشیعہ اس کا تتمہ یہ ہے کہ " ولابأس ان تطوف المرءۃ" اور صحیحہ حریز میں ہے کہ غیر مختون عورت طواف کر سکتی ہے ، لیکن مرد طواف نہ کرے مگر یہ کہ ختنہ شدہ ہو، اور یہاں پر بخوبی ظاہر ہے کہ ختنہ طفل میں شرط نہیں ہے ورنہ رجل کی قید کی کوئی ضرورت نہ تھی اور برخلاف مقام بیان حکم ہے -

بلکہ بر عکس حجر الاسواد کے بعد رکن یمانی ہوگا اور یہاں پر اس کا صریحی حکم رکن یمانی پر ہاتھ پھیرنا ،مستحب ہے، اس کا حکم اشارتی بھی شاید اسی طرح استحبابی ہو، بنا بر ایں بائیں جانب سے طواف شروع کرنےکے اوپر کوئی لفظی دلیل نہیں ہے مگر سیرت قطعیہ اور علماء کااجماع اور اگر ہمارے پاس اس طرح سے دلیل لفظی ہوتی کہ "اجعل البیت یسارک"قھرا بیت کو اپنی بائیں جانب قرار دو یہ اقتباس اور موشکافیاں جو بعض محتاط افراد کرتے ہیں لازم نہ تھیں اور اب جب کہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے یہ موشگا فیاں بدعت اور برخلاف شرع ہیں اور اگر واجب بھی ہوتا تویہاں پر تقیہ کی رو سے حرام ہوتا ؛کیوں کہ ا س سے سارے مسلمانوں کی توجہ ہماری طرف ہو تی اور ان دونوں اصل کی رو سے بدعت اور خلاف تقیہ ہے، یہ لینے کی مقدار خصوصاً حجر اسماعیل کی طرف کہ کبھی پشت دیوار کی طرف سے۔ جیسا کہ دیوار حجر کی دوسر ے حصہ میںیا دیوار کے سامنے ۔ جیساکہ دیوار حجر کے پہلےحصہ میں قرار پا تی ہے، یہ چیزیں طواف کے باطل ہونے کی باعث ہیں جیسا کہ بعض بزرگ مراجع عظام نے فرمایا ہے-(۱)

اور اگر واجب بھی ہوتا تو بھی بیت دائیں سمت ہوتا ، حجر اسماعیل کا نیم دائرہ کہ خودمطاف ہے کا بائیں طرف ہونا لازم تھا نہ دیوار خانہ جو نیم دائرہ کے مقابل ہے، بنا بر ایں یہ کرنے کی مقدار بدعت بھی ہے اور خلاف تقیہ بھی ہے اور با احتمال میزان گیری خلاف حکم یا کم سے کم خلاف احتیاط ہے، کیا رسولخدا کا اونٹ بھی انجینئیر تھا کہ کبھی آنحضرت اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرتے تھے احجر الاسماعیل کی طرف اس جانور کو بھی مجبور کرتے تھے کہ اپنی عادی رفتارکے بر خلاف اپنے دائیں شانہ کو دیوار خانہ کے سامنے رکھے ؟ اور اب چند مسائل:

حاشیہ(۱)مناسک حج آیۃ اللہ العظمیٰ خمینی روحی لہ الفداء، لازم نہیں ہے کہ تمام حالات طواف میں خانہ کو حقیقتا دائیں شانہ کے سامنے رکھے بلکہ اگر حجر اسماعیل کا چکر لگاتے وقت خانہ بائیں جانب سے تھوڑا سا خارج ہو جائےتو بھی کوئی بات نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر گھر پشت کی طرف مائل ہو جائے لیکن چکر لگا

نامتعارف اور معمول کے مطابق ہو تواشکال نہیں ہے اور گوشہ خانہ کے پاس پہو نچتے وقت اگر شانہ محاذات کعبہ سے خارج ہو جائے تو کوئی بات نہیں ہے، اگر متعارف طریقہ سے چکر لگائیں یہاں تک کہ اگر خانہ پشت کی طرف ہو جائے، احتیاط واجب ہے جو موشکافیاں بعض جاہل اور اہل وسوسہ کرتے ہیں بغرض احتیاط طواف میں ترک کریں ، بلکہ اگر انگشت نمائی کا موجب ہو اورمخالف تقیہ ہو توحرام ہے اور طواف صحیح نہ ہوگا ،جاہل افراد اور اہل وسوسہ کو اس احتیاط سے پرہیز کرنا چایئے اور جس طرح دوسرے مسلمان چکر لگاتے ہیں اس طرح خانہ کعبہ کا چکر لگا ئیں۔

(متن)

مسئلہ١۔ خانہ کعبہ کا متعارف اور معمول کے مطابق چکر لگانا کافی ہے کہ سارے مسلمانوں کی طرح طواف کرے اور اگر اس درمیان طواف کرنے والوں کی بھیڑ کی وجہ سے تمہاری پشت کا اگلا حصہ خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا یا تھوڑا سا بھیڑ کی وجہ سے بے اختیار ہوگئے تو کوئی بات نہیں ہے اور اس کی تلافی بھی لازم نہیں ہے اور کلی طور پر تمام ٹیڑھا اور سیدھا ہونا اور ادھر ادھر دھکے لگانا جو اس بھیڑ میں طواف کا لاذمہ ہے توطواف میں کوئی مشکل پیدا نہیں کرتا ۔

مسئلہ٢۔ حجر الاسود اور رکن یمانی کو بوسہ دینا اور ہاتھ پھیرنا جو مستحب مؤکد ہے اور امکان اور عدم مزاحمت کی صورت میں، طبعاً اس کا لاذمہ کعبہ کی طرف منھ کرنا ہے اور اس کے بعد تھوڑا سا آگے اور پیچھے ہونا، اور ٹیڑھا اورسیدھا ہونا، یہ ساری باتیں جو عادتا بوسہ لینے اور ہاتھ بھیرنے میں پیدا ہوتی ہیں، بے اشکال ہیں اور تلافی بھی لازم نہیں ہے اور شارع مقدس جس نے یہ حکم دیا ہے خود آگاہ تھا کہ اس طرح کی باتیں پیش آئیں گی ہر گز نہ کوئی حکم دیا ہے اور نہ اشارہ کیا ہے کہ اس ٹیڑھے اور سیدھے ہو نے کی تلافی لازم ہے اور صرف خلوت میں ان مستحبات پر عمل کرے۔

خصوصاً حج کے زمانے میں کہ اصولی طور پر ممکن نہیں ہے کہ تمام حالات طواف میں دائیں جانب کی رعایت کروکہ ناگزیر دائیں بائیں اور آگے وپیچھے ہوجاؤ، اور اس جم غفیر اور قیامت کی بھیڑ میں طواف کے اس عمیق گرداب میں خود کو گم کردو ، اور اجتناب نا پذیرطور پر خانہ کعبہ سے منحرف ہوجاؤ، اور اس کو بائیں جانب نہیں رکھ پاؤ گے اور کبھی کبھی پشت یا رخ یا داہنہ حصہ خانہ کعبہ کی طرف ہو جائے گا اور چند قدم ہی سہی اس سیل خروشاں میں بے اختیار تمہارے قدم ادھر ادھر ہو جائیں گے ، اس طرح سے کہ تلافی کی صورت نہ ہو، اور اگر کافی زحمتوں سے تلافی بھی کرنا چاہو گے تو وہی گیند اور وہی میدان ہے ، یا شاید تھوڑی سی کمی یازیادتی کے ساتھ، بنا بر این احتیاط پر مبنی دقت اور انجینیرنگ نہ واجب ہے اور نہ مستحب، یہاں تک کہ اگر تلافی کرنا چاہو یا زحمتوں کےساتھ ادھر ادھر ہونے اورٹیڑھا او ر ترچھا ہونے سے خود کو بچا سکو ہرگز واجب اور مستحب نہیں ہے، نہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے، اور نہ ائمہ ھدیٰ نے اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے، لہذا کیوں اور کس لئے خود کو اور دوسروں کو ایسا غیر متعارف اور طاقت فرسا کام کے لئے مجبور کریں کہ کبھی کبھی چونکہ برخلاف تقیہ بھی ہے اصلاً ہمارے طواف بھی باطل ہوں اوتمہا ری سب محنت بھی برباد ہو جائے، تمہیں ہمیشہ یہ دو باتیں نظر میں رکھنی چاہیئے کہ شریعت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ مثلاً خانہ کعبہ کو دائیں سمت قرار دویا اگر بعض مستحبات طواف کی ادائیگی کے وقت دا ئیں قرار دینے کی مقدار میں فرق آجائے یا بھیڑ کی وجہ سے ٹیڑھے اور ترچھے ہو جاؤ تو اس کی تلافی کرو

ہمیں ان دقتوں اور انجینیرنگ کے حوالہ سے نہ کسی تصریح کا علم ہےاور نہ ہی کسی اشارہ کا علم ہے، صرف خانہ کعبہ کے سات چکر لگاؤجو طبعاً معمول اور رائج طریقہ سے اورتمام اجتناب ناپذیر حالت کو قبول کرتے ہوئے اور بس!

مسئلہ۳۔ اسی قدر کہ خانہ کعبہ کے گرد عادی طور پر سات بار گھوموکافی ہے، خواہ اپنے پیروں سے یا دوسروں کے پیروں سے یا جانور اور مشین پر سوار ہوکر یا

کسی بھی زمینی اور ہوائی وسیلہ سے ، اسی قدر کہ لوگ یہ کہیں کہاس نے چکر لگایا اور خود اس کی نیت بھی کافی ہے مثلاً اپنے اختیار سے کسی سواری پر سوار ہو یا اس وقت کے اپنے اختیار سے پیدل طواف میں مشغول ہے اور چار وناچار اس گرداب طواف کے تمام حالات اور پیش آمد کا سامنا کر رہا ہے، طبعا اگر بھیڑ کی وجہ سے ترچھا ہو جائے اور یہ اپنے کو اس گرداب جمعیت اور جم غفیر میں سنبھال نہ سکے ، یہ بھی خود اس کے حساب میں آتا ہے اور جب تک تم اس پورے چکر میں نیت طواف رکھتے ہویہی کافی ہے اور اگر تلافی کر سکتےہو لازم نہیں ہے کیوں کہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ہو ، کیوں کہ کبھی کبھی بھیڑ اتنی زیادہ اور دبا و اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ کلی طور سے آدمی کا اختیار نہیں رہ جاتا ، اور اگر کوئی تم کو تلافی کرنے پر مجبور کرے تو بلا دلیل اور زبردستی ہے ، تم خود اس گردا ب میں وارد ہوئے ہو اور جانتے ہو کہ اس طرح کی دھکہ بازی ، ادھرسے ادھر ہونا توازن برقرار نہ رکھ پانا اس گرداب طواف کے لئے اجتناب ناپذیر ہے -

لہذا تم نے طواف کے انہیں عوارض کے ساتھ نیت کی ہے تو پھر کیوں اس صورت میں درست نہ ہو؟ نیت نہیں کی؟ کیوں؟ اس لئے کے اپنے] پیروں پر اپنے ارادہ واختیار سے اس طرف تو گئے نہیں ہو اور پھر یہ طواف کالاذمہ بھی نہیں ہے کہ ہر وسیلہ سواری سے ایسا اور ویساہو ، لہذا کتنی بھی زحمت ہو یہ چند قدم جو جم غفیر میں ا پنا توازن کھو بیٹھے ہو کی تلافی کیونکرو؟

مسئلہ۴۔ اگر کسی کو طواف کے لئے اپنے ساتھ لے جاؤ پشت پر یا بغل میں لے کر یا کسی بھی طریقے سے البتہ شرائط کے ساتھ کہ خود بھی نیت طواف کرو اور وہ بھی کرے یا اگر چھوٹا بچہ ہے جو نیت طواف سے نا آشنا ہے تواس کی جگہ خود بھی نیت کرو ، ہر صورت میں دونوں کا طواف صحیح ہے -

مسئلہ۵۔ حجر اسماعیل کے نیم دائرہ دیوار جو طواف کی حالت مٰیں مطاف میں داخل ہے اور خانہ کعبہ کا حکم رکھتی ہے خود وہی نیم دارہ کو بائیں جانب ہونا چاہیئے وہ متعارف طریقہ سے جیسا کہ گزرا لہذا اس بارے میں احتیا ط کہ گھر کے اس

جانب کی دیوار کو بائیں جانب قرار دو خلاف احتیاط اور مخالف حکم شریعت ہے ،اگر خانہ کعبہ کے بائیں طرف ہونےمیں کوئی ہندسی دقت واجب ہوتی یہاں پر میزان یہی نیم دائرہ ہے نہ ضلع خانہ کعبہ

مثلاً اگر کہا ہوتا کہ مطاف کو بائیں جانب قرار دو تمہارا مطاف حجر اسماعیل کے گوشہ میں وہی حجر اسماعیل کا نیم دائرہ ہے ، مگر یہ کہ کہا ہو کہ خانہ کعبہ کی چاروں دیواریں بائیں جانب ہوں کہ اس بات کی طرف نہ کوئی اشارہ ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے، قرائن سے جو پتہ چلتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ پیغمبر اورائمہ اس طرف سے طواف کرتے تھے اور چونکہ حجر اسماعیل کے نیم دائرہ یا دیوار خانہ کعبہ میں بائیں شانہ کو میزان قرار دیں تو یہ ایک غیر متعارف عمل ہے، طبعاً اگر واجب یا مستحب ہوتا تو کوئی نص یا اشارہ طواف کی کیفیت کے بیان میں اس حوالہ سے ضرور ہوتا لہذا جب صاحب شریعت نے جس چیز کا لوگوں سے مطالبہ نہیں کیا ہے ہم شریعت کے بیان کرنے والے اپنی طرف سے کسی مجوز کے بغیر لوگوں سے اس چیز کا مطالبہ کریں -

۴۔ حجر الاسواد سے حجر الاسود تک:

یہ خود بہت ساری حدیثونکی نص ہے کہ طواف کو حجر الاسود سے حجر الاسود تک ہو نا چاہیئے اور ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ اس جملہ کے علاوہ اور کچھ نہیں آیا ہے ، بنا بر این ہندسی موشکافیاں یہاں پر بیجا ہیں کہ: کیا آغاز وانجام میں پورا جسم حجر الاسود کے سامنے ہو اور اس کے سامنے سے گزرے ، یا بدن کا پہلا جز حجر الاسود کے اول جز سے گزرے ، یا جس چیز سے آغاز کیا ہے اسی جز پر ختم کرو؟یہ اسرائیلی وسوسہ اور فر ضیات ہیں جو وقت برباد کرنا اور حاجیوں کو مشوش کرنا ہے لیکن دین و شریعت کی روشنی میں بدعت ہے -

ہم سے کہا گیا ہے کہ طواف کا آغاز اور انجام حجر الاسود ہو اور بس، بقیہ بیکار کی باتیں ہیں ، جس طرح سے چاہو اور کر سکو وہیں سے شروع کرو اور اسی پر ختم کرو اس طرح سے کہ کہیں کہ اس نے ایسا کیاہے ،البتہ عادی لوگوں کے قول کے مطابق کہ خود بھی انہیں عادی لوگوں سے ہوں انکا ذ ہن اس طرح کی ہندسی موشکافیوں اوردقتوں سے خالی ہے

اور اگر جہالت ونادانی اور غلطی سے۔ کہ عمد ابے معنی ہےطواف کو حجر الاسود سے پہلے یا ا سکے بعد شروع کیا ہے کہ اس طرح نیت بھی کی ہے ، تمہارا طواف صحیح نہیں ہے اور تمہاری نیت یہ ہو کہ حجر الاسودسے حجر الاسود تک طواف کی خاطر چکر لگاؤ

اگر حجر الاسود سے پہلے بھی چل پڑے ہو اور اصلاً حجر الاسود کو نہ دیکھو کہ میزان قرار دو یا نہ جانو کہاں ہے اس قدر کہ سات چکر جسطرح نیت کی ہے، لگاؤ تو کافی ہے ، اگر چہ عمل کے اعتبار سے چند میٹر پہلے آغاز اور حجر الاسود کے چند میٹر بعد انجام کو پہونچاؤ ؛کیوں کہ حجر الاسود سے حجر الاسود تک کے حساب سے نیت ہوئی ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ، نہ کوئی نفع ہے اور نہ کوئی ضرر ہے ، بنا براین حجر الاسود کے سامنے کھڑا ہونا بالکل لازم نہیں ہے وہ بھی گروہی کھڑے ہوں ، اور اس گرداب طواف کے دائرہ والے سیلاب میں راستہ مسدود ہونے کا باعث ہوں، تاکہ پروگرام کے مطابق نیت محقق ہو اور تمام طواف کرنے والوں کو شور وغوغا پر آمادہ کریں ان کو ناراض اور بے کیف کریں، یہی کافی ہے کہ طواف کے دائرہ میں واردہونے سے پہلے ایسی نیت کریں، بلکہ آغاز احرام سے ۔جیسا کہ نیت کہ باب میں گزرا ۔نیت طواف کر لی تھی ، یہاں پر صرف یہ جاننا ہے کہ کہاں ہے ، نہ معلم عالم دین کی ضرورت ہے نہ طواف کرنے والے کی ، صرف یہ جانو کہ حجر الاسودکہاں ہے کہ اس کو حساب اور شمار کر سکو تا کہ یہ جان سکو کہ حجر الاسود سے حجر الاسود تک خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگایا ہے یا نہیں۔

جو لوگ پہلی مرتبہ طواف کرنا چاہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ایک دو دور بے حساب چکر لگائیں تاکہ مطاف کے جغرافیہ کا ان کو عملی طور پر ادراک ہو، اس کےبعد نیت کو عملی کریں کہ اب طواف کو حجر الاسود سے حجر الاسود تک جہاں سے چاہتےہو خود کو گرداب میں ڈالو ، طرف حسا ب خود جہاں سے اس نے فرمایا ہے حساب کرےگا اور بس!

آسان لفظوں میں یہ ہے کہ جہاں چاہو خود کو طواف کرنے والونکی بھیڑ میں ڈال سکتے ہو نیت یہ ہو کہ سات بار حجر الاسود سے حجر الاسود تک طواف شمار ہو اور زیادتی بے حساب ہے۔

۵۔ سات چکر لگاؤ:

بے شک طواف سات چکر ہے کہ اگر طواف کی نیت سے سات چکر سے کم یا زیادہ لگایا تو دونوں صورتوں میں باطل ہے اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ طواف کے دوروں (چکروں) میں شک کلی طور پر اگر طواف واجب ہے توباطل ہے اور اگر مستحب ہے توکمتر پر بنا رکھ سکتا ہے،صرف طواف واجب میں اگر سات اور آٹھ میں شک ہو تو سات پر بنا رکھے اور اس کا طواف صحیح ہے ، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سات یا یقین ہے اور آٹھواں مشکوک ہے اعتناء نہ کرو ، مثلاً اگر مشغول طواف ہو اور شک کرو کہ ساتواں چکر ہے یا آٹھواں تو سات پر بنا رکھو اور تمام کرو ، شرط یہ ہے کہ آٹھویں دور میں ہو اور حجر الاسود تک پہنچ چکے ہو اور اب نہیں جانتے کہ ساتواں ہے یا آٹھواں ، لیکن اگر آخری دور کے درمیان سات اور آٹھ میں شک کروتو احادیث اس کو شامل نہیں ہے اور اس وقت تم دو محذور اور مانع کے درمیان ہو ، اگر اس کو تمام کرو شاید آٹھویں دور میں ہو

اور زیادتی عمدی ہے اور اگر یہیں پر چھوڑ دیں شاید ساتواں دور ہو اور نقصا ن اورکمی عمدی ہے اور اگر دوسرے چکروں میں شک کیا کمترین پر بنا رکھتے ہوئے خود کو سات اور آٹھ کے درمیان شک کی حالت میں نہیں پہونچا سکتے ہو کہ اگر پہلے صحیح نہیں تھا تواب صحیح ہے ،نہیں، فقط پہلی صورت میں نص کی وجہ سے۔ سات پر بنا رکھ سکتے ہو

اور جن موارد میں تمہارا شک سات اور آٹھ سے کمتر میں ہے، اگر نصف سے گزر چکے ہو اور شک کیا اوراگر غور وفکر سے اپنے شک کو بر طرف کر سکتے ہو لازم ہے کہ وہیں پر توقف کرو اور سوچو تاکہ جان سکوکہ کس دور میں ہو اور اس کے بعد تمام کرو اور صحیح بھی ہے اگر چہ طول ہو جائے

لیکن اگر نصف سے پہلے شک میں مبتلا ہو گئے تو اس صورت میں درست ہونےکا امکان ہے کہ غور فکر کرنے کی وجہ سے حالت موالات سے خارج نہ ہو ، لیکن اس وقت غور کرو ، اگر موالات ٹوٹنے سے پہلے سمجھ لیا کہ کہاں پر ہو تو درست ہے اور اگر اتنا وقت لگے کہ موالات ختم ہو جائے تو اس کو چھوڑو اور پھر سے طواف کرو

اور اگر شروع سے جانتے ہو کہ غور فکر کا نتیجہ بر آمد نہ ہوگا، نص تک پہنچے ہو یا نہ پہنچے ہو طواف کو چھور کر پھر سے شروع کر سکتے ہو اور یہ ساری باتیں اس صورت میں ہے کہ طواف کی حالت میں اپنے وظیفہ سے آگاہی رکھتے ہو

لہذا اگر چھ اور سات کے درمیان شک ہوگیا ایک چکر اور لگا کر اس کو تمام کر کے چلے گئےتو احادیث کی رو سے صحیح ہے ؛کیوں کہ ابن عمار کی روایت میں وارد ہوا ہے "قد خرج دفاتہ ذالک" چلا گیا اور اعادہ نہیں کیا فرمایا: "لیس علیہ

شئی"اس پر کچھ نہیں ہے[۳۱]یہاں تک کہ جہاں اعادہ کر سکتا ہے "وما اریٰ علیک شئیا والاعادۃ احب الی و افضل"اس پر کچھ نہیں ہے اور اس کا اعادہ کرنا بہتر اورافضل ہے

اور چونکہ ان احادیث نے صرف چھ اور سات کے درمیان کے شک کو بیان کیا ہے اگر تمہارا شک اس سے کمتر ہو تو تلافی کی صورت میں بھی اس کی صحت کا حکم مشکل ہے اگر چہ بعید بھی نہیں ہے اور بعض احادیث کی رو سے طواف کے اعادہ کاحکم ، اصلی نہیں ہے بلکہ تأدیبی ہےلھذا طواف کرنے والے اس کی طرف بھر پور توجہ رکھیں، لیکن چھ اور سات سے کم میں شک احتیاط کا لازمہ اعادہ ہے-

یہاں تک کہ اگر اس کا کام تمام ہو گیا چنانچہ رفاعہ حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے نقل کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جسکو معلوم نہیں ہےکہ اس نے کتنے چکر لگائیں ہیں چھ یا سات چکر ؟ فرمایا: اپنے یقین پر بنا رکھے اور اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کو معلوم نہیں کہ تین چکر لگائیں ہیں یاچارچکر تو مستحب ہے جتنے پر بھی بنا رکھے صحیح ہے لیکن فریضہ میں اپنے طواف کی تکرراکرے ، لیکن اگر طواف واجب کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ چھ چکر لگائے ہیں یاسات تو اگر اس سےباہر ہوگیا ہے توکوئی اشکال نہیں ہے، یہاں پر چھ اور سات کے درمیان شک کو مستحب پر حمل کیا گیا ہے؛ کیوں کہ آخر حدیث صریح ہے کہ اگر باہر چلا گیا درست ہے اور دو اور تین یااس کے مانند اگر شک ہو تو کلی طور پر پھر سے طواف انجام دے

اور ظاہراً کلی طور پر باطل ہے خواہ طواف سے باہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، حتی اگر اپنے وطن واپس بھی آگئے ہو تو احتیاط واجب تجدید طواف کے لئے لازم ہے کہ نائب اختیار کرو ،یہ سارے احکام وہاں پر جاری اور نافذ ہیں کہ طواف کے ضمن میں شک کرو-

---

۳۱- وافی ج۲، ص۱۳۱، باب ۲۱

مسئلہ۲۔ ظاہراً یہاں پر ظن شک کی طرح ہے لیکن اطمینان خود عادی یقین ہے دوروں کی حفاظت کے لئے کافی ہے ،لہٰذا اگر سو فیصد یقین نہیں رکھتا ہے لیکن مطمئن ہے کہ کتنے دور گزرے ہیں اگر اس قدر ہوکہ کہےکہ میں جانتا ہوں کہ کتنے چکر لگا چکا ہوں توکافی ہے، جیسا کہ بہت سارے احکام شرعیہ میں ایسا ہی ہے مگر وہاں جہاں پر قطع و یقین کے لزوم پر دلیل رکھتے ہوں۔

مسئلہ۳۔ یہ احکام طواف واجب سے مخصوص ہیں نہ مستحب اور روایات کی رو سے اگر طواف مستحب میں کسی جگہ پر شک کرو تو کمتر پر بنا رکھو اور طواف کو کامل کرو اور طواف واجب سے مراد ظاہراً واجب اصلی ہے ،جیسے طواف حج یا عمرہ واجب یا وہ طواف جو احرام کی وجہ سےواجب ہوا ہو جیسے حج و عمرہ مستحب، یا وہ طواف جو نذر و عہد یا قسم یااجارہ کی وجہ سے واجب ہوا ہے خواہ احرام کے ضمن میں ہو یا خود طواف مورد نذر واجارہ ہو ، ظاہر اہر صورت میں اس کا وہی حکم ہے اور طواف مستحب تنہا وہی ہے جو لازم نہ ہو اور اس کے ترک کرنے میں اس کی گردن پر کوئی بوجھ نہ ہو۔

مسئلہ۴۔ یہ سات چکر واجب ہے حتی الامکان یکے بعد دیگرے انجام پائیں اس طرح سے کہ مکمل طواف ایک عمل شمار ہو اور مختصر اٹھنا بیٹھنا طواف کے ضمن میں بلا مانع ہے اور اگر نصف سے گزر چکا ہے تو ضرورت کے وقت وہیں سے ترک کر سکتا ہے اور بعد میں جتنی جلدی ہو سکے اس کی تکمیل کرے اور حاجت بھی ضروری وواجب جیسے نماز جماعت وغیرہ یا مستحب دونوں کو شامل ہے، مومنین کی ضرورتوں کو پورا کرنےکی بہت تاکیدکی گئی ہے اور اگر بقیہ طواف کے حوالہ سے اس طرح معذور ہو کہ طواف کو تاخیر میں ڈالنے کے لئے مجبور ہو گیا اور دنوں کا فاصلہ ہوگیا تو عذر برطرف ہونے کے بعد تکمیل کرے اور بلا مانع ہے، جیسے حیض ،شدت مرض اور فراموشی وغیرہ۔

مسئلہ۵۔ اگر طواف کا ترک کرنا کسی عذر کے سبب ہو تو اخبار کی رو سے قاعدہ کلی یہ ہے کہ جہاں سے چھوڑا ہے وہیں سےاس کو مکمل کرے اور شروع سے طواف کا بجالانا واجب نہیں ہے اور اب چند موارد روایات کی روشنی میں:

۱۔ اگر نماز واجب کے لئے طواف کو قطع کرے نماز کے بعد جہاں پر تھا وہیں سے طواف کے سلسلہ کو آگے بڑھائے ، خواہ نصف سے پہلے یا نصف کے بعد جیسا کہ صحیحہ عبد اللہ بن سنان اور عبد الرحمن بن حجاج اور حسنہ ہشام میں وارد ہوا ہے کہ اس مورد میں "فاذا فرغ بنی حیث قطع"جہاں سے قطع کیا وہیں سےپھر آغاز کرے گا ، اور صحیح ابن حجاج کے مطابق نماز کا بھی یہی حکم ہے۲۔ اگر کوئی خون پاک کرنے کے لئے ہو ، جیسا کہ صدوق، ابن مظاہر سے نقل کرتے ہیں، کہ میں نے طواف واجب کرنا شروع کیا ایک چکر لگانے کے بعد میری ناک میں چوٹ لگ گئی اور خون بہنے لگا میں گیا اور خون پاک کیا اور اس کے بعد طواف کو پھر سے شروع کیااور ساری بات حضرت صادق(علیہ السلام) کو بتا ئی، آپ نے فرمایا: غلط کیا، شائستہ یہ تھا کہ جہاں سے ترک کیا تھا وہیں سے آگے بڑھاتےدور یہ خودنصف سے کمتر میں صریح ہے (وسائل باب ۴۳ اور ٤٤طواف)

اور اصولاً اگر طواف میں دقیق موالات واجب ہو ، امکانی صورت میں ہے نہ کہ عذر کی صورت میں بنا براین ہر طرح کا عذر شرعی بھی قطع طواف کا مجوز ہے اور بعد میں جہاں سے قطع کیا تھا وہیں سے مکمل کرے، صرف دو مورد ہے کہ اگر نصف سے پہلے قطع کیا ہے تو چند روایات کی رو سے شروع سے بجا لائے

۱۔ اگر کسی حدث ۔ غیر اختیاری ۔ کے بعد قطع کرے تو صحیحہ ابن ابی عمیر میں حضرت باقر یا حضرت صادق(علیہما السلام)سے ہے کہ: کسی مرد نے طواف واجب کا کچھ حصہ انجام دیا اور اس کے بعد محدث ہوگیا ؟ فرمایا: جائے وضو کرے اور اس کے بعد اگر نصف سے گزرچکا ہےتو اس کی تکمیل کرے ورنہ شروع سے بجا لائے (وسائل باب۴۱ طواف)

طبعی طور پر یہ حکم حدث کی تمام قسموں جنابت، حیض، نفاس، کو اولیٰ طریقہ سے شامل ہے

۲۔ اگر بیماری کی وجہ سے طواف کو قطع کرے جیسا کہ صحیحہ یا حسنہ حلبی میں حضرت صادق(علیہ السلام) سے منقول ہے کہ فرمایا: اگر طواف کے چند دور مکمل کر چکا ہےاور اس کے بعد بیماری عارض ہوئی ہےتو اپنے طواف کو پھر سے شروع کرے اور خبر اسحاق بن عمار میں حضرت موسیٰ بن جعفر سے یہ تفصیل بیان ہوئی ہے کہ اگر طواف واجب میں مشغول تھا اور اس کے بعد اس کے درمیان اس طرح سے بیمار ہوا کہ طواف کو تمام نہ کرسکا ، اگر چاردور گزر چکے ہیں تو دوسرے سے تین دور کرنے کی درخواست کرےکہ اس کے لئے پورا کرے اور کافی ہے اور اگر تین دور گزر چکے ہیں ا ور تکمیل پر قادر نہیں ہے یہ خود ایک الٰہی عارضہ ہے اور طواف کو ایک دو دن تاخیر سے انجام دینے میں کوئی مانع نہیں ہے، چنانچہ اگر بہبودی ملنے کے بعدسات بارچکر لگائےاوراگر بیماری نے طول پکڑا تو پھر طواف کے لئےکسی کو نائب بنائے اور خود نماز طواف پڑھے اور اس کے بعدا س کا نائب سعی کرے(وسائل باب۴۵ طواف)

اور وہ تمام روایات جوقطع طواف کے حکم کوعذرکی صورت میں بیان کرتی ہے ،صرف ان دو موارد کی اس طرح سے تفصیل بیان کرتی ہے ، اور اس اصل کی بنیاد پر جو فقہاء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے ،اس کے برخلاف نصف دور سے گزرنا اورنہ گزرنا عذر کے تمام موارد میں حکم طواف کے اختلاف کا موجب نہیں ہے اگرچہ احتیاط کا مقام ہے کہ ہر صورت میں تمام کرے اور تکرار بھی کرے اور اگر نصف طواف کے بعد کوئی حدث عارض ہو جیسے حیض یا نفاس اگرطولانی ہو تو چند اخبار کی روشنی مینسعی کر سکتا ہے-(۱) جیسے کافی کی ج ٤،ص ٤٤٨اور وسائل ،باب۵ ۸ اور تہذیب،ج۵،ص۳۹۳ -)پھرطہارت کرنے کے بعدطواف کو کامل کرے،لیکن ظاہرا اس کی تقصیر طواف مکمل کرنے کے بعد کرے؛جب تک طواف تمام نہیں کرے گااس وقت تک سعیاور تقصیر کے ذریعہ احرام سے خارج نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ۶۔ واجب طواف کا بلا عذر توڑنا جائز نہیں ہے ؛ کیوں کہ آیہ مبارکہ "لاتبطلوا اعمالکم" اپنے اعمال کو باطل نہ کرو ،یقیناواجبات کو کلی طور پر شامل ہے، مگر ضرورت کی صورت میں یا کوئی معقول عذر ہو مثلاً واجب مضیق پیش آجائے،جیسے حفظ جان، ناموس، عزت وآبرو، مال اور ان سب سے اہم دین، یا نماز کے لئے اقامت کہیں تو طواف کو قطع کرو اور نماز جماعت میں شرکت کرو ، لیکن غیر ضروری حاجت یا مومن کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جائز نہیں ہے کہ تم طواف کو قطع کردو یہاں تک کہ اگر نصف طواف سے گزر چکے ہو اور اگر یہاں پر موالات ختم ہو جائے تو باطل ہوجاتا ہے لهذا پھر سےبجا لانا واجب ہے اور احتیاط اس بات میں ہے کہ یہاں پر اول کو تمام کرو اور دوسرا طواف بھی بجا لاؤ اور یہ احکام طواف سے مخصوص ہیں ؛کیوں کہ طواف مستحب میں ہر صورت میں قطع کر سکتے ہو اور اس کے بعد جتنا بھی فاصلہ سے ہو اس کی تکمیل کرو یا اصولاً اس کوترک کردو

مسئلہ۷۔ واجب طوافوں میں جائز نہیں ہے ایک کے بعد ایک ہرایک کی نماز پڑھے بغیر بجا لاؤ، کہ ایک جگہ کئی طواف واجب بجالاؤاور اس کے بعد ان کی نمازیں بھی یکجا پڑھولیکن طواف مستحب میں جائز ہے کہ متعدد طواف ایک کے بعد ایک بجا لاؤاس کے بعد ان کی نمازیں اکٹھی اور ایک جگہ پڑھو

مثلاً طواف عمرہ اور طواف نساء کو ۔ اگر چہ سعی کے فاصلہ سے کہ طبعاً واجب ہے۔ ان دونوں طوافوں کو بغیر اس کے کہ اول کی نماز پڑھو، انجام دو، اگر علم وعمد سے ہو تودونوں طواف باطل ہیں اور اگر غیر عمدی ہےتو اول نماز طواف عمرہ کو اور اس کے بعد نماز طواف نساء کوپڑھے

یا یہ کہ طواف حج یا عمرہ کو اور اس کے بعد طواف نذری یا واجب نیابتی طواف کو پہلی نماز کے فاصلہ کے بغیر انجام دو بالاخر اگر دانستہ دو طواف واجب کو کچھ بھی ہو پے در پے یعنی پہلی نماز پڑھے بغیر بجا لاؤ تودونوں ہی باطل ہیں؛ کیوں

کہ مورد نہی اور بدعت ہے اورعبادت میں نہی موجب فساد ہے مگر جہل کی صورت میں ، خصوصاً جاہل قاصر کہ جاہل مقصر اپنے عمل کی تکررا کرے

لیکن مستحبی طواف : متعدد روایات کی رو سے صحیح ہے کہ متعدد طواف نماز طواف کے بغیر پے در پے انجام دو

مسئلہ٨۔ بلا شک طواف واجب میں عمدی زیادتی اور کمی کہ شاید اس کا مورد بھی نہ ہو حرام بھی ہے اور بدعت بھی اور طبعاً طواف کے باطل ہونےکا باعث بھی ہے۔

یہاں اگر غلطی سے : سہواً یا جہلا سات دور سے کم طواف کیا ہے تو جس وقت یاد آئے اگر نصف سے گزر رچکا ہے تو اس کی تکمیل کرے ، مگر یہ کہ اول سے سات دور سے کم کا قصد کیا ہو کہ ظاہراً مشکل ہے اور احتیاطا تکمیل کےبعد اس کی تجدید کرے اور ہر صورت میں اگر مکہ سے خارج ہوگیا اور واپس نہیں آسکتا تو ایک مکمل طواف کے لئے کسی کو نائب بنائے اور احتیاط کی جگہ پر بھی اس کی تکمیل کے لئے نیابت ہے اور اگر سہواً یا جہل یا کسی دوسرے غلطی کی وجہ سے سات چکر سے زیادہ چکرلگایاہے تو احادیث کی رو سے اگر رکن یمانی تک نہیں پہونچا ہے تو اس کوتر ک کردے اور صحیح ہے اور اگر پہنچ گیا ہے تو چودہ دور مکمل کرے اورکم سے کم دو رکعت نماز طواف واجب بلا فاصلہ پڑھے کہ طبعاً سات دوسرے دور واجب اور پہلے سات دور مستحب شمار ہوں ، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ دو دوسری رکعت سعی کے بعد انجام دے ۔

اور یہ خود ایک طرح کی چھوٹ اور تسہیل ہے غیر عمد کی صورت میں کہ دور ہشتم یا ہر دور کہ غلطی سے زیادہ بجا لایا ہے واجب شمار ہو اور پہلے سات دور بعد والی زیادتی کے سبب وظیفہ شرعی کے لحاظ سےباطل ہے اور مستحب شمار ہوگا۔

لہذا غلطی سے ہر آٹھ یا نو چکر لگایا ہے تواس کو نظر انداز کر دے اور ایک صحیح طواف بحساب واجب پھر سے انجام دو اور بعید بھی نہیں ہے کہ گذشتہ روش سےبہتر ہو،۔

اور یہاں پر درست سعی کے بر خلاف کہ سات بار سے زیادہ ہونے کی صورت میں سات بار کو سعی شمار کرے اور بقیہ کو نظر انداز کردے اور بہتر ے کہ چودہ دور مکمل کرے اور دو میں سے ایک سات کے مجموعہ کو سعی شمار کرے اور روایات کی رو سے دونوں طریقہ سے صحیح ہے۔

اور ا صولا اس لئے کہ شک میں نہ پڑو شائستہ ہے کہ تعددا دفعات کے لئے ایک واضح علامت اپنے لئے مقرر کرو ،مثلاً یہ کہ کسی انگلی کو اپنے انگلیوں کے درمیان سات انگلیوں تک جابجا کرو اور ہر دور میں سورہ مبارکہ حمد کی ایک آیت پڑھو کہ دور کی تعداد محفوظ رہے اور قرآن کےسوروں کی بہترین آیتوں کی بہترین اعمال اور مقدس ترین مکان پر تکرار بھی کی ہو،۔

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲۔ الحمد للہ رب العالمین ۳۔ الرحمن الرحیم
۴۔ مالک یوم الدین ۵۔ ایاک نعبد وایا ک نستعین ۶۔ اھدنا الصراط المستقیم ۷۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضصوب علیھم والضالین۔

بہر صورت جس طرح سےممکن ہو تعداد دفعات طواف کو محفوظ ر کھنا واجب ہے اور جو چیز کسی سہو ، نسیان یا غفللت کا باعث ہے خود سےدور کر و تا کہ اس حج یا عمرہ کے عظیم رکن کو کسی کمی یا زیادتی کےبغیر انجام دو سکو اور پیوند لگانے یا تجدید کی ضرورت نہ ہو۔

۶۔ خانہ کعبہ سے طواف کرنے والے کا فاصلہ:

آیہ مبارکہ "لیطوفوا بالبیت العتیق"بہت زیادہ آزاد قدیمی گھر کا طواف کریں ، کی رو سے اس قدر کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا کہا جائے ،کافی ہے کہ قدر مسلم اگر مسجد الحڑام کے باہر چکر لگائے اس کا طواف مسجد کے گرد ہے نہ کعبہ کے ، لیکن جب تک کہ مسجد الحرام کے اندر خانہ کعبہ کے گرد چکر لگا رہاہے چاہے جس قدر بھی فاصلہ ہو اس کا طواف خانہ کعبہ کے گرد ہے صحیحہ حلبی میں حضرت صادق(علیہ السلام)سے آیت کےاطلاق کے مطابق یوں بیان ہوا ہے کہ مقام ابراہیم کے پشت پر طواف کرنے کے بارےمیں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:اس طرح کے طواف کومیں پسند نہیں کرتا اور میری نظر میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے ،لہذا ضرورت کے علاوہ اس طرح کے طواف سے پرہیز کرو۔

جملہ "مجھ کو پسند نہیں ہے اور کوئی اشکال بھی نہیں ہے" جواز اور کراہت میں ظاہر ونص ہے، مگر ضرورت کی صورت میں کہ مکروہ بھی نہیں ہے ، کیو نکہ یہ نہی"ایسا نہ کرو" نہی کراہتی ہے کیوں کہ پہلے والا جملہ مجھ کو پسند نہیں اور جائز ہے ،جواز اور اس طرح کے طواف کی صحت میں صریح ہے اور زمانہ گذشتہ میں صدوق نے بھی اس طرح کا فتویٰ دیا ہےاور بعض علماء معاصر نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور حق بھی یہی ہے -

یہاں پر دوسری روایت جو سند کے لحاظ سےضعیف او ر متن کے لحاظ سے متناقض اور اطلاق آیت اور نص صحیحہ حلبی کے بر خلاف موجود ہے جو قواعد فقہیہ کی رو سے قابل توجیہ نہیں ہے اور اب متن خبر:

1) آیۃ اللہ العظمیٰ ابولقاسم الخوئی دام ظلہ الوارف

محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے آپ سے طواف خانہ کعبہ کی حد کے بارے میں پوچھا کہ جو شخص اس سے دور تر ہو تو کیا اس نےخانہ کعبہ کے گرد طواف نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: لوگ زمانہ رسولخدا میں خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم کے گرد طواف کرتے تھے اور تم لوگ آآج خانہ کعبہ اور مقام ابراھیم کے درمیان طواف کرتے

ہو لہذا اس دور میں حد طواف آج مقام ابراہیم کی جگہ ہے لہذا جو شخص بھی مقام ابراہیم سے گزر جائے طواف کرنے   والا نہیں کہلائے گا ، گذشتہ اور آج کی حد یہ ہے ، ہر طرف سے   کعبہ اور مقام ابراہم کے درمیان ، پس جو شخص طواف کرے اور گھر کے ہر طرف سے اس مقدارسے زیادہ دور ہو تو اس نےخانہ کعبہ کے علاوہ کا طواف کیا ہے ، اس طرح وہ شخص جو مسجد لاحرما کے گرد طواف کرے ، کیوں کہ مقدرا سے زیادہ باہر نکل چکا ہے ہے لہذا یہ طواف نہیں ہے۔

یہ خبر اطلاق آیت طواف اور بعض حدیث صحیح گذشتہ کی مخالفت کے علاوہ مندرجہ ذیل مشکلات کی حامل ہے :

۱۔ یہ حدیث اصطلاح میں مضمرہ ہے ، یعنی یہ معلوم نہیں ہے کہیہ کس سے روایت ہے، صرف راوی نے کہا ، ان سے دریافت کیا، وہ کون ہیں معلوم نہیں، اگر چہ قاعدتا ضروری ہے کہ مورد سوال امام ہو، لیکن یہ کافی نہیں ہے کہ مطمئن ہوں ۔

۲۔ یہ خبر کہتی ہے کہ زمانہ پیغمبر کے لوگ خانہ کعبہ ا ور مقام ابراہیم دونوں کے گرد طواف کرتے تھےااور آج خانہ اور مقام کے درمیان طواف کرتے ہیں، اور طواف کااندازہ گذشتہ اور موجودہ ایک ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ مقام ابراہیم پہلے موجودہ جگہ سے آگے تھا، اور بعض روایت کی رو سےکعبہ سے متصل تھا اور عمر نے موجودہ جگہ سے اس کو قرار دیا ہے ، اور یہ مخالف آیہ نماز طواف ہے کیوں کہ "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ "مقام ابراہیم سے نما زکی جگہ حاصل کرو، کہ طبعاً اس کی ابتداء مقام ابراہیم کی پشت سے ہوتی ہے لہذا اگر مقام موجودہ جگہ سے آگے تھا اس وقت مقام ابراہیم سے آگے بھی نما زپڑھے جا سکتی ہے ، کیوں کہ مقام نزول آیت کے وقت اس حدیث کے مطابق آگے تھا جب کہ ان احادیث اور فتاویٰ کے مطابق مسلم ہے کہ نما ز طواف کو مقام کی موجودہ جگہ نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ یہ لوگ پہلے خانہ اور مقام کے درمیان طواف کرتے تھے اورآج تم دونوں کے درمیان طواف کرتے ہو   اور ان دونوں طواف کا لاذمہ دونوں اندازہ کایکسان ہونا

نہیں ہے ، کیوں کہ پہلے خانہ اور مقام کے گرد طواف کرنے کی کوئی معین حد نہ تھی کہ مسجد کےآخر تک بھی جگہ ہے ،لہذایہ نتیجہ نہیں دیتی کہ پہلے حد طواف یہی خانہ ومقام کے درمیان تھی ، مگر بعد والے جملہ کو ضمیمہ کرنے سے کہ حد طواف دونوں زمانے میں ایک ہے ، بنا بر این پہلا جملہ گزشتہ حد طواف کو ثابت کرنے سے بیگانہ ہے ۔

۴۔ یہ جملہ جومقام سے زیادہ دور جائے طواف نہیں کیا ، یہ خود حدکا انکار ہے اور پھر گذشتہ جملوں سے اس کا کیا ربط ہے ، کیوں کہ اگر طواف کی صحیح حد خانہ ومقام کے درمیان ہو قابل انکار نہیں کہ کم سے کم طواف ہے یا باوجودیکہ خود یہ جملہ " طواف نہیں کیا"دوسری عبارت کےساتھ " طواف خانہ کعبہ سے دور کیاہے " آخر میں آیا ہے اور یہ خود انکار عملی ہے محسوس طریقہ سے پھریہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص مقام کو اپنے طواف میں داخل کرے اسنےخانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا ، نہایت یہ کہ خانہ اور مقام دونوں کا طواف کیا اور قائل کی نظر میں باطل ہے۔

۵۔ ان تمام اعتراضات اور تناقضات سے صرف نظر جو بات سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ اگر طواف کے تمام دوروں میں مقام ابراہیم کی پشت سے طواف کیا ہے یعنی ۲۷/ ہاتھ سے زیادہ تمام دوروں میں خانہ کعبہ سےدور رہو توتمہارا طواف باطل ہے اور حیرت ہے کہ فقہاء کی ایک جماعت اس خبر کی بنیاد پر کہتی ہے : اگر ایک بالشت کے بقدر بھی اس مقدار سے آگے جائے تووہ دور باطل ہے، لیکن یہ بات بکمال احترام اس دور سے بھی ز یاد ہ باطل ہے کہ اس ضعیف روایت سےمتعلق ایک ضعیف اشارہ بھی اس کی طرف نہیں ہوتا ۔

۶۔ اس حکم کے بارے میں جوہمیشہ طواف کرنے والوں کے لئے مورد ابتلا رہا ہے ، وہ قرآن اور صحیح نص خبری کے خلاف کس طرح ممکن ہے کہ اس سرا پا ضعیف اور مشوش خبر پر کہ کوئی قابل اعتماد میزان نہیں ہے ، اکتفاء کریں، ایک حدیث جو سند اور متن کے لحاظ سے ضعیف ہے اور قرآن ا ور صحیح حدیث کے مخالف ہےکس طرح ثابت کر سکتی ہے کہ طواف اگر مقام ابراہیم سے پہلے ہو باطل

ہے، جیسا کہ ایک عام البلویٰ حکم کے لئے لازم ہے کہ دسیوں مضبوط اور محکم حدیثیں ہوں تا کہ کبھی اطلاق آیت قرآنی کو مقید کر سکیں اور پھریہ کہ یہ نص آیت"واتخذ وا من مقام ابراہیم مصلیٰ" کی مخالفت میں گرفتار ہے، جیسا کہ گزرچکا۔

۷۔ اورآخر کار طواف میں ایسی کوئی حد ہرگز قابل عمل نہیں ہے ،خصوصاً حج کے موسم میں اور بالاخص وسائل مسافرت کے زیادہ آسان ہو نے کی وجہ سے زوار بیت اللہ الحرام کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہےاس طرح سے کہ قوی لوگوں کے لئے ۔ بو ڑھی عورتیں کجا۔ ممکن نہیں ہے کہ ۲۷ہاتھ کے بقدر ۵،۱۳۔ میٹر کے گھر کے گرد رعایت کریں خصوصاً حجر اسماعیل کے نیم دائرہ میں اور مخصوصاً اس نیم دائرہ کے وسط میں جس میں تین میٹر اور کچھ کی بھی گنجائش نہیں ہے ،کیوں کہ اس حد کا پورا دس میٹر حجراسماعیل نے لے رکھا ہے ۔

اور اب کس طرح ممکن ہے کہ اس گرداب اور طوفان بلا خیز میں کہ حاجی تنکوں کی طرح نشیب وفراز میں ہیں یہاں پر تین میٹڑ اور کچھ کی رعایت کر سکیں ۔

کم سے کم اچھا ہوتا حجر اسماعیل کے نیم دائرہ کہ حالت طواف کا آغازہے کو کعبہ شمار کیا ہے جو مطاف ہے اور طواف کرنے والے کو اس حد کا چکر لگاناچاہیئے ، یہ بھی اس کو مطاف شمار کرتے ہیں ، کہ تیرہ میٹر کافاصلہ اور یہاں کی کسر دیوار حجر سے ہو نہ دیوار کعبہ سے کہ کسی حد تک عمومی مشکل برطرف ہو اور کچھ موافق دلیل بھی ہو ، جیسا کہ فقیہ عظیم ا لشان شیخ محمد حسن صاحب جواہر قدس سرہ فرماتےہیں :

"نعم لا ا شکال فی احتساب المسا فۃ من جہۃ الحجر من خارجہ " کوئی اشکال نہیں ہے کہ یہ مسا فت حجر اسماعیل کی طرف سے باہر سے شمار ہو نہ دیوار کعبہ سے۔

اور آپ اگر گذشتہ حدیث کی طرف رجوع کریں کہ قبول کر لینے کی صورت میں اصولاً ایک مورد کو باطل جانا ہے کہ تمام اطراف خانہ کا مقام ابراہیم کی مسافت

سے زیادہ چکر لگاؤ اور اب ہم حجر اسماعیل پر بیت کا حکم لگاتے ہوئےحالت طواف میں اس کا فاصلہ دیوار حجر سے شمار کرتے ہیں اور تین دوسری دیواروں میں اسی اندازہ کی رعایت کرتے ہیں، حتی یہ حدیث بھی جو ہر رخ سے ضعیف ہے یہ بھی اس طرح کے طواف کے باطل ہونے کا ح حکم نہیں کرتی ہے۔

البتہ کوئی خوف نہیں ہے کہ صحیحہ زرارہ سے جو ہم نے سمجھا ہے اس کی بنیاد پر کہیں کہ اس حد کی رعایت مستحب ہے، کیوں کہ بصورت امکان اس سے نہ گزریں، لیکن عدم امکان کی صورت میں بالکل کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ مسجد الحرام کے آخر تک جہاں بھی ممکن ہے طواف کیا جا سکتا ہے ،خواہ مسجد کا اوپری حصہ ہو خواہ زیر زمین کا حصہ ہو یا فوقانی حصہ ہو، جیسا کہ سال گذشتہ زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے لوگ طبقہ فوقانی میں طواف کر رہے تھے ، لیکن حتی الامکان بالخصوص مقام ابراہیم میں لازم ہے کہ مقام کے پشت سے طواف نہ کریں تاکہ نماز گزاروں کے لئے جگہ تنگ نہ ہو، ۔

اور کبھی کبھی تو مقام ابراہیم کے حد کی رعایت مستحب بھی نہیں ہے ،بلکہ حرام ہے کہ مار کھاکر اور کبھی خود کو خطرہ میں ڈال کر خصوصاً حجرکے نیم دائرہ میں مقام ابراہیم کے بقدرکی رعایت کرو!

اور احتیاط کرنے والوں سے دریافت کرنا چاہیئے کہ رسولخدا جو کبھی شتر پر سوار وہوکر طواف فرماتے تھے کی اسی تین میٹر اور سوا تین میٹر کی حد میں حجر اسماعیل کے کنارے لوگوں کی بھیڑ کو چیرتے تھے تا کہ حد سے ز یا دہ دور نہ ہوں ؟ اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے ۔

بہر صورت مذکورہ بالا حد کی کوئی درست دلیل نہیں ہے اور شہرت کی بھی ادلہ کتاب وسنت کے مقابلہ کوئی اہمیت نہیں ہے، خصوصاً یہ کہ اس زمانے میں مطاف کو وسعت دینے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے اور حقیقت میں احتیاط استحبابی ثابت فتواٰ کی طرح خود نمائی کرتی ہے اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ یا طواف کی جگہ کعبہ بلندی کے لحاظ سے یہی موجودہ حد رکھتا ہے کہ اس ستون سے اوپر یا نیچے طواف صحیح نہیں ہے؟

روایات کی رو سے کعبہ ابراہیمی اس سے زیادہ مختصر اور چھوٹا تھا اور اس کے بعد دوبارہ پوری اسلامی تاریخ میں اس کی بلندی میں اضافہ ہوا ہے اور دوسری روایت کے مطابق اس کے طول میں ستون کعبہ اپنے آخری آسمانی عمق تک اوپر سےلیکر نیچے تک سب کاسب کعبہ ہے کہ موجودہ سطح سے جتنا بھی نیچے جاؤیا فوقانی سطح سے اوپر جاؤ سب کا سب کعبہ اور " مکان البیت"ہے گھر کی جگہ اور اس موجودہ عمارت اور اس گذشتہ عمارت میں سے کوئی بھی مکان البیت نہیں ہے اگر چہ مکان البیت سے ہے اور یہ ایسی عمارت ہے جو مکان البیت میں قرار پائی ہے، نہ یہ کہ طواف کی جگہ کعبہ اس موجودہ یا گذشتہ عمارت میں منحصر ہے، ، بنا براین ہندسہ بیت وہ ستون ہے جس کا ایک پہلو حجر اسماعیل کا نیم دائرہ اور تین دوسرے پہلو صاف دیواریں ہیں ، یہ سطح کے لحاظ سے ۔

لیکن ارتفاع کے لحاظ سےاسی موجودہ سطحی اندازہ کی روشنی میں اوپر اور نیچے دونوں طرف سےزمین کے آخری حصہ اور آسمان کی آخری بلندی کی شعاع ہے، کہ"صراخ" فرشتوں کا کعبہ بھی آسمان میں احادیث کی رو سےاس نورانی ستون کے ضمن میں قرار پایاہے اور ان کا طواف بھی مکان البیت کےگرد ہے ۔

اور یہ نورانی ستون" مکان البیت"نےایک مدار کی طرح جہاں ہستی کے دو قطب کو آپس میں ملاتا ہے، اگر چہ زمینی " مکان البیت"سے جس قدر بھی نزدیک ہو بہتر ہے کہ خود پیغمبروں ،صدیقوں، صلحاء اور سب سے زیادہ اہم خاتم الانبیاء اور آپ کے اہلبیت نے اسی کا طواف کیا ہے۔

اس بنا پر ہوائی جہاز یاکسی بھی دوسر ے وسیلہ سے خصوصاً حالت اضطرار میں طواف کرنا جائز ہے، اگر چہ زمین کے رہنے والوں کے لئےحالت اضطرار کے

علاوہ اولویت کے برخلاف ہے، لیکن تمام کرات کے رہنے والے بیت کے آسمانی محور پر طواف کر سکتے ہیں جیسا کہ سمت " مکان البیت" زمین بھی ان کا قبلہ ہے۔

(۱)ارتفاع کعبہ:

طواف اور نماز کے لحاظ سے محدود نہیں ہے جیسا کہ ا خبار"صراخ" کے علاوہ متعدد روایات اور بھی ارتفاع قبلہ کے حوالہ سےوارد ہوئی ہیں ، منجملہ حضرت صادق(علیہ السلام) سے موثقہ عبد اللہ بن سنان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ میں نے کوہ ابو قبیس کے او پر نماز عصر پڑھی تو کیا کافی ہے جبکہ کعبہ نیچے ہے؟آپ نے فرمایا: ہاں ،کیوں کہ کعبہ ا پنی جگہ سے آسمان تک قبلہ ہے،(وسائل الشیعہ باب ۱۱۸ قبلہ)۔

اور اس حکم پر علماء اسلام کا اتفاق ہےاور کعبہ کے محل طواف

اور قبلہ ہونے کے درمیان کوئی فرق بھی نہیں ہے ۔مسئلہ۲۔ اگر فرسٹ فلور طواف جگہ کے لئے تعمیر کریں تو جائز ہے کہ انہیں طبقات سے طواف کے لئے استفادہ ہو اور اسی طرح فضائی لائن بھی ہےجو برقی تاروں اور ان کے ما نند کے ذریعہ طواف کریں ۔

مسئلہ۳۔ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوا ہےصرف مقام ابراہیم کے حصہ میں حتی المقدور مقام کے سامنے سے طواف کرنا لازم ہےتا کہ نماز طواف میں مشغول لوگوں کے لئے مزاحمت ایجاد نہ ہو، لیکن مطاف کے دوسرے طبقوں میں کوئی ضرور ی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ وہاں پر بھی نماز طواف میں مشغول ہوں کہ طبعاً مقام ابراہیم کا فوقانی حصہ بھی نچلےہی کا حکم رکھتا ہے اور ہر صورت میں اگر نماز طواف پڑھنے والوں کے لئے کوئی مزاحمت نہ ہو تومقام ابراہیم کے سامنے کی رعایت بھی ضروری نہیں ہے،بلکہ صرف صحیحہ حلبی "لا احب "مجھے پسند نہیں ہےکی روشنی مینصرف مکروہ ہے مگر اسی صحیحہ کی رو سے بھی"لمن اضطر الیہ" جسکے لئے نا گزیر ہو، جیسا کہ زیادہ بھیڑ میں ایسا ہی ہو

۷۔ حجر اسماعیل مطاف کے اندر ہے:

حجر اسماعیل کو حتماطواف میں داخل ہونا چاہیئے کہ اس کی نیم دائرہ دیوار اس لحاظ سے کہ کعبہ کے دوسرےتین ضلعوں کی طرح ہے ، نیز کعبہ کے اصلی پائے ان تین ضلعوں میں جونشیب دار شکل میں دیوار سے نمایاں ہیں یہ پائے بھی گذشتہ میں ۔ روایات کے مطابق کعبہ کی اساس تھے اور بعد میں اس طرح سے ہوئے ہیں اور ان کو "شاذروان" ۔ پردہ کہتے ہیں یہ پائے بھی مطاف میں داخل ہیں ، اگر چہ ان نشیبوں پر کوئی راستہ نہیں چل سکتا ہے ، لیکن اگر کبھی ان پر قدم رکھ دیااور کچھ دور چلا بھی گیا تلافی کر نا لازم ہے، اسی طرح دیوار حجر کے اوپر بھی حالت طواف میں نہیں جانا چاہیئے ، البتہ اتفاق سے کبھی ا س دیوار اور ان نشیبوں پر ہاتھ رکھ دیا تو بظاہر کوئی اشکال نہیں ہے کہ نہ اس کی ممانعت کے بارے میں کوئی نص وارد ہوئی ہے اور کعبہ کے گردطواف کرنے کے منافی ہے ، قدر مسلم یہ ہے کہ تم کعبہ کےگرد طواف کرو اور اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ اپنے بدن کے تمام اعضا کے ساتھ ان حدود سر باہر رہو،بلکہ خود یہ بات کہ"شاذروان"اصل کعبہ سے ہے، مسلم نہیں ہے اور جو چیز مسلم ہے وہ یہ ہے کہ ،حجر اسماعیل کا دائرہ مطاف کے اندرہونا چاہیئے ، کہ اگر حجر کے اندر طواف کیا ہے ، قدر مسلم یہ مقدرا طواف شمار نہ ہوگی ، لیکن کیا اسی قدر کہ حجر کے اندر طواف کیا ہے بالکل سے اس کا طواف باطل ہے، اور پھر سے طواف انجام دے، یا صرف وہی دور کے حجر کے اندر داخل ہوا ہے ،باطل ہے اور بقیہ صحیح ہے اورصرف اس دور کی تلافی کرے، یا اگر اسی مقدار کی تلافی کرے کہ دیوار حجر کا طواف کرے، وہی کافی ہے، نہ کہ اس کا طواف باطل ہے اور نہ وہ تمام دورجو حجر کے اندرانجام دئیے گئے ہیں ۔

مطابق قاعدہ یہی تیسرا ہے جیسا کہ حفص بختتری حضرت صادق(علیہ السلام) سے پوچھتے ہیں، ایک شخص نے طواف کیا اور حجر میں اختصار کیا ؟ فرمایا طواف سے جتنا کم کیا ہے اس کو انجام دے۔

لیکن صحیح حلبی اور معاویہ بن عمار کے مطابق واجب ہےکہ ان سارےدور کی تکمیل کرے ،حلبی آپ سے ایک فرضیہ سوال پوچھتے ہیں: آپ جواب میں فرماتے

ہیں: اس دور کا اعادہ کرے اور روایت صدوق کے مطابق ایک طواف کا اعاد ہ کرے گا کہ طبعاً اس سے مراد وہی ایک دور ہے اور معاویہ بن عمار کے جواب میں فرمایا: اپنے طواف کو حجر الاسواد سے حجر الاسود تک اعادہ کرو، کہ پھر وہی مراد ہے،

ان چند صحیح روایت کے مطابق صرف اسی دور کا اعادہ کر نا لازم ہےاور کافی ہے اور شاید بختری کی روایت میں یہی رخ مد نظر ہے لہذا قدر مسلم یہ ہے کہ اسی دور کا اعادہ کرنا لازم ہے ۔

یہاں پر دوسری روایت ابراہیم بن سفیان نے حضرت رضا(علیہ السلام) سے بیان کی ہے کہ ایک عورت طواف کر رہی تھی اور ساتویں دور میں اس نے حجر کے اندر سے طواف کیا اور اپنی نماز پڑھی اور سعی و طواف نساء بجالائی؟ آپ نے فرمایا: اعادہ کرے (۱) کہ محتمل ہے کہ اس سے مرادسارےطواف کا اعاد ہ ہو،لیکن یہ بھی اسی ساتویں دور کے اعادہ پر حمل ہے اگر چہ احتیاط مستحب ہے کہ شروع سے طواف کرے ۔

لیکن اس بات کے پیش نظر کے تمام روایتیں اس مورد میں ہیں کہ اس طرح طواف انجام پایا ہے اور اس کے بعد اس کے متعلق سوال ہوا ہے، اس کاحکم بھی انہیں موارد سے مخصوص ہے، کہ اگر مثلاً حجر میں داخل ہوا اور ابھی باہرنہیں ہوا ہع اور اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائےتو ظاہراً کافی ہے کہ وہیں سے واپس آئے اور اپنے طواف کو حجر کے گرد سے مکمل کرے، یہاں تک کہ اگر حجر سے باہر بھی چلا گیا ہے اور رکن یمانی یا حجر الاسود تک بھی پہنچ گیا ہے پھر بھی اسی مقدار کی تکمیل کافی ہے، اگر چہ بہتر یہ ہے کہ حجر الاسود سےاس دور کو مافی الذمہ کی نیت سے انجام دے ، جو چیز طواف کےتمام موارد میں قدر مسلم ضروری ہے یہ ہے کہ سات دور اس طرح سے کہ حجر طواف کے اندر شامل ہو طواف کرے اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ واجب طواف دیگر واجبات کی طرح یقینی عذرکے علاوہ قابل نیابت نہیں ہے ، مثلاً جو شخص خود مکہ میں ہے اور طواف کر نا اگر چہ بوسیلہ سواری ممکن ہو تو وہ خود طواف کرےاور اپنے طواف کے لئے کسی کو نائب نہ بنائے اور اگر نائب کر بھی لیا ہے تو طواف اسی طرح اس کے ذمہ باقی ہے جب تک کہ انجام نہ دےکہ اگر طواف عمرہ ہے تو احرام سےباہر نہیں ہوگا اور اگر طواف نساء ہے میاں اور بیوی ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ر ہیں گےاور اگر طواف حج ہے تواس کا حج ناقص ہوگا اور جس وقت سمجھ جائے کہ اس کا کام ناقص ہے اوروہ مکہ میں ہے یا زیادہ زحمت اٹھائےبغیر مکہ جا سکتا ہے تو اس پر اپنا طواف خود انجام د ینا واجب ہےاور اگر نہیں لوٹ سکا یا مکہ موجود میں تھا ،لیکن صحیح طواف پر قادر نہ تھا تو ایسے موارد میں کسی کو نائب بنائے اور گذشتہ نیابت جوعذر کی وجہ سے نہ تھی ،ناکافی ہے اور اگر مسئلہ کا علم ہو اورطواف پر قادر بھی ہو پھر بھی کسی کو نائب بنا ئےاورسفر کر جائےتو یہاں پر اس کے پاس خود انجام دینے کے علاوہ کوئی اورراستہ نہیں ہے اور اگر طواف عمرہ مفردہ ہے، ہمیشہ قابل تلافی ہے، لیکن اگر طواف عمرہ یا حج تمتع ہے تو اس کا اس کے مخصوص وقت میں انجام د ینا واجب ہے ورنہ اس کا حج باطل ہے۔

مسئلہ۲۔ تنہا وہ بیمار طواف کے لئے نائب اختیار کر سکتا ہے جو کسی صورت طواف پر قادر نہیں ہے، نہ اپنے پیروں پر چل کر اور نہ کسی اور ذریعہ سے جیسا کہ ربیع بن خشیم سے روایت میں ذکرہوا ہے کہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام حسین (علیہ السلام) کو دیکھا کہ آپ کو حالت بیماری میں گرد کعبہ طواف کرا رہے ہیں، جس وقت رکن یمانی کے پاس پہنچے تھے تو فرماتے تھے مجھے زمین پر رکھد واس کے بعداپنا ہاتھ زمین پر ملتے تھےاور اس کے بعد فرماتے تھے مجھے بلند کرو اور ہر دور میں اس عمل کی تکرار فرماتے تھے، میں نے کہا قربان جاؤں یہ آپ کےلئے سخت ہے ، آپ نے فرمایا: خدا وند عالم فرماتا ہے " لیشھدوا منافع لھم"میں نے کہا منافع دنیا یا آخرت؟ فرمایا: دونوں (وسائل الشیعہ، باب۴۷، طواف ،ج۸)۔

مسئلہ۳۔جس وقت یاد آئے کہ اس کا طواف ناقص ہے ،یا سمجھے کہ اس میں کچھ اشکال ہے تو امکانی صورت میں خودورنہ نیابت کے ذریعہ اس پر اس کی تلافی کر ناواجب ہے اور اگر مر جائے تو وا سکے لئے نائب کا انتظام کیا جائے۔

مسئلہ۴۔ کوئی بھی ذکر حالت طواف میں واجب نہیں ہے، بلکہ ذکر خدا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ قرآن کی کچھ آیتوں کی تلاوت کرے اور حالت طواف میں گفتگو کرنےمیں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اگر ہدایت اور مشکل حل کرنے کے لئے ہو تو مستحب بھی ہے اور کبھی واجب بھی ہے۔

مسئلہ۵۔ اگر طواف واجب کو بھول کر وطن واپس آجائے اور اپنی بیوی سے ہمبستر ہوتو حضرت موسی ابن جعفر سے علی بن جعفر کی روایت کی رو سے "اگر طواف حج ہےتو اسی وقت حج میں ایک قربانی ارسال کرے اور اگر طواف عمرہ ہے، عمرہ کے وقت میں ارسال کرے اور چھوٹےہوئے طواف کے لئے نائب اختیار کرے ،(وافی،ج۲، : ۲ ص۱۳٦، باب ۱۰۹)کہ اگر طواف عمرہ تمتع ہے ہدی(قربانی)و نیابت اسی عمرہ تمتع کےوقت میں ہو اور اگر طواف حج ہے تو ہدی(قربانی)و نیابت کو اسی وقت حج میں انجام دے ، اور اگر طواف عمرہ مفردہ ہےتو سال کے کسی بھی وقفہ میں ھدی ونیابت انجام دےسکتا ہے۔

مسئلہ۶۔اگر طواف فریضہ لاعلمی و نا دانی کی وجہ سے ترک ہوا ہےتو علی بن حمزہ کی روایت کی رو سے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا اعادہ کرے اور ایک اونٹ کفارہ بھی دے اور یہ خود فراموشی اور جہالت کے درمیان فرق کے موارد میں سے ایک مورد ہے، کیوں کہ حالت فراموشی حالت تکلیف نہیں ہے لیکن جاہل آدمی جو خود جانتا ہے کہ جاہل ہے پہلے مرحلہ میں اس کی ذمہ داری ہے کہ مربوط مسائل کو یاد کرے اور طواف فریضہ کو حج وعمرہ کا عظیم رکن ہےاور اس کی جہالت بھی شخص مقصر کی جہالت ہے نہ قاصر کی۔

مسئلہ٧۔ یہ حکم طواف نساء میں جاری نہیں ہے اور صرف ترک کی صورت میں خواہ لاعلمی کی وجہ سےہو ، یا فراموشی کی وجہ سے تو جس وقت چاہے خود یا اس کا نائب انجام دے،کافی ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے۔

نماز طواف:

نماز طواف بھی خود طواف کی طرح ایک مستقل آیت ہے جو "بیت" کی عظمت کےذکر کے بعد غایت درجہ اہمیت اورعنایت کے ساتھذکر ہوئی ہے "و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ"(بقرہ :۱۲۵)اور مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ حاصل کرو "مقام ابراہیم "وہی جگہ ہے جو ہمیشہ خاص و عام کے نزدیک مشہورتھی اور ہے اور یہ وہی جگہ ہےجہاں سے ابراہیم نے خدا کے حکم سےحج کا اعلان کیا ۔وہی جگہ جس کے اوپر آپ اپنے پاؤں رکھ کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی، یہ مقام کم سے کم اس کےدومقام ہیں: حاجیوں کو بلا کر ملک حج کوآباد کرنا ، طواف گزاروں اور نمازیوں کے لئے خانہ کعبہ کی تعمیر و تنظیم ، تم کامیابی کے ساتھ طواف کے گرداب سے باہر آئے اور تم نے صاحب"بیت عتیق"کےلئے مکمل اخلاص اور فدا کاری کا مظاہرہ کیا ، اب نماز کے لئے آمادہ ہو ، بہترین عبادت سے طواف کو مکمل کرو اس دوری نما زکو اس بے گردش ثابت نماز سے کمال بخشو؛ کیوں کہ " الطواف بالبیت صلاۃ" خانہ کعبہ کا طواف نماز ہے۔

لیکن کہاں پر نماز طواف پڑھو؟کعبہ کے گرد سارے کا سارا مصلیٰ ہے،؟ تمام مسجد الحرام کہ وہ بھی مصلیٰ ہے ؟ اور دو نوں مقام ابراہیم بھی رہے ہیں ؟ نہ صرف مشہور مقام ابراہیم میں : وہی جگہ جہاں سے حج کا اعلان کیا ہے تاکہ تم بھی اس کو

یاد کرو اور خود اعلان حج کا ذریعہ قرار پاؤ، وہی جگہ جہاں پر قدم رکھ کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی ہےتاکہ تم بھی معماران کعبہ اور بیت عتیق کے آباد کرنے والوں میں سے قرار پاؤ، اپنی دعوت سے۔ اپنی زیارت سے۔ اپنے طواف سے ہاں ! "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ"ابراہیم کی طرح زندگی اور عبادت کرو، معمار کعبہ کی طرح ایمان اور حج البیت کی دعوت دینے والے قرار پاؤ، ابراہیم خلیل کے ہمگام ، ہم نشان اور ہمنام ہوجا و۔

لیکن "مقام ابراہیم"جہاں آپ کےپاؤں کے نشان کا اثر معجزہ بنا ، یہ مختصر سی جگہ ہے جس میں اتنی بھی گنجائش نہیں ہے کہ ایک آدمی بھی نماز پڑھ سکے ، لہذا کس طرح حاجیوں کی بھیڑ گرداب طواف سےاس جگہ کی طرف آئے؟

یہاں پر من: سے " نہ "فی " اس سوال کا جواب ہے ؟ فرمایا: مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ حاصل کرو، نہ اس جگہ اور سے صرف صرف ا جائے نماز کی ابتدا کی تعیین ہوتی ہے۔

لیکن اس کی انتہاء کیا ہے، آیت سے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا ہے، صرف مقام ابراہیم سے نما زکی جگہ حاصل کرو، اس کے سامنے نہیں ، بلکہ مقام کے سامنے اور تم پیچھے اور کم سے کم اس کے نزدیک نماز پڑھو ، اس کےسامنے جائے بغیر، جیسا کہ بکثرت روایت میں آیت کے اس نظریہ کی اہل بیت (علیہم السلام) سے تائید و تصدیق ہوتی ہے، "اجعلہ اماما"یعنی مقام کو اپنے سامنے رکھو اور یہ جائے نماز کی ابتدا ،لیکن انتہا معین نہیں ہے،کیوں کہ نماز گزاروں کی بھیڑ بے شمار ہے ، اس کی انتہا یقینا مسجد الحرام کا آخری حصہ ہے ، البتہ مسجد کی آخری حد ہر زمانے میں نہ صرف ا س زمانے میں، جیسا کہ حضرت رضا(علیہ السلام) سے مروی ہے کہ بہت زیادہ بھیڑ کی وجہ سے آپ مسجد کے سائبانوں کے نزدیک مقام ابراہیم کے پہلو میں نماز پڑھتے تھے "مقام ابراہیم سے نما زکی جگہ حاصل کرو" البتہ نزدیک سے نزدیکتر ہو سکو کہ وہ رمز اور یہ امر دونوں کا تم میں ظہور ہو اور اس کے سر پر پاؤں نہ رکھو ، کسی کو مقام سے نزدیک تر ہونے کے لئے اذیت نہ کرو۔

رنجیدہ نہ کرو، صرف اپنی نماز طواف واجب کو نہایت ہی مختصرطور پر پڑھو اور اٹھ کھڑے ہو، مستحب نماز طواف کو مسجد الحرام میں کہیں بھی پڑھ سکتے ہو، اس کا ترک کرنا بھی جائز ہے ،اور یہ سارے طواف کرنے والونکا حق ہے ، اس کو غصب مت کرو، وہاں پر دائمی طور پر اقامت اختیار مت کرو، نماز طواف بدعت کی کان کواکھاڑ پھینکو، اپنے دوام کو توڑ دو، یہاں پر مقام ابراہیم ہے، اس کی طرح سےحق کے علمبراد رہو نہ باطل کے طرفدار، توحید کا ترانہ گاؤنہ باطل کا،نماز طواف واجب طواف کی طرح واجب ہے اور جس طرح ترک یا نقص طواف سے تمہارا کام ناقص ہے نقص وترک نماز طواف سے بھی ناقص ہے، لازم ہے کہ تمام واجب نماز کو جانواور بجا لا و تاکہ طواف کے بھنور سے نکل سکو اور مقام ابراہیم کی پشت پر نکل آو۔

اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس طرح سے طواف کرو تو اسی طرح حالت احرام میں باقی رہو یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ طبعاً سخت بھی نہیں ہے ، نما زکو صحیح اور شرائط صحت کی رعایت کے ساتھ پڑھو ، ورنہ نہ طواف کرنے کا حق رکھتے ہو اور نہ نماز پڑھنے کا حق رکھتے ہو، جب تک تمہارے پاس وقت ہے اپنی نماز صحیح کرنے کی کوشش کرو اور اس کے بعد طواف کرو اور نماز طواف پڑھو ، نماز طواف کی نیابت پر اعتماد نہ کرو کیوں کہ شریعت کے خلاف معین موارد کے علاوہ بدعت اور ایک تجارت ہے کیوں کہ نود ونہ در صد طواف کی نیابتی نمازیں صحیح نہیں ہیں اور اب واجبات نماز طواف اور اس کے شرائط چند مسائل کے ضمن میں بیان ہو رہے ہیں :

مسئلہ۱۔ جیسا کہ مربوط آیت سے ہم نے سمجھا کہ نماز طواف کی جگہ کا آغاز مقام ابراہیم سے ہوتا ہے اور مسجد الحرام کے آخر تک ضرورت کے وقت پڑھی جاسکتی ہے۔

اور کیا اس آغاز کہ معنی یہ ہیں کہ صرف مقام ابراہیم کی پشت سے جہاں تک ممکن ہو یا مقام ابراہیم میں تمام مسجد الحرام کی چوڑائی کی دائیں اور بائیں سمت

بھی حدود نماز میں داخل ہے؟قدر مسلم حدود مقام کی پشت پر صحیح ہے اور اطلاق کے مطابق"مقام ابراہیم سے"ظاہراً اس کی دونوں سمت کعبہ کے مقابل،ضلع کے بقدر،وہی ضلع ابراہیمی،بھی جہاں تک یہ کہیں کہ یہ مقام کے نزدیک ہےاسی حدود میں داخل ہے اور قدر مسلم مقام کے سامنے نماز طواف واجب نہیں پڑھنی چاہئے اور روایت میں بھی کبھی پشت مقام اور کبھی مقام کے نزدیک آیا ہے ، لیکن پہلی حد اصل اور دوسری فرع ظاہر ہوتی ہے اور شاید مقام کے نزدیک سے مراد وہی پشت مقام ہو خصو صا یہ کہ دستہ اول کی روایت کبھی انحصاری طور پر پشت مقام کی تعیین کرتی ہیں اور صرف ایک روایت کہتی ہے "بحیال المقام"مقام کے نزدیک کہ وہ بھی ضرورت کے وقت ہے ۔

اس اصل کی بنیاد پر نماز طواف واجب کی ترتیب مکانی مندرجہ ذیل شکل میں اور اس کی نمائندہ اس سے نیچے ہے :

۱۔ پشت مقام: البتہ جتنا زیادہ نزدیک تر ہو بہتر ہے۔

۲۔ اس کے بعد دور تر مسجد الحرام سے لے کرآخر تک کہ"پشت مقام "کا صادق آنا کم تر اور دوسرے مرحلہ میں ہے ، البتہ جس قدر بھی مقام کے حدود مربع سے زیادہ دور ہوں گے اتنا ہی حدود نماز بھی صدق عرفی کے مطابق زیادہ دور ہو گی، اور نوبت کے تیسرے مرحلہ میں ۔

۳۔ مقام کے دائیں اور بائیں سمت کی نوبت آتی ہے کہ پہلے درجہ میں ضلع ابراہیمی کعبہ کے بقدر اور بعد میں مسجد الحرام کے آخر تک دونوں طرف سے اور پشت سے بھی اسی ترتیب سے تھوڑا تھوڑا ا سکا خط زیادہ دراز ہوگا اور نتیجہ میں دومثلث کی تشکیل ہوگی، اور تینوں مثلث پشت وطرفین مقام سے مل کر ایک کامل مربع کی تشکیل دیتے ہیں اور اگر ان دونوں مثلث میں بھی جگہ نہ ہو کہ ہمارے زمانے میں ایک بعید فرض ہے تو طبعاً اپنی نماز طواف کو مسجد الحرام میں دوسری جگہوں پر پڑھے ،البتہ کعبہ اورمقام کے درمیان فاصلہ کی رعایت کرتے ہوئے جو

نماز طواف کے حدود میں نہیں ہے اور اب نماز کی شکل مربع، شکل مربع کتاب سے بنائی ہے۔

١۔ صحیحہ معاویہ بن عمار میں حضرت صادق(علیہ السلام) سے ہے کہ آپ نے فرمایا:"واجعلہ اماما" مقام کو اپنے سامنے رکھو اور یہی جملہ زیادہ روایات میں نظر آتا ہے اور خبر صفوان بن یحیی میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ کسی کےلئے سزاوار نہیں ہے کہ نماز طواف پڑھےمگر پشت مقام ابراہیم، آیت کی رو سےلیکن

صحیحہ حسین بن عثمان میں کافی کی نقل سے ہے کہ حضرت رضا کو دیکھا گیا کہ آپ لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے نماز طواف واجب کو مقام کے پہلو میں مسجدکی چھت کے نزدیک پڑھ رہے ہیں ، بنا بر این یہاں تک کہ کوئی ایسی روایت جو حالت اختیار میں نماز طواف واجب کو مقام کے دونوں پہلو میں پڑھنے کی تجویز کرتی ہو، دکھائی نہیں دیتی ہے اور روایات میں "عند المقام"سے مراد وہی پشت مقام ہے جیسا کہ خبر صفوان میں حصر کے ساتھ بیان ہوا ہے "مگر پشت مقام"جہاں پر عرفاً پشت مقام ہے، طبعاً مقدم ہے، اور اس کے بعد مقام کے دو پہلو اول ضلع ابراہیمی میں اور اس کے بعد مسجد الحرام کے آخر تک اور نماز گزار خود تشخیص دے سکتا ہے کیوں کہ یہ ایک عرفی بات ہے جہانپر فقیہ بھی عادی لوگوں کی سمجھ اور تشخیص کی طرف رجو ع کرتا ہے،۔

اور کل ملا کر "مقام ابرہیم سے" اور تعبیر روایت کے پیش نظر١۔ مقام کے نزدیک ٢۔ مقام کی پشت پر ، مستفاد ہوتا ہے کہ پشت پہلے درجہ مینمقام کے نزدیک ہے، اور اس کے بعد پشت دور جہاں تک پشت مقام کہا جائے،ہے اورا س کے بعد طرفین مقام جو کم سے کم کعبہ کے ضلع ابراہیمی میں ہوتا ہے کہ اگر پشت مقام نہیں ہے تو مقام کے نزدیک ہو، اور ظاہراً خود"مقام سے" دونوں کو ا سی ترتیب سے شامل ہے۔

مسئلہ٢۔ اگر نماز طواف واجب کو سہو ونسیان یا جہالت یا لا علمی کی وجہ سےپشت مقام یا طرفین مقام پر نہ پڑھ سکیں تو کافی نہیں ہے اورجس وقت یہ بات سمجھ میں آجائے تو اگر مکہ میں ہے واجب ہے پشت مقام کا اعادہ کرے اور اگر مکہ سے باہر ہےاور واپس نہیں آسکتا یا آناسخت ہے تو نائب اختیار کرے اورا س کے بقیہ اعمال اعادہ کے محتاج نہیں ہیں مگر یہ کہ عمداً اپنی نماز دوسری جگہ پڑھی ہو۔

مسئلہ۳۔ اگر پشت مقام پر زیادہ بھیڑ ہے اور اس وقت وہاں نماز طواف بجالانا ممکن نہیں ہے ، اگر تھوڑا سا تأ مل کرے کہ موالات ختم نہ ہوتو پشت مقام پر نماز پڑھ سکتا ہے بصورت امکان اسی قدرصبر کرے اور اگر صبر نہیں کر سکتا یا زیادہ وقت درکار ہےاور موالات اس مدت میں جاتی رہے گی تواپنی نماز جہاں بھی پڑھ سکتا ہے پڑھے اور احتیاطا رفع مزاحمت کے بعد بھی پشت مقام پر اس کا اعادہ کرے، اگر چہ بظاہر وہی پہلی والی نماز کافی ہے اور احتیاط واجب نہیں ہے۔

مسئلہ۴۔جہاں تک کہا جائےکہ پہلے درجہ میں پشت مقام ہے ، ظاہراً اس میں نزدیک ا ور دور میں کوئی فرق نہیں ہے مگر یہ کہ "عند المقام"صادق نہ آئے، اور آخر کار جتنا زیادہ سے زیادہ نزدیک ہو بہتر ہے، ، یعنی پشت مقام کے نصف مثلث کی حد میں یا کم سے کم جہا ں بھی پڑھو، تکلیف ساقط ہے ، جہاں تک کہ عند المقام بھی ہو ، لیکن مثلث کا نصف اول جو مقام پشت کا دوسرا حصہ ہے اگر چہ یہ بھی صدق عرفی رکھتا ہے لیکن بظاہر زیادہ سے زیادہ نزدیک ہونے کی رعایت یہاں پر لازم نہیں ہے کیوں کہ اگر چہ پشت مقام ہےلیکن "عند المقام"نہیں ہے ، اور ان دونوں کے درمیان جمع کرنا بصورت امکان واجب ہے، کہ یہ خود "پشت مقام"اور "عند المقام"کے درمیان جمع کرنے کا مقتضی ہو۔

مسئلہ۵۔ اگر مقام کی پشت پر جو مثلث ہے اس کے سامنے کچھ ایسے فرش ڈال دئے جائیں کہ ان پر سجدہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور کوئی دوسرا وسیلہ بھی صحیح سجدہ کے لئے وہاں پر نہیں ہے جو جگہ قابل سجدہ ہے وہاں پر نماز پڑھیں چاہےمقا م سے جس قدر دور ہو، البتہ نزدیک سے نزدیک تر کی رعایت کرتے ہوئے۔

مسئلہ۶۔ جیسا کہ پہلے اشارہ ہوا جب تک مقام کی پشت پر نماز طواف پڑھی جا سکتی ہے طرفین میں سے کسی ایک طرف بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے اور چونکہ ہماری احادیث میں اس بارے میں موشکافیاں نہیں ہوئی ہیں لھذاوہی صدق عرفی کافی ہے اور ان سے اور ان سے دریافت کرنا بھی ضروری نہیں ہے،آپ خود علماء سے

بہتر سمجھتے ہیں کہ مسجدالحرام میں کہاں تک پشت مقام ہے، اور یہی کافی ہے بلکہ انہیں موضوعات عرفی میں آپکی طرف رجوع کرنی چاہیئے ۔

مسئلہ۷۔ جیسا کہ اس حصہ کےآغا ز میں عرض کیا کہ مقام کی پشت کی حد سے متعلق صرف ا س کی ابتداء کےبارے میں آیت میں ذکر ہوا ہے "من مقام ابراہیم"اور انتہا کا کوئی ذکر نہیں ہے ، بنا بر این مسجد الحرام کے آخر تک اگر عرفاً بھی نہ کہاجائے کہ پشت مقام ہے، نماز طواف صحیح ہے، شرط یہ ہے کہ آگے نہ پڑھ سکتا ہو اور طبعاً مقام کی پشت پر جو مثلث ہے اس کی حد کا دوسرا حصہ طرفین مقام دائیں اور بائیں جو مثلث ہیں ان پر مقدم ہے کیوں کہ نماز طواف کے دائرہ کی ابتداء خود مقام ہے نہ مربع مقام کہ تمام ضلع جو وسط میں مقام کو قطع کر سکتا ہے۔

مسئلہ۸۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ مقام اپنی اس موجودہ جگہ پر نہ تھا بلکہ عمر نے اس کو کعبہ کےنزدیک سے یہاں پر منتقل کیا ہے ،لیکن یہ بات چندوجھوں سے قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ مقام جو حدود نماز طواف کے لئے خود معیار ہے اس جگہ کی تبدیلی ممکن نہیں ہے کہ مسلمانوں ا ور ائمہ اسلام نے اس کی مخالفت نہ کی ہو یا خلیفہ مسلمین میں ایسی تبدیلی کی جرأت ہو ، اور اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہوتیتو خلیفہ کے اوپر ہونےو الے اعتراضات میں اس کو کلیدی حیثیت حاصل ہو تی اور حضرت علی پر اپنے احتجاجات کے ضمن میں اسے ضرور بیان فرماتے۔

۲۔اگر مقام کی جگہ پہلے خانہ کعبہ سے متصل ہوتی بنا بر این آیت کے مطابق نماز طواف اسی پہلی جگہ سے شروع کی جا سکتی تھی کہ نماز طواف کا دائرہ دیوار کعبہ سےبوجب کہ ائمہ اہل بیت (علیہم السلام)کے اجماع کی رو سے موجودہ مقام سے آگےنماز پڑھنا باطل ہے اور مقام ابراہیم کی جگہ کی تبدیلی حکم خدا کو تبدیل کر سکتی ہے یا آیت مقام کی نظر صرف اسی آئندہ پر ہے جو عمر نے مقام ابراہیم کے لئے اپنی نظر میں رکھا ہے ،اختیار آپ کے ہاتھوں میں ہے!

بنا بر این لازمی طور پر مقام ابراہیم نزول آیت "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ"کے وقت اسی جگہ موجود تھا، اگر چہ تعمیر کعبہ کے وقت ابراہیم کے پیروں کے نیچے ۔ہوا ہے ، اور شاید حج کا اعلان کرتے وقت موجودہ جگہ منتقل ہوا ہے ا ور ان دونوں حساب سے بھی مقام ابراہیم ہے کہ اگر کسی دن اس کی جگہ تبدیل کریں، یا معاذاللہ ختم ہو جائےوہی جگہ ۔ مقام کی جگہ نہ خود مقام ۔نماز طواف کی جگہ قرار پائے گی۔

بنا بر این "مقام ابراہیم" نماز طواف کے حوالہ سےصرف موجود پاؤں کے نشان کی جگہ نہیں ہے ، کہ جہاں پر جائے نماز طواف کی جگہ بھی وہی پر ہوگی، بلکہ وہی نقطہ جو اس وقت مقام کی جگہ ہے اگر چہ سنگ مقام جابجا ہو یا ختم ہو جائے۔

لیکن آیہ مبارکہ مقام کا ظاہر یہ ہے کہ ابراہیم کے پیر کا نشان جو خارق عادت کا نمایاں نمونہ ہے اسی طرح باقی رہے گا "فیہ آیات بینات من مقام ابراہیم "اس میں روشن نشانیاں ہیں؛ مقام ابراہیم، اور طبعاً آیہ کریمہ نسخ وزوال کے قابل نہیں ہے۔

اور جیسا کہ طواف کے باب میں ذکر کیا کہ حتی المقدور مقام کی پشت سے طواف نہیں کرنا چاہیئے اس کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ نماز گزاروں کے لئے مزاحمت ایجاد نہ ہو ، کعبہ کی تمام جہتوں میں یہ رکاوٹ نہیں ہے ،لیکن اگر طواف کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ مقام کی موجودہ جگہ بھی پر ہو جائےمثلاً منبر تک جیسا کہ حج کے موسم میں اسی طرح ہے اس صورت میں حکم بر عکس ہوگا کہ نماز پڑھنا اس دائرہ میں چونکہ طواف میں مزاحمت کاباعث ہے ، ظاہراً صحیح نہیں ہے ۔

اور واجب ہے طواف کے حدود کے باہر نماز پڑھے اور مسجد الحرام کے آخرتک پہلے زاویہ میں اور اس کے بعد مقام کے پہلو کے دو زاویوں میں اور پھر مسجد الحرام کے بقیہ زاویوں میں قدرمسلم یہ ہے کہ طوافکی جگہ مصلیٰ پر مقدم ہے، پہلے حدود طواف کی رعایت ہونی چاہیئے اس کے بعد حدود نماز کی اور یہی وجہ

ہے کہ نماز کے لئے کوئی حد اور انتہا معین نہیں ہوئی ہے جیسا کہ طواف کے لئے بھی ایسا ہی ہے ۔

مسئلہ۹۔ نماز طواف واجب کی جگہ میں "پشت وپہلوئے مقام " میں ا س بات کی رعایت ہونی چاہیئے کہ مرد عورتوں سے آگے ہوں لازم نہیں ہے کیونکہ یہ تکلیف حرجی اور نا قابل اجراء ہے، کیوں کہ ایک طرف سے وقت نماز طواف محدود ہے اور دوسری طرف سے مکان نماز طواف بھی محدود ہے ، لیکن اگر مقام ابراہیم کے پاس خلوت ہو تو اس وظیفہ کی رعایت لازم ہے کیوں کہ اس وقت کوئی حرج نہیں ہے ۔

مسئلہ۱۰۔ نماز طواف واجب کے علاوہ مقام ابراہیم کو مشغول اور پر کرنا جائز نہیں ہے، خواہ مستحبی نماز بجا لانے کے لئے ہو، اور خواہ نیابتی نماز کے لئے ہو ،مگر ان مقا مات پر جہاں شرعاً واجب ہے اور تفصیلا یاد دہانی کرائیں گے۔

بہر صورت مقام کے حدود میں طواف واجب کی نماز پڑھنے والوں کے لئے مزاحمت ایجاد کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے، مگر نماز طواف واجب یا نماز جماعت کے لئے ، وہ بھی بقدر ضرورت کہ اگر اس حکم کے خلاف طواف واجب کے نمازیوں کے لئے مزاحمت ایجاد کروگےتو ظاہراً تمہاری نماز صحیح نہیں ہے اور مکان غصبی کے حکم میں ہے تمہیں صرف یہ حق ہے کہ یہاں پر نماز طواف واجب پڑھو نہ یہ کہ دوسری نمازونو عبادتوں کے ذریعہ دوسروں کے حق میں رکاوٹ بنو ، مگر یہ مقام ابراہیم میں خلوت ہو اور کوئی مزاحمت نہ ہو۔

نماز طواف واجب کا وقت:

مسئلہ۱۱۔ نماز طواف کی روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ واجب فوری ہے"فاذا فرغت من طوافک فأت مقام ابراہیم فصل رکعتین واجعلہ اماما"جب طواف سے فارغ ہو جاؤ تو مقام ابراہیم جاؤاور دو رکعت نماز پڑھو اور مقام کو اپنے سامنے قرار دو اور اصولاً نماز طواف واجب میں تاخیر جائز نہیں ہے یہاں تک کہ جس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسے غروب خورشید سے پہلے، چنانچہ صحیحہ محمد بن مسلم میں ہے

کہ میں نے حضرت محمد باقر(علیہ السلام)سے دریافت کیا : ایک شخص نے اپنے طواف واجب کو غروب خورشید کے وقت تمام کیا ہے ،؟آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز طواف اسی وقت اس پر واجب ہے، حتما مغرب سے پہلے اس کو پڑھے اور روایت منصور بن حازم میں ہے کہ "ہرگز طواف سے اس کو تاخیر میں مت ڈالو اورجب تمہارا طواف تمام ہو جائے تو بجا لاؤ۔

مسئلہ۱۲۔ یہ فوریت امکانی صورت میں ہے کہ اگر مثلاً نماز جماعت برپا ہوگئی طبعاً بحکم تقیہ اس میں شرکت کرنی چاہیئے ، اور پھر سے اس کے بعد بلا فاصلہ نماز طواف پڑھے اور اگر کوئی دوسرا عارضہ پیش آ جائے تو جانی ہو یا مالی، یا عزت و ناموس کاہو یا کوئی بھی فوری ضرور ت ہو ،طبعاً بقدر ضرورت نماز طواف واجب کو تاخیر میں ڈالا جاسکتا ہے۔

منجملہ ضروریات کہ موجب تاخیر ہے یہ ہے کہ قرأت غلط تھی ، نادانستہ طواف کیا اور نماز سے پہلے متوجہ ہوا؛ کیوں کہ نماز طواف غلط ہے ،باطل ہوگی، یہاں پر واجب ہے تمام تر کوشش کےساتھ حتی الامکان اپنی نماز کو صحیح کرنے کے بعد پڑھےاگر چہ گھنٹہ بھر اس کام میں لگ جائے ، لیکن اگر طواف سے پہلے جان گیا تو نماز صحیح کرنے سے پہلے طواف نہ کرے، اور اگر طواف کر لیا اورنماز صحیح کرنے کے لئے معطل ہوا ظاہراً نماز طواف بجا لائے اور پھر سے از ورئے احتیاط واجب طواف کی نماز اور نماز طواف بجا لائے ، اگر چہ بعید نہیں ہے کہ طواف اول کی طرف توجہ کئے بغیر کافی ہو کہ طواف کا اعادہ کرے اور بلا فاصلہ اس کی نماز بجا لائے

مسئلہ۱۳۔ اگر مسئلہ کا علم ہوتے ہوئے نماز طواف واجب کو تاخیر میں ڈالے، ظاہراً بے اشکال ہے، لیکن خصوصاً جاہل مقصر میں شدید احتیاط طواف اور نماز طواف کے اعادہ میں ہے

مسئلہ۱۴۔ نماز طواف میں تاخیر کرنا مسلمانوں کی مدد کے لئے بھی جائز ہے اورفوری ضرورت کی صورت میں واجب ہے جیسا کہ خود طواف کے بارے میں تفصیل سے یہ بات گزر چکی ہے

اصالت یا نیابت:

مسئلہ۱۵۔ نماز طواف بھی تم پر دیگر حج وعمرہ کے واجبات کی طرح واجب ہے اور اصولی طور پر قابل نیابت نہیں ہے ؛کیوں کہ تکلیف خود تمہاری طرف متوجہ ہے نہ تمہارے غیر کی طرف ،لہذا جہاں تک ممکن ہے خواہ تم نماز طواف پڑھو مگر تین صورت میں کہاگر عذر قطعی ہےتو طبعاً تکلیف نیابت کی طرف منتقل ہوجاتی ہے

۱۔ نماز طواف سے پہلے مر جائے، کہ طبعاً واجب ہے کہ نماز طواف کے لئے نائب اختیار کیا جائے

۲۔ لاعلمی یا فراموشی کی وجہ سے نماز طواف نہیں پڑھی اور مکہ سے خارج ہوگیا اور واپس آنا اس کے لئے نا ممکن ہے یا مشکل ہے ، یہاں پر اس کے علاوہ کہ خود جہاں بھی نماز طواف پڑھے نائب بھی اختیار کہ پشت مقام ابراہیم میں اس کی نیابت میں نماز طواف پڑھے

چنانچہ اگر غلط نماز پڑھی ہے باوجود یکہ صحیح نماز پڑھ سکتا تھا ، اب مکہ سے واپس آکر ا پنی غلطی کی طرف متوجہ ہوا ہے ،یہاں پر بھی اگر واپس نہ لوٹ سکے تو اس پر وہی حکم نافذ ہوگا ،اگر چہ نائب بھی مکہ میں بنایا ہو؛ کیوں کہ اس نےاپنےفریضہ کے خلاف عمل کیا ہےلہذاجو اس نے نماز غلط پڑھی ہے وہ کافی نہیں ہے اور نہ ہی نیابت کافی ہے جو غلط اختیار کی ہے اور فی الوقت جہاں کہیں بھی اپنی نماز صحیح قراءت کے ساتھ پڑھے اور پھر نائب بھی اختیار کرےتو پشت مقام ابراہیم پر نماز پڑھے

۳۔ طواف کے بعد اس طرح بیمار اور بدحال ہو جائے کہ جب تک مکہ میں بہبودی کی امید نہ ہو اور نہ اس حالت میں کسی صورت نماز پڑھ سکتا ، نہ افعال ،نہ الفاظ اور نہ نیت کسی پر بھی قادر نہیں ہے، اس صورت میں بھی اس کے لئے نائب اختیار کیا جائے گا

لیکن اگر اس طرح ہے کہ واجب نمازوں کی طرح نماز مضطر کو انجام دے سکتا ہے کہ بیٹھ کر یا سوکریا اشارہ کے ذریعہ رکوع وسجود بجا لائے اور بقدر ممکن اذکار واجب بجا لائے ، اس صورت میں تکلیف خود اس سے ساقط نہیں ہے صرف اس صورت میں نائب کی طرف منتقل ہوگی جہاں پر کسی صورت میں بھی نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہے

اس اصل کی بنیاد پر زندہ شخص جو ابھی مکہ میں ہے اور کسی بھی طرح سے نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسے شخص کا نائب اختیار کرنا بدعت ہے اور تکلیف کو اس سے ہرگز ساقط نہیں کرتا ہے، البتہ چوتھا مورد بھی ہے جہاں پر بعض فقہاء کہتے ہیں کہ خود تکلیف نماز پڑھنے کے علاوہ احتیاطا نائب بھی اختیار کرے اور جماعت سےبھی پڑھے

اس صورت میں کہ اس کی نماز قراءت یا کسی اور واجب کے لحاظ سےغلط ہے اور سیکھنےمیں بھی سہل انگاری کی ہے اور اس کی اصلاًح کرنے کا بھی وقت نہیں ہے تو یا یہی غلط نماز پڑھے یا بغیر نماز پڑھے مکہ سے خارج ہو جائے – (۱)

یہاں پر بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وہی غلط نماز پڑھے اور احتیاطا نائب بھی کرے اور جماعت سے بھی اس کا اعادہ کرے، لیکن ہماری نظر میں یہ احتیاط بر خلاف احتیاط اور بدعت ہے کیوں کہ نیابت ادلہ کے مطابق تین گذشتہ موارد میں منحصر ہے اور جماعت کے لئے بھی دلیل چاہیئےاور ادلہ نماز جماعت نماز طواف کو شامل نہیں ہے ، البتہ اگر اپنی نماز کو تلقین کے ذریعہ درست کر سکتا ہے واجب ہے

کہ کسی کو آمادہ کرے کہ حالت نماز میں ایک ایک کلمہ اور اذکار واجبہ کو بلند اور بصورت لزوم دو بار ادا کرے اور اس طرح سے صحیح نماز ادا کرےاور قدر مسلم احتیاط نیابت اور جماعت اگر حرام نہ ہوتو واجب بھی نہیں ہے ،کیوں کہ مکلف خود زندہ ہے اور موجودہ وقت میں اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں ہے اور مزید وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مسائل کی طرف توجہ کریں:

۱۔ یہاں پر مجتہدین کی عبارتیں اپنی اپنی مناسک میں اجمال وتفصیل کے لحاظ سے اور اسی طرح اس حوالہ سےلزوم نیابت کے بارے میں مختلف ہیں، بعض بزرگ مراجع تقلید اس بارے میں ا صولی طور پر نیابت کو کافی نہیں جانتے ہیں، (۱)اور بعض نے احتیاط واجب بھی کہا ہے، (۲)اور بعض نے کہا ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو پڑھے اور نائب بھی بنائےاس سلسلہ میں تمام فقہامتفق ہیں کہ صحیح نمازیاد کرنے میں اس نے سہل انگاری کی ہے اور اب صحیح کرنے کاوقت بھی نہیں ہے (۳)

۱۔ مناسک آیۃ اللہ العظمیٰ الخمینی روحی لہ الفداء، اگر شخص قرائت ا ور اذکار واجب یاد نہیں کر سکتا تو جس طرح سے پڑھ سکتا ہے خود پڑھے اور کافی ہے اور نائب بنانا کافی نہیں ہے اور اگر قرائت اور انکار واجب یاد کرنے میں سہل انگاری کی وجہ سے مسامحہ کیا یہاں تک ک وقت تنگ ہوگیا تو نماز کو جس طر ح پڑھ سکتا ہے پڑھے اور صحیح ہے لیکن گنہگار ہے

۲۔ مناسک آیۃ اللہ العظمیٰ الخوئی ، دوسری صورت میں احواط یہ ہے کہ اس کو جماعت سے پڑھے اور نائب بھی کرے اور اسی طرح ہیں دگر مناسک۔

۳۔ مناسک آیۃ اللہ شریعتمداری: جنہوں نے حمد وسورہ کی قرائت صحیح نہیں کی تو خود جس طرح سے پڑھ سکتا ہو اسی طرح پڑھنا لازم ہے اور امکان کی صورت میں اقتداء کریں اورکسی کو نائب بھی بنا ئیں ، یہاں پر "ممکن ہے"لوگوں کی بیداری اور مقام فقاہت کی حفاظت کی غرض سے اس طرح مطالب نکالا جائے کہ اگر وقت ہے اور درست کر سکتا ہے تو جس قدر درست کر سکتا ہےدرست کرے ورنہ جس طرح جانتا ہے اسی طرح پڑھے ۔

مسئلہ۱۶۔ نماز طواف جو پنجگانہ نمازوں کی طرح خود مکلف پر واجب ہےاس کاصحیح اور غلطی کے بغیر انجام دینا لازم ہے ،بلکہ طواف کی اہمیت زیادہ ہے، کیوں کہ اگر دوسری واجب نمازکو ترک کیا توصرف ترک واجب کیاہے، اور لازم ہے اس کی قضا کرو، لیکن اگر نماز طواف واجب ترک کردو تو ترک واجب کے علاوہ حج یا تمہارا عمرہ بھی صحیح نہ ہوگا، اگر نماز طواف عمرہ مفردہ ہےتو احرام سے باہر بھی نہ آؤ گے اوراگر طواف حج کی نماز ہے توتمہارا حج ناقص ہے اور بعض محرمات احرام اپنی جگہ پرباقی رہیں گے، اور اگر نماز طواف نساء ہےتو میاں اور

بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوں گے ، اس کے بر خلاف جو عام طور پر لوگ گمان کرتے ہیں، یہ تنہا نماز طواف نساء نہیں ہےجس کو اہمیت دی جائے ،کیوں کہ طواف عمرہ تمام محرمات احرام کے برابر طواف نساء سے زیادہ اہم ہے ، چنانچہ نماز طواف حج کو نماز طواف نساء کے دو برابر ا ہمیت حاصل ہےاور پھر اگر نیابت نماز طواف میں صحیح ہو تویہ دیکھنا چاہیئے کہ تمہاری قرائتتو غلط ہے اور اسی وجہ سے نائب کی تلاش میں ہو، کیا تمہاری غلطی صرف طواف نساء میں ہے کہ نماز طواف عمرہ میں درست ہے، طبعاً دونوں میں غلط ہے ، پس اگر تمہارا وظیفہ نیابت ہو نماز طواف عمرہ کے حوالہ سےبہت سے اہم ہے اور اگر سینکڑوں نماز طواف نساء صحیح بھی پڑھو جب بھی تمہاری نماز طواف عمرہ غلط ہے ہرگز احرام حج سے خارج نہ ہوگے اور اسی طرح محرمات احرام میں گرفتار رہو گے ، لہذ ایہ کون سی نادانی ہے کہ ہر چیز سے پہلے طواف نساء کے نائب کے پیچھے پڑجاؤ -

مسئلہ۱۷۔ جس کی نماز صحیح نہیں ہے اس کو نماز صحیح کرنے سے پہلے طواف کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ واجب ہے کہ جس قدر اپنی نماز صحیح کرنے میں کوشش کر سکتا ہے کوشش کرے یہاں تک کہ مایوس ہو جائے اور اب اس سے زیادہ صحیح کرنا اس کے بس میں نہ ہو تو اس کے بعد طواف کرے اور جتنی نماز صحیح کی ہے اسی قدر اپنی نماز طواف بجا لائے اور مطلقا کافی ہے،کیوں کہ"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا"خدا کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں کرتا

اسی طرح گونگا آدمی یا وہ شخص جو بعض حروف کے مخار ج سے عاجز ہے ، یا زبان اورلغت میں کوئی نقص ہے، جس طرح سے نماز پڑھ سکتا ہے پڑھے اور یہی اس کے لئے بلا شک کافی ہے ، مزید توضیح کے لئے نماز کی نسبت حالات مکلفین اقسام کو ذکر رہے ہیں:

۱۔ واجبات نماز کو بقدر کافی یاد کیا ہے اور اس کی نماز کی صحت قابل بحث نہیں ہے

۲۔ اپنی نماز صحیح کرنے کے لئےبقدر ممکن اور مقدور کوشش کی لیکن ابھی بھی کچھ غلطیاں ایسی رہ گئیں ہیں جن کا درست کرنا ممکن نہیں ہے ، یہاں پر بھی گونگے اور ناقص شخص کی طرح اس کی نماز صحیح ہے۔

۳۔ سہل انگاری کی وجہ سے ابھی بھی اس کی نماز غلط ہے لیکن ابھی کہ مکہ آیا ہے اس کے پاس اپنی نماز صحیح کرنے کا وقت ہےتو جس قدر اس کے پاس وقت ہے اور اس مدت اور وقت میں جس قدر درست کر سکتا ہے ،درست کرے

۴۔ اسی فرض میں وقت اس قدر تنگ ہے کہ کسی قیمت پر بھی نماز درست نہیں کر سکتا ہےورنہ نماز اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی یہاں پر بھی جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے، اگر چہ ان دونوں فرضوں میں سہل انگاری کی وجہ سےگنہگار ہے اور بعض فقہاء جو فرماتے ہیں کہ احتیاطا نائب اختیار کرے اور جماعت سے بھی پڑھے،، وہ یہی مورد ہے جو مورد اختلاف ہے، لیکن پوچھنا چاہیئے کہ کیا ہزار میں سے ایکزائربھی ملے گا جسکے پاس اپنی نماز کی اصلاح کےلئےآدھا گھنٹہ بھی وقت نہ ہو ، بالکل نہیں، یہاں تک کہ عمرہ تمتع میں بھی بہت نادر ہے کہ جب مکہ پہونچوتو انجام اعمال عمرہ کے علاوہ تمہارےپاس کوئی وقت نہ ہو ، کجا عمرہ مفردہ!

بنا بر این طواف کی یہ ساری نیابتیں باطل ہیں اور بدعت اور اس کے مقابلہ میں جو پیسہ لیا جاتا ہے حرام ہے اور تمہارے دوش سے بالکل کوئی بوجھ کم نہ ہوگا بلکہ کبھی تمہارے کام میں اور زیادہ مشکل پید اکرتا ہے مثلاً یہ کہ نائب پر اعتماد کرتے ہوئےنماز طواف بالکل نہ پڑھو ، یا وقت اور سیکھنے کا امکان ہوتےہوئےاصلاً نماز میں سہل انگاری کرو

اور عجب یہ ہے کہ بعض نماز طواف کی تجارت کر نےبعض تاجر تمام فتاویٰ کے بر خلاف ہمیشہ اپنے مشتریوں کی تلاش میں لگےرہتےہیں اور مبلغ طے کرنے میں چونا لگاتے اور بازار کو گرم کرنے کے لئےحاجی اور حاجیہ کے لئے میاں اور بیوی کے ایک دوسرے پر حرام ہونے کو مجسم کرتےرہتے ہیں اور بہت ممکن ہے

کہ اسی ائر پورٹ سے ہی میاں اور بیوی کے حلال ہونے کی خاطر بہت زیادہ پیسہ اپنی جیبوں میں بھرتےہیں اور اس طرح سےزائرین خانہ کے بار کو سنگین تر اور حرام کو ان کے لئےمزید حرام کردیتے ہیں -

یہاں پر ہم پوری صراحت کےساتھکہتے ہیں کہ یہ نیابتیں چند رخ سے حرام ہیں:

۱۔ خود نیابت معین موارد کے علاوہ بدعت اور شریعت کے خلاف ہے

۲۔ بدعت کے مقابلہ میں رقم لینا بدعت در بدعت ہے اور قطعا حرام ہے

۳۔ اس طرح کی تجارت باعث ہوتی ہے کہ لوگ اپنی اس جہالت پر باقی رہیں اور جس نماز کو پوری زندگی درست نہیں کیا، یہاں پر بھی کہ بہت ہی ضروری ہے کچھ پیسہ دیکر اس کو خرید لیں ا ور پیسہ دیکر نائب پر اعتماد کر کے اپنے بار کو اور زیادہ سنگین کر لیں

۴۔ نائب وظیفہ شرعی کے بر خلاف درخواست نیابت کے مقابل سکوت کرے اور اس کو اس کے وظیفہ واجب سےآشنا نہ کرے اگر تمھار ی قرائت غلط ہے تو واجب ہے کہ ا سکو صحیح کرو اپنی نماز طواف خود پڑھو اور اگر صحیح ہے تو نیابت اولویت کے ساتھ بالکل بے معنی ہے لہذا نماز طواف کی نیابت کئی رخ سے حرام ہے -

مسئلہ۱۸۔ جن افراد نے اب تک اس طرح کی غلط کاریاں کی ہیں اور اب سمجھ گئےہیں کہ ان کا کام صحیح نہیں تھا توتاجرکی نیابت پر اعتماد نہ کرتے ہوئےوہی غلط نمازجو خود پڑھی ہے یانہیں پڑھی ہے ، اس وقت اگر دسترسی رکھتے ہیں توواجب ہے کہ صحیح قرائت کےساتھ پشت مقام ابراہیم میں اپنی گذشتہ نماز کی تلافی کریں اور ہر عمرہ مفردہ کے لئے دو نماز طواف ، اول طواف عمرہ کے لئے اور اس کے بعد طواف نساء کے لئے پڑھیں اور عمرہ تمتع کے لئے ایک نماز ا ور حج تمتع

کے لئے بھی عمرہ مفردہ کی طرح دو نمازیں پڑھیں اور اگر دسترسی نہیں رکھتے ہیں تو واجب خود صحیح طریقہ سے جہاں بھی ہیں پڑھیں ، نائب بھی کریں کہ پشت مقام ابراہیم نماز پڑھے، اور اگر دانستہ طور پر اس فریضۃ پر عمل نہ کریں یا جان لیں کہ ان کا حج یا عمرہ اسی طرح ناقص ہے اور حالت احرام میں باقی رہیں گے تو کم سے کم میاں اور بیوی کی حرمت باقی رہے گی

مسئلہ۱۹۔ اگر از روئے قصور یا تقصیر جس حد تک اپنی نماز کو صحیح کر سکتا تھا صحیح نہیں کیا اور وقت تنگ ہوگیا توفی الوقت جس طرح سے پڑھ سکتا ہے پڑھے اور صحیح ہے اور نائب اور جماعت نہ واجب ہے اور نہ ہی مشروع وجائز، البتہ اگر دوسرے کی تلقین سے غلطیوں کی اصلاح کر سکتا ہے تو اصلاح کرے، اگر تقیہ کے بر خلاف نہ ہو تو کسی کو اجرت پر تیار کر نا واجب ہے کہ وہ اس کی طرف سے نماز بلند بلند پڑھے اور وہ بھی کلمہ بہ کلمہ اس کی تقلید کرے اور اسی طرح اپنی نماز بجا لائے

مسئلہ۲۰۔ ظاہراً جاہل قاصر ومقصر اور فراموش کرنے والاسب کا یہاں پر حکم یکساں ہے کہ جس وقت متوجہ ہو جائےاو ر تلافی ہوسکتی ہے اگر چہ مدتوں فاصلہ ہو چکا ہو، اور جیسا کہ مکرر گزر چکاکہ اگر مکہ سے خارج ہوچکا ہے اور واپس نہیں آسکتا ہے اور آیت اور روایت کی رو سے لازم ہے جس جگہ ہے خود بھی پڑھے اور پشت مقام ابراہیم پرنماز طواف بجا لانے کے لئے کسی کو نائب بھی بنائے کہ اس کا خود پڑھنا فوت شدہ یا باطل شدہ نماز کی قضا ہے اور نیابت مقام ابراہیم کے مخصوص مکان کے لئےہے ، کیوں کہ آیت کی رو سے نماز کی جگہ مقام ابراہیم ہے ، اب جب کہ تم پشت مقام پر نماز نہیں پڑھ سکتے ہو تو جہاں پڑھ سکتے ہو وہاں پڑھو اور اس واجب مکانی کی تلافی نیابت سے ؛کرو کیوں کہ تکلیف۱۔ نماز ۲۔ مقام ابراہیم میں دونوں سے مرکب ہے اور طبعاً اس صورت میں کہ دونوں کو خود انجام نہیں دے سکتےہواس کی نائب کے ذریعہ تکمیل کرو گے اور اس طرح اس حوالے سے مختلف روایات کے درمیان جمع کریں گے کہ آیہ مبارکہ سے ہم آہنگ ہو۔

مسئلہ۲۱۔ ان تمام موارد میں جہاں قضا یا نیابت یا دونوں مکلف پر واجب ہیں، طواف و سعی کی تکررا لازم نہیں ہے، مگر اس شخص پر جس نے نماز نہیں پڑھی یا غلط پڑھی ہے جب کہ جانتا تھا کہ نماز صحیح کرنی چاہیئے کہ ان موارد میں اصلاً عمرہ یا اس کا حج باطل ہے مگر یہ کہ خود اس کے وقت میں اس کی تلافی کرے

مسئلہ۲۲۔ یہ تمام احکام اور مشکلات واجب نماز طواف سے مخصوص ہیں ،جیسا کہ بحث کے آغاز میں عرض کیا ،لیکن طواف مستحب ، اصولاً اس کی نماز واجب نہیں ہے اگر نہیں بھی پڑھی تو کوئی بات نہیں ہے اور مسجد الحرام میں کسی جگہ پڑھ سکتا ہے ،نیز چند مستحب طوافوں کی نمازیں یکجا ان کے طوافوں کے تمام ہونےکے بعد پڑھ سکتا ہے اور بالکل کوئی اشکال نہیں ہے

مسئلہ۲۳۔ اگر صفا ومروہ کی سعی کے درمیان یاد آئے کہ نماز طواف نہیں پڑھی ہے یا سمجھے کہ غلط پڑھی ہے، واجب ہےوہیں پر سعی ختم کرے اور نماز طواف کو صحیح طریقہ سے بحد ممکن پڑھے اورجہاں سے سعی ترک کی ہے نماز پڑھنے کے بعد اس کو تمام کرے اور اگر سعی کے بعد سمجھے یا حتی تقصیر کے بعد سمجھے تو بھی واجب ہے شرائط کے مطابق اپنی نماز طواف پڑھےا ور سعی وتقصیر کی تکرار بھی اس پر لازم نہیں ہے لیکن ظاہراً جاہل مقصر کے لئےتکرار کر نا لازم ہے یا کم سے کم احتیاط واجب ہے

مسئلہ۲۴۔ یہ جو ہم ہمیشہ صحت قرائت کییار بار یاد دہانی کرارہے ہیں تو اس لحاظ سے ہے کہ نوعاً نماز گزاروں کو اسی کاسامنا ہوتا ہے ، خواہ حمد ہویاسورہ یا کوئی دوسرے واجب اذکار ، ورنہ حمد وسورہ پڑھنے کی حالت میں قیام اوررکوع وسجود اور تشہد وسلام کی مخصوص حالت کے بھی اپنے شرائط ہیں جن کی رعایت واجب ہے ، لیکن ان کا یاد کرنا آسان ہے اور بنیادی مشکل قرائت میں ہے

اور قرائت صحیح ہونے سے مرادیہ نہیں ہے کہ فصیح عرب کی طرح حروف کو ان کے اصلی مخارج سےادا کرے ، بلکہ اسی قدر کہ الف ،عین، قاف ، غین ،ز ،

ذال ، ظ اورض کے درمیان فرق رکھےتو کافی ہے اوربالاخرجس قدر قرائت کو درست کر سکے درست کرے ،کافی ہے نہ یہ کہ خود کو طاقت فرسا زحمتوں میں مبتلا کرے؛ کیوں کہ "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا"۔

اور جو چیز یہاں پر بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ ان غلطیوں سے پرہیز کریں جن سے مطلب بدل جاتا ہے جیسے کہ "رب العالمین" کی جگہ "رب العالمین" یعنی زیرکے ساتھ کہیں اور اس قسم کی غلطیاں اور ہر صورت میں خالص عربی کی قرأت واجب نہیں ہے جو شخص اپنے لہجہ میں جس طرح سے یاد کر سکتا ہے ،یاد کرے کافی ہے۔

رکوع اور سجود میں دو لحاظ سے تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر اکتفاء کرنا بہتر ہے اور اذکار مستحبی کا غلط ہونا نماز کو باطل کرتا ہے ، مگر یہ کہ اس کا نتیجہ جھوٹ اور یا کوئی دوسرا فسق یا کفر ہو؛ کیوں کہ یہاں پر صحت نماز مشکل ہے ، بنا بر این بہتر یہ ہے کہ اذکار مستحبی سے پرہیز کریں اور صرف واجبات عملی وذکری اور طمانیت کی رعایت کریں توکافی ہے۔

مسئلہ۲۵۔ بعض نے کہا ہے کہ مقام ابراہیم سے مراد پورا وسیع حرم یا تمام مسجد الحرام ہے کہ سراسرمقام ابراہیم ہے اور اسی اصل کی وجہ سے نماز طواف کے حدود میں بھی وسعت کے قائل ہوئے ہیں ، لیکن یہ فصاحت وبلاغت اور روش ہدایت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ مسجد لاحرام اور حرم اپنے نام سے مشہور ہیں اور مقام ابراہیم کہ وہی اعلان حج کی مخصوص جگہ ہے اور مرکز تعمیر کعبہ بھی اسی نام سے مشہور ہے ، بنا براین ان ناموں میں سےکسی ایک کا ذکر کرنا اور کسی دوسرے معنی کا قصد کرنا اصولاً عام لوگوں کی عا م روش سے ہم آہنگ نہیں ہےچہ جائیکہ قرآن جو فصاحت وبلاغت اور ہدایت کے بلند ترین مرتبہ پر فائزہے ۔

اور پھر مقام ابراہیم کو دوسری آیت میں آیات بینات اور معجزہ باقیہ سے تعبیر کیا گیا ہے "فیہ آیات بینات مقام ابراہیم " کعبہ میں واضح نشانیاں ہیں اور مقام ابراہیم

ہےاور یہاں پر مقام ابراہیم کے لئے روشن نشانیاں ذکر ہوئی ہیں، ایک یہ کہ کعبہ میں ہے، یعنی نزدیک کعبہ، دوسرے یہ آیات بینات الہیہ میں ہیں اور مسجد الحرام یا حرم وسیع ایسا اورویسا ہرگز نہیں ہے، بنا براین قطعی طور پر۔جیسا کہ گزرا۔نماز طواف کی جگہ وہی پشت مقام ابراہیم ہے۔

اور اب طواف اور نماز طواف کے حوالہ سے چند مسائل:

مسئلہ۲۶۔ اگر طواف واجب کے درمیان اس کے سلسلہ کو آگے بڑھانے سے معذور ہو گیا تو اگر نصف سے گزر چکا ہے اور اس کا عذر بر طرف نہیں ہوا بقیہ کے لئےنائب بنایا جائےاور کافی ہےاور اگربرطرف ہو جاتا ہے تو اس کی تکمیل کرےاور اگر نصف سے نہیں گزرا اور اس کاعذر مولات کو خراب کر دے ۔بیماری یا حدث کی صورت میںتواس کا طواف باطل ہےورنہ اس کے تکمیل کرے اور صحیح ہےاور اگر مکہ میں قیام کے دوران اس کا عذر بر طرف نہیں ہوتا تو ایک کامل طواف کے لئے کسی کو نائب بنائے ۔یہ طواف سے متعلق، لیکن اگر نماز طواف کے درمیان اس کو جاری رکھنے سے معذور ہو گیا تو اس کی نماز باطل ہے کہ اگر خود عذر بر طرف ہونے تک مکہ میں ہے تواس پر خود پڑھنا لازم ہے ورنہ نائب اختیار کرے۔

مسئلہ۲۷۔ اگر اس کا عذر طواف یا نماز میں کسی ایک سے مخصوص ہے ، نیابت بھی وہیں سےمخصوص ہے جہاں اس کا عذر بر طرف نہیں ہوتا جہاں پر وہ معذور ہے۔

مسئلہ۲۸۔ اگر سعی کی حالت میں اس کو یاد آیا کہ اس نےطواف کو تما م نہیں کیا تو سعی کو ترک کرکے طواف کو اس صورت میں کہ نصف سے گزر چکا تھا تکمیل کر نا لازم ہے ورنہ پھر شروع سے طواف کرے ، لیکن اگر طواف کئے بغیر سعی میں مشغول ہوگیا تو انجام طواف کے بعد سعی کو بہر صورت پھر سے انجام دینا لازم ہے۔

مسئلہ۲۹۔ اگر طواف یا نماز طواف بھول گیا یا باطل انجام دیا جس وقت سمجھ میں آئےتوبصورت امکان خود ورنہ نائب کےذریعہ انجام دینا واجب ہےاور اگر دو یا چند طواف بھول گیا یا باطل انجام دیا توخود یا اس کے نائب بالترتیب انجام د ینا لازم ہے اور احتیاط واجب ہے کہ سعی کی بھی تکررا کرے ، مگر اس صورت میں کہ نصف طواف تک صحیح انجام دیا تھا اور بقیہ بھول گیا تھا یا معذور ہو گیا تھا کہ یہاں پر سعی کی تکرار لازم نہیں ہے۔

مسئلہ۳۰۔ اگر طواف نساء کو بھول کر یا بنا بر جہالت و لاعلمی ترک کر دیا اور مکہ سے خارج ہو گیا تو اگر طواف وداع کیا ہے خصوصاً اس نیت سے کہ اگر کسی ایک طواف میں کوئی کمی تھی تو اس کی تلافی ہو جائے یا اگر کوئی طواف ترک ہو گیا ہے تو یہ طواف اس کا جاگزیں ہوجائے ورنہ طواف وداع شمار ہوگا، ایسے موارد میں اگر طواف نساء یا کوئی دوسرا طواف اس سے ترک ہوا ہےیا ناقص انجام پایا ہے تواس کی تلافی ہوگی۔

اور بظاہر اگر صرف طواف وداع کی نیت کی ہے اس طواف نساء بدلہ جس کو بلا توجہ ترک کیا ہے، حدیث کی رو سے کفایت کرے گا، چنانچہ اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:اگر خداوند عالم نے طواف وداع کے ذریعہ لوگوں پر احسان نہ کیا ہوتاتو لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹتے اس حال میں کہ ان کی عورتیں ان پر حرام ہوتیں (وافی ج۲، ص۱۸۲، باب طواف نساء)اور ظاہراً یہ حکم زیادہ تر سنی بھائیوں کے بارے میں ہے جن کے یہاں طواف نساء نہیں ہےاور اس کے مقابلہ میں طواف وداع کے مقید ہیں۔

اور شیعہ کی نسبت اولویت سے یہ حکم جاری ہے لیکن اس صورت میں کہ طواف نساء کو خود یا اس کا نائب انجام دے سکتا ہے، ظاہراً لازم ہے اور اگر چہ اس سے پہلے بھی زن ومرد ایک دوسرے پر حلال ہیں ۔ یہ طواف نساء میں ، لیکن طواف نساء دوسرے تمام طوافوں سے بھی کفایت کرتا ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے مگر یہ

کہ اپنے طواف کے نقص کو پورا کرنے کی نیت سے انجام دے کہ طبیعتا یہ طواف مافی الذ مہ ہےنہ طواف وداع۔

مسئلہ ۳۲۔ طواف نساء یا نماز طواف نساء صحیح طریقہ سے انجام دینے سے پہلے زن وشوہر ایک دوسرے پر حرام ہیں اور جو شخص اس کو ترک کرےتواسنے ترککو بھی واجب کیا ہے اور کلی طور پر جنسی کام اور اس کے مقدمات بھی اس پر حرام ہیں خواہ شادی شدہ ہو کہ معلوم ہے، یا غیر شادی شدہ ہو کہ اگر بعد میں شادی کرےتو حرام ہوگا، یہاں تک کہ اگر طفل خواہ لڑکی ہویا لڑکا، طواف نساء عقد دائم کے ذریعہ جنسی تعلقات کے حلال ہونے کی ضمانت ہے اس کے علاوہ یہ کہ واجبات عمرہ مفردہ اور حج میں سے ہے۔

لیکن ملحوظ رہے کہ طواف عمرہ مفردہ اور اس کی نماز طواف نساء اور اس کی نماز سے زیادہ اہم ہے کہ وہ واجب رکنی ہے اور یہ صرف واجب ہے ، اس کے ترک کرنے سے اسی طرح حرام میں رہوگےلیکن اس کے ترک سے فقط ترک واجب کے مرتکب ہوگےکہ زن وشوہر سے نزدیکی کے مسئلہ کو مشکل سے دوچار کرتا ہے۔

بنا برایں جن کی نماز غلط ہے ، بہت بے معنی ہے کہ صرف نماز طواف نسا کے نائب کے پیچھے جائیں ۔

مسئلہ ۳۳۔ طواف کےدوروں میں جس طرح کافی ہے کہ خود شمار کرے اسی طرح دوسرے کے شمار کرنے پر بھی اعتماد کر سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ قابل اطمینان ہو، جیسا کہ صحیحہ سعید اعرج میں ہے کہ حضرت صادق سے میں نے دریافت کیا : کیا طواف میں اپنے ہمراہ کے شمار کرنے پر اکتفاء کر سکتے ہیں؟آپ نے فرمایا: ہاں(وسائل الشیعہ، باب ۶۶ طواف، کافی تہذیب اور فقیہ سے منقول ہے)

مسئلہ ۳۴۔اگرسارے ساتھی دوروں کی گنتی میں شک کریں توہرایک اپنے حکم کے مطابق عمل کرےگا اور اگر ہر ایک دوسرے کے بر خلاف یقین کرے تو اس

صورت میں بھی ہر ایک کو جس بات پر یقین ہے عمل کرے جیسا کہ صحیحہ صفوان میں ہے (وسائل الشیعہ، باب ۶۶ طواف، کافی تہذیب اور فقیہ سے منقول ہے)

لیکن اگر بعض شک اور بعض یقین کریں تو جس نے شک کیا ہے اس کو جس پر اعتماد ہے ، اعتماد کر سکتا ہے، اس کا حکم مسئلہ ۳۴ کا حکم ہے، لیکن اگر ان تمام لوگوں پر جنہیں یقین ہے، اعتماد رکھتا ہےچونکہ ترجیح حاصل نہیں ہے اس کا نتیجہ اس سے پہلے والےشک پر باقی رہنا ہےاور صرف وہاں سے درست ہوگا کہ حجر الاسود پہنچنے کے بعد آخری دور میں سات اور آٹھ میں شک کرے اور اس کے معتمد افراد میں سے بعض کو سات اور بعض کو آٹھ پر یقین ہو کہ یہاں پر نتیجہ اسی سات اور آٹھ کے شک کہ درمیان باقی رہنا ہےاور جیسا کہ گزرا ایسے میں سات پر بنا کرے اور صحیح ہے ۔

مسئلہ۳۵۔ غیر واجب طوافوں کی نمازکو مسجد الحرام میں کسی بھی جگہ پڑھ سکتے ہیں، نیز نماز طواف مستحبی جو کسی ذریعہ سے تم پر واجب ہوئی ہے اس کا حکم بھی ظاہراً یہی ہے، لیکن جو طواف اجارہ سے واجب ہوا ہے شدیداحتیاط کی بنا پر فریضہ کی طرح ہے۔

سعی:

سعی ارکان حج وعمرہ سے ہے، جو طواف اور اس کی نماز کے بعد انجام پاتی ہے ، طواف نساء کے علاوہ کہ اس میں سعی نہیں ہے اور اس کا عمداً ترک کرنا حج یا عمرہ کے باطل ہونے کا باعث ہے اور اگر جہلا یا نسیانا ترک کر دے تو اس کی تلافی کر ناضروری ہے، اگر خود مکہ میں ہو اور لوٹ سکتا ہوتو معلوم ہے ورنہ کسی کو نائب بنائے اور اس کے بعد حلق یا تقصیر کرے ورنہ جب تک سعی وحلق یا تقصیر انجام نہ پائے احرام سے باہر نہ ہوگا، چنانچہ اس بارے میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا ۔

سعی یعنی انتھک کو شش اورجستجو کی حالت میں سرعت اور سنجیدگی کے ساتھ بامقصدکوشش کرنا ہے اور صرف مقصد یہ نہیں ہے کہ صفا ومروہ دوپہاڑوں کے درمیان سات چکر لگاؤ اوراس سے صرف تھکن اور تعب تمہارے حصہ میں آئے، بلکہ یقینی اور سستی سے خالی اٹل اورمصمم ارادہ کے ساتھ اپنے گمشدہ کی تلاش میں حیران وپریشان دوڑ نااور بعض جگہ اونٹ کی طرح دوڑ لگا نا، گرد وغبار میں ا ٹنا، یعنی کیا مطلب؟آدم کی طرح حواء کے پیچھے، ھاجرہ کی طرح تشنہ کا م اسماعیل کے لئے پانی کی تلاش میں سرگرداں رہو اور یہ دو پہاڑوں کا دامن ہےجو قاعدۃ پانی کا مرکز ہے، نیز حواء کی پناہگاہ ہےجہاں آدم نے حواء کو گم کیا تھااور اب ہمیں آدم سے درس حاصل کر ناچاہئیے :

آدم، خود اور اپنے لوگوں کو فراموش کرنے کے بعد گرداب طواف میں ما سوی اللہ سے خلوت کی حالت میں غیر حق کو ترک کر کے حق کی تلاش میں سرگرداں تھے ، اب اپنی سعی سے اپنی گمشدہ بیوی کو تلاش کرتے ہیں کہ گم کرنا وقتی اورتعلیمی تھا اور یہ تلاش کرنا بھیدرساور تعلیم دینا ہے کہ طواف و سعی زندگی کے دو مخلوط چیزوں کی دو نمائش ہیں کہ یہ بھی اور وہ بھی ، لیکن سر طواف کاراز متن اور سعی کاراز حاشیہ ہے۔

اور یہ مرد ہے جو آدم صفی اللہ کی طرح صفا سے مروہ روانہ ہوتا ہےکہ اپنی کھوئی بیوی کو پیدا کرےکیا عورت کا یہاں پر کوئی کردار نہیں ہے، ہرگز! مروہ سے کہ مرئہ(عورت)ہے صفا کی طرف روانہ ہے، اب شتابگاہ صفا اورمروہ میں۔صفی : آدم اور مروہ،مرئہ آپس میں ملتے ہیں اور یہ صفی ومرئہ: مردا ورعورت جوطواف کے گرداب سے آئے ہیں، اب سعی کے ساتھ سرعت کے ساتھ ایک دوسرے کی تلاش میں ہیں کہ مدرسہ حج دین اور دنیا کادرس ہےاور روح و جسم کا اجتماع ہے ، لیکن طواف روح میں تن کو بھی فراموش نہ کرو کہ طواف میں چشم سر سے حق میں محو ہوجاو اور چشم سر سے بندگان حق کا خیال رکھوکہ ان کو اذیت نہ پہونچاو اور ہمیشہ

ان کے لئےسودمندو ہمدرد ومعاون رہو ، نیز سعی تن میں روح کو فراموش نہ کرو اور یہاں پر بھی خدا اوراس کی راہ کےطالب رہو ۔

سعی میں ہر بار جب کعبہ کے برابر پھونچوہرولہ کرو، اپنی سعی ا ور اپنی سرعت میں اضافہ کرو"ففروا الی اللہ" اللہ کی طرف فررا کرو، کہ یہاں پر بھی تمہاری سعی ، تمہارا سرعت، تمہاری جستجو،تمہاری عورت یا مردکی تلاش سب کا سب حکم خدا سے ہو نہ نفسانی خواہش سے۔

اور اب ہم سعی کا دوسرا درس ہاجرہ سے۔ مرئہ:مروہ سے۔لیتے ہیں کہ پہلا درس صفا سے : صفی تھا،

ہاجرہ جنہوں نے اپنے بچہ اسماعیل کے ہمراہ خدا کے حکم سےاور ابراہیم کے ہاتھ سے اس تپتے ہوئے درے میں ،" مکان البیت"خشک بے آب وگیاہ صحرا میں اشک و آہ کے ساتھ سکونت اختیار کی اور ان کی امید خدا اور اس کے وعدہ رحمت پر ہے، اس وقت اسماعیل ان کی آنکھوں کے سامنے شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں اور موت سے کھیل رہے ہیں۔

اس وقت حیران وپریشان ہاجرہ، اس جلتی اور تپتی ہوئی زمین سے ہر طرح کی ناامیدی کے ساتھ، صرف حق کی نوید اور حق کی امید پر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں ، پانی کی تلاش میں کوہ صفا ومروہ کے درمیان دوڑکرجاتی ہیں اور پھر پلٹ کر آجاتی ہیں اور سب کو اس طرح سے درس دے رہی ہیں ، کہ خدا کے توکل کے معنی بیکاری اور ایک جگہ بیٹھنا اور آرام کرنا نہیں ہے ، قیام اور سعی کرنی چایئے ، تاکہ خدا کی مرضی سے ، خدا کی امید پر حرکت کے پرتو میں۔ تپتے ہوئے پتھر سے چشمہ جاری ہو ، عادی اور موقت نہیں، بلکہ دائمی چشمہ جاری ہو ، بعض انجینیروں کے مطابق چشمہزمزم پورے مکہ کو سیراب کرنےکے لئے تنہا ہی کافی ہے، لیکن مقدس پانی ہےاور نجاست سے آلودہ ہو جا نےکی وجہسے اس کو عام نہیں کیا گیا۔

ملاحظہ کرتے ہیں کہ طواف و سعی دونوں بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن معنی کے لحاظ سے ہم کو دو پہلو زندگی کا کس طرح درس دیتے ہیں کہ اس کا طواف، انقطاع الی اللہ اور سعی ،خلق اللہ کی مصلحت کو مد نظر رکھنا ہے، طواف روحی تشنگی کی جستجو، خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ جذبہ ایثار وقربانی، اقرار خدا کے لئے خود اپنا انکار ، سب کے سب سراپا حق مطلق ہے اور تم حق میں محو اور فانی، لیکن سعی میدان عمل میں قدم رکھنا اور آب حیات کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا ، زندگی کی جسمانی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ، وہ بھی اس طرح تہہ دل کہ محال جیسی چیز سے آغاز کرو تاکہ ممکن اور حقیقت تک پہنچ سکو ۔

نہ کہ سیر الی اللہ" طواف "میں کوئی چیز تمہاری دو رخی حرکت میں مانع ہو اور نہ ہی مادی زندگی کےاسباب و وسائل کی تگ ودو میں کہ جس ک ا رمز پانی ہے ، صحراء کی تپش تم کو نا امید کرے ،سب کے سب امید گار ہوں ، کام کی امید تمہاری مددگارہو اور تمہاری تگ ودو امید پر استوار ہوں، نہ صرف امید، کہ کاہلوں کا کام ہے اور نہ صرفمایوسی کا کام کے جس کا نتیجہ معلوم ہے۔

ھاجرہ نے اپنے طفل تشنہ کام کو عشق۔ امید -سے خدا کے سپرد کیااور خود سعی میں مشغول ہو گئیں ، صحراء کی تپش نے آپ کو ناامید نہیں کیا ، بلکہ حق سے امید نے آپ کی نظر میں محال کوممکن بنا دیا۔

درس طواف نےآپ کو تمام ظاہری ا ور تمام مادی اسباب ووسائل اور مظاہر و نمونونکو نظر اندازکرنے نہیں دیا اوراپنے تشنہ جگربچہ کے پاس اس طرح بیٹھی ہوں کہ بچے کا دم آپ کی آنکھوں کے سامنے نکل جائے گا ، یا پیاس کی شدت میں ماہی بے آب کی طرح تڑپے، اور غیبی مدد کی امید میں کہ بہشت سے نہر جاری ہوگی یا خود بخود اعجازی طور پر پیاس بجھ جائے گیاور اسی طرحبے حس و حرکت بیٹھی ہوں!

نہیں١ بچہ جو سعی کے قابل نہیں ہے اس کو عشق اور امید کے سہارےخدا کے سپرد کرنا چاہیئےاور ماں جو حرکت کر سکتی ہے اس کو سعی وکوشش کرنی چاہیئےتا کہ اس عشق و سعی اور توکل وکوشش سے چشمہ زمزم پھوٹے۔

اور یہ خود ایک عمومی اور دائمی سبق ہے کہ طواف و سعی سےلے کر پوری زندگی میں اس کے مختلف جلوے نظر آتے ہیں کہ اسلام دنیا وآخرت ، روح وجسم، عقل وعشق، توکل و سعی، تمام پہلوؤں سے عبارت اور مخلوط دین ہے اورباایمان مسلمانوں کو امید واراور سنجیدہ کوشش کرنے والا بناتا ہے۔

یہاں پر آدم اور ہاجر ہ کےدو مرحلہ طے کرنے کے بعد بتوں کی جگہ پر پتھر مارنےکا ایک ایسا درس ملتا ہے : "ا ساف ونائلہ"جو صفا ومروہ پر دفن ہیں اور دوسرے بت بھی صفا ومروہ کے درمیان رکھے ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ بعض سادہ لوح افراد صفا ومروہ کی سعی میں دغدغہ وتردید رکھتے ہیں کہ کس طرح طواف رمز توحید سے بتوں کی جگہ کی طرف آئیں اور سعی کریں لیکن دندان شکن جواب آسمانی وحی سے پہونچا کہ: " ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوفا بھما"(٢: ١٥٨)

صفاومروہ خدا کی نہایت دقیق اور باریک اور نکتہ آموزنشانیوں میں سے ہیں یہ نمائندہ حق کے پرچم ہیں ، لہذا جو شخص خدا کے گھر کا حج یا عمرہ کرے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان بہت زیادہ گردش کرے

بتوں کا عشق و سعی کےکوچہ میں ہونااور نامحرموں کا جگہ پاناشعائر عشق کے انجام سے مانع نہیں ہےلھذا تم اپنی راہ طے کرو اور کتنا اچھا ہو کہ اس درمیان اس واحد ویکتا ذات کےلئےبیگانوں کے فرق پر بھی قدم رکھو اورراہ اثبات میں ان کی نفی بھی کرو ؛کیوں کہ توحیدمیں پہلے نفی :"لا الہ "ہےاور اس کے بعد اثبات"الا اللہ"ہے۔

اگر کہو۔ جیسا کہ گذشتہ میں کہاہے۔ کہ اس آیت میں فرمایا: "فلا جناح علیہ"کوئی گناہ نہیں کہ سعی کرو اور صرف گناہ کی نفی ہےنہ ثواب کا اثباتچہ جائیکہ واجب ہو اور اس سے بالاتر کہ رکن ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسی قدر کہ اس آیت کی نص سے صفا ومروہ شعائر الٰہیہ سے ہیں ،کافی ہے کہ عظیم ترین واجبات سے ہوں؛کیوں کہ سارے واجبات شعائر الٰہیہ سے نہیں ہیں اور کسی مستحب کو بھی شعائر نہیں کہاگیا ہے۔

اور پھر دوسری آیت میں فرماتا ہے:"ومن یعظم شعائر اللہ فھو من تقویٰ القلوب"جو شخص بھی شعائر الٰہی کی تعظیم کرے ، یہ قلب کی پرہیز گاری کی نشانی ہے، اور طبیعی طور پر قلب کا تقوی کے خلاف قلب کا فسق ہے، لہذا جو شخص صفا ومروہ کی تعظیم نہ کرے اس کا قلب فاسق ہے ، کجا یہ کہ ا س کو ترک کر دےتو ایسے میں اس کا قلب اور بڑا فاسق ہے۔

بنا براین جیسا کہ عرض کیا "لاجناح"

مخصوص چیزوں کے بارےمیں ہے ، جیسا کہ روایت میں ہے کہ رسولخدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)نے عمرۃ القضا میں مشرکین کے ساتھ شرط کی کہ اپنے بتوں کو صفا اور مروہ سےاٹھا لیں ، ایک شخص نے ا پنی سعی میں تاخیر کی یہاں تک کہ بت واپس لایا گیا ، اس کے بارے میں حضرت سے پوچھا گیافلاں شخص نے سعی نہیں کی اور بت صفا ومروہ میں واپس لائے گئے ہیں، یہاں پر مذکورہ آیت نازل ہوئی ، جیسا کہ دوسروں کی نقل کے مطابق اس کی شان نزول یہ ہے کہ ا ساف اور نائلہ نا می دو بتوں کو کوہ صفا ومروہ پر دفن کیا گیا تھا اور مشرکین ان کے احترام کے گمان سے سعی کرتے تھے جب اسلام آیا اور مسلمانوں نے اسی گزشتہ گمان کے مطابق سعی سے پرہیز کیا تویہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں پر عمرہ میں اس کا اثبات سامنے ہے کہ طواف اور اس کے بعد سعی اور حج میں دو نفی کے درمیان اثبات ہے کہ: پہلے عرفات(معرفتوں)و مشعر (باریک

بینی) کے میدان میں تمہاری مشاعر حق اور حق یابی، حق خواہی اور حق راہی کی تکمیل کی ہے اور باطل کو بھی بہتر پہچاناہے اور اب صحراۓء منیٰ :(آرزؤں)میںؓ پہلے شیطان کو تیر باران کرتےہو اور اس کے بعد حق کے لئے قربانی دیتے ہو اور اس کے بعد اثبات توحید کی دوسری نمائش : طواف میں جاتے ہو اور اس کے آخر میں سعی اور یہ سعی بھی خو داثبات بھی ہے اور نفی بھی کہ فرق پرمنفی قدم رکھتےہو تا کہ تمہارا اثبات اور زیادہ قوی ہونیز ہر قدم میں دو مرتبہ بتوں اور شیطان کو پسپا کرو ، یہ ظاہری بت، لیکن تمہارے اندر کا بت ، تمہارا داخلی طاغوت ہے، اس کی بھی سر کوبی سعی کا چوتھا درس ہے کہ حضرت صادق کی روایت کے مطابق "مامن بقعۃ احب الی اللہ من السعی لانہ یذل فیھا کل جبار عنید"یہ جگہ ہر جگہ سے زیادہ خدا کو محبوب ہے کیوں کہ جبار ومشرکین اور عناد رکھنے والوں کو ذلیل کرتی ہے یہاں تک کہ دوسری روایت کے مطابق "جعل السعی بین الصفا والمروۃ مذلۃ للجبارین" اصولی طور پر سعی کی قراردادجباروں کو ذلیل کرنے کے لئے ہے۔

تم سعی کے سیلاب میں جو صفا ومروہ کے دامن سےترکیب پاتا ہے، تم اس سیلاب میں کہ تمام امتیازات سے برہنہ ہو، کیوں کہ محر م اور محرم ہو ، ہرولہ کے ذریعہ کہ کوہا ن شتر ہے ، اونٹ کی طرح کعبہ کے برابر دوڑتے ہو تاکہ اپنی اس حرکت کے ذریعہ اپنے داغ اور دھبوں کوصاف کرسکو اور جو کچھ اپنے سے زیادہ خود پر بار کر رکھا ہے وہ سب گر جائے۔ وہ بار کم ہو جائےاور گم ہو جائے تاکہ جس میں ہواس سے پلٹ سکو ، تمہارے امتیازات ختم ہو جائیں ، تمہارا تشخص اور تمہاری استقامت ختم ہو جائے اور تمہاری بنیادی تجارت ، تمہاری آیۃ اللہی ، تمہاری ریاست اور ہر وہ چیز جس کو اب تک خود سے وابستہ کر رکھا ہے اب ایک ساتھ ختم ہو جائے ان اندرونی بتوں کو ظاہری بتوں کی طرح پائمال کرو اور اسی طرح اپنی سعی جاری رکھو ، لیکن خلوص و صفا سے لبریز راہ میں ہر طرح کے خس وخاشاک سے پاک ہر طرح کی خود خواہی اور خود راہی سے عاری نیزخدا خوا ہی اور خدا راہی سے پر راہ میں قدم رکھو ۔

اور یہ بھی طواف اور شیطان کو تیر باران کرنے کی طرح سات بار ہے تاکہ سات بار سعی سے جہنم کے سات روازوں کو اپنے اوپر بند کردو کہ اخلاق رذیلہ: شیطان ۔ گائےـدرندہ یا سامراج اور استحصال کرنے والوں کہ ایک ایک ـ دو دو ـتین تین سات ہوتے ہیں کو مفلوج کر سکو اور ہر شیطان اور شیطان راہ اور شیطان خواہی جوتمہارے اندر یا باہر کہیں نہ کہیں سے اثر گزار ہے کے عمل کو باطل کر سکو۔

روایت میں ہے کہ شیطان ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان حضرت ابراہیم کے روبرو ہوا آپ بھی اس کے سامنے اس طرح دروڑے کے اس کو خود سے دور کردیا کہ یہاں پر شیاطین سعی کرنے والوں پر کان لگائے ہوئے ہیں اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہاں پر شیاطین اترتے ہیں۔

تم نے طواف میں کی ملاقات کی نسبت اپنے عشق اور ایثارو قربانی کا اظہار کیا، طبعاً شیاطین تمہارے طواف کے پہلو میں، صفا ومروہ کے درمیان جوار کعبہ میں تم تک پہنچتے ہیں کہ ان کو کوئی موقع ہاتھ لگے اور وہ تمہارے اثبات کو ناقص کر سکیں، اب طواف اور نماز طواف کےبعد ان کے جتھہ میں جاؤ تاکہ ان کی نفی اور پامال کر سکو ایک بار نہیں سات بارقبل اس کے کہ وہ تمہارے پیچھے آئیں تم ان کے تعاقب میں جاؤ، شیطنت کے تین اقالیم کو سات بار پاما ل کرو :۱۔ا ساف ونائلہ دو مردہ دفن شدہ بت ۲۔ شیاطین زندہ جو اس درمیان تمہارا شکار کرنا چاہتے ہیں ۳۔ تمہارے اندر کے شیاطین غرور وانا پرستی ، خود خواہی وجبروتیت، خود راہی اوراپنی ضلالت سب کو پا ما ل کرو کہ ہرولہ کے ذریعہ اپنے داخلی شیاطین کو خود سے بہتر دوراور پا ما ل کرسکتے ہو، خود پسندی اور خود ستائی جو تمہاری فطرت ثانوی بن چکی ہے اس کوہمہ جانبہ حرکت سے ختم ہو جائے کہ پہلے سے اس کے کل پرزے کو ڈھیلا کر چکے ہو تا کہ صفا ومروہ کے شیطان زاد علاقہ میں اس عظیم حرکت کےزیر اثرآسانی کےساتھ اس سے چھٹکارا مل سکے ، کیوں کہ صفا ومروہ ، آدم صفی کا صفا اور حواء کا مروہ ہونا یہی ہے کہ بکمال صفا ومروت۔ مردانگی۔ اور

مردوں کی طرح عورتیں بھی ، شیاطین اور شیطنت کا صفایا اور ان کو پامال کردیں ، ان کی آخری رمق تک ان پر اپنی گرفت رکھواور اس کے بعد تقصیر کرو ، اس سے کنایہ کہ تم نے خود اور خودی سے کم کیا ہے ، نہ تنہا دوسروں کو، خارجی شیاطین کو بلکہ داخلی شیاطین کو بھی اور یہ بہت زیادہ اہم ہے کیونکہ تقصیر کم کرنا ہےاور حلق جڑ سےاکھاڑ پھینکنا ہےجو تقصیر سے بالاتر ہے۔

یہاں پر گرداب اور جرگہ شیاطین میں سات بار دوڑتے ہو اور اس سعی میں دو کام کرتے ہو، : ١۔ جو شیاطین تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں ان سے فرار کرتے ہو ٢۔ جو شیاطین کعبہ کے جوار میں تم پر حملہ کرنے کے خواہاں ہوتےہیں ا ن کا پیچھا کر و، حرکت اور جرگہ نبرد دو طریقہ سے ہے ، دو طرفہ حرکت ہے ، شیطان کو شکار کرنے کی نمائش اور شیطان سے فرا رکرنے کا ذریعہ بھی، جو شیطان کعبہ کی جوار میں تمہارے کمین میں بیٹھا ہے ، اس کو آزاد نہ چھوڑو ، یہ نہ سوچوکہ تم میدان خود بینی میں بالکل سے مردہ اور بیجان ہو گیا ہے ، ابھی ا س میں رمق باقی ہے، یہاں پر منیٰ کے تیر باران کے بعد اس کو خوب پا مال کرو تاکہ اس میں بالکل ہی رمق باقی نہ رہ جائے اور جو میدان تیر سے بھا گ گیا ہے یہاں اس کا پیچھا کرو، اس کو مہلت نہ دو ؛کیوں کہ یہاں شیطان اور شیطنت کی قبر ہے، کیوں کہ خود پیغمبر گرامی اسلام نے فرمایا: یہ زمین کا وہ مبارک ترین حصہ ہے جہاں پر ہر متکبر اور ظالم رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔

اور آخر میں سعی سے پانچواں درس لیتے ہیں کہ سراپا براہ راست محدوداور لا متناہی حرکت ہے اور طواف ،چکر کاٹنے والی اور بے نہایت ولامحدودحرکت ہے کہ سعی کا کچھ حصہ عورت اور پانی کی دستیابی کے لئے ، طواف میں ایک گمشد دنیا ہے اور مروہاس کی انتہا ہے اور طواف خدا کی جانب حرکت ہے جس میں کوئی سمت و سو نہیں ہے اور لا محدود ہے، لیکن سعی خود اپنی جانب ایک خدا خواستہ طبعاً محدود حرکت ہے۔

سعی کا اختتام مروہ: مرئہ ۔ زن پر ہوتا ہے کہ مرد عورت کی جانب اور عورت بھی گرچہ مرد کی جانب لیکن انجام کار خود اپنی جانب اور بس ؛کیوں کہ عورت دنیا کا واضح نمونہ ہے ،لیکن یہ سعی اگر چہ یہ دنیا کی تگ و دو ہے چونکہ خدا خواہ اور خدا راہ ہے خود آخرت ہے۔

لیکن طواف کا اختتام حجر الاسود پر ہوتا ہے جو نمائندہ دست خدا ہے ، خدا سے آغاز اور خدا پر اختتام "انا للہ وانا الیہ راجعون"جس کا کوئی انجام اور اختتام بھی نہیں ہے ، صرف جہاں سے آغاز کیا وہیں پر اپنے دور کو ختم کرو گے ، لیکن ہمیشہ حرکت دوری میں رہو ، اپنے اور دوسروں کے گرد حرکت کروکہاسے حق کے گرد حرکت سے تبدیل کردو اور آخری لمحہ حیات تک یہ حرکت قائم رہے۔

حلق یا تقصیر یا کچھ بھی نہیں:

عمرہ مفردہ کی سعی کے بعد سر مونڈانے یا بال چھوٹا کر نےمیں تمہیں اختیار ہے،لیکن سر تراشی بہترہےاور عمرہ تمتع میں صرف تقصیر ہے لیکن حج کی سعی کے بعد نہ حلق ہے اور نہ تقصیر ہے ۔

تقصیر اس بات کی علامت ہے کہ جس کا تعلق تمہاری اصلی ذات سے نہیں ہےاور زائد بر ذات ہیں اس کوتم نے خود سے دور کردیاہے اور یہ کام تم خود سے جدا بیگانوں کو حالت احرام میں خود سے دور کرنے کے بعد انجام دیتےہیں ۔

اور حلق اس کا م کامکمل نمونہ ہے: سر کے تمام بال سے خود کو آزاد کر کے کہ خود زینت اور شخصیت کاسبب ہے ، ان بالوں کوخود سے دور کر کے خود اور خودی کوگم کردو ، تاکہ یہ ثابت سکو کہ تم نے درست سعی کی ہے، شیاطین کو پا مال کیا ہے ، داخلی ا ور خارجی، ظاہری اور باطنی سارے بتونکو پاما ل کیا اور خود سے دور کیا ہے اور اب احرام سے باہر آرہے ہو اور اگر حج کی سعی کے بعد

تقصیر نہیں ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ منیٰ میں کامل طریقہ سےحلق یا تقصیر کر چکے ہو ، کہ شیطانکو تیر باران اور قربانی کرنے کے بعد احرام سے باہر آرہے ہو۔

اور اب سعی وتقصیر کے فقہی احکام :

سعی تین جگہ پر رکن ہے، عمرہ مفردہ، عمرہ تمتع، حج تمتع وقران وافراد اور اسی طرح طواف ان موارد میں یکساں ہے اور ان کے درمیان اختلاف صرف سعی کے بعدکے وظیفہ میں ہے کہ عمرہ مفردہ میں حلق وتقصیر کے درمیان تم کو اختیار ہے کہ حلق کرو یا تقصیراور اس کے بعد طواف اور اس کی نماز اور عمرہ تمتع میں صرف تقصیر ہے اور بس اور حج تمتع میں نہ حلق ہے اور نہ تقصیراور اس کے بعد طواف نساء اور اس کی نماز۔

صرف طواف حج و عمرہ میں سعی ہے نہ طواف نساء میں کہ اس میں سعی نہیں ہے ؛کیوں کہ اس کا طواف خود زن وشوہر کی حلیت کےلئےہے اور سعی تو پہلےہی کر چکا ہے پھر دوبارہ سعی کس لئے۔

سعی میں صرف چار چیزیں واجب ہیں :

۱۔ سات مرتبہ پھرنا ۲۔ صفا سے آغاز ۳۔ مروہ پر اختتام ۴۔ حج یا عمرہ کے لئے سعی کی نیت

اور اب چندمسائل:

مسئلہ۱۔ سعی سے متعلق آیات اور روایات سے جو بات پتہ چلتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حد دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان ہے، نہ ان دونوں پہاڑیوں کی بلندی پر کہ"ان یطوف بھما"کہ طواف کرنے کے در میان ہےنہ"علیھا"ان کے اوپر اور روایت میں ہے کہ "السعی بین الصفا والمروۃ فریضۃ "سعی صفا ومروہ کے درمیان ایک حتمی واجب ہےجس کا ذکر قرآن میں ہے ، بنا برایں ان دونوں کے در میان اوپر جانا ہرگز واجب نہیں ہے صرف اس صاف سطح میں کہ اس وقت اس کا طولدو آہنی

سیڑھیکے برابر ہے اور یہ کافی ہے کہ صفا ومروہ کی بلندی کی ابتداءسے آغاز کرو اور بلندی کے اوپر جا نا واجب نہیں ہےکہ پیرکی پشت یا اس کی نوک کو آغاز اور انجام کےہر دور میں پہاڑ کے آخری پتھر سے چسپا ں کرو اور احتیاط کرنے والوں سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا رسول خدا بھی جب کبھی اونٹ پر سوار ہو کر سعی کرتے تھےاور ہر بار اونٹ سے اترتے تھے تا کہ تمہاری احتیاط پر عمل کریں؟ یا اونٹ کو مجبور کرتے تھے کہ آگے سے یا پیچھے سےاپنے پیروں کو ان دونوں پہاڑیوں کی آخری بلندی سے چسپا نکرے ، یا پھراس کااختیار آپ کے ہا تھوں میں ہے یہ کیسا فیصلہ کرتے ہیں ۔

بعض روایات میں تصریح ہوئی ہے کہ سوار کے لئے دو پہاڑیوں کے نیچے سعی کر نا کافی ہے (۱)اور شاید یہ اوپر جانے کے استحباب سےکفایت کرے کہ توانا اور پیادہ افراد کے لئے مستحب ہے جیسا کہ بعض روایت میں جہاں مستحبات سعی کا ذکر ہے ایک قامت کے بقدر اوپر جانا کعبہ کو دیکھنےکے لئے مستحب جانا گیا ہے۔

اور اب جب کہ کعبہ کو اس کے نیچے سےدیکھا جا سکتا ہے اوپر جانا مستحب بھی نہیں ہے واجب ہونا تو دور کی بات ہے

(۱)جیسا کہ صحیح عبد الرحمن بن حجاج میں ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر(علیہما السلام) سےمیں نے پوچھا:ان عورتوں کے بارے میں جو اونٹ یا کسیماور سواری پر سوار ہوکر صفا اور مروہ کا کے درمیان طواف کرتی ہیں کیا کافی ہے کہ کوہ صفا یا مروہ نیچے کھڑی ہوں ؟ فرمایا: ہاں اس طرح سے کہ کعبہ کو دیکھیں (وسائل باب ۱۷ سعی)

مسئلہ۲۔ آیت اور روایت کی رو سے واجب ہے سعی ان دو پہاڑیوں کے درمیا ہو کہ اگر اس درمیان مسجد الحرام میں داخل ہو یا س اکے طرف مقابل میدان میں چلا جائے وہ حصہ سعی شمار نہ ہوگا اور لازم ہے اس کی تلافی کی جائے۔

مسئلہ۳۔ سعی کے سات دور ہونے کے معنی یہ ہیں کہ صفا سے مروہ تک ایک دور اور مروہ سے صفا تک بھی ایک دور شمار ہوگا،بنا براین چار بار صفا ست مروہ اور تین بار مروہ سے صفا جائےا ور ساتواں دور مروہ پر ختم ہوگا۔

مسئلہ۴۔ واجب ہے سعی صفا سے شروع اور مروہ پر ختم ہوتیہے ، چنانچہ خدا نے بھی صفا کو مروہ پر مقدم رکھا ہے "ان الصفا والمروۃ من شعا ئر اللہ"اور روایت میں ہے کہ وہاں سے آغاز کرو جہاں سے خدا نے آغاز کیا ہے ، اور اگر اس کے بر عکس کیا اور آخر تک پہنچایا باطل ہے، اور اگر صفا میں متوجہ ہوئے وہیں پر تجدید نیت کرو اور سات مرتبہ سعی کرو، اور اگر مروہ سے شروع کیا اور مروہ یا صفا پر ختم کیا کہ سات یا آٹھ ہوتے ہں ، باطل ہے، خلاصہ لازم ہے سات دورکہ صفا سے نیت کر کے شروع کرو اور مروہ پر ختم کرو، کہ اگر عمداً یا سہواً مروہ سے شروع کرو باطل ہے، اور جس وقت متوجہ ہو لازم ہےصفا سے اس کی تجدید کرو اور گزشتہ نیت اور ترتی سے جو کچھ انجام دیا ہے باطل ہے۔

مسئلہ۵۔ اگر اس کی نیت صفا سے سعی تھی لیکن اشتباہا مروہ سے شروع کیا یہاں بھی اس کی سعی باطل ہے،اور لازم ہے تجدید کرےلیکن اگر نیت اشتباہا مروہ سے تھی لیکن شروع صفا سے کیا اور مروہ پر ختم کیا ظاہراً صحیح ہے اگر چہ احتیاطا تجدید کرے۔

مسئلہ۶۔ عرض کیا کہ سعی حج اورعمرہ کا ایک واجب رکن ہے ، لہذا اگر عمداً ترک ہو یا ناقص انجام پائے یہاں تک کہ تلافی کا وقت گزر جائے تواس کا عمرہ باطل ہے اور لازم ہےآئندہ سال دوسرے وقت اس کا اعادہ کر نا لازم ہے ، البتہ تمام حج یا عمرہ نہ صرف سعی کو، لیکن اگر نادانی یا فراموشی کی وجہ سے اس کو ترک کردے یا ناقص انجام دے توبصورت امکان خود انجام دے ورنہ نائب اختیار کرے اور کافی ہے۔

اور سعی میں صحت نیابت کے موارد، طواف کی طرح ہیں ، لیکن سعی جس میں نہ حدث وخبث سے طہارت شرط ہے نہ ستر عورتین اور نہ ہی طواف کی بعض دوسری شرطیں ، طبعاً اس کی نا توانی اس میں منحصر ہے کہ یا خود فی الوقت مکہ میں بھی نہیں ہے اور واپس بھی نہیں آسکتا ہے ، یا اگر مکہ میں ہے تو اس طرح سے بیہوش اور بے حال ہے کہ نہ اصلاً کسی صورت خود سعی انجام دے سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اس کو سعی کرا سکتا ہے اور یہاں پر اگر جب تک مکہ میں ہے اس کے بہبودی کی امید نہیں ہے اس کے لئے نائب بنانالازم ہے۔

مسئلہ۷۔

اگر ایک یا چند دور کا عمداً اپنی سعی میں اضافہ کردےاگر چہ یہ بہت بعید ہے تواس کی سعی باطل ہے اور سات دور پھر سے بجا لانا واجب ہے، لیکن اگر زیادتی عمد ا نہ ہو چنانچہ سہو یا نسیان یا مسئلہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہو تواس سات دور کو سعی حساب کر سکتا ہے اور باقی کو لغو جانے اور بہتر یہ ہے کہ چودہ دورے مکمل کرے کہ اس میں سے نصف کو سعی اور باقی کو لغو جانےاوربظاہر یہاں پر جاہل قاصرا ور مقصرد ونوں یکساں ہیں اگر چہ مقصر گنہگار ہے۔

مسئلہ۸۔

سات دورسے کم بھی اگر عمد اہو یا کمتر کی نیت سے ہو تو بھی سعی باطل ہے، اور اگرسات دور کی نیت کی تھی اور اب عمداً تھوڑا سا کم کر دیا ہے، اگر ابھی صورت سعی درھم برھم نہیں ہوئی ہےتو بقیہ کو انجام دے ورنہ لازم ہے پھر سے سات دور انجام دے۔

مسئلہ۹۔ سعی کو ناقص چھوڑنا حرام ہے مگر اس صورت میں کہ کار واجب یا اسی نوع کا کوئی مستحبی کام پیش آجائےجیسا کہ طواف میں گزرا،لیکن یہاں پر نصف سے گزرنا لازم نہیں ہے جہاں پر کسی عذر کی وجہ سے سعی کو ناقص چھوڑ دیا عذر بر طرف ہونے کے بعد وہیں سے اس کی تکمیل کرے ۔

مسئلہ١٠۔ اگر تقسیر سے پہلے عمداً جنسی عمل انجام دے تو ایک اونٹ اور اگر عورت کو چومےتو ایک گوسفند کفارہ دےگا ، لیکن لا علمی کی صورت میں اس پر کچھ بھی نہیں ہے ،جیسا کہ صحیحہ ابن عمار میں کافی اور فقیہ کی نقل کے مطابق اس حوالہ سے تصریح ہے کہ "ا ان کان عالما او ان ان جاالافال شئی علیہ "

اور تمام روایات "اتیان النساء قبل التقصیر"سے بھی ایسا لگتا ہے کہ یہ کفارہ حالت عمد سے مخصوص ہے (٢)اور طبعاً اگر سعی کے ضمن میں یا اس سے پہلے یا طواف کے ضمن میں یا اس سے پہلے یہ عمل انجام پائے تو یہ حکم اولویت کے ساتھ ثابت ہے

(١)وافی ج٨، ص١٣٣، باب ١٢٠ ۔ حضرت صادق سے اس حج تمتع کرنے والےکے بارے میں جس نے تقصیر سے پہلےجنسی عمل انجام دیا ہے،میں نے پوچھا: فرمایا:اگر دانستہ ایسا کیاہےتوایک اونٹ کفارہ ہے اور اگر نادانستہ کیا ہےتو اس پر کچھ بھی نہیں ہے

٢۔ جیسا کہ کافی کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نےآنحضرت سے پوچھا : میرے اعمال تمام ہو چکے تھےاور تقصیر سے پہلے میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا؟ فرمایا: ایک اونٹ کفارہ ہے ، میں نے دریافت کیا: جب میں نے یہ ارادہ کیا میری بیوی نے بھی تقصیر نہیں کیا تھا اوراس نے اجتناب کیا اور جب میں اس پر غالب ہوا تواس نےاپنے دانتوں سے اپنے تھوڑے سے بال کتر دئیے ؟ فرمایا:خدا اس پر رحم کرے تجھ سے زیادہ دانا تھی تجھ پر ایک اونٹ ہے اور اس پر کچھ تھا یا کم سے کم اپنی بیوی کے نہیں ہے اور واضح ہے کہ یہ مرد حکم کو جانتا اجتناب سےیہ سمجھا کہ جنسی عمل تقصیر سے پہلے حرام ہے۔

لیکن سعی کی حالت میں چھ دور انجام دیا اور گمان کیا کہ سات دور ہے اورتقصیر کر کےجنسی عمل انجام دیا، یہاں پر باوجودیکہ کہ تعمد درکار نہیں ہے جس وقت سمجھے کہ اس کی سعی تمام نہ تھی تو احتیاط واجب کے طور پر ایک گائے کفارہ دےاور اپنی سعی کو تمام کرے ، جیسا کہ ابن مسکان کی روایت میں اس بات کی تصریح ہے ، اگر چہ یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن چونکہ فقہاء کے ایک گروہ نے اس پر عمل کیا اور کوئی معارض بھی نہیں ہےتو قابل قبول ہے ؛ کیوں کہ صحیحہ معاویہ بن عمار وغیرہ جنسی عمل کے حوالہ سےتقصیر سے پہلے ہے کہ تقصیر کے علاوہ سارے عمل بجا لاسکتا ہے اور یہ روایت تقصیر فرض کرنےکی

صور ت میں اس کا مورد اتمام سعی سے پہلے ہے اور انجام کار کم سے کم احتیاط واجب کا مورد ہے۔

بنا براین عمدا کرنے کی صورت میں اس جنسی عمل کا کفارہ سارے اعمال کے بعد اور تقصیر سے پہلے ایک اونٹ ہے صورت ، لیکن اگر تکمیل سعی سے پہلے ہوغلطی یا فراموشی کی صورت میں تو ایک گوسفند ہے ، لیکن اگر مسئلہ سے نا واقفیت کی بنا پر ہو ظاہراً کچھ نہیں ہے کیوں کہ اس روایت کامورد صرف غلط فہمی ہے اور کلی طور پر چونکہ کفارہ عمد ا نہ کرنے کی صورت میں برخلاف قاعدہ ہے اس مورد سے مخصوص ہوگا کہ اس نے غلط فہمی کی وجہ سےسعی کو کم انجام دیا ہے، لیکن غلطی نہ کر نےکی صورت میں، یا سعی کے علاوہ میں یہ حکم جاری نہیں ہے۔

مسئلہ۱۱۔ سعی میں حدث اور نجاست سے طہارت اس کی صحت کی شرط نہیں ہے کہ اگر وضو یا غسل کے بغیر ہو کہ بدن یا اس کا لباس بھی متنجس ہو اس کی سعی درست ہےکیوں کہ اس نے صرف واجبات احرام میں سے ایک واجب کہ طہارت لباس ہےکو علی الاقویٰ اور طہارت بدن ہےکو علی الاحوط ترک کیا ہے، اگر چہ طہار ت بدن پر ظاہری کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کی احتیاط واجب نہیں ہے ،لیکن حج کی سعی میں کہ محرم بھی نہیں ہے، یہ اشکال بھی بے مورد ہے۔

مسئلہ۱۲۔ ظاہراً سعی میں مولات (پے در پے بجا لانا)شرط صحت نہیں ہے لیکن اس طرح سے ہو کہ یہ کہیں کہ اس نے سعی کی ہے نہ یہ کہ اس وقت ایک سعی بجا لائے اور اس کے بعد کسی اورکام کے پیچھے جائےاور اس طرح سے کہ طبعاً عرف کی نظر میں سعی نہیں کی ،لیکن اگر تھک گیا تو اس درمیان استراحت کر سکتا ہے بلکہ اخبار کی رو سے مستحب ہےصفا اور مروہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے اور یہ صرف راہ کے درمیان ہے کہ خستگی یا کسی بھی ضرورت کے وقت فاصلہ کر سکتا ہے اور بلاعذر نہ استراحت کرے اور نہ ہی اپنی سعی کو تر ک کرے لیکن کوہ صفا اور مروہ میں تھوڑی دیر ٹھہر سکتا ہے بلکہ مستحب ہے یہاں تک کہ طول بھی

دے سکتا ہے، نہ یہ کہ صفا ومروہ سےبلا وجہ اس طرف اورا س طرف جائے بلکہ صرف ان دو پہاڑیوں پر

۱۔ ایک شخص کے بارے میں جس نے چھ بار سعی کی اور یہ سوچ کر کہ سات بار ہے تقصیر کر لی اور عورتوں سے ہمبستر ہوا اور بعد میں یاد آیا کہ اس کی سعی ناقص تھی؟ آپ نے فرمایا: ایک گائے کفارہ دے اور اپنی سعی کو بھی تمام کرے۔

مسئلہ ۱۳کسی عذر کے بغیر سعی کو طواف کے بعد فاصلہ سے انجام نہ دے لیکن ظاہراً رفع خستگی(۱) یا گرمی کو کم کرنے کےلئے(۲)تاخیر میں ڈال سکتا ہے لیکن بلاعذر اس میں تاخیر کرنا بر خلاف احتیاط ہےگر چہ ظاہراً اس کے عمل کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

۱۔ جیسا کہ صحیحہ محمد بن مسلم میں ہے اس مرد کے بارے میں جس نے طواف کیا اور تھک تاخیر کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں !

۲۔ روایت ابن سنان میں حضرت صادق(علیہ السلام) سے کہ میں نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس کو لو لگ گئی ہے اور اس نے طواف خانہ کعبہ کیا اور سعی کو تاخیر میں ڈال دیاَ فرمایا: کوئی حرج نہیں میں خود بھی کبھی سعی میں تاخیر کرتا ہوں (وسائل باب۶۰، طواف)

مسئلہ۱۴۔ سعی کے دوروں میں شک کا حکم طواف میں شک کے مانند ہے لیکن چونکہ یہاں سوالات عرفی نہیں ہے ، شک کی صورت میں اس قدر فکر کرے کہ یا مایوس ہو جائے یا کلی طور پرسعی کی صورت ختم ہو جائے نہ یہ کہ صرف شک ہونے سے اس کو ترک کر دے اور پھر سے انجام دے۔

مسئلہ۱۵۔سعی میں رفت وآمد طبعاً بطور معمولی کافی ہے، جیسا کہ طواف میں گزرا نہ اس قدر احتیاط اور دقت ہندسی کہ گاڑی کے مجسمہ کی طرح حرکت کرو کہ سر وگردن کو ہلانے اور اس طرف اور اس طرف پھیرنے کا حق نہ ہو اور نہ اس طرح غیر منظم بچوں کی طرح کبھی روبرو اور کبھی پشت سر سے راستہ چلو، نہ یہ اور نہ وہ، روایت میں جو بات مذکور ہے وہ یہ ہے کہ سات مرتبہ رفت وآمد صفا سے شروع اورمروہ پر ختم کرو اور بس!

لیکن ملک حج کے تاجروں نے اس بیچ سے بہت ساری چیزیں تراش لی ہیں اور حاجیوں کو اپنے خود ساختہ پیرایوں سے سر گرداں کر کے رکھ دیا ہے، کہ مجسمہ کی طرح طواف و سعی کو انجام دیں ، ایسا ہر گز نہیں ہے ، تم جس طرح گھر سے بازار یا دوسرے کام کے لئے نکلتے ہو ، کبھی راہ میں تھکن محسوس کرتے ہو کچھ کھاتے اور پیتے بھی ہو ، کسی سے ملتے جلتے بھی ہواور بات بھی کرتے ہو، اگر اسی طرح سعی بھی کروتو کافی ہے فرق صرف یہ ہے کہ سعی میں مسافت طے کرنا سات بار اور تکرار ہے اور مستحب موکد ہے کہ ذکر خدا میں مشغول رہو۔

بنابر این اگر دھکا کھا کر دور چلے جاؤیا اپنے گرد گھوم جاؤیا بھیڑ کی وجہ سے ۔ حالت طواف کی طرف۔ تھوڑا سا غیر اختیاری طور پر آگے بڑھ جاؤتو کوئی حرج نہیں ہے نیز تمہاری سعی کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچتااور تلافی کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ ہرولہ کو دوسبز علامتوں کے درمیان فراموش کردو اور کچھ مسافت بھی طے کر جاؤ، یہاں پر مستحب ہے کہ پیچھے پلٹو اور فراموش شدہ مستحب کی تلافی کرو ، نہ یہ کہ اگر چند قدم جو قابل ملاحظہ بھی نہیں ہے مثلاً پشت سے چلے گئے حتما واپس آؤاور اس کی تلافی کرو کیوں کہ روایت میں ہے"من سہی عن السعی حتی حتی یصیر من المسعیٰ علی بعضہ و کلہ ثم ذکر فلا یصرف وجھہ منحرفا ولکن یرجع قہقری الی الملکان الذی یجب فیہ السعی" جو شخص سعی سے ۔ اپنی جگہ۔سہو وغفلت کرے یہاں تک کہ بعض یا تمام حدود سعی کو طے کر لیا اس کی تلافی کےلئے جائے اور پلٹے نہیں ، بلکہ اپنے پیچھے جہاں سے لازم ہے سعی کرے اور خود کو پہنچائے ۔

یہ حدیث اصولاً حدود سعی کے باہر تلافی کے بارے میں وہ بھی تمام یا بعض مسافت کے حوالے سے ہے کہ مقام سعی میں دو رخ سے چند قدم کجروی سے ، وہ بھی بلا اختیار اور بھیڑ کی وجہ سے ، اس حالت کے ساتھ کہ دو رخ سے اصلاً ناسازگار ہے، اہم یہ ہے کہ عرفاً یہ کہیں کہ اس نے سات بار صفا اور مروہ کے درمیان راہ پیمائی کی ہے ، نہ ہندسی مجسمہ کی طرح حرکت کرنا، اس طرح کے خود

کو سعی کے تلاطم خیزدریا میں ڈال دیا جو بھی پیش آیا اچھا آیا، دھکے کھانا یا ٹیڑھے ترچھے آنا ، دائیں یا بائیں ہونا ، آگے پیچھے ہونا اور کسی بھی طرح کی افتاد پڑنا اس تلاطم خیز بھیڑ کا اجتناب ناپذیر نتیجہ ہے وہ تمہاری سعی میں کوئی حرج نہیں ہے ، صرف جسمانی انجینیرنگ کی جگہ کوشش کرو روحی انجینیر بنو، کہ شناخت اور بصیرت کے ذریعہ کوشش کرو ظاہری اور باطنی شیاطین کو خوب پا ما ل کرو ، کوشش کرو سعی کے پئے رویوں کو جو روح سعی کے قابل ہیں اور تم کو ایک مشین کی طرح حرکت دیتے ہیں ان کو اپنے سے دور کرو اور بس تا کہ تمہاری سعی سعی"ناس" ہو نہ نسناس اور خناس۔

مسئلہ ١٦۔ تمہیں صرف سعی اور صفا اور مروہ کا پتہ معلوم ہو اس کے علاوہ وہ طواف کرنے والے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے تم مشین نہیں ہو کہ ڈرائیور کے بغیر نہ چل سکو طواف اور اس کی نماز کے بعد زاویہ حج الاسود سے سیدھے سعی کی طرف مسجد سے خارج ہو، وہ حصہ کہ بلند پہاڑ ہے صفا اور اس سے کم بلند حصہ مروہ ہے ، کہ طبعاً صفا کو مروہ سے بلند تراور بر تر ہونا بھی چاہیئے کیوں کہ "الرجال قوامون علی النساء"۔

مسئلہ١٧۔سعی میں نیت تمام اعمال حج وعمرہ کی طرح ہے کہ یہ نظر میں رکھے کہ یہ سعی عمرہ کےلئے یا حج کے لئےہے اپنے لئے ہے یا نیابتی انجام دے رہا ہے لیکن اگر مشغول اعمال عمرہ مفردہ یا تمتع یا حج ہے تو خود یہ مشغولیت تعیین ہے اور تعیین نیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف اس قدر لازم ہے کہ توجہ رکھے کہ سعی کر رہا ہے نہ تفریح اور یہی کافی ہے۔

مسئلہ١٨۔ اس بات میں کہ صفا اور مروہ میں استراحت و آرام اور رفع خستگی یا ہر توقف جائز ہے، کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ روایت میں ہےکہ رسول خدا(□)دونوں جگہ توقف فرماتے تھے اور قرآن اور دعا پڑھتے تھے لیکن کیا صفا اور مروہ کے درمیان بھی توقف کر سکتا ہے، بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ کلی طور پر ان حدود میں استراحت جائز ہے جیسا کہ صحیحہ حلبی میں حضرت صادق

(علیہ السلام) سے منقول ہےکہآپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو صفا اور مروہ کے درمیان طواف کر رہا ہے کہ کیا وہ آرام کر سکتا ہے ؟ فرمایا: اگر صفا اور مروہ کے درمیان طواف کر رہا ہے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھنا چاہے تو بیٹھ سکتا ہے (وسائل الشیعہ باب۳۰ سعی)لیکن یہ روایت صرف استراحت کہ طبعاً رفع خستگی کے لئے ہے کوجائز قرار دیتی ہے ، صحیحہ عبد الرحمن بن ابی عبد اللہ میں آنحضرت سے ہے کہ : صفا اور مروہ کے درمیان تھکن کی وجہ سے بیٹھ سکتا ہے(وسائل الشیعہ باب۳۰ سعی)۔

بنابر این جواز توقف یا بین راہ بیٹھنا رفع خستگی یا کسی بھی دوسری ضرورت سے مخصوص ہے لیکن صفا اور مروہ پر خود تھکا ہو یا نہ ہو روایت رسول اللہ کے مطابق بیٹھ سکتا ہے ، یہاں تک کہ بعض روایات میں ہے کہ سورہ بقرہ پڑھنے کے بقدر ہر ایک پر بیٹھ سکتا ہے۔

حلق یا تقصیر:

عمرہ تمتع کی سعی کے بعد تقصیر کے ذریعہ احرام سے خارج ہو سکتا ہے اور سعی عمرہ مفردہ کے بعد مخیر ہے حلق وتقصیر کے درمیان لیکن حلق افضل ہے، مگر یہ کہ اپنے سر کو باندھ رکھا ہوا ہو کہ روایت کے مطابق ایسی صورت میں حلق کرے (۱)اور احرام حج سے نکلنا ، رمی جمرہ عقبہ اور قربانی کے بعد ۔ تمتع میں ۔اور رمی جمرہ عقبہ کے بعد قران یا افراد میں ، احرام سے نکلنا ان جگہوں پر حلق یاتقصیر کے ذریعہ ہے جیسا کہ تفصیل سے آئے گا اور اب سعی کے بعد حلق اورتقصیر کے حوالہ سے چند مسائل:

مسئلہ۱۔ حلق ،سر مونڈنے کو کہتے ہیں خواہ ریزر کے ذریعہ ہویا مشین کے ذریعہ یاکسی بھی وسیلہ سے ہو اگر چہ دوا ملنے کے ذریعہ ہو اور تقصیر بال اور ناخن کا چھوٹا کرنا ہے خواہ کسی بھی وسیلہ سے ہو ، بال اور ناخن کا جڑ سے

اکھاڑنا کافی نہیں ہے ، مگر یہ کہ ان کے بعض حصہ کو کترے کہ نصوص کی رو سے یہ بھی کافی ہے جیسا کہ ایک عورت نے جب دیکھا کہ اس کا مرد جنسی عمل میں اس پر غالب آجائے گاتو اس نے اپنے سر کے بال کو دانتوں سے کتر لیا اور امام نے فرمایا: یہی کافی ہے انسان ہمیشہ اپنے پاس قینچی تو رکھتا نہیں ، جہاں پر حلق ۔ بال کا مونڈنا۔واجب ہے بعض سر کا مونڈنا یا کترنا کافی نہیں ہے ، اور جہاں پر تقصیر لازم ہے وہاں پورے سر کا مونڈنا کافی نہیں ہے بلکہ تعمد کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہے اور بالاخر حلق کے عنوان سے پورے سر کا مونڈنا یا تقصیر کے عنوان سے بال اور ناخن کا کاٹنا اور کترنا اس کے علاوہ کافی نہیں ہے اوراحرام سے باہر نہ ہو گا مثلاً اگر سر کا بعض حصہ مونڈنا نہ یہ حلق شمار ہوگا کیوں کہ پورے سر کو نہیں مونڈا اور نہ تقصیر شمار ہوگا کیوں کہ کوتاہ اور چھوٹا نہیں کیا ہے۔

مسئلہ۲۔ ظاہراً تقصیر میں ناخن یا سر صورت (ڈاڑھی اور مونچھ) کے بال کو چھوٹا کرنا کافی ہے، اگر چہ بعید نہیں ہے بدن کے بقیہ بالوں کا چھوٹا کرنا بھی کافی ہو لیکن بر خلاف احتیاط ہے ، لیکن ظاہراً کافی نہیں ہے اور بہتر یہ ہے کہ بال اور ناخن دونوں کو چھوٹا کرے اور ہر ایک کا کچھ حصہ چھوٹا کرنا کافی ہے ، اگر سر یا صورت کے بال کو تھوڑا سا یا ہاتھ اور پاؤں کے ناخن کو تھوڑا سا چھوٹا کرےتو کافی ہے ۔

مسئلہ۳۔ بہتر ہے بال یا ناخن کو معمولی وسائل سے کتریں اور چھوٹا کریں اگر چہ کسی بھی ممکن وسیلہ سے کافی ہے مثلاً ناخن کا کچھ حصہ گھس لے یا توڑ دےیا دانت سے کتر دے یا کسی بھی دوسری طرح سے کہ کہا جائے کہ اس نے اپنے ناخن کو کوتاہ کیا ہے، اگر چہ دوا لگا کر ہی ہو کہ ناخن کو گلا دے، یا سر وصورت کے بال کے کچھ حصہ کو دانتوں سے کتردے یا ہاتھ سے یا اس کےدرمیان سے نہ کہ جڑ سے توڑ دے، یا بال کے بعض حصہ کو جلا دے یا دوا لگا کر چھوٹا کردے الغرض بال اور ناخن کا چھوٹا اور مختصرکرنا مقصود ہے جس طرح ممکن ہوطبیعی طور پر جڑ سے اکھاڑنا یا مونڈنا کافی نہیں ہے ۔

مسئلہ۴۔ حلق جیسا کہ گزرا سر کے تمام بالوں کا مونڈنا ہے کہ اگر اپنی صورت کومونڈ لے نہ صرف کافی ہی نہیں ہے بلکہ تعمد کی صورت میں کفارہ بھی ہے اور احرام سے باہر بھی نہ ہوگا اور اگر بعض سر کومونڈے طبعاً حلق نہیں کہلائے گاگر چہ حلق اور تقصیر کے درمیان مخیر ہو۔

اور اگر جہاں پر حلق واجب ہو بعض سر کو مونڈے اور پھر بعد میں بقیہ سر کو اگر حلق کی نیت سے ہو تو کافی ہے لیکن اگر اس نیت سے نہیں ہےتو کافی نہیں ہے مگر یہ کہ کم سے کم اس کا دوسرا حصہ حلق کی نیت سے ہو اور ریزر یا مشین کو پہلے مونڈےہوئے حصہ پر پھرائے اور پہلے حصہ کے لئے عمد و علم کی صورت میں کفارہ بھی ہے۔

مسئلہ۵۔ بال ا ور ناخن چھوٹا کرنے کی کوئی معین حد نہیں ہے کہ اگر تقصیر کی نیت سے تمام ناخنوں کو چھوٹا کرو اور سر وصورت کے تمام بالوں کو چھوٹا کرو تو کافی بلکہ بہت بہتر ہے اور اگر اپنے کچھ ناخن یا بال کو چھوٹا کرو کافی ہے یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ اس نےچھوٹا کیا ہے، اگر چہ ایک ناخن یا چند بال کو چھوٹا کیا ہو ہر حالت میں میعار صدق عرفی ہے کہ عرف میں چھوٹا کرنا صادق آئے۔

مسئلہ۶۔ عمرہ تمتع کی تقصیرکے بعد کلی طور پر پورے سر کا مونڈنا خلاف احتیاط ہے گر چہ ظاہراً ایک ماہ یا اس سے زیادہ عید قربان کو باقی ہو، یا حلق اس پر واجب نہ ہو ہماری روایات کی رو سے کوئی مانع نہیں ہے۔

مسئلہ۷۔ احرام حج میں حلق وتقصیر معین وقت اورجگہ پر روز عید منیٰ میں انجام دینا واجب ہے اور حلق و تقصیر عمرہ تمتع کی ہو یا مفردہ اس کے لئے نہ کوئی جگہ معین ہے اور نہ وقت، مروہ میں یا مسجد لاحرام میں یا مکہ میں کسی بھی جگہ ، یا مکہ سے باہر، اس سعی کے دن یا دوسرے دن یا چندروز بعد حلق وتقصیر کر سکتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے تاخیر نہ کرے اور طبعاً جب تک حلق یا تقصیر نہیں کی ہے اس مدت میں محرم ہے۔

مسئلہ ۸۔ اگر حلق یا تقصیر کرنا بھول گیا اور پھر سے محرم ہوا یا سہواً اور فراموشی کی وجہ سے ایسا کیا توجس وقت سمجھ میں آئے حلق یا تقصیر کرے اور اس کا دوسرا احرام باطل ہے ، لیکن اگر دوسرا احرام ،حج کےلئے تھاتو نص کی رو سے اس کا عمرہ صحیح ہے اور اس کا احرام حج بھی صحیح ہے اور حلق وتقصیر اس سے ساقط ہے اور بطور استحباب ایک گوسفند کفارہ دے ،لیکن اگر عمداً عمرہ تمتع سےپہلے حج کے لئے محرم ہوتو اس کا احرام باطل ہے اور اس پر اپنے عمرہ تمتع کےلئے تقصیر کر نا چاہیئے اور بعد میں حج کےلئے محرم ہو، جیسا کہ ہر عمرہ کے احرام میں پہلے والے عمرہ کے بعد بھی ایسا ہی ہے کہ کلی طور پر عمداً ہو خواہ سہواً ہو یا جہل کی وجہ سے ہو دوسرا احرام باطل ہے اور اول کےلئے حلق یا تقصیر یا صرف تقصیر کر نا لازم ہے۔

مسئلہ۹۔اگر سعی کے بعد تقصیر سے پہلے عمداً جماع کرےتو اس کا کفارہ ایک اونٹ ہےاور اگر جہالت اور فراموشی کی وجہ سے ہوتو ظاہراً کوئی کفارہ نہیں ہے اگر چہ احوط ہے اور ہر صورت میں خواہ کفارہ واجب ہو خواہ احتیاطی ہواگر دے سکتا ہے تو اونٹ دےورنہ گائے اوراگر یہ بھی ممکن نہ تو بطور کفارہ گوسفند دےاور یہ مالی قدرت کے اختلاف کی وجہ سےفرق کرتا ہے۔

اور جیسا کہ گزرا اگر سعی مکمل کرنے کے بعد جماع کرے اگر چہ عمد ا نہ ہو توجو تفصیل مسئلہ نہم میں گزر چکی ہے اس کا کفارہ ایک گائے ہے اور اگر عمرہ مفردہ یا تمتع کی سعی کے پہلے عمداً جماع کرےتو اس کا عمرہ باطل ہے۔

مسئلہ۱۰۔ حلق یا تقصیر ےلئےکسی دوسرے سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص محرم نہ ہو کیوں کہ محرم کو حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو حلق یا تقصیر کرے لیکن اگر کر دیا ہے تو تم احرام سے باہر آجاؤ گے اگر چہ خود اس نے گناہ کیا ہے اور اگر جانتے ہو کہ وہ شخص ابھی محرم ہے تو تم کو حق نہیں ہے کہ اس سے تقاضا کرو کہ تم کو حلق یا تقصیر کردے اوراگر اس کو مجبور کیا ہےتو

تمہاری تقصیر اشکال سے خالی نہیں ہے کیوں کہ خدا کی عبادت معصیت کے ذریعہ انجام پائی ہے۔

مسئلہ۱۱۔ اگر آپ حلق یا تقصیر کرنا بھول گئے یا نادانی اور لا علمی کی وجہ سے ترک کردیا اور طواف نساء کے ضمن میں ، یا اس کے بعد، یا جس وقت متوجہ ہوئےتو اس کاانجام د ینا واجب ہےاور ظاہراً طواف کی تکررا بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ طواف نساء کاوقت عمرہ مفردہ کی تقصیر یا حلق کے بعد ہے اور جہل یا نسیان کا استثناء دلیل کا محتاج ہے،مگر یہ کہ طواف کی تکرار حرج اور بہت زیادہ مشقت آور ہو کہ طبعاً واجب نہیں ہے۔

طواف نساء :

یہاں تک عمرہ مفردہ اور حج تمتع کے واجبات ا ور مناسک کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا کہ مجموعا پانچ ہیں: ۱۔ احرام ۲۔ طواف ۳۔ نماز طواف ۴۔ سعی ۵۔ تقصیر اور اب طواف نساء کا بیان ہو رہا ہےجو عمرہ مفردہ اور حج کا واجب غیر رکنی ہے۔

طواف نساء اپنے دو مورد میں سے کسی ایک میں بھی حالت احرام میں نہیں ہے، صرف عمرہ اور حج سے جدا اور مستقل ایک واجب ہے کہ اگر ترک ہو جائے توصرف ایک مستقل واجب ترک ہوا ہے اور حج یا عمرہ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے صرف محرمات احرام میں سے ایک حرام کہ جنسی عمل ہےاور وہ اس طرح حرام رہے گا جب تک طواف نساء بجانہ لایا جائے۔

طواف نساء وقت کے لحاظ سے بھی محدود نہیں ہے یہاں تک کہ حج میں بھی جس میں اس کے تمام اعمال آخر ذی الحجہ تک انجام پانا چاہیئے ، چہ جائیکہ عمرہ مفردہ، کہ جس وقت چاہو انجام دے سکتے ہو ، ہاں حج میں بہت احتیاط مو کد ہے کہ

بصورت امکان ذی الحجہ سے آگے نہ بڑھے اور اہمیت کے لحاظ سے پہلے طواف عمرہ مفردہ ہے اس کے بعد طواف حج اور آخر میں طواف نساء خواہ حج میں ہو یا عمرہ مفردہ میں ہو اور ان طوافوں کی نماز بھی اہمیت کے لحاظ سے خود ان کے تابع ہے،لیکن ملک حج کے تاجروں نے یہاں پربھی تخریب کر ڈالی ہےاور پانی کو گندا کر کےزیادہ سے زیادہ مچھلیاں حاصل کرتے ہیں کہ اگر طواف نساء کی نماز غلط ہو جائےتوجنسی عمل اور زن و شوہرکےسارے روابط حرام ر ہیں گے ، جب کہ اگر طواف عمرہ یا طواف حج کی نمازغلط ہوتو نماز طواف کی نوبت ہی نہیں آتی ، کہ نماز طواف نساء کتنی بھی صحیح کیوں نہ ہو تم آخر تک پہلے والے طواف میں گرفتاررہوگے، طواف حج یا طواف عمرہ مفردہ اور پھر طواف عمرہ اور اس کی نماز رکن ہے کہ باطل ہونے کی صورت میں احرام سے باہر نہ ہوگے اور طواف حج بھی حج کےبعدعطر اور عورت اسی طرح حرام رہے گی اور اس کےبعد طواف نساء ہے اور شاید طواف نساء کا راز یہ ہو کہ شہوت جنسی چونکہ شہوات اور محرمات احرام میں سر فہرست ہے، صرف طواف اول سے حلال نہیں ہوتی بلکہ دوسرا طواف بھی لازم ہےتا کہ اس چند آتشہ حرام کی حرمت کے ریشہ کو جڑ سے ختم کردے اسی وجہ سےاس کا نام طواف نساء ہے۔

یہاں پر ائمہ اہل بیت نے آیت"ولیطوفوا بالبیت العتیق "سے ایک لطیف استدلال فرمایا ہے کہ یہ طواف نساء ہے ، البتہ مراد یہ نہیں ہے کہ آیہ طواف، طواف نساء سے مخصوص ہے؛ کیوں کہ بلا شک اعمال عید کے بعد پہلا طواف ، طواف زیارت ہے ، بلکہ مراد یہ ہے کہ طواف نساء کو بھی یہ آیت شامل ہے ، کیوں کہ جملہ" ولیطوفوا" باب تفعل سے ہے جس کے معنی تکلف یا کثرت کے ہیں، کہ زحمت کے ساتھ طواف کرو اور کم سے کم دو طواف ہے طواف زیارت اور طواف نساء۔

عمرہ تمتع کے بعد حج تمتع جو اس مجموعہ کا دوسرا حصہ ہے واجب ہے اور اس کے اعمال سے بحث کرنے سے پہلے جاننا چاہیئے کہ اس درمیان کون سے اعمال

واجب یا حرام ہیں،کہا جاتا ہے کہ عمرہ تمتع کے بعد حج تمتع سے پہلے سفر کی مقدار سے زیادہ باہر جانا حرام ہے :

۱۔ پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ادلہ کی رو سے اس صورت میں حرام ہے کہ معلوم ہو کہ حج نہیں کر پاؤ گے ، یا کم سے کم احتمال دو کہ اس سفر کی وجہ سے حج ترک ہو جائے گا ، یا عمرہ تمتع اور اس کی واپسی کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہو جائے گا کہ پہلی دوصورت میں حرام اور اس صورت میں بلا ضرورت حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ عمرہ مفردہ اور عمرہ اور حج تمتع کے درمیان کتنے ہی فاصلے سے انجام پائے ،حرام ہے لیکن جیسا کہ گزرا ہے اس کی حرمت پر کوئی روشن دلیل نہیں ملی ہے ۔

۳۔ کہتے ہیں کہ عمرہ اور حج کے درمیان سر مونڈانا حرام ہے اور میں نے کہا صرف وہاں پر حرام ہے کہ حلق عید قربان اس پر واجب ہے اور عید قربا ن میں ایک ماہ سے کم کا فاصلہ باقی ہو اور مقصود یہ ہے کہ عید قربان کا بال مونڈنےکےلئے وقت باقی رہے اور ایک ماہ کی مقدار احتیاط سے زیادہ کچھ نہیں ہے ۔

۴۔ شکارکرنا ور حرم کی گھاس اکھاڑنا بھی جو حرام ہے اصولی طور پر حج و عمرہ کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ہمیشہ پورے حرم میں محرم اور غیر محرم پر حرام ہیں اور یہ حرم کے احکام میں سے ہے نہ احرام یا دو احرام کے درمیان، بنا برایں دلیل کی رو سے عمرہ وحج تمتع کے درمیان کی حالت ، عمرہ مفردہ کے بعد کی حالت سے بالکل مختلف نہیں ہے ۔

اس کےعلاوہ کہ عمرہ تمتع کے بعد حتی المقدور اپنا حج بھی بجا لانا واجب ہے لیکن اگر دانستہ یا نادانستہ بصورت امکان یا عدم امکان عمداً یا بھولے سے عمرہ تمتع کے بعد اپنا حج بجا نہ لائے توکیا یہاں پر کفارہ یا کوئی دوسرا واجب اس کے ذمہ

ہے ؟ کوئی دلیل نہیں ہے صرف اگر مستطیع ہےتو آئندہ ایک کامل حج تمتع بجا لا نا واجب ہے ؛

چونکہ یہ دونوں ایک واجب ہیں جس نیت سے عمرہ تمتع کیاہے اسی نیت سے حج بھی انجام دے؛کیوں کہ نیت میں اختلاف دوسرے کے باطل ہو نے کا سبب ہو گا اور نتیجہ میں حج بھی باطل ہوجائےگا ۔

مگر یہ کہ حجۃ الاسلام یا کوئی حج اس کے اوپر واجب مضیق ہو اور اپنے لئےعمرہ تمتع کی نیت کرنے کے بعد کسی دوسرے کےلئےحج کی نیت کرے تو بعید نہیں ہے کہ عمرہ و حج دونوں ہی اس کے واجب میں شمار ہوں اور صحیح ہوں اگر چہ احتیاط واجب یہ ہے کہ بعد میں دونوں کی تکرار کرے ۔

اور اب حج:

حج تمتع ، قران اور افراد کے درمیان جوفرق ہےاسےہم نےاس دفتر کے آغاز میں بیان کیا اور اب حج تمتع کے بارے میں گفتگوہے :

حج تمتع کے احرام کا سب سے پہلاوقت عمرہ تمتع کی تکمیل کے بعد ہے حج کے مہینوں میں جس وقت بھی انجام پائیں، شوال ، ذی القعدہ ، ۹ ذی الحجہ یعنی اس وقت تک وقوف عرفات تک پہنچ سکے کہ اگر تاخیر کرےگا تو وقوف اختیاری عرفات تک پہونچ سکے گا

اور احرام حج تمتع مکہ سے اور احرام حج قران اور افراد میقات سے یا کم سے کم حرم کے باہر سے کیونہے؟ اس کیوجہ یہ ہے کہ قران اور افراد اہل مکہ کے لئے ہے اور پہلے سے ہی ان کے لئے عمرہ واجب نہ تھا ، کیوں کہ ان کو اختیار ہے کہ عمرہ مفردہ کو حج سے پہلے یا بعد میں انجام دیں اور فقہ اسرار حج میں یہ ہے کہ جو اہل خانہ ہیں ان کا احرام بیرونی ہو تا کہ خانگی اور اندرونی عادی حالت سے باہر

ہواور اب جبکہ باہر نہیں ہے اور عمرہ تمتع کے لئے بھی باہر سے محرم ہوا ہےتو اب مکہ کے اندرسے محرم ہواور باہر ہوجا و کہ ابھی تم بیگانہ ہو، تمہارا طواف اور تمہاری سعی کامل نہ تھی کیوں کہ راستہ کی دھول میں اٹے ہو اور غیرسنجیدہ طواف و سعی بجا لائے ہو ، اب شناخت مکمل کرنے کے لئےصحرائے عرفات میں جاؤ اور اس کے بعد تکمیل شعور کے لئے مشعر الحرام جاؤاور پھر آرزووں کے صحرا منی میں جاؤ پھر اس کے بعد معرفت و شہود سے لبریز دل کے ساتھ منیٰ کے نفی واثبات کے عملی میدان سےپھر سے طواف اور سعی کے لئے خدا کے شہر میں واپس آؤ۔

جب مکہ میں حج کے لئے محرم ہوئے ہو توجب تک ان مراحل کو طے نہ کرلو عید قربان سے پہلے کسی بھی طواف کا حق نہیں رکھتے ہو ، نہ طواف حج کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہوا ہے اور نہ کوئی دوسرا طواف ، صرف مکہ سے جہاں تک ممکن ہو اور کتنا اچھا ہو کہ مسجد لاحرام سے ،خصوصاً مقام ابراہیم اور حجر اسماعیل سے محرم ہو اور اس کے بعد معرفتوں کے میدان (عرفات)کوچ کر جاؤ۔

نیت بھی یہاں پر نیت عمرہ کی طرح ہے کہ حج تمتع انجام دیتا ہوں قربۃ الی اللہ ، زبان سے کہنا بھی لازم نہیں ہے اسی قدر کہ اپنی فکر اور دل میں یہ نیت رکھے ہو، کافی ہے۔

وقوف عرفات:

معرفتوں کے میدان میں عارفا نہ وقوف(قیام)

وہاں پر احرام عمرہ میں تمہاری لبیک کی صدائیں مکہ کے باہرتک(جہاں سے مکہ کے گھر نمایاں ہوتے ہیں)، لیکن یہاں پر احرام حج میں مکہ سے آغاز ہوتا ہے، ظہر عرفہ تک عرفات اور شناختوں کے صحرا میں پھونچو اور بس! لبیک کافی ہے ،

شناختوں کے لئے آمادہ ہوجاؤ کہ یہ لبیک(عرفات) (اورمشعر) قیام کرنےنیز بیتوتہ و اعمال منیٰ میں وقوف کے لئے دعوت حق کا جواب ہے تا کہ ان تینوں قدموں میں ایک نئی ا ور تازہ معرفت کےساتھ کعبہ کی طرف جاؤ اور اپنے طواف کو بہتر طریقہ سے انجام دو۔

تم احرام عمرہ میں خدا ساختہ خود ساختہ آمادگی رکھتے تھے لیکن کافی نہ تھیاور اب احرام حج میں خدا ساختہ آمادگی پاؤ گے کہ اس کے تلبیہ میں بھی اس طرح کہو گے " لبیک بحجۃ تمامھا و بلاغھا علیک" ہاں ہاں تعمیر امر کو صادقانہ اور مخلصانہ طریقے سے بجا لاؤں گا اس حج کے ذریعہ جس کی تمامیت اور رسائی تم پر ہے کہ معرفت سے لبریز تین قدم ، تعلیمی مدارس : عرفاتاور مشعر ومنیٰ تیرے ہیں،

اور کتنا اچھا ہوتا کہ راہ عرفات میں شب عرفہ منیٰ میں بسر کرو کہ عرفات ومشعر جانے سے پہلےاپنی آخری منزل مقصود میں جومعرفتوں اور باریک بینیوں کے عملی کرنے کا مرحلہ ہے ، بیتوتہ کرو اور یہ تمام سیر وحرکت "منیٰ" ہے، آرزؤں اور انجام آرزؤں کا مرحلہ جس کا آغاز شناختوں اور باریک بینیوں سے ہوتا ہے اور اختتام آرزو "منیٰ" پر ہوتا ہے تاکہ ا س بار اپنے طواف اور سعی کو شعور ومعرفت سے پرہو کر کا مل کرسکو۔

یہاں عرفات ہے:

یہ کون سی جگہ ہے اور اس کا کیا کام ہے کہ "وقوف" حج کا اہم ترین رکن ہے ، نہ آب وگیاہ، نہ گھر وعمارت، نہ کوئی مسجد، نہ کوئی پیغمبر اور نہ کوئی امام، یہاں تک کہ نہ ہی پتھروں کا گھرہے بلکہ اندر سے خالی ہے جو رمز اور کسی بات کی علامت ہو، صرف وسیع وعریض سراب کے مانند ایک دشت ہے گرم اور جلتا ہوا ، یہاں تک کہ دیکھنے میں بھی کوئی خوبصورتی اور دلکشی نہیں ہے اور بالکل کچھ بھی نہیں ، لہذا وقف اور ٹھہرنا یہاں پر کس لئے ؟ اور کیوں اس قدر اہم ہے کہ اس کے

بغیر حج کچھ بھی نہیں ہےاور اس کے پہلو میں مشعر الحرام کو قرآن میں عظمت وبزرگی کےساتھ یاد کیا گیا ہے:"فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام" (۲: ۱۹۸)جب میدان عرفات سے کوچ کرو تو مشعر الحرام کے نزدیک خدا کو یاد کرو جیسا کہ تمہارے رہبر نے فرمایا اگر چہ پہلے سے گمراہ تھے۔

گذشتہ گمراہی وہ بھی حاجیوں کے لئے جو عمرہ تمتع بجا لایا ہے وہی معرفت و بصیرت کی کمی ہے جس کو اب مدرسہ عرفات میں کمال ملتا ہے اور اس کے بعد اس سے بلند تر مدرسہ مشعر الحرام میں معراج کمال پر پہنچتی ہے کہ یہاں پر یا بلکل معرفت کا نہ ہونا یا ناقص معرفت کا ہو ناحرام ہے کیوں کہ مشعر الحرام ہے۔

صحرائے عرفات میں تمہیں سر گرم کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، صرف خود پر دھیان دو ، بے معرفتی اور نا شناسائی کو دور کرو، تمہارا دل بلند معارف سے لبریز ہو کس کی معرفت کس سے لبریز؟اور ایک دو معرفت نہیں کیوں کہ عرفات ہے، یہ حرکت اور پر برکت معرفتیں ، معرفت نفی واثبات : شیطان ۔ خداـخود اپنی اور دوسروں کی اور : خدا ، خود اور خودی کی نفی ، شیطان اور شیطانیوں کی نفی ، اور اس کے بعد خدا کا اثبات ، چو طرفہ معرفت : شیطان ۔ خدا۔ خود اور دوسروں کی معرفت، حیرت واستعجاب! شیطان کی معرفت کس لئےاور اپنی اور دوسروں کی معرفت کس لئے، کہ سب کچھ شناخت خدا ہےاور بس اور کیا شناخت خدا خانہ خدا کی حقیق شناخت کے لئے کافی نہیں ہے؟

نہیں! یہاں عرفات ہے نہ عرفہ، معرفتیں ہیں نہ ایک دو معرفت، گر چہ سب ایک معرفت کے لئے ، ایک کی معرفت ہے، لازم ہے شیطان کو پہلے خوب پہچانوتاکہ خوب اس کی نفی کرو تاکہ اثبات خدا کے مرحلہ میں خوب اور بے شائبہ اس کااثبات کرو۔

ظاہراً دو گانہ معرفت : شیطان ۔ خدا خود تکمیل توحید کے لئے ہے کیوں کہ کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ" نفی سےآغاز اور اثبات پر ختم ہوتا ہے ، جب تک شیطان اور

شیطنت کی تجھے معرفت نہ ہوگی خدا کی کما حقہ معرفت نہیں ہوسکتی ؛کیوں کہ شیطان اپنے تمام وسائل کے ساتھ کوشش کرتا ہے اور رحمانی نشانیوں سے تم کو شیطان بناتا ہے اور تم گما ن کرتے ہو کہ راہ حق میں ہو " وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا " لہذا شیطان اور اس کے چیلوں کو خوب پہچانوں تاکہ راہ حق میں خناس کے وسواس کا شکار نہ ہو ، تاکہ چہرہ حق کے ذریعہ راہ حق کو تم پر مسدود نہ کرے ، تاکہ تاویل آیات حق سے تم کو باطل کی طرف نہ لے جائے ، تاکہ غلط اور صحیح راستہ میں تمییز کر سکو اور اس کے طے کرنے میں تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں ، کیوں کہ ہمیشہ پہلے نفی ہے پھر بعد میں اثبات، پہلے شیطانی خداؤں کا انکار اس کے بعد رحمانی خدا کا اثبات اور تم جب تک دوسرے خداؤں کو نہ پہچانو گے ان کا انکار کس طرح سے کرو گے ، ان کی شناخت اس لئے ضروری ہے کہ ان کا انکار کر سکو ، ان سے فرار اختیار کر سکو اور خدائے یگانہ کے راستہ پر چل سکو۔

تم منیٰ میں بھی کہ آرزؤں کا مرکز ہے، ان کے عملی امتحان کی جگہ ہے پہلے شیطان پر تیر بارانی کے لئے جاؤ اس کے بعد رحمان کے لئے قربانی اور مشعر میں بھی کہ شب میں باریک بینی کی جگہ ہے ،رات کے ایک نزدیک حصہ میں تیروں اورپتھروں کو فراہم کرنے میں مشغول ہوجاؤتاکہ کل تیر کے میدان میں تیار رہو ، خلاصہ ہر جگہ پہلے شیطان "لا الہ"کی نفی کے لئے اور اس کے بعد رحمن "الا اللہ" کے اثبات کے لئے ۔

یہ دو اصل شناخت کہ جس کی نفی اثبات کا مقدمہ ہے اور اس کے بعد خود اپنی اور دوسروں کی شناخت کیوں کہ"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ"جس کو اپنی معرفت ہو گئی اس کو خدا کی معرفت ہو گئی ، کہ خود جیسے تھے اور ہو، جیسے ہو اور تھے پہچانو، آرائشوں سے نہیں جن سے مزین ہو ، تجملات سے نہیں جن سےاپنے کو سجایااور سنوارا ہے اور خود کو گم کردیا ہے، نہیں ! بلکہ ناچیز تھے کچھ ہوگئے ہو نادان تھے دانا ہو گئے ہو، ناتوان تھے توانا ہو گئے ہو، سب سے عاری تھے سب کے مالک ہو گئے ہو، یہ تمام چیزیں کس نے اس ناچیز کو عطا کی ہیں خدا نے عطا کی

ہیں، عطیہ پروردگار ہیں خود بخود تمہیں یہ چیزیں نہیں مل گئی ہیں ، نہ ماں باپ نے عطا کی ہے اور نہ آسمان وطبیعت نےعطا کی ہے بلکہ یہ تمام چیزیں خدا نے عطا کی ہیں ۔

تم ان آیات و کلمات اور علامات اور شناختوں کو صحرائے عرفات (میدان معرفت)میں اپنی کتاب ذات اور صفات میں خوب پہچانو اور اس کے بعد دنیا کی عمومی کتاب کے صفحات کھولو اورا س د نیاشناسی اور دوسر ں کو بھی دقت کے ساتھ شناخت کر نے کا درس حاصل کرو اور دوسروں کی شناخت کی علامتوں کا بغور مطالعہ کرو؛کیوں کہ وہ بھی تمہاری طرح ہیں ، سب خدائے یگانہ کی محتاج ہیں، تم ان دو شناخت کے بعد خوداپنی اور اپنے عالم کی شناخت کر کے خدا وند عالم کی بہتر معرفت کے نفی کرو کیوں کہ پورا عالم کتاب حق تعالیٰ ہے "سنریھم آیاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق"غیر خدا جو بھی اور جو کچھ ہے اس کوخوب پہچانو اور اس خدائے یکتا کے شائستہ اثبات کے لئےہر چیز کی نفی کرو ،اچھے اور برےکی ، راہ وچاہ،دوست ودشمن، خدا او رشیطان، سب کی اس صحرائے عرفات میں معرفت حاصل کرو اب سے ہمیشہ کے لئے خود آگاہی کے ساتھ کھائیوں سے اپنا پیر باہر نکالواور حق کے صراط مستقیم پر قدم رکھو کیوں کہ راستہ ایک ہے اور کھائیاں بکثرت ہیں " وان ھذا صراطی مستقیما فا تبعوہ ولا تتبعوہ السبیل فتفرق بکم عن سبیلہ"اور یہ جو کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے کہ عرفات ومشعر میں اس طرح دعا کرو اور خدا سے التجاکرو لیکن اس معنی میں نہیں ہیں کہ یہ دونوں وقف صرف دعا کے لئے ہیں اور بس ۔

نہیں!دعا کرنا موقف کو سمجھنے اور معرفت کی افزائش کے لئے ہے کہ معصومین کی زبان سے خدا کو پکارو اور بہترین دعا جو ہماری دسترس میں ہے حضرت امام حسین اور حضرت امام سجاد(علیہما السلام) کی دعائے عرفہ ہے جو روح کو جان اور جان کو روح عطا کرتی ہے، اس مدت میں خدا کے علاوہ سب کو

بھول جاؤاور مسلسل خدا کے ساتھ رہو ،ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی شیطانی مرکز کی برقراری کےلئے دعا کرو حق کو بھول جاؤ اور باطل کی تجلیل کرو۔

اس سیر میں جو مکہ سے آغاز اور مکہ ہی میں ختم ہوتی ہے ان وقوفات کے ذریعہ جوساری کی ساری سیر الی اللہ کے معرفتی توشہ کے لئے ہے ملحوظ رہے کہ سیرت "انا للہ وانا الیہ راجعون " کا ایک نمونہ ہو کہ خدا کی جانب سے خدا کی جانب ہو ، خدا سے چل کر خدا تک پہنچیں ۔

خودلفظ"عرفات" سےاس وقوف کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ نقص سے کمال اور اکمل کی جانب یہاں تک کہ مشعر الحرام تک پہونچے، سریع اور متحرک شناخت اور معرفت ہے ، حرام باریک بینی کہ اس حرام میں ہر طرح کی بے معرفتی اور بے شعوری ہے اور یہاں پر شعور ومعرفت کی آخری معراج ہے۔

اگرغور کریں کہ عرفات میں وقوف کس طرح اہم ترین حج کا رکن ہے ، جب کہ یہاں پر ہرگز مناسک : مخصوص اعمال واجب نہیں ہیں بجز وقوف اور عرفات جو سریع اورپر حرکت شناختوں اور معرفتوں سے عبارت ہے سےبخوبی پتہ چلتا ہے کہ جسمانی وقوف فکری حرکت کے لئے ہے، لہذا مناسک حج کا مجموعہ فکری حرکت کےلئےہے!جسمانی، فکری، عقلی، معرفتی جان وتن کے تعاون سےبرکتوں سے پر ساری کی ساری حرکتیں اس سیر الی اللہ میں اپنےممدو معاون کے ساتھ شریک ہیں اور کامل تعلق رکھتی ہیں جن کی دنیا اور دین ایک دوسرے سے جدا نہیں اور اس کی دنیا و آخرت میں چولی اور دامن کا ساتھ ہے۔

واجب ہے فقہ اسرار اور احکام حج کاآپس میں مخلوط اور ممزوج ہونا واجب ہے تاکہ اس اختلاط اور امتزاج سے حاجی خانہ خدا اور لوگوں کےگھر سےخدا ورحمت خدا کی معرفت کی سوغات لے کر لوگوں کے پاس واپس آئے نہ کہ خدا سے منہ موڑکر خلق خدا سے رو گرداں واپس آئےگویا حج ہر طرح کے اختلاف اور گناہ کا سارٹیفکٹ ہے اور حاجی آب کر کی طرح کبھی نجس نہیں ہو تا ، تم حج کیروح

وجان کو اس کے فقہ اسرار میں اور جسم حج کو اس کے مناسک میں مطالعہ کرو تاکہ ایک زندہ اور پائندہ حج بجا لاؤ اور جب واپس آؤ تو تم خود ایک بہترین سوغات ہو۔

عرفات ، مشعر اور منیٰ کی شناخت

یہ تین قدم ہے کہ لوگوں کو پوری زندگی میں اٹھانا چاہیئے کہ آغاز میں شناخت ، علم ، دانائی ، وسط میں باریک بینی کہ شناختوں کی تحقیق و بررسی کر نا ہے اور جو چیزی سست وبےبنیاد ہیں ان کو اپنے سے علیحدہ کرنا اور جو چیز پائدار اور استوار ہیں اس کو سامنے رکھنا ہے پھر شناخت ا ورباریک بینی کی سیر کرنے کے بعد کہ یہ دونوں عقل وفکر کے لئے بال وپرکی طرح ہیں آپ عشق وعمل کے میدان میں قدم رکھتے ہیں، منیٰ : صحیح آرزووں اورعمل صالح جوصالح علم و عقل کی بنیاد پر قائم ہے وہ عشق جومعرفت کی بنیاد ہےخیال پر نہیں ۔

روایت میں ہے کہ بہشت سے نکالے جانے کے بعد آدم وحواء کے درمیان پہلی ملاقات اور آشنائی سر زمین عرفات میں ہوئی تھی تا کہ اچھے طریقہ سے ایک دوسرے کو پہچان لیں تاکہ گذشتہ خطا کی تکررا نہ ہو آدم ، حواء کےشیطان کو اورحواء غفلت آدم کو پہچانیں تا کہ دونوں شیطان اور غفلت کے فرق پر قدم رکھیں تاکہ غفلت اور شیطنت کی بساط الٹ جائے اور پھر درخت ممنوعہ سےنہ کھائیں ۔

یہ آدم جس کی عقل کو حواء کےعشق نے چھپا دیااور غفلت میں مبتلا کردیا تھا وہ منحرف عشق جس نے شیطان کی آرزو کو عملی جامہ پہنایا تاکہ ناس ، نسناس کے دام فریب کا شکار نہ ہو ۔

یہاں پر عقل میں بھی تبدیلی ہو اور عشق میں بھی کیوں کہ اس کے درمیان شعور ہے کیوں کہ عرفات عقل اور منائے عشق کے درمیان شعورمشعر الحرام ہے ، کیوں کہ ایسی شناخت جو عقل سے عاری ہو اور دقت وباریک بینی سے خالی ہو اس کا نتیجہ عشق جنونی ہے ۔

جیساکہ آدم خدا سے خدا کی طرف لوٹے ، اے فرزند آدم تو بھی آدمی ہو جا اس کعبہ سے کعبہ کی سیر کر، خدا سے خدا کی طرف پلٹ آ، کیوں کہ تیرا پہلا طواف ناقص تھا اور گناہ کی طرح سزاوار توبہ ہے اور تیرا حج قران یا افراد ہے ، پہلے جو کچھ کیاہے اس سے خدا کی جانب باز گشت کرے گا ۔

وقوف عرفات ظہر سے غروب تک ہے ، اس وقت سے جب خورشید اپنے تابش کی معراج کمال پر ہو تو بھی عرفات، شناخت کی معراج کمال پر قدم رکھ، یہاں تک کہ وہ خورشید غروب کرے ، لیکن تیری عقل کا خورشید شب مشعر کی ظلمتوں میں زیادہ سے زیادہ تاباں ہو اور شعور گاہ مشعر میں تجھ کو کچھ سے کچھ کر دے اور بالکل سے بدل کر رکھ دے۔

عقل وشعور وعشق کے یہ تینونمرحلے ترتیب وار طے کرو ، کیوں کہ اگر ترتیب گڑبڑائی تو تمہارا حج باطل ہے اور تمہاری زندگی بیکار ہے کیوں کہ باریک بینی کے بغیر شناخت بے فائدہ ہےاور باریک بینی شناخت سے پہلےمحال وناممکن اور عشق شناخت ا ور باریک بینی کے بغیر جنون آمیز اور شناخت وشعورعاشقانہ عشق وعمل کے بغیر عقیم وبے اثر ہے۔

اور یہ جبل رحمت جو آخری پیغمبر کی رسا لت کا منبر تھا جو ہم کو اجمالی طور پر اسلامی عرفات رسالت کے خلاصہ اسلامی رسالت کے عرفات کی زیادہ سے زیادہ یاد دلاتا ہے ،ا س کے با وجود روز عرفہ اس کے اوپر تمہارا جا نا یا قیام کر نا مکروہ ہے ؛ کیوں کہ تم کچھ بھی ہو اس منبر رسالت کے نیچے ہو نہ اس کے اوپر، نیز اس روز جبل الرحمہ کے دامن میں قیام کو عرفات کی دوسری جگہوں پر برتری بھی حاصل نہیں ہے ، کیوں کہ صاحب منبر نے بھی وہاں اپنی نفی کی ہے اور اپنے خدا کو ثابت کیا ہےجیسا کہ روایت میں ہے کہ پیغمبر اسلام نے کوہ عرفات کی رہگذر میں قیام فرمایالوگ ہر طرف سے آپ کی طرف دوڑ ےتا کہ آپ کے ارد گرد قیام کریں ان کو منتشر کیا پھر بھی واپس لوٹ آئے ، فرمایا: لوگوں ! عرفات میرے اونٹ کے پاؤں کی جگہ نہیں ہے ، یہ پورا وسیع وعریض میدان سب عرفات ہے ،

موقف ہے، جاؤ اور کسی امتیاز اورفرق کے بغیر اس پورے صحراء میں وقوف کرو(۱۔وسائل الشیعہ جدید، ج۱۰، ص۱۳ معاویہ بن عمار حضرت صادق(ع) سے)

تو بھی اس صحراء عرفات(شناخت)میں ان کے اور ان کے پیچھے مت گھوم، کسی شاہ اور آیۃ اللہ کے پاس قیام نہ کر، دولتمندوں اور کسی سیاستمدار کا چکر نہ لگا، خود کو کسی کے زیر سایہ قرار نہ دے؛ کیوں کہ تو اس وقت خدا کے زیر سایہ ہے، ، کسی سے کوئی درخواست نہ کر کہ رسوائی ہے، خدا سے طلب کر اور اگر کسی سے سرو کار رکھتا ہے تو صرف حفظ جان ومال اور ناموس اور احکام سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہو اس کےعلاوہ اس(خدا)کے سایہ میں بیٹھ، اس کے پاس وقوف کر، کیوں کہ عرفات خدا کے علاوہ ہر ایک کو فراموش کرنے کی جگہ ہے اور خدا کو یاد کرنے کی جگہ اور اس کا مرکز ہے۔

یہاں پر پاک وپاکیزہ افراد کی طرح خدا سے طلب کر کہ خدا یا ہمارے دل کو روشن کر،میرے کان میں قوت سماعت اور آنکھ میں روشنی دے، گوشت وخون اور میری ہڈیوں میں ، رگوں میں ، میرے بیٹھنے کی جگہ ، میرے داخل ا ور خارج ہونے کی جگہ ، ہر جگہ اور ہر قدم پر اور ہر حال میں روشنی قرار دے، اپنی ملاقات کے دن ہم سے وابستہ تمام لوگوں کی روشنی کو زیادہ کر کیوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے(۲۔وسائل الشیعہ جدید، ج۱۰، ص۱۳ حضرت صادق سے ہےکہ رسولخدا نے یہ دعاحضرت علی کو تعلیم دی ہے)

عرفات کی یہ شان ہےاگر اپنےپیغمبر کی بات سنو اور منبر کے نیچے بیٹھو اور پھر وسیع وعریض صحراء عرفات میں پھیل جاؤاورپھیلاوتویہ قیام عرفات کے فقہ اسرار کا بعض حصہ ہے اور اب فقہ احکام سے متعلق کچھ باتیں۔

میدان عرفات میں یہ خیال نہ کرو کہ عرفات میں وقوف ایک بیکار و بے مقصد اور فالتو کا کام ہے نہیں ایسا نہیں ہے، تمہیں میدان عرفات میں عرفان سے پر ہونا ہے

، معرفت اور شناخت کی معراج کمال پر پہونچنا ہے اور اس کے بعد مشعر الحرام کا رخ کرنا ہے ۔

وقوف عرفات کے احکام:

اصل میں وقوف عرفات رکن ہے اور ظہر ومغرب کے درمیان واجب ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ تمام وقت سویا اور بیہوش نہ رہے اور کم سے کم تھوڑا سا بیدار اور ہوشیار رہے ورنہ اس کا وقوف باطل ہو جائے گا اور اس میں نیابت کی بھی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ دوسر وں کی شناخت تمہاری شناخت کی جگہ نہیں لے سکتی اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ ظہر ومغرب کے درمیان عرفات میں تھوڑی دیر ٹھہرنا رکن اور اس کے ترک کرنے سے حج باطل ہو جا تا ہے اور اس رکن کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ رسولخدا کے فرمان کے مطابق "الحج عرفۃ"حج عرفہ ہے، نیز آیت"شاھد ومشہود"کو بھی عرفہ سے تعبیر کیاگیا ہے۔

لیکن ظہر ومغرب کے درمیان پوری مدت عرفات میں وقوف کرنا(ٹھہرنا)واجب غیر رکنی ہےکہ اگر کچھ مدت سےزیادہ کہ وقوف صادق آئے عرفات میں نہ ٹھہرےاس نے صرف ترک واجب کیا ہے نہ رکن کوترک کیا ہےکہ اگر اس واجب کا ترک عمد ا بھی ہوتو اس کا حج باطل نہیں ہے۔

مسئلہ۲متعدد احادیث صحیحہ اور صریحہ کی رو سے جن میں رسولخدا کے عرفات کوچ کرنے کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے نماز ظہر وعصر ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور لوگوں کو موعظہ کیا اور اس کے بعد موقف عرفہ کی جانب کوچ کیا ، ایسا لگتا ہے کہ وقوف اول ظہر سے واجب نہیں ہےاور کم سے کم اس راہ کا طے کرنا اور دو نمازوں کے بعد ایک ساعت ہے،لیکن جو شخص اول وقت نماز نہیں پڑھنا چاہتا کیا وہ بھی اسی قدر تاخیر کر سکتا ہے؟ ظاہراً جائز ہے اگر چہ خلاف احتیاط ہے اور جن احادیث نے اول وقت کہ اول ظہر مقرر کیا ہے شاید

یہ پہلو مد نظر ہے کہ اصولا اول ظہر سے وقوف کا وقت ہے کہ اگرا س اول ظہر سےتھوڑا سا وقوف کیا رکن بجا لایاہے ، لیکن اگر ظہر سے ایک ساعت بھی تاخیر کی تو ترک واجب نہیں کیا ، خصوصاً اگر یہ تاخیر دو نمازوں کے بجا لانے کےلئے ہے ا ور ہر صورت میں یہ مقدار وقوف رکنی شمار ہوتی ہے اگر چہ واجب وقوف کی مقدار کا جز نہیں ہےاور کوئی منافات بھی نہیں ہے، لیکن جیسا کہ عرض کیا کہ جو شخص اپنی نماز اول وقت پڑھنا نہیں چاہتا اگر کوئی عذر نہیں ہے تو بنا بر احتیاط شدید اول ظہر سے ہی وقوف کرے، اگر چہ اس کےو قوف پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ۳،بہت مناسب اور بہتر ہے کہ نماز ظہر کو یکجا مسجد نمرہ میں یا مسجدا لحرام میں پڑھےاس طرح سے کہ ظہر کے ایک ساعت بعد عرفات پہونچ جائے اور یہی اول وقت عرفات کا حتمی وقت ہے اور آخری وقت اس کا واجب مغرب شرعی ہےاور بہتر ہے نماز مغرب وعشاء کو مسجد الحرام میں تاخیر میں ڈالے، اگر چہ (روایات کی رو سے ثلث شب تک ہو)کہ بقدر ممکن روز وشب وقوف کا فریضہ روز وشب کے درمیان تقسیم ہو جائے، لیکن اگر چاہے کہ رات کا کچھ حصہ عرفات میں گزارے تو مغرب وعشاءکا بھی ا سی عرفات میں پڑھنا مناسب ہےخصوصاً اگر ثلث شب گذر جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ۴۔ عرفات کا رکنی قیام اسی قدر ہے کہ کہا جائے کہ اس مدت کا کچھ حصہ عرفات میں گزرا ہے ، البتہ بیداری اور ہوشیاری کی حالت میں، خواہ کھڑا رہے یا بیٹھا،سوار ہویا پیدل وغیرہ، صرف بیداری اور ہوشیاری کی حالت میں عرفات میں ہونا شرط ہےکہ اگر بقی مدت عرفات میں نہ رہا یا خواب وبیہوش تھا توآخر کی دو صورتوں میں بے اشکال ہے اور پہلی صورت میں اگر معذور نہ ہو تو صرف ترک کرنا واجب کیا ہےاور بعض وموا رد میں اس کا حج باطل ہے یا کفارہ دے۔

مسئلہ۵۔ اگر صحرائے عرفات میں داخل ہو گیا اور وقوف کئے بغیر صحراء کے آخر تک چلتا رہا اور باہر چلا گیا تومعلوم نہیں کہ یہ مقدار کافی ہو؛ کیوں کہ وقوف نہیں کیا، اگر چہ اتنی ہی مدت قیام کرتا تو کافی تھا، یعنی وقوف رکنی کو انجام

دیا ہوتا ا ور شاید اس مقدار سے کمترقیام کرنا کفایت بھی نہ کرتا اور احتیاط واجب یہ ہے کہ حالت ا ختیار میں وقوف رکنی کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ جتنی دیر میں صحرائے عرفات کو طے کر سکے، البتہ اکثر موانع کو مستثنیٰ کر کے عادی عبورکہ کم سے کم ایک ساعت ہے،نہ یہ کہ بقول مشہور اگر چہ ایک منٹ ہو کافی ہے کہ ادلہ سے اس کا احتمال بلکل ہی بعید ہے، مگر معذور کے لئے کہ نادانستہ یا نا توانی کی وجہ سےاس تھوڑی مدت سے زیادہ توقف کرے تو ادلہ کی رو سے کافی ہے ،

بنار برایں عرفات کا رکنی قیام عذر اور غیر عذر دونوں حالتوں میں فرق نہیں ہے جیسا کہ ا حادیث سے ایسا ہی لگتا ہے۔

مسئلہ۶۔ وقت اختیاری رکنی عرفات جیسا کہ عرض کیا ظہر سے غروب تک قابل ا عتنا مقدارظہر کے درمیان مغرب تک ہے اورواجب اختیاری کا وقت ظہر کے ایک گھنٹہ بعد سے غروب تک ہےا ور وقت اضطراری عرفات مغرب کی اذان سے تھوڑاپہلے سے لیکر اذان صبح تک اور اگر بلا عذر دونوں وقوف اختیاری کو بالکل سے ترک کر دےتو اس کا حج باطل ہے اور وقوف اضطراری اس کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ صرف ایسے مضطر کے لئےجو معذور ہو، نہ ایسا شخص جو اختیاراً مضطر ہو اہے کہ وقوف اضطراری کے ممکن ہوتے ہوئےسہل انگاری کی یہاں تک کہ رات آگئی۔

مسئلہ۷۔ اگر بھول گیا یا نادانستہ یا کسی عذر کی وجہ سے وقوف اختیاری کو درک نہ کرسکا تو عذر بر طرف ہونے کے بعد واجب ہے وقت اختیاری واجب کو یا کم سے کم وقت اختیاری رکنی کو جتنا درک کر سکتا ہےہودرک کرے ورنہ ا ضطراری عرفہ کو کہ مغرب اور اذان صبح کے درمیان کا وقت ہے، درک کرے ا سطرح سے کہ اس مقدار سےکچھ کو وقوف عرفہ شمار کرے اور اذان صبح سے طلوع آفتاب تک کی مدت کو اختیاری مشعر الحرام شمار کرے اور یہ مسامحہ اس جاہل مقصر کے بارے میں جو جانتا تھا کہ مسئلہ سے نا واقف ہے اور پوچھ بھی سکتا تھا لیکن کسی سے دریافت نہیں کیا مورد اشکال ہے، کیوں کہ دلیل کاموضوع صرف بھولنے والا

ہےکہ طبعاً جاہل قاصر کوبھی اس سے ضمیمہ کر دیں گے ، اس معنی میں کہ موضوع مسامحہ صرف معذور ہےاور جاہل مقصر معذور نہیں ہے۔

مسئلہ۸۔ اگر ظہر کے بعد سے مغرب تک مجموعی وقت ایک ساعت کوبلا عذر اور عمداً ترک کردے اگر رکن کے بعد وقوف کیا ہےتو اس کا حج صحیح ہےاوراس کے بعد اگر اول وقت سے کم رکھا ہےتو گنہگار ہےاور حج بے اشکال ہےاور کفارہ بھی واجب نہیں ہےاور اگر مغرب سے پہلے عمداً اور بلا عذر خارج ہو گیا ہےتوبصورت امکان واپس آ نا واجب ہے اور ایک اونٹ کفارہ بھی دے اور اور اگر معذور تھا تو نہ حرام ہے اور نہ کفارہ واجب ہے، صرف جس وقت عذر بر طرف ہو جائے تو بصورت امکان عرفات واپس آ نا واجب ہےاور اگر اختیاراً واپس نہ آئےتوصرف گنہگار ہے اور یہاں پر ہمارے پاس کفارہ پر کوئی دلیل نہیں ہے ؛کیوں کہ کفارہ کا موضوع عرفات سے عمداً بلا عذر باہر جانا ہے،نہ عمداً باہر رکنا اگر چہ احتیاط بہت مناسب ہے۔

مسئلہ۹۔ عمداً باہر نکلنے کی صورت میں اگر پشیمان ہو اور واپس لوٹ آئے تو اس نے صرف اپنی تکلیف انجام دی ہے اور ظاہراً کفارہ ساقط نہیں ہے کیوں کہ دلیل کفارہ د ونوں کا شامل ہے ، واپس لوٹے یا نہ لوٹے، اور کفارہ ساقط ہونا کفارہ کے ثابت ہونے کےبعد محتاج دلیل ہے اور دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ۱۰۔ اونٹ کاکفارہ ۔ جیسا کہ عرض کیا ۔ عمدا کرنےکی صورت میں منحصر ہے اور جاہل مقصر کو بھی شامل ہے اوراگر اونٹ کا کفارہ دینے سے عاجز ہےتو جہاں چاہے۱۸ دن بلا فاصلہ پے در پے روزہ رکھے اور اگرا س سے بھی عاجز ہےتو توبہ کرے، کافی ہے

مسئلہ۱۱۔ اگر اس کافریضہ عرفہ میں اضطراری قیام یعنی کچھ مغرب سےعید کی اذان صبح تک ہے اور اس کو بھی ترک کر دےتو اس کا حج باطل ہے اور اگر اس سے بھی معذور ہو وقوف مشعر اس کے لئے کافی ہے اور اگر اختیاری ا ور

اضطراری دونوں قیام سے عاجزہو اور عذر اس وقت بر طرف ہوجب اضطراری قیام کا وقت بھی نہ رہ گیا ہویہاں پر بھی اس کا حج صحیح ہے ، مگر جاہل مقصر کے لئے کہ دونوں صورتوں میں باطل ہے۔

مسئلہ۱۲۔اگراول سنی بھائیوں کے یہاں ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ثابت ہو لیکن ہمارے یہاںشک ہوتو ان کی پیروی کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، بلکہ تقیہ کی صورت میں واجب اور کافی ہےیہاں تک کہ اگر ان کی خطا کا یقین کرو کہ ظاہراً اس کاکوئی محل بھی نہیں ہے ؛کیوں کہ اختلاف افق اور مختلف یقین کو حل کرتا ہے ، اس صورت میں بھی ان کی پیروی کرنی چاہیئےاور ظاہراً کافی ہے۔

خواہ تقیہ ہو یا نہ وہ کیوں کہ ان تمام موارد آیہ افاضہ "ثم افیضوا من حیث افاض الناس" شامل ہے مشعر الحرام سے کوچ کرو جیسے ک دوسرے لوگوں نے کوچ کیا۔

یہاں پر ناس طبیعی طور پربھاری ا کثریت کوکہا جا تا ہے اور خطاب" افیضوا "کا تعلق اسلامی اقلیتوں سے ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں کہ جس وقت مشعر الحرام کا موج مارتا ہوا مجمع کوچ کرے آپ سیلاب کے مانندمجمع کی ضد نہ بنیئےمسلمانوں کی بھاری اکثریت کے چہرہ پرطمانچہ نہ مارو اور وحدت کے بجائے اختلاف نہ کرو ؛کیوں کہ حج کی جاناتحادو یکجہتی پیدا کرنا اور مسلک وحدت سے منسلک ہونا ہے اور مشعر الحرام کا ایک نام جمع بھی ہے اور اگر مخالفت کروگے اوروہ تقیہ کے بر خلاف ہوگی تو تمہارے حج کی صحت مورد اشکال ہے۔

اور ہر صورت میں ا گر اختلاف مشکوک ہو ایمانی بھائیوں کی پیروی سے تمہارا حج صحیح ہے اگر یقینی ہو (کہ بہت بعید ہے) بلکہ ناممکن ہے اور اگر دو تکلیف کے درمیان حج کر سکتے ہو اور خلاف تقیہ نہ ہوتو جمع کرو اور اگر خلاف تقیہ ہوتو وہی کافی ہےاور لازم نہیں ہے کہ حج کی تکرار کرو کیوں کہ تکرار کے لازم ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور آیت میں امرکا مطلق ہونا خود کافی ہونے کی دلیل ہے۔

مذکورہ بالاآیت نے مشعر الحرام کی تکلیف کو صریحا اور عرفہ کی تکلیف کو ضمنا بیان کیا ہے کہ مشعر الحرام میں "ناس"کی پیروی واجب ہونے سے طبیعی طور پر عرفات میں بھی پیروی ضروری ہے اور روایت میں رسولخدا سے ہے کہ "یوم العرفۃالذی یعرف الناس فیہ"روز عرفہ وہی ہے جس روز"ناس" لوگ عرفہ کریں وہ آیہ مبارکہ مشعر الحرام سےکیا خوب اقتباس اور نتیجہ گیری ہے۔

بنابر ایں اصولا ملک حج میں کسی بھی مذ ہبی اقلیت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ " ناس " جم غفیر اور بھاری اکثریت کی مخالفت کرے ، ورنہ آیت کےاشارہ کے مطابق"ناس" سے خارج ہے اور نسناس میں داخل ہے اور ملحوظ رہے کہ سنی بھائی بھی ہماری طرح وقت کے ثابت کرنے میں دقت کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ کرتے ہیں اور اس دقت کی وجہ سے عرفہ سے ایک دو دن پہلے چاند کا اعلان کرتے ہیں

اور طبیعی طور پر ہم بھی جو شعائر اور مناسک کے لئے ملک حج میں ہوتے ہیں اسی افق کی پیروی کرنا لازم ہےنہ دوسرے ملکوں کے افق کی اور اگر تمہارے وطن کا افق بھی ا س افق سے قطعی اختلاف رکھتا ہو صرف افق ملک حج "مکہ مکرمہ "میزان اور معیار ہےا ور بس۔

مسئلہ۱۳۔ تقیہ کے موارد میں بھی جتنا تقیہ کا اقتضاہے اتنے ہی پر عمل کرنا چاہیئےکہ اگر احتیاط پر عمل کرنا عرفات ومشعر کے موقف کی نسبت تقیہ اور وحدت کے منافی نہ ہو تو یہ احتیاط جائز اور کبھی واجب ہے، مانند اس کے کہ تم خود افق مکہ میں چاند دیکھو یا تمہارے لئے ثا بت ہو جائے کہ سنی بھائیوں نے جو تشخیص دی ہے چاند اس سے آگے یا پیچھے ہےکہ یہ بہت زیادہ بعید لگتا ہے ۔

مسئلہ۱۴۔ جب تک صحرائے عرفات میں وقوف کرو کوہ عرفات کی بلندی پر جا نا مکروہ لیکن اگر مجمع ا س قدر ہو کہ عرفات کے پہاڑیوں کے دامن یا بلندیوں پر جانا ناگزیر ہو تو کوئی بات نہیں ہےاور ملحوظ رہے کہ وادی"عرفہ" عرفات کا جز نہیں ہے اور موجودہ مسجدنمرہ کا بہت بڑا حصہ جیسا کہ علامات سے مشخص ہے عرفات سے باہر اور وادی عرفہ کے اندر ہے۔

مسئلہ۱۵۔ جیساکہ گزرا وقوف اضطراری عرفات سے معذور شخص کے لئے مغرب کے کچھ حصہ سے اذان صبح تک ہے شرط یہ ہے کہ مشعر کا وقت اختیاری نہ لےیعنی طلوع فجر سے نہ گزرے کہ اگر ایک آن بھی گزر جائے وقت اضطراری عرفات کی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ مشعر کا وقت اختیاری شروع ہوچکا ہے۔

مسئلہ۱۶۔ اگر عرفہ کا اختیاری قیام کرے اور عید کی ظہر کے بعد تک مشعر الحرام نہ پہونچےتو اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہےتواس کا حج باطل ہے اور اگر معذور ہوتو صحیح ہے ، بشرطیکہ ظہر سے پہلے مشعر الحرام سے عبور کرچکا ہو اور یہاں پر کچھ اورمسائل بھی ہیں جو مشعر الحرام کےقیام کے عنوان کے تحت بیان ہو ں گے ۔

مسئلہ۱۷۔ اگر وقوف اختیاری عرفات سےمعذور ہوا اور صرف رات میں وقوف کرے، ظاہراً اگر ظہر عید سے پہلےمشعر الحرام پہنچ جائےتواس کا حج صحیح ہےاور احتیاطا سال آئندہ یا جس وقت کر سکےاس کا اعادہ کرے ۔

افاضہ: عرفات سےمشعر الحرا م روانہ ہونا

غروب آفتاب کے بعدکچھ دیر ٹھہرو تا کہ مشرق کی سرخی ہر طرف ہو جائے اور مغرب کا وقت ہو جائے اور اس کے بعد مشعر الحرام کی طرف کوچ کرو تاکہ وہاں بھی خدا کو یاد کرو ،"فاذا افضتم من عرفات فاذ کروا اللہ عند المشعر الحرام"

یہاں دو "وقوف" (قیام) رکن ہیں اور ہر ایک کے بعد کوچ کرنا ہے ، نہ شکشت خوردہ بکھری ہوئی فوج کی طرح ،ا س طرف سے اس طرف، بلکہ پانی کے تیزو تند چشمہ کی طرجوش وخروش کےساتھ خود بھی جوش میں آؤا ور دوسروں کو بھی جوش دلاؤ؛ کیوں کہ افاضہ جوش میں لانا ہے نہ یہ کہ صرف جوش کرنا کہ "فیض "ہے ۔لہذا وقوف اجتماعی قیام ا ور اجتماعی جوش وخروش پیدا کرنا کہ اس کا ٹھہرنا بھی جوش کے لئےاور جوش ٹھہرنے کے لئے اور یہ سب خدا کی راہ میں، خدا اور لوگوں کے گھر کی جانب ہے۔

مشعر الحرام کا نام "جمع" اور" مزدلفہ" بھی ہے اور ہم اس کے تین روحانی پہلوؤں کا ادراک کرتے ہیں: "مشعر الحرام"موشگافی اور باریک بینی کی جگہ، "جمع" ایک دوسرے کے ساتھ ہونا ،"مزدلفہ"خدا سے نزدیک ہونے کی جگہ

یہ دوسرا وقوف صحرائے شعور(مشعر الحرام)میں ، ایسے شعور کی جگہ کہ بے شعوری جس میں حرام ہے ، عدم دقت حرام، ایسی دقیق موشگافی جو فی الوقت شناختوں کومردوداورحرام کرے ، صرف دقیق ، باریک بینی اور بصیرت ہے کہ "مشعر الحرام "ہے اور اس طرف سے مزدلفہ بھی ہے خدا سے نزدیک ہونے کی جگہ ہے لیکن مکمل باریکی اور حساب و کتاب کے ساتھ لیکن"جمع"میں نہ تنہا ؛کیوں کہ خدا اور لوگوں کے گھر کی زیارت کےلئے آمادہ ہوئے ہو ،لہذا یہاں "مشعر الحرام"و "مزدلفہ جمع "ہے

"عرفات " اس کا نام شناختوں کا مجموعہ ہے لیکن مشعر الحرام تین نقطہ نظر سے تین ناموں :خدا اورخلق خدا کے دائمی شعور کا معنی دیتا ہے اور اس حوالہ سے احادیث میں لطیف و دلچسپ نکات ہیں :

۱۔ "مزدلفہ"لوگ اس کی جانب"زلف"رات میں کوچ کرتے ہیں جو رات کی ساعتوں سے مخلوط ہے،

۲۔ خدا اور لوگوں سے نزدیک ہوتے ہیں، اور"جمع"کہ وہاں پر باہم ایک دوسرے کے نزدیک اور ایک دوسرے سے مخلوط ہوتے ہیں اور خود"زلفہ"بھی ،فیض منزلت ا ور حظ کے معنی میں ہے ۔

ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ حجاج کرام مشعر الحرام میں اس سے بھی بہت زیادہ تنگ جگہ پر کس طرح جمع ہوتے اور آپس میں مخلوط ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور اصل میں خدا سےنزدیک ہوتے ہیں "منیٰ"آرزؤں اور اس کے بعد خانہ خداکہ "در حقیقت"خدا سے بھی نزدیک ہوتے ہیں ، گویا یہ خدا کا مہمان خانہ ہے، ، بندگان خدا کے ایک دوسرے سے ملنے کی جگہ کہ سب ملکر خدا کے فرمان کا اجراء کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں ۔

اگر عرفات خود جمع اور مشعر مفرد ہے ،لیکن اس کے نام معنی عرفات کی جمع ہے کہ جمع مزدلفہ و مشعر الحرام ہیں، لیکن اس کی جمع یہاں پر جمع وحدت سے ہم آہنگ ہے کہ لوگوں کا ایک ہونا ہم فکر و ہم خیال اور ایک ہی مقصد کی جانب رواں دواں ہونا، اور ایک ساتھ خدا کے راستہ پر چلنا۔روایت میں ہے کہ مشعر الحرام سے زیادہ مقدس کوئی جگہ نہیں ہے جو ہر متکبر اور خود پرست کو اپنی جگہ پر ذلیل کرتی ، اس کو ناک رگڑنےپر مجبور کرتی ہے اور اس کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہے ،مطلق تاریکی وسادگی کے دریا میں غوطہ ور کرتی ہے اور اس کو بے نام نشان کرتی ہے۔

گویا وقوف مشعر الحرام اس کے شعور کی طرح عرفات سے زیادہ اہم ہے کیوں کہ خدا نے مشعر الحرام کو متن اور عرفات کو حاشیہ قررا دیا ہے اگر چہ دونوں رکن ہیں"**فاذا افضتم من عرفات فاذکرو اللہ عند المشعر الحرام** " جب عرفات سے کوچ کرو جوش وخروش کے ساتھ تو خدا کو مشعر الحرام میں یاد کرو۔

ممکن ہے بعض موارد میں صرف مشعر الحرام کے وقوفوں میں سے کسی ایک سے حج درست ہو اگر چہ عرفات کے عذر کی وجہ سےدونوں قیام ترک ہو جائے، لیکن اگر مشعر الحرام کے سارے وقوف ۔ اگر چہ عذر سےترک ہوں کہ اس سے عبور بھی نہیں کیا ہو اور وقوف اختیاری عرفات کو بھی کیا ہو تو ظاہراً صحیح ہے، لیکن اگر صرف اس کے وقوف اضطراری کاادراک کیا ہو تو قطعا باطل ہے،وقوف مشعر الحرام فریضہ ہے ، نہ صرف واجب ا ور رکن کے معنی میں ہے ، بلکہ رکن سے زیادہ اہم کہ وقوف عرفات سےبھی زیادہ اہم ہے ؛ کیوں کہ اس کا نام صراحت کےساتھ مستقل طور پر قرآن میں آیا ہے لیکن وقوف عرفات سنت ہے ، نہ معنائے مستحب، بلکہ چونکہ اس کا حکم واور سنت سے صریحا مستفاد ہوتا ہےاور قرآن میں صرف اس کا نام آیا ہے وہ بھی مشعر الحرام کے ذیل میں اور فقہ اسرار کے لحاظ سےبھی یہاں پر خوب دقت کےساتھ ذکر خدا کرنا چاہیئےاگر چہ پہلے ذکر خدا سے غافل تھے ۔

"فاذا افضتم من عرفات فاذکرواللہ عند المشعر الحرام " "واذکروہ کما ھداکم وان کنتم من قبلہ فمن الغافلین"اور یہاں پر خدا کو یاد کرو جس طرح اس نےتمہاری ہدایت کی ہےگر چہ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے۔

اور یہ" پہلے" نہ طرف عرفات سے پہلے ہے بلکہ مشعر الحرام سے پہلے تمام حالات میں کہ ان میں سے ایک عرفات بھی ہے کیوں کہ مشعر الحرام کی باریک بینی کے مذکرشعورکےپہلو میں ناقص اور ادھوری معرفت خود غفلت ہے۔

وہاں عرفات تھا: انوع واقسام شناخت کہ متعدد بھی تھی اور درست و نادرست اور کامل وناقص کاسنگم بھی تھا، اور یہاں مشعر الحرام ہے جہاں پر بے معرفتی یا ناقص معرفت حرام ہے، بلکہ باریک بینی ہے اورآپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کثرت وحدت میں بدل چکے اور شناختوں کی ایک دقیق اورباریک بینی کی رہگذر سے گویا ایک شناخت ہوگئی ہے،کیوں کہ یہاں پر بے مغز وبے شناخت قابل قبول نہیں ہےبلکہ فقہ اسرار مشعر الحرام میں حرام ہے، یہاں پر شناختوں کی تحقیق کی ہے نیزاور

متفرقات اور نواقص کو الگ اور علیحدہ کیا جاتا ہے، بلکہ حرام ہے اور کامل کو کامل ترین صورت میں قبول کیا جاتا ہے، کیوں کہ مشعر ہے اور کیوں نہ ہو ،مشعر الحرام ہے، یہاں رات ہے اور با وجودیکہ حجاج آپس میں یکجا ہوئے ہیں لیکن ایک دوسرے کی شناخت کے لحاظ سےایک دوسرے سے بہت دور ہیں، کہ ہر شخص خود اپنے آپ میں ڈوب جائے، خوب غور وفکر کرے ، خوب چھانے پھٹکے ،عرفات کے نٗاشناختہ شدہ افکار ،اشیاء اور اشخاص کو خوب زیر وزبر اور اوپر نیچے کر کے دیکھے جانچے تا کہ وہ کثرت یہاں پر وحدت میں بدل جائے تا کہ سب ایک ہو کر وحدت اجتماعی کےساتھ شیطان پر میدان منیٰ میں تیر بارانی کریں اور بہتر سےبہترانداز میں قربانی کریںاورانہوں نےجوچیزمشقت سے حاصل کی ہے بخوبی میدان عشق وعمل میں عملی کریں۔

عرفات معرفتوں اور شناختوں کی صف تھی نہ شناختوں کے انتخاب کی جگہ کہ خوب سے خوب تر اور بد سے بد ترکو پہچانواور یہاں پر بروں کی نفی اور نیک اور اچھے افراد کی تحقیق اور شناخت کرو اور سب کو خدائے یگانہ تک پہنچنے کی راہ میں متحد کردو ؛کیوں کہ ٹیڑھی اور ترچھی راہیں بہت زیادہ ہیں اور سادہ راہ ایک ہے۔

عرفات کا ایک روزہ شہر میں ہر طرف بور ہی نور تھا، لیکن مشعر کے سیاہ پوش لشکر کی بغاوت سے یکسر ویران ہوگیا اور اب مشعر الحرام کے چند ساعتی ویران خانہ نےاس کی جگہ لے لی ہے ، یہاں پر میں اور تو کا نام ونشان بھی نہیں ہے ، اگر دن میں کچھدکھائی دے رہا تھا اور ہم کچھ نظر آرہے تھےتو اس وقت رات ہے اور وہ چیزیں بھی نا چیز ہو گئیں ہیں اور صرف سفیدی کفن (لباس احرام)کا سایہ رہ گیا ہے اور اگر چہ مصنوعی روشنائیاں بھی ہیں، لیکن ہم گم ہوگئےہیں تاکہ اپنے گم شدہ کوتلاش کر سکیں اور آوارہ ہوئے ہیں تا کہ اپنے آوارہ یاروں کو پیدا کریں ، ہم خوب در بدر ہوئے تاکہ دریا رکے علاوہ کسی اور در کو نہ کھٹکھٹائیں ، تمام نشانیاں اس یکسا نیت اور گم گشتگی میں گم ہیں،انفرادی اور ذاتی امتیازات اس دریا میں قطرہ

ہوگئے ہیں ، کم ہوئے تا کہ زیادہ ہوں گم ہو جاؤ تا کہ پید اہوں، ہیچ ہو گئے تاکہ ہر چیز سے متصل ہوں وہ کیا مشعر ہے اور کیا محشر ہے !

عرفات میں خورشید کی وہ تیز روشنی اور مشعر الحرام کی یہ گھٹاٹوپ تاریکی دونوں بجا ہیں کہ اس کی اور اس روشنی کی شناخت کے لئے اپنی روشنی کی ضرورت ہے اس کا بعض حصہ ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتا ،ہے لیکن یہاں کہ باریک بینی ہے اس کے لئے بصیرت چاہیئے نہ بصارت، اس کی خود آگاہی چاہتی ہے کہ اس کے لئے نہ صرف روشنی لازم نہیں ہے ،بلکہ تاریکی شب بھی لازم ہے کہ ایک کے لئے بصارت ضروری ہے اور دوسرے کے لئے بصیرت ،صرف یہاں پر باطنی فکر ہے کہ ظاہری اور باطن شناختوں کو آمادہ کر کے دقت کےساتھ آگے بڑھو ا ور سیکڑوں خراب شہر سے ایک آباد بستیبہتر ہے میں نے ، بہتتکرار کیا اور تکررا بجا بھی تھی کہ ہم کند ذہن لوگ آبادی سے بہت دور ہں، اور اس کے علاوہ کیا کریں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ سورج نکلتے ہیں شیطان بزرگ سے مقابلہ کرنےکے لئے میدان جنگ ا رخ کریں ، اور اب جب کہ شعور کے معنوی اسلحہاور معنوی طاقتوں سے مسلح ہو چکے ہیں اسی مشعر الحرام کی تاریکی میں شیطان کو سنگ باران کرنے کے لئے پتھر بھی جمع کریں، نہاتنے برے ہوں کہ ان سے شیطان کو مارا نہ جاس کے اور نہ اتنے چھوٹے ہوں کہ ہدف تک نہ جا سکیں ، درمیانی ہوں اور حرم کے ریگزاروں سے ہوں اور استعمال شدہ نہ ہوں، اور اور کتنا اچھا ہو کہ کہ پاک ہوں اگر چہ نا پاکوں کو مارنے کے لئے ہیں ، لیکن تم چونکہ پوک ہواس لئے وہ سنگریزہ بھی پاک ہوں جوتم نے شیطان کومارنے کے لئے فراہم کیا ہے ۔

اگر چہ رات ہےلیکن شعور کی روشنی سے شائستہ سنگریزوں ا ور پتھروں کا انتخاب کرواور یہ خود ایک درس ہے کہ سپاہی کس قدر ہوشیار ہو کہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کاکام لے۔

توجہ رہے کہ پتھروں کی تعددا تمہاری ضرورت سے کم نہ ہو بلکہ زیادہ ہو،کیوں کہ اگر کچھ پتھر تلف ہو جائیں یا ہدف پہ نہ لگیںبقدر ضرورت اپنے ذخیرہ سے

استفادہ کر سکو ، کوینکہ میدان جنگ میں اسلحہ ک کمی ہو جائے تو تمہارے لئے مشکل ساز ہے یا پھر سمجھو کہ تمہارا کام تمام ہوگیا،اور اگر زیادہ ہو جائے تو وقت ضرورت دوسرے افراد کی جن کے پاس پتھر کم پڑگئے ہیں مدد کر سکتے ہو۔

یہ شعور کی جگہ ہے آرام کرنے کی جگہ نہیں ہے، تمہیں ظاہری اور باطنی تمام سلاحوں سےلیس ہونا چاہیئے کہ سورج نکتے ہیں معرکہ کی طرف روانہ ہوجاؤ، اور نہایت تیزی کے ساتھ میدان جنگ پہنچواور میدان منیٰ کیکی پہلی آرزو کو تحقق بخشو۔

شب مشعر شب عید ہے ، باوجودیکہ شب نبرد وقربانی ہے ، راہ خدا میں مرنا یا مارنا لہذا عید کیوں ؟ شعور وظیفہ اور وظیفہ کو انجام دینے کی عید ہے، نفی شیطان کی عید ہے، "لا الہ"اثبات رحمان "الا اللہ" کی عید ہے، کیوں کہ عید سعید "لا الہ الا اللہ " کو تحقق عطا کرتا ہے۔

یہا وجہ ہے کہ اس کی دعائیں بھی ہیں، روایت میں ہے کہ جب مشعر الحرام پھونچوتو کہو،"پروردگارا اس جگہ پر مجھ]ر رحم کر، میرے عمل کو زیادہ کر، میرے دین کو سالم رکھ، اور میرے مناسک کو شرف قبولیت عطا کر، میری گزشتہ خطاووں اور لغزشوں کی تلافی کر اور میرے عذر کو قبول فرما " کہ طبیعی طور پر تمام لغزشواور منجملہ عرفات کی لغزشوں کو بھی شامل ہے۔

اور عید قربان جو عید اثبات "رحمن" ہے شیطان کی نفی کے بعد عید خون، خواہ نفیمیں جو شیطان سےنبرد میں، خواہ اثبات رحمن کہ یہی اصل ہے ، یہ دن جو تمام نشیب وفراز ، جوش وخروش، زد وخورد کے ہمراہہے اور اس کے بعد قربانی ان سب کے ہمراہ روز وشب عید ہے اگر چہ اصلی وہی دن ہے ۔

سب سے بڑی اسلامی عید عید خون، شیطان پر غلبہ کی عید ، عید ناس ،اور نسناس پر غلبہ کی عید اور "الہ الناس"کی راہ میں ایثار و فدا کاری کی عید ، اس وقت رات کی االگاہ فوج دن پر ایک ساتھ حملہ کرنے کے انتظار میں ہے کہ پہلے شیطان

بزرگ کو پائمال کرے اور اس کے بعد خود خدا کی بارگاہ میں فدا اور قربانی کرے، کیوں کہ قربانی فداکاری کی علامت ہے ، اور رمی جمرہ شیطان کو سنگ باران کرنے کی علامت ہے، اور کل ملا کر "لا ال الا اللہ " کا تحقق ہے۔

مشعر الحرام کی مکانی حد:

جیسا کہ معتبر روایات میں وارد ہوا ہے مشعر الحرام کی ملکانی حد مازمین کے درمیان وادی محسر تک ہے، اور اگر جگہ تنگ ہو جائے کوہ مازمین کے اوپر جاسکتے ہو، اور فراز کوہ مازمین پر وقوف کر سکتے ہو اور آخر کار وادی محسر میں ، جہاں فیل و اصحاب فیل خانہ خدا کو ویران کرنے کےلئے پہونچے تھے اور ابابیلوں کے لشکر نے ان پر سنگ بارانی کی تھی، لیکن تم حالت اضطرار میں اس جگہ کو شیطان کو مارنے کی جگہ قرار دو گے ، حالت ا ختیار میں نہیں ! کیوں کہ نامبارک جگہ ہےاور حالت اضطرار میں حۡ کے سپاہی اس جگہ کو مبارک بنا لیتےہیں یہ مشعر الحرام کے فقہ اسرار کا بعض حصہ ہے لیکن اب

فقہ احکام مشعر الحرام: مشعر الحرام کے وقوف مینمقدار واجب ظاہراً پورا بین الطلوعیناور اس کا رکن تھوڑا اول شب سے طلوع آفتاب تک ہے، اور اس بات میں کہ طلوع فجر سے پہلے بھی لازم مشعر میں ہو یانہیں اختلاف ہے،ا ور وجوب پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے م گرچہ شدید احتیاط کی جگہ ہے ،ا ور رکنی لحاظ سے اسی قدر کہ کہیں مشعر الحرام میں بیتوتہ کیا کافی ہے گر چہ ثلث شب کے بعد ہو جیسا کہ معتبر روایات میں ہے کہ نماز مغرب وعشاء کو مشعر الحرام میں پڑھو اگر چہ ثلث شب تک تاخیر کرو، م اور نیت اس طرح سے ہو کہ جس وقت سے واجب ہے طلوع آفتاب تک مشعر الحرام میں وقوف کررہا ہوں اور یہاں چند مسائل ہیں:

مسئلہ۱۔ جو روایت طلوع فجر سے پہلے معذور افراد کے لئے کوچ کرنے کو تجویز کرتی ہیں اور ان روایات سے بھی جو عرفات سے مشعر الحرام کو کوچ کرنے کو مغرب کے بعد اور نماز مغرب وعشاءکو مشعر الحرام میں پڑھنے کی صراحت کرتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ رکن وقوف مشعر بین الطلوعین میں منحصر نہیں ہے، بلکہ مغرب سے تھوڑا طلوع آفتاب تک ہے ، علاوہ اس کے کہ قدر مسلم وقوف مابین الطلوعین واجب ہے اور اس سے پہلے معلوم نہیں ہے ، وقوف رکنی اور وقوف واجب عرفات کی طرح کہ ظہر کے بعد ایک ساعت تک واجب نہیں تھا لیکن رکن شمار ہوتا تھا۔

لہذا گار بلا عذر طلوع آفتاب سے پہلے مشعر الحرام سے کوچ کر جائےترک واجب کیا ہے لیکناس کا حج صحیح ہے اور کفارہ بھی نہیں ہے، اور اگر وقوف مشعر کو عمداً طولع فجر تک تاخیر میں ڈالے ظاہراً ترکو اجب بھی نہیں کیاہے۔

مسئلہ۲۔ بچوں ،عورتوں ، مریضوں بوڑھوں ، ناتوان لوگوں کےلئےا ور جن لوگوں کا مذکورہ افراد میں سے کسی ایک کےس اتھ لازم ہے ان لوگوں کے لئے جائز ہےکہ طلوع فجر سے پہلے منیٰ کی طرف کوچ کریں جیسا کہ معتبر روایات میں ہے کہ پیغمبر اکرم نے طلوع فجر سے پہلے بنی ہاشم کے ناتوان اور کمزور افراد کو منیٰ روانہ کیا اور فرمایا: "طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمرہ کریں"البتہ یہ اس صورت میں ہے کہاآفتاب کے بعد رمی جمرہ کر سکتے ہوں ورنہ جائز ہے اور آفتاب سے پہلے رمی کریں جیسا کہ دوسری معتبر روایات سے استفادہ ہوتا ہے۔

احتیاط واجب ہے کہ معذور افراد نصف شب کے بعد کوچ کریں مگریہ کہ اس سے بھی معذور ہوں کہ بہت نادر ہے لیکن بحالت اختیارنصف شب سے پہلے کوچ کرنا بہت زیادہ مورد اشکال ہے۔

مسئلہ۳۔ اگر تعمد کے بغیرسہو یا فراموشی کی وجہ سے طلوع فجر سے پہلے حالت اختیار میں کوچ کرجائے اور وقت تمام ہونے تک نہ سمجھ سکے یا واپس نہ لوٹ

سکےتواس پر کچھ نہیں ہےاور اگر سمجھ میں آگیا تو فورا واپس آئے،لیکن اگر عمداً او بلا عذر کوچ کیا یا نا دانستہ یا سہواً بھی لیکن فجر سے سمجھنے کے باوجود بھی عمداً واپس نہ آیا ، ظاہراً اگر وقوف اختیاری عرفہ کو درک کیا ہے اس کا حج صحیح ہے لیکن تعمد کی صورت مُنایک گوسفند کفارہ ہے ۔

مسئلہ۴۔ مشعر الحرام دو وقوف اضطراری اور اس کے درمیان ایک وقوف اختیاری رکھتا ہے، وقوف اضطراری اول؛ طلوع فجر سے پہلے ، دوم طلوع آفتاب کے بعد ظہر تک اور دو قوف اختیاری بین الطلوعین ہے، وقوف اختیاری میں واجب ہے بین الطلوعین پورے وقت وقوف کرے ، لیکن دو وقوف اختیاری میاں اسی قدر کہ کہیں وقوف کیا کافی ہے،وقوف اختیاری میں بین الطلوعینکی پوری مدت شرط ہے کہ اگر عمداً ترک کرے حج باطل ہے بنابراین وقوف رکنی اور واجب ان دونوں وقوف اضطراریمیں یکساں ہےلیکن اختیاری میں مختلف ہے۔

مسئلہ۵۔اگر اس طرح سے معذور تھا کہ مشعر کے دوسرے اضطراری وقت کو بھی وقوف نہ کر سکا یہاں پر اگر اختیاری عرفہ کووقوف کیا اور مشعر سے بھی اس کے تین میں سے ایک وقتوقوف کے ضمن میں عبور کیا ہے ظاہراً اس کا حج صحیح ہےکہ خود وقوف اضطراریبا رکنی اختیاری میں شمار ہے، اور اگر عبور بھی نہیں کیا ظاہراًس کا حج صحیح ہے۔

مسئلہ۶۔ اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے وقوف اضطراری اول کو درک کیا اور طلوع فجر سے پہلے منیٰ کی طرف کوچ کیا ، کیا ا سکے مانند ہے کہ اپنے وقوف اختیاری کو درک کیا کہ اس صورت میں اگر وقوف اختیاری عرفات کو بھی درک کیا ہو اس کا حج صحیح ہے ؟ یا وقوف اختیاری مشعر کی طرح نہیں ہے کہ نتیجہ میں اس کا حج باطل ہے؟ مسئلہ میں تردد واشکال ہےاور اظہر یہہےکہ صحیح ہے ، لیکن اگر صرف مشعر کے دوسرے وقوف اضطراری کو درک کیا ہے اور بس ظاہراً باطل ہے۔

مسئلہ۷۔ جو چیز مسلم ہے یہ ہے کہ اگر مشعر کےو قوف مینبین الطلوعین بالکل اور بلاعذر ترک کرے اور اک حج ہر صورت میں باطل ہے، اور ایک دوسرے کی نسبت دو وقف درک کرنے کی تفصیل تھوڑی دیر کے بعد آ۱۴ے گی۔

مسئل۸۔ اس وقف میں صریحا جس کا حکم ہوا ہےوہ خدا کو یاد کرنا ہے "فاذا افضتم فاذکروا اللہ عند ال مشعر الحرام "جب عرفات سے کوچ کرو خدا کو مشعر الحرام کے کے نزدیک یاد کرو اور صرف خدا کو یاد کرو اور بس کیوں کہ یہ مشعر الحرام ہے اور غیر خدا کو یاد کرنا حرام ہے۔

مسئل۹۔ یہاں پر سنی بھائیوں کے نزدیک ثبوت ہلال عرفات سے بھی زیادہ بنیادی ہےکہ ارشاد ہوا: "ثن افیضوا من حیث االفاض الناس" وہاں سے جس وقتلوگ کوچ کریں تم بھی کوچ کرو

یہاں پر بھی اگر ۔ بفرض بعید۔ یقین کرو کہ سنی بھائیوں سے غلطی ہوئی ہے مثلاً شب نہم ہے جس کو انہوں نے شب دہم مانا ہے تمہارا وظیفہ صرف ان کی پیروی ہے کہ دریائے "ناس" کی موج میں اور سیل مردم کے ہمراہ کسی احتیاط اور وسوسہ کے بغیر کوئے" الہ الناس" کی جانب جاؤ، اور اگر شب نہم ہے شب دہم شمار ہوگیکیوں کہ اس بارے میں سب سے زیادہ اہم وحدت وہمبستگی ہےکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور متصل رہیں نہ نہ گروہ وسواس کا شکست خوردہ لشکر نظر آئیں کہ پراکندگی کی وجہ سےگرفتا نسناس خناس ہو جائیں

اگر اجتماع حرام کی مخالفت کئے بغیر جس بات کا تمہیں یقین ہے اس پر عمل کر سکو عمل کرو، کیوں کہ سارے لوگوں کےس اتھ کوچ کرنا ایک اجتماعی تکلیف ہے اور اس کا اگر امکان ہو انفرادی تکلیف ہے لیکن منافات کی صورت میں تکلیف انفرادی اجتماعی پر قربان ہوجاتی ہے۔

پہلے بھی گزرا کہ سنی بھائیوں کی دقت اور احتیاط ہم سے کم نہیں ہے اور ان کی شہادت پر اطمینان کیا جاسکتا ہے خصوصاً اختلاف افق کی صورت میں کہ اگر بر خلاف مکہ ایران میں ثابت ہو جائے ان کی غلطی کا یقین حاصل نہ ہوگا۔

عرفات و مشعر الحرام کے اختیاری اور اضطراری وقوف :

مسئلہ١٠پہلےگزرا کہ عرفہ ایک وقوف اختیاری رکھتا ہے اور ایک وقوف اضطرای ، لیکن مشعر کے دووقوف اضطرای ہیں اور اس درمیان ایک وقوف اختیاری اور دو اختیاری میں سے ہر ایک پورا واجب اور اسقدر کہ وقوف صادق آئے رکن ہے، لیکن واجب اور رکن اضطراری باہم مساوی ہیں کہ ایک مقدار وقوف ہو، اور مندرجہ ذیل مسئلہ میں ہم ان وقوفوں کی نسبتوں کو بیان کریں گے۔

مسئلہ١١۔ قدر مسلم اگر دونوں وقوفوں کی تمام قسمیں ترک ہو جائیں اس کی ہر صورت میں حج باطل ہے، اگر معذور اور جاہل ہو، لیکن اگر ان دونوں وقوف کی بعض قسمیں ترک ہو جائیں ان کے احکام مختلف ہیں کہ ہم یہاں پر ان کے تمام فعل وترک کی صورتوں کو بیان کر رہے ہیں:

١۔ اگر وقوف اختیاری مشعر کو درک کرے ہر صورت میں صحیح ہے خواہ اضطراری یا اختیاری عرفہ کو درک کرےیا نہ کرے۔

٢۔ اگر اختیاری عرفہ کو اضطراری مشعر کے ہمراہ درک کرے اس صورت میں بلا اشکال صحیح ہے

١)جیسا کہ صحیحہ معاویہ بن عمار میں حضرت صادق(ع)سے ہے وسائل، باب٢١، وقوف مشعر

٣۔ اگر صرف مشعر کے روز کے اضطراری وقوف کو درک کرے ظاہراً اس کا حج باطل ہے ، لیکن اگر مشعر کو طلوع آفتاب سے پہلے درک کرے ظاہراً صحیح ہے (١۔) یہاں پر خصوصاً مشعر کے وقوف اضطراری شبانہ کے درک

کرنے میں متعدد معتبر روایات ہیں کہ کافی ہے، لیکن مشعر کے روزانہ وقوف اضطراری کو درک کرنے کے بارے میں روایات کے دو گروہوں میں تعارض ہے اور روایات بطلان صریح تر ہیں اور دونوں گروہوں کے ساقط ہونے کی صورت میں بھی مقتضائےقاعدہ بطلان حج ہے)جیسے کہ مشعر کا وقوف اضطراری شبانہ بھی کافی ہے۔

۴۔ عرفات ومشعر دونوں کے اضطراری وقت کو درک کرے ظاہراً درست ہے ، اگر چہ باحتیاط مستحب شائستہ ہے حج کا اعادہ کرے (۲۔ جیسا کہ صحیحہ حسن عطار میں حضرت صادق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:اگر حاجی عرفات کو فجر سے پہلے درک کرے اور جب مشعر پہونچے دیکھے کے لوگ جا چکے ہیں تھوڑی دیر مشعر میں توقف کرےاور اس کے بعد منیٰ میں لوگوں سے ملحق ہو جائے اور اس پر کوئی چیز نہیں ہے(وسائلہ الشیعہ باب۴۴ مشعر))

۵۔ مشعر کے وقوف اضطراری شبانہ کو عرفہ کے وقوف اختیاری کے ساتھ درک کرے ظاہراً درست ہے۔

۶۔ مشعر کے وقوف اضطراری شبانہ کو اضطارری عرفہ کے ساتھ درک کرے ظاہراً صحیح ہے۔

۷۔ صرف اختیاری عرفہ کو درک کرے کہ ظاہراً صحیح ہےلیکن احتیاط موکد ہے کہ اعادہ کرے ۔

۸۔ صرف اضطراری عرفہ کو درک کرے جو قطعا باطل ہے۔

یہ آٹھ موارد اتفاقی اور اختلافی ہونے کے لحاظ سے ان کی صحت وبطلان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ قسم اول و دوم ، اجماعاصحیح ہے، ۲۔ اور آٹھویں قسم اجماعا باطل ہے، اور پانچ دوسری قسمیں اختلافی ہیں ، ہم نے ان احادیث صحیحہ کی رو سے

بعض کی صحت اور بعض کے بطلان کو ترجیح دی ہے کہ نتیجہ کے طور پر تیسری قسم جو کہ مورد اختلاف سے ہے باطل ہے اور آٹھویں قسم بھی بالاجماع باطل ہے، یعنی اگر صرف اضطراری عرفہ یا اضطراری روز آنہ مشعر الحرام کو درک کرے باطل ہے اگر چہ بقیہ اختلافی صورتوں میں بھی احتیاط بجا ہے۔

منیٰ: آرزوئیں :

"ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہان اللہ غفور رحیم" (بقرہ /۱۹۹)

اس کے بعد مسجد الحرام سےمنیٰ کی طرف ۔کوچ کرو، اور وہاں سے سیل خروشان کی طرح روانہ ہو، اور خدا سے طلب مغفرت کرو کیونہ ہو بخشنے والا اور مکہربان ہے۔

عرفات اور مشعر الحرام میں فقہ عملی کے لحاظ سے کوئی کام واجب نہ تھا اور صرف وقوف جو خود صوری اعتبار سے بیکارہے ، اگر چہ فقہ اسرار کے لحاظ سے اسرار اور رموز کی ایک دنیا ہے ۔

لیکن یہاں منیٰ ہے اور اسرار کے علاوہ آرزؤں کو تحقق بخشے، عزائم اور ارادوں کوعملی کرنے ، عرفات اور شناختوں کو عملی کرنے اور مشعر الحرام کی موشکافیوں کو تحقق عطا کرنے کی جگہ ہے۔

یہ شیطان کو سنگباران اور رحمن کے حجور قربانی کرنے ارو آخر میں حلق یا تقسیر کرنے کی جگہ ہے اور اس کے بعد دوسرے ایام میں صرف تین شیطان و پتھر مار نا اور ان پر سنگ بارانی کرنا ہے۔

اب شب مشعر کے پارسا سپاہی آشکار وپنہاں دو اسلحوں سے لیس ہوکر تیر ہاتھونمیں لیکر ، دل میں ایمانی موشکافیاناور شناختوں کو بسا کر اس آشکار اور پنہاں دو وقوفونا ور اسلحوں کے ہمراہ روانہ منیٰ ہوتے ہیں۔

کم سے کم جتنے پتھر شیطان کو لگنے چاہیئے ان کی تعداد۴۹ ہے، تین دن میں اور زیادہ سے زیادہ ستر ہے چار دن میناور کچھ پتھر بطور احتیاط اپنے پاس رکھے تاکہ گم شدہ اور خطا جانے والے پتھروں کی تلافی ہوسکے۔

شیطان بزرگ شاہ شیطان پر حملہ کرنے کا اولین وقت اور صرف اس پر ، روز عید ہے،،آفتاب ہے کہ حکم خدا سے لاکھوں فداکار سپاہی اشارہ خورشید سے جو سرعت کے ساتھ میدان جنگ کو روشن کرتا ہے ، ایک ساتھ حملہ کا آغاز کرتے ہیں اور اس وحشت زا میدان میں شاہ شیطان پر سنگ بارانی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں اورتوجہ کے قابل یہ ہے کہشیطانوں پر سنگ بارانی کا یہ تین چار روزہ پروگرام اس کی مدت بقیہ مناسک حج و عمرہ سے زیادہ ہے یہ نفی واثبات کلمہ توحید "لا الہ الا اللہ" کو تہقق عطا کرنے کی جگہ ہے، شیطان کی نفی اور اس کے بعد رحمن کا اثبات کہ عید کے دن پہلے بڑے شیطان کی نفی کرو اور اس ے بعد قربانیکہ اپنی طاقت کے بقدر خون بہا کر اس کی بارگاہ می قربانی پیش کرو اور یہا س بات کی علامت ہے کہ خدا کی راہ اور اس کے اثبات مۃور اس کی راہ میں استقامت وپائداری کے لئے جان تک قربان کرنے لئے حاضر ہو اس کے بعد حلق یا تقسیر جو بقیہ شیطانی ارتباطات کو ختم کرنے کی طرف اشارہ ہے، اپنی اور شیطان کی نفی ،ظاہری اور باطنی شیطان اور اس درمیان رحمن کا اثبات ، اور دوسرے دو یا تین دن صرف تین شیطانوں کی نفی اور کتنا طولانی میان جنگ ہے کہ شیطان کو طرد کرنا زیادہ وقت اور زحمت کا طلبگار ہے، اور یہ سب رحمن کے اخلاص کے لئے ہے ، کیوں کہ شیطان اس کا منصوبہ تنہا نفی رحمن اور نفی عبادت رحمن نہیں ہے بلکہ اگر عبادت بھی کر وریائی اور شیطانی ہو اور تم بھی گمان کرو کہ زاہد ہو

ہاں منیٰ! آرزوئیں: خدا اور شیطان کی سرزمین ہے اور اور جو نگاہ نفی شیطان اور اثبات رحمن ہے : "لا الہ الا اللہ"لیکن شیطان کی نفی طولانی تر ہے کیوں کہ شیطان کی راہیں زیادہ اور بھول بھلیوں والی ہے اور اثبات رحمن کوتاہ اور مختصر تر ہیں ، کیوں کہ راہ خدا کوتاہ اور مختصر بھی ہے اور ایک ہے، طولانی بھی نہیں ہے:ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ" یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی نہ کرو کہ تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گی"

یہاں عشق شناخت وشعور کی دو منزلیں طے کرنے کے بعد میدان عمل میں قدم رکھتا ہے جانے پہچانے شیطان کو روز روشن میں ستر بار سنگ باران کرتا ہے ، راتوں کو بیتوتہ، استراحت اور دنوں میں تین محاز پر تین شیطانوں سے پیکار کرتا ہے، روز اول "عید"بڑے شیطنا سے مخصوص ہے ،جمرہ عقبہ،کہ تازہ نف سفوجاس وقت بڑے شیطان کو سنگ باران کرتی ہے اور بعد کے دنوں میں طبعاً دوسرے شیاطینبڑے شطان کی مدد اور اس کو بچانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور خود کوآمادہ کرتے ہی ،خدائی فوج اس کے بعد گیارہ اور بارہ اور کبھی تیرہکو تینوں محاذ پر نبرد آازما ہوتی ہے ، پہلے چھوٹے شیطان کو کہ بڑے ہونے کیہوس نہکرے اور ولایت عہدی کی فکر اس کے ذہن سے نکل جائے اس کے بعد منجھلے شیطان کو : ولی عہد کو اسی آرزو میں مر جائے اور آخر میں بڑے شیطان کو ک اگر تھوری سی بھی رمق باقی و سہی رمق میں ختم ہو جائے

لشکر حق ہاتھوں میں تیر لئے ، لبوں پر تکبیر اور دعا، اللہ اکبر، "اللہھم اد حرعنی کید الشیطان" کے ساتھ شارع الملک بڑی شاہراہ میں بڑے شیطان پر اپنے حمللہ کا آغاز کرتا ہے ، کہ اس تقدیر نے شیطان کے محاذ کا نام بھی بڑی شاہراہ رکھاہے کیوں کہ شیاطین ہمیشہ کوچہ وخیابان میں بادشاہ ہیں ۔

ان سپاہیوں کے درمیان وورتیں بچے اور بوڑھے جو ہر جہاد میں معذور ہینیہاں پر عمومی آمادگی ہے حتما بقدر امکان وظیفہ سربازی کو انجام دیں ، اگر

مقدرو ہے کہ دن میناور نہ رات میں سنگ باران کی طاقت نہیں رکھتے ، نائب اختیار کریں ، کیوں کہ اگر شسپاہی معذور ہے تو تیر تو معذور نہیں ہے، لہذا انہیں بیکار بہ جانا چاہیئے، اگر حاضڑ ہوسکتا ہے تو خود محاذ پر حآضر ہو کہ اس نبرد کا منظر دیکھنے سےتو معذور نہیں ہے۔

یہ اس وروز کا وقت اسلی ہے کہ تاریکی میں تیر اندازی صحیح نہیں ہے اگر ارت میں تیر اندازی پر مجبور ہوگئے دن میں تمہارا نائب تیر اندازی کرے اور اگر آج معزور وہو نہ کلتو کل خود تیر اندازی کرو، اگر صرف آخری دن تیر اندازی کر سکتے ہو سارے تیر فاصلہ کے ساتھ اسی دن رہا کرو ، پہلے اول کی نیت سے اور اس کے بعد بعد کی نیت سے کہ کم سے کمم ترتیب کی رعایت ہو۔

مگر کیا شیاطین کا آشیانہ منیٰ میں ہے کیا ان کے محل صرف شیطان بزرگ کی شاہراہ پر ہے ؟کہ کہیں اور انہیں صرف میدان منیٰ میں ان سے بر سر پیکار ہونا ہے ۔

اور ہر صورت میں کیا شیاطین صرف تین ہیں کہ تین محاذ پر ان سے تیر بارانی کی جائے اور ہر حملہ میں صرف سات ہی پتھر کیوں؟

یہ سب رمز اور محاذ بنانا ہے کہ خانہ خدا و مردم کے زائرین مدرسہ منیٰ میں شیطان کو مارنےاور شیطان سے نبرد آزما ہونے کا درس لیں۔

خود ان تین محاذوں کے چند برے سوابق ہیں جو ضد پیغمبر جاسوسی کا مدقق ہیں اورتین بتوں کی جگہ ہیں اور شیطان کی جو نگاہ حساسترین ابراہیمی امتہانوں میں ہے جس پر آپ حضرت اسماعیلکا سر کاٹنے]پر مامور ہوئے اور انہیں تین محاذوں پر شیطان آپ کے پیچھے گیا اور تینونبار حکم خدا سےابراہیمی پتھر اس پر برسائے گئے۔

ہاں! تین اتنومی شیطان ،نہ تین اقنومی خدا، مسیحیا ور دوسری فکر کے برخلاف، ۱۔ تین بت ،بے جان خدا ۲۔ تین طاغوت، شیطان کے جاسوس ۳۔ تین شیطان ، طاغوتی بت اور طواغیت تین شیطانی جلووں میں

نیز تین چہروں میں :شیطان ، گائے ۔ پلنگ جو سہگانہ دوگانہ اور یگانہ پیوند کے ساتھ کل ملا کر سات ہوتے ہیں ۔

۱۔ شیطان ۲۔ گائے ۳پلنگ ۴۔ شیطان گائے ۵۔ شیطان پلنگ ۶۔ گائے پلنگ ۷۔ شیطان گائے پلنگ لہذا ان تین شیطانوں میں سے ہر ایک کو ساتھ پتھر مارو کہسات روزہ جہنم کی علامت ہیں ، خوب دقت کرو۔

نیز تین دوسرے اساسی چہرون میں: ۱۔ استعمار ۲۔ استثمار ۳۔ استحمار!

۱۔ فرعون ۲۔ قارون ۳۔ بلعم باعور ! ک استعمار بڑا شیطان، اور استثمار منجھلا شیطاناور استحمارچھوٹا شیطان! اور میں حیران ہوں کے اس چھوٹے شیطان نے ان دونوں کو کنسی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں کہ اگر نہ کرے دونوں بیکار اور مفلوج ہیں اور چونکہ دونوں کا خادم ہے ہم آخری حساب کر کے اس کو نوکر سمجھتے ہیں ، اور اگر خدمت سے انکار کرے استثمار اور استحمار دونوں کاکام ہے تمام اوردرھم برہم۔

یہ تین شیطان تین ہونے کے باوجود ایک ہیں اور ایک ہونے کے باوجود تین ہیں، مسیحیوں کی تینوں اقنوم کی طرح نہیں کہ محال ہے ، بلکہ یہ تینوں ان کی ہملکاری اور ہم آاھنگی عالم شیطت میں واجب اور تکمیل شیطنت کی شرط اساسی ہے ، کہ یہ تین شیطان اقنوم اجتناب ناپذیر ہماہنگی رکھتے ہیں ، کہ فرعون، شیطان استبدادواستعمار، قارون ،گائے استثمار، اور بلعم باعورا اتحمارہے ، جو قدرت وثروت ریعت کو ایک جگہ جمع کر کے بلا واسطہ کا دعویٰ کرتا ہے اور ہر چیز کواپنی جانتا ہے اور اپنے علاوہ کسی وھاکم نہیں سمجھتا اور خود تنہا شیطنت کی

تین بنیادوں کوجمع کر کے جہنم کے ساتوں دروازے کو ریعت کے اوپر کھولتا ہے کچھ روشن نمونہ کو اسدور کے ایرانی پہچانتے ہیں اور اس کا عکس جمرہ عقبہ پر لگا رکھا ہے تاکہ مسلمان شیطان واقعی کے چہرہ کو چنگ باران کریں۔

اور جہاں پر یہ تینوں اقنوم صورتا ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ہر ایک کی جدا گانہ تشکیلاتہے ، قدرتاور استبداد اور اس کا فرعون استعمار قارونی غارت گری کو قانونی قراردیتا ہے ، اور بلعم باعورا جو دو بار کا منتخب کردہ ہے اس غارت گری کو شرعی کرتا ہے اور فرعون کے ظل واللہی حکم شرعی عدالت میں صادر کرتا ہے کہ خود شیخ الاسلام۔ شریح قاضی۔امام جمعہ اور آیۃ اللہ درباری اور سب سارے کے سارے فرعون کی قدرت سے قانونی اور فرعون قارون اور بلعم کیقدرت سے سیاسی شرعی اور شہنشاہی کے لائق ہے۔

قاروں بھی استضمار بلعم حق کے ساتھ ، اور قانون فرعون کی صحت کے ساتھ اور بلعم بھی زمین خواریاور گائےء خواری قارون ک و شرعیت تملکات شخصی کے باہمیں اور دونوں تمام شہنشاہی وسائل کے ساتھ فرعون کو ، فرعون اور ان دونوں کو ادلہ آیات وروایات اور استعماری توجہات سے جو قدرت فرعون کی بنیاد کو عرش الہی پر استوار کرتے ہیں اور خدا کےس اتھا س کو شریک قرار دیتے ہیں اور وکیل اور ہر رخ سے اس کو خدا بنا دیتے یں، یہاں تک کہ اس کانام بھی خدا رکھ دیتے ہیں نہ صرف ظل اللہ اور - - - !

اور تم نے روز عید ،ہاں روز عید! صرف بڑے شیطان شاہ شیطان کو مارنے پر مامور ہو اور بس، اس رخ سے کہ وہ تینوں شیطان ہے ، شیطان گائے اور چیتا ہے، فرعون قارونا ور بلعم ہے ، استعمار استثمار اور اتحمار ہے تمام مصیبتوں کی جڑ ہے، اور وہ بعد کے ایایم میں تینوں محاذوں پر قبضہ جمالتا ہے، تم کو ان تینوں مہاذوں کی بھیجتا ہے ، لہذا تمہیں بھی تینونمہاذوں کےلئے تیار ہوناچاہیئے ۔

اور کتنا گہر اتعلق اور اتصال رکھتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کے تحت ایک دوسرے سے جدا ہوں تو بنیادی طور پر باہم اور ایک ساتھ ہیں۔

فرعون قارون کے پاس جاتا ہے اور قارون فرعون کی خدمت میں، بلعم فرعون کے دربار میں اور فرعون بھی بلعم کی مسجد یا دیر یا کلیسا یا خانقاہ میں کہ: دربار اور یہ عبادتگاہاور یہ بیت المال ان تینوں شیاطین کی جولانگاہ ہیں ، کہ ہر ایک ان دونوں میں نہ جانے کتنے منصوبہ بناتے رہتے ہیں اور جال بنتے رہتے ہیں ، اگر چہ قدرت فرعونی اصل ہے لیکن جب تک ثروتقارون اور شرعی بلعم نہ ہو فرعون کی شہنشاہی پائدار نہ رہے گی اور اس خوف سے کہ مبادا ان دونوں میں سے وکٹک ہوس آرریا مہری کرے خود بھی ان دونوں کا ایک ہوجاتا ہے اور قارونی اور بلعمی چھوٹے چھوٹے نمائندوں کو اپنی ماتحتی میں لے لیتا ہے کہ امام جمعہ وشیخ الاسلام مال دار اور شریعت مدار بھی اس کے نمائندہ ہیں ۔

سب اس کی علامت ہیں اور اس میں خم ہیں اور مستقل طور پر وہ کچھ بھی نہیں ہیں اور وعہی سب کچھ ہے کہ"انا ربکم الاعلیٰ "نہ تنہا خدا بلکہ خداونکا خدا ۔

یہاں پر سمجھ میں آتا ہے کہ رمی جمراتکا منظر شیاطین کے خلاف مسلسل پیکار کا ملکتب ہے، تینوں شیطانوں کے خلاف شیطان سہ پای،

خود عدد سات بھی سات طرح کی شیطنت کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ کہ جہنم کے سات در سے عبارت ہے اصمانوں اور زمینوناور زمانوں کی طرف اشارہ ہےجو سات سات ہیں

تم بھی شیطانوں کو مارنے مینلازم ہے سات سات پتھر مارو ،س ات آسمان، سات مین اور سات زمان کی سات شیطانوں کو مارنے اورس ات جہنم کے دروازوں کو بند کربنے کےلئے سیر کرو ، اور یہ جانوح کہیہ جنگ زمین وزمانا ور آسمان کے ساتوں میں سے ہر ایک محاذ پر جاری ہے ، یہ جگہ اور ہر وقت شیاطین کمین

ہیں اور تم کو ہمیشہ شیطان کو مارنے کے متعدد سلاحوں سےآراستہ ہونا چاہیئے کہ یہ کود "لا الہ" کا نقشہ ہے اور اس کے بعد نقشہ"الا اللہ" در پیش ہے ۔

تم حجاج یہاں منیٰ کے تینوں محاذوں پر اس کو حاصل کرو ، اس خدا خواستہا ور خدا ساختہ زندگیس اسز مناظرمیں لازم ہے کہ خناس نسناس کے وسوسہ شر سے رہائی حاصل کرو ۔

دھیان رہے خود ہرن نہ قرار پاؤ، خبر دار کہ شیطان ان محاذوں میں سے کسی ایک محاز پر تم سے ی نہ کہہ سکے کہ تم خود فرعون ہو،اور فرعون کو پتھر مار رہے ہو، قارون! تم خود قارونکوسنگسار کر رہے ہو، بلعم! تمخود بلعم کو ہدف قرار دے رہے ہو، اے گائے تو گائے سے جھگڑ رہی ہے ، اے حیوان درندہ تو خود حیوان درندہ کو چیر پھاڑ رہا ہے ، اے روباہ تو روباہ سے ملکر وحیلہکر رہی ہے ۔

استعمار! استعمار لکے خلاف ؟ استثمار استثمار کے خلاف ، استحمار تو کود استحمار کے خلاف؟ یا ہر ایک سہ رکنی اعضاء انجمن کے خلاف ، سب خود آپس میں دست بگریبان ہیں ، کتنی مضحکہ خیز جنگ ہے کہ سب آپس میں کٹے مرے جارہے ہیں ، حضرت صادق سے مروی ہے کہ جو شکص اس طرح رمی جمرات : رمی شیطان کرے ، شیطان اس کے کان میں کہتاہے "بأ سست ما رمیت"قسم تیرے سرین کی تم مجھے پتھر نہینمارا !

لیکن نہیں ! تم مدرسہ احرام میں ہو ، شناکت اور باریک بینی کے مدرسہ میں ، تم شیطنت سے باہر آچکے ہو ، اپنے اندر کے شیطان کو باہر کرچکے و ، اور اب میدان منیٰ میں خارجی شیاطین کو بھی خود سےد ور بھگا رہے ہو ، اللہ اکبر کہہ کر مارو "اللہھم ادحر عنی کید الشیاطین" کہہ کر مارو ،" اللہھم علی کتابک وسنۃ نبیک" کہکر مارو ا مارو ہ شایطین کو مارنے اور خود سےد ور بھاگنے کی تمرین اور مشق ہے نہ مارنا ، محاذ کیایک صورت ہے نہ محاذ۔

یہاں مدرسہ جنگ ۔ فوجی ٹریننگ ۔ دانشکدہ افسری ہے۔

کس طرح میدان جنگ میں صرف اس کی شناخت ، کس لئے اور کیوں تیر اور سنگ بارانی کریں ؟ اور اس ے بعد جس جگہ بھی ہو ، جس زمین وزمان وملکان میں بھی ہو ، جس شغلا ور پوشت پر بھی ہو ، لازم ہے تمہارا زیادہ تر و ۱قت شیاطین کو مارنے میں صرف ہو ، شیطان اور شیطنت کو دور کرنے اور بھگانے میں صرف و اور بقیہ وقت اس کے درمیان اصل ومتن زندگی کی حیثیت سے عبادت واطاعت رحمن میں صرف کرو وہ فرع ہے اور یہ اصل ہے، وہ اس بات کا مقدمہ ہے کہ " لا الہ" مقدمہ "الا اللہ" ہے ، کیوں کہ زندگی سراسر عقیدہ وجہاد ہے پوری زندگی نقش لا الہ الا اللہ ہے، ہر شیطان اور ہر طرح کی شیطنت سے نمٹنے کے لئے مناسبحربہ اور اسلحہ آمادہ رکھو اور ایک مختصر اور مطالب کی دنیا لئے ہو جملہ "اعدوا لھم ماستطعتم من قوۃ " سے جتنی قدرت رکھتے ہو یا جتنی قوت فراہم کر سکتے ہو ، اپنی پوری طاقت وقوت سےشیاطین سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرو ، تاکہ" ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم" دشمن خدا اور اپنے دشمنوں کو اس طرح سے ڈرا سکو کہ تم سے ہمیشہ گریزاں رہیں۔

لازم ہے جنگ پوری آمادگی کے ساتھ اور حساب شدہ ہو، لات گھونسا اور تیز نوک والے سلاح بے معنی ہے،فرعون سے لڑنے کے لئے اس طرح کی قوت وطاقت درکار ہے، صرف وعظ وارشاد سے کام نہیں چلے گا نہ وہ سمجتا ہے اور اگر وہ سمجھے بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا ، اور قارون استثمار کے ساتھ بھی جنگ کا وہی طریقہ ہو ۔

صرف قدرت اور موعظہ سے کام نہیں چلے گا ، اور بلعم استحماری کا علم کی طاقت سے مقابلہ کرو کیوں کہ پیغمبر کا ارشاد ہے "اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمکہ، ومن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین"جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں ، علمای ات کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علم کو آشکار کریں ، اور جو ایسا نہ کرے اس پر خدا فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو ۔

اور شیطان سے جنگ کرنا نہ صرف علمای دین کا فریضہ ہے بلکہ سارے مسلمانوں کا فریضہ ہے، جس طرح سے کہ میدان منیٰ صرف علماء سے مخصوص نہیں ہے ، شیاطین اجتماع سے لڑنے والےصرف علماء نہیں ہیں بلکہ سارے مسلمان مناسب حربہ کے ساتھ ۔

شیطان کے خلاف نبرد آزمان ہوں اور جس کے پاس مناسب سلاح نہیں ہے وہ آمادہ کرے اور سب سے زیادہ اہم صحیح اسلامی فکر اور بصیرت کا ہتھیار ہے کہ حتی الامکان استحمار کے تمامی محاذوں پر جنگ کریں اور جہاں پر ہ لڑ سکیں طاقتور اور قوی سپاہیوں کی تلاش کرو۔

یہ نہ سوچ وکہ تنہا ہو اور ہر محاذ پر لڑنے کی طاقر نہیں رکھتے ہو کہ سپاہی اورس از وسامان کے بغیرقارون سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے ہو، کیوں کہ مال پاس نہیں ہے، استحمار بلعم سے مقابلہ نہ کرسکو گے علم کی دولت سے محروم ہو ، قدرت اور جمعیت کے بغیرفرعون ست عہدہ بر آا نہیں ہو سکو گے ،ایسا کچھ بھی نہیں ہے،کیوں کہ ارشاد قدرت ہے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الاخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر " تم سے ایسی امت تشکیل پائے جو خر کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے ۔

محاذ پر اکیلے لڑنا غلط ہے ، میدان منیٰ کی طرف دیکھو کہ سب ایک جٹ ہو کر مانند سیل خروشان، مانند شیر نیستاں میدان کی سمت روانہ ہوتے ہیں اور دشمن کوئی بھی ہو صرفا ن کے آب دہن میں غرق ہوجاتا ہے تیروں کا؟ تو دور کی بات ہے۔

ط استعمار۔ استبداد جس کا کام زور زبردستی جبر سے حکومت وحکمرانی کرنا ہے، شیطان استثمار جس کا کام جونگ کی طرح انسانوں اور قونموں کاخون چوسنا ہے ، اور شیطان استحمار جو منینڈھے کے چہرہ میں نہیڑئے کا کام کرتا ہے ، اپنی ڈاڑھی اور عمامکہ کے ساتھ جو دربار نے ا س کے سر پر رکھ دیا ہےاوقافی

محراب ومنبر، مکہری تسبیح وسجادہ کےساتھ یہ سب سے زیادہ خطرنا ک مصیبت فرعون وقارون کو بد سے بدتر بنا دیتی ہے ، مسجد اور فراز منبر پر دعا گوئے ملوکانہ ہے اور فراز اسلام اول سلام کرنے والوں کی صف میں اور مجالس دعا میں اولین دعاگو! یہاں تک کہ یہ بلعم بے معرفت صحرائے عرفات میں بھی فرعون کے لئے دعا گو ہے ۔

تم حاجی خود کو اس طرح سے سوغات بناؤ کہ جب اپنے وطن واپس جاؤ پوری قوت وطاقت سے ہر محاذ پر شیطان سے نبرد آزما ہو، اور اگر مناسب وقت وطاقت نہیں رکھتے ہو تو آمادہ کرو ،ا ور اگر خود نہیں کر سکتے ہوتو دوسروں کو اس کام کے لئے تحریککرو، ،تاکہ ملک حج ملک خدا ،حکومت خدا اور حکومت اسلام کہ جہاں پر ہو بنیاد رکھ سکو کیوں کہ ہر جگہ عرفات ہے ر جگہ مشعر ہے اور ہر جگہ منیٰ ہے ، کیوں کہ یہ ملکتب ہے اور ہر جگہ عمنل ہے ، جیسا کہ امام سادق(علیہ السلام) کی تفسیر کے مطابق ملکتب عاشوراء ملکان وزمان کی وسعت مینبر تر از زمان وملکان ہے کیوں کہ کل یوم عاشوراء، کل ارض کربلا، وکل شھر محرم، تم حیسن بنو کیوں کہ یزید بہت ہینیا کم سے کم حسینی بنو کیوں کہ ہر وقت عاشوراء ہے اور ہر زمین کربال ہے، تمہارا منصوبہ ہر وقت اور ہر جگہ حسینی ہو، نہ صرف گریہ وبکا کہ یہ صرف حسینی فداکار سپاہیوں کی تحریک اور ان کو بر انگیختہ کرنے کے لئےہے، اور آغازبھی خود کروکیوں کہ حسین آزاد منش اور حریت پسند انسان حق وباطل کے ہر معرکہ میں ،ناس اور نسناس کے ہر تسادم اور ٹکراو میں حسین کی مدد کرتے ہیں ، تم صرف یہ نہ کو"یا لیتنا کنا معک فنفوز فوزا عظیما" اس وقت بھی میرے ساتھ رہو ، اسی قرآن و اسلام کی مدد کرو جس کےلئے میں نے اپنی اور اپنے بہتر اعزا و اقربا واصحاب وانصار کی قربانی دی ہے ، اگر میں مرگیا تو کیا ہوا اسلام تو زندہ وزندہ وپائدار ہے، اور ملحوظ رہے کہ حسین کا شیعہ اور رمز گریہ سر وسینہ پیٹنا نہیں ہے ،گریہ تحریک دوست ودشمن کو لانے کے لئے ہےروح جہاد کو زندہ کرنے اور رکھنے ے لئے ، قم وشہشیر اور ان

زنجیروں کو دشمنوں کے سر پر مارو نہ اپنے سروں پر، کہ یزید کو کوئی نقصان نہ پہونچے، بلکہ تمہارے ساتھ خود تمہارے خلاف جنگ کرنے میں تعاون کرے اور تم خود پانے ہی سر کو نقسان پہونچاؤ "و ھم یحسبون انہم محسنون صنعا"گمان کرو کہ اچھ اکام ر رہے ہو اور حسینی ہونے کا یہی تقاضا اور وظیفہ ہے ۔

ایسی عزاداری جس سے یزدیوں کا کوئی نقصان نہ پہونچے اور نہ حسینیوں کو کائی فائدہقطعا حسین کے ضررو میں ہے اور یزید اور یزدیت کا اس میں فائدہ ہے کیوں کہ خود یزید نے تین دن تک اپنے دربار میں اس طرح کی مجلس عزا برہا کی ہے، اور یزدی اول نے بھی عوام فریبی کے لئے ساتن تک شاممیں عزاداری کی ہے، سمجھو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں ، یہ نہ کہوں کہ کتنا طول دے رہا ہوں، یہ مناسک لکھنا تو نہ ہوا ، رمی جمرات کے احکام سے پیچھے رہ گئے ، ہمارا حوصلہ سرد پڑچکا ہے کیوں کہ یہی روح مناسک ہے ، شیطانکو مارنے کا درس یہیں سے لینا چاہیئے ، یہ مدرسہ تمرین ومشق ہے اور دوسری جگہیں چھاونی اور مرکز ہیں ، کیا تم پوسے بے مغز کےلئے آئے ہو، یا اصولاً بے مغز آئے ہو پھر کس طرح کے حاجی ہو ، یاد رہے کہ حج "قیاما للناس" " مثابۃ للناس" "ھدی للنا" "منافع للناس" ہے صرف خیمکہ شب بازی اور بس، نہ صرف ایک منظر اور بس، نہ خرید وفروخت طواف ونماز طواف ، نہ رمی جمرات اور قربانی کی تجارت کہ ایک گروہ خشک وخالی مناسک کا خریدار ہوکر جیب اور خالی مغز کے ساتھ،واپس آئے اور گروہ تجاری بلعمی استحمار پر جیب کےس اتھ اور خالی مغز ودل کے ساتھ یادونوں خالی ، ی اغرور اور متاع الغرور سے پر ہو کر واپس آائیں سمجھو کہ کیا کہہ رہے ہں ، یہ نہ کہو کہ پھر اصل کے مناسک ہے کیا کہو ، اصل یہی ہے اور مناسک فرع ومقدمہہے ، خدا بھی اس طرح کے مناسک حج کو "قیاما للناس" کہتا ہے ، پیغمبرا ور ائمہ کے مناسک کی بھی یہی شان ہے کہ احکام اسرار اور ادلہ احکام تینوں کو یکجا بہم اور مخلوط بیان فرماتے ہیں ، نہ چند خشک اعمال کے نہ معنی کا پتہ ہے انہ اسرار اور اس کے نتائج معلوم ہوں، اس طرح سے کہ

بعض روشن فکر حاجیوں کو بے دینی کی فکر میں مبتلا کریں یا دین میں شک کریں، نأس اور نصف نأس جائیں اور نسناس اور خناس ہوکر واپس آئیں اور "الہ الناس" بر سر پیکار ہوں۔

صبح دم خدا کا سفید پوش لشکر جو زبان حال سے کہتا ہے کہ ہماری جنگ صلح کے لئے ہے ، پہلے بڑے شیطان پر حملہ آور ہو ، اس راہ میندوسرے دو شیطانوں کو بھی ہوتا ان کا سامنا ہوتا ہے لیکن اس وقت ان کومارنا نہیں ہے صرف یہ ظاہر کریں کہ اس کا ہدف بڑا شیطان ہے، حضرت رئیس ہے، "اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ" فی الوقت تمنے شیطنت کے اڈے کو تھوڑا پائمال کیا ہے اور کل کے بعد جب تم ہوس سلطنت کرو گے یا اپنے سلطان کی مدد کرنا چاہو گے تو تمہاری خبر لیں گے۔

یہاں کون کس سے دست وگریباں ہے ، کبھی بعض سپاہی خود ہی پائمال اور اس سیل خروشاں میں غرق ہیں، اور کبھی پتھر خود نا پر برستے ہینکہ خطا جاتے ہیں، یا پھر یہ شیطان ان وک واپس کر دیتا ہے کہ تنہا میں شیطان تھوڑٰ ہوں ، اس جماعت میں بھی میرے کچھ چاہنے والےاور ہیں جنہیں ہمدردی کرنی چاہیئے ، اور بعض سے زیر لب کہتا ہے: تو بھی ! تو کیوں؟ ہم کہ ایک ساتھ ہیں ، اگر شیطان کو مارنے کی بنا ہے تو خود سے آغاز کر ، اور کیا خوب حضرت امام جعفر صادق(علیہ السلام) نے فرمایا ہے کہ جب مومن رمی کرتا ہے تو فرشتہ اس کو لے لتا ہے، کہ ہدف تک پہونچا دے ، اور خوب معنی دے، اور جب کافر تھر مارتا ہے شیطان کہتا ہے: "بألسنک ما رمیت" تو نے نہینمارا کیوں کہ تو خود شیطان ہے ، کس طرح خود شیطان ہو کر شیطان کو مار رہا ہے، بہت خود اپنے اندر کے شیطان کو مار پھر باہر کے شیطان یکی خبر لو۔

یہ سب درس عبرت ہے جس کو اس حیرت انگیز اور عبرت خیز محاذ جنگ سے لینا چاہیئے، لشکر حق جو پہلے رئیس کے تعاقب میں جاتا ہے اس معنی میں کہ آگے والوں کی خبر لینی چاہیئے، تا کہ شیطان اصلی کی حرکت متوقف ہو اس

کے بعد پچھلوں کی خبر لینی چاہیئے مبادا ان میں جان پیدا ہو جائے اور ہوش میں آنےکے بعد شاہ کی شکشت کی تلافیکریں ، اس کے بعد تینوں کو پتھر مارو ، تینوں اقنوم کو پتھر مار مار کر مار ڈالو تاکہ ان میں کوئی رمق باقی نہ رہے۔

یہ تینوں شیطان ایک لائنا ور ایک جہت میں ہیں ، شاہراہ"شارع الملک" شاہراہ شاہ کوئی اتفاق بھی نہیں ہے ، کیوں کہ شیطان کو ہمیشہ شاہراہ میں جگہ ملتی ہے ، اور یہاں بھی شاہ شیطان کا محل مکہ سے نزدیک اور دوسرے شیاطین کے مقابلہ میں شہر خدا سے زیادہ نزدیک ہے ، جو بندگان خدا کے ل۴ے دام ملکر وفریب ہے اور طبیعی طور پر اس کا خطرہ بھی بت زیادہ پے ، اور اس وجہ سے بھی روز اول جو محاز اس پر پتھر مار نے سے مخصوص ہے روز عید ہے ، لیکن عید "اضحیٰ " سنجیدہ اور خدائی ترین عید جو بخوبی کلمہ توحید کی تفسیر کرتی ہے۔

لا الہ، بڑے شیطان کی نفی میں اور الا اللہ خدائے عظیم کے اثبات میناور یہ کہ ؟؟؟ محازوں کا دن عید ہے جو بین نفی واثبات دونوں لحاظ سے ہے، کہ اس کی نفی کےلئے شیطان کے محاذ پر اور اس ے ابات کےلئے رحمن کے محاذ پر قربانی کرتےہیں۔

لہذا یہ دن کون کی عیدہے ، وہ خون جو ہم خدا کے لئے بہاتے ہیں ، ہمارا وہ خون جو خدا کے لئے بہتا ہے ، قتل کرنا اور قتل ہونا خدا کے لئے اور یہ خود ایک سچی عید ہے، یہ شیطان کو سنگ باران کرنے کے حوالہسے فقہ اسرار کا ایک حصہ اور اب رمی جمرات:

واجبات منیٰ :

روز اول "عید قربان" بالترتیب: رمی جمرہ اوگر حج تمتع یا قران ہے مستطیع افراد کے لئے قربانی امکان کی حد میں اور اس کے بعد حلقیاتقصیر اور کچھ نہیں اور روز دوم وسوم، و چہارم بھی، اگر وموجد رہا راتوں میں بیتوتہ: منیٰ میں استراحت اور دونوں میں رمی جمرہ بالترتیب : اولیٰ۔ وسطیٰ۔ عقبہ

اور لغت سے شواہد گواہ ہیں کہ جمرہ وہی مشہور جگہ ہے جیسا کہ جمرتا سہگانہ :

جمرہ اولیٰ۔ جمرہ وسطیٰ، جمرہ عقبہ ، خود یہ نسبتیں اس بات کی گواہ ہیں نیز مارے ہوئے پتھروں کے اجما کے معنی میں ہے ،اجتماع گروہ اور شتاب کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب آدم نےسنگریزے مارے :"اجمر ابلیس من بین یدیہ" شیطان آپ کے پاس سے بھاگ گیا اوردور ہو گیا، لیکن یہ معنی انہیں پتھروں کی مناسبت سے ہیں جو سنگریزوں کے مارنے کی جگہ ، اور انہیں سنگریزوں کا جمع ہونے اور پتھر مارنے والے گروہ کے اجتماع اور اوران کی عجلت اور شیطانوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے کہ پتھر کھا کر راہ فرار اختیار کریں اور تنہا خود"حصی الجمار۔"" ارم الجمار"۔ الجمرۃ الاولیٰ۔"الجمراۃ الثلاث" جیسی تعبیرات جو روایات میں آئی یں نزدیک ترین گواہ ہیں کہ وہی جمرات کی مشہور جگہیں اور ان میں سے ہر ایک جمرہ ہے۔

غرض یہ ہے کہ پتھر مارنے کی جگہ وہی جگہیں ہینخواہ موجودہ کھمبو جیسے پتھر ہوں یانہ ہوں، خواخواہ دو یا چند طبقہ کیوں کہ اس نقطہ کا امتداد عمومی خواہاوپر سے خواہ نیچے سے جس قدر بھی ہو یا ہو جائے سب کا سب جمرہ ہے ، اور اسی نازک شیطانی کھمبے پر مارنا چاہیئے۔

روز عید سات پتھر جمرہ عقبہ پر اور بعد کے دنوں میں جمرات سہگانہ میں سےہر ایک کو سات پتھر مارے بالترتیب مارے،پہلے جمرہ اولیٰ کو پھر وسطیٰ کو

اورا سکے بعد عقبہ کو کہ عقبہ باقی دنوں میں آخر میں ہے اور وہ دونوں پہلے ہیں اور اب چند مسائل شرائط زمان وملکان ، عددا ور کیفیت رمی کے حوالہ سے۔

مسئلہ۱۔ واجب ہے جس سےتم شیطان کو مار رہے ہو وہ سنگریزے ہوں، نہ اتنے چھوٹےجیسے ریت کے ذرات اور نہ اتنے بڑے کہ جیسے پتھر ،بلکہ روایات کے مطابق"حصی" چھوت؂ چھوٹے پتھر کے ٹکڑے ہوں ، بنا براین مٹی کے ڈھیلے یا سنگ ریزہ سءے چھوٹے اور بڑے کو ان سنگریزہ نہ کہا جائے کافی نہیں ہے۔

آخر پتھر ہی کی جنس سے کیوں؟ یہاں تک کہ لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سے بھی نہیں ؟ کیوں کہ شیطان کو مارنے کے لئے سنگین چیز کی ضرورت ہے نہ نرم کے شیطان کے لئے ورزش ہو جائےاور نہ لوہا کہ سب کی دسترس سے باہر ہے اور اسی محاذ پر جو نمائش اور نومنہ ہے تنہا ایسی چیز لازم ہے جو سب کی قدرت کی نمائندگی کرے ، اور یہ سات سنگریزہ بلا استثناءان کو جمرہ: شیطانگاہ ،۔ پر لگنا چاہیئے کہ اگر کوئی نہ لگے لازم ہے دوسرا سنگریزہ ماریں ، اور طبیعی طور پر دورے احتیاطی سنگریزے بھی لاز ہینجو نہ لگنے والے سنگریزوں کی جگہ لے سکیں تاکہ وہاں پر دوسرے سنگرزوں کو تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

مسئلہ۲۔ واجب ہےسنگریزے استعمال شدہ نہہوں کیوں کہ استعمال شدہ سنگریزے بیکار ہیں مگر یہ کہ ا سکے استعمال شدہ ہونے کا علم نہ ہو ، یہ دوسری بات ہے،اور کتنا ہی اچھا ہو کہغیر مستعمل ہونے کا علم ہو،اور کتنا اچھا ہو کہ پاک وصاف اور خوبصورت ہوں، کیوں کہ خوبصورت و نظافت ۔ اگر چہ شیطان کو مارنے کے لئے۔ ہر مسلمان کے لئے شائستہ ہے، شیطان نجس ہے لیکن تم پ]اک پاک کردار یہاں تک کہ تمہارا اسلحہ بھی پاک ہو، اور جو چیز اس درمیان لازم ہے سنگریزوں کا استعمال شدہ نہ ہونا ہے اگر چہ مشکوک بھی کافی ہے۔

مسئلہ۳۔ واجب ہے یہ سنگریزے حرم کے ہوں یعنی حرم بزرگ ؟؟ اور کتنا اچھا ہو کہمسجد لاحرام سے فراہم کرو کیوں کہ محاذ کی نزدیکی جگہ ہے ، نہ خود منیٰ سے کہ فرصت نہیں ہے اور پر زحمت بھی ہے اگر چہ صحیح ہے ، اور نہ مسجد لاحرام یا مسجد خیف یا حرم میں کسی بھی مسجد سے کیوں کہ وقف ہے اور اس ک اتصرف حرام ہے، اور نہ ہر اس جگہ سے جہان کی خاک اور ریگ میں تصرف جائزنہیں ہے کیوں کہتمہارا مال نہیں ہے اور تم کو تصرف کی اجازت بھی نہیں ہے ، بلکہ مباح اور حرام کی زمین سے ، یا یہ کہ لوگوں کامال ہے لیکن اس طرح کے بے تصرفات کی اجازتبلا مانع اور مباح ہے، اور ہر صورت میں مباح ہونا اور سنگریزےوں کا حرم سے ہونا اس اسلامی محاز کی بنیادی شرط ہے، اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ شیطان کو پتھر مارنا شیطانی راہ ورسم ے مطابق نہ ہو ، اسلئے لازم ہے کہ حرم حق اور حریم اسلام سے جمع آوری ہو، اور ی خود ایک عمیق رمز ہے کہ مسلمانوں کے ہتھیار کو سرزمین اسلام میں اور خود مسلمانوں کے زیر نظر آمادہ ہونا چاہیئے ،نہ یہ کہ شیطان کو مارنے کا اسلحہخود شیطان سے لیں یا خریدیں کیوں کہ ایک تو اس طرح سے اس کی اقتسادی مدد ہوگی اویہ کہدوسرے شیطانی سلاھ کے طبعاً شیطان کے خلاف استعمال کر کے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا ، کیوں کہ سارے کفار کا ایک ہی مذہب ہے ، بنا بر این سات سے کم یا زادہ عدد یا ڈھیلوں کا غیر ریگ سے ہونا ، یا حرم کے علاوہ کا ہونا اس محاذ کے لئے بیکار ہے، ۔جس کی حیثیت کار آموزی سے زیادہ نہیں ہے۔ اور یہ خود ایک رمز اور درس ہے تمام اصلیا ور واقعی محاذوں کے لئے۔

مسئلہ۴۔ واجب ہے ان سات پتھروں کو سات بار ہدف پر مارو، خواہ ایکس اتھ ہدف پر لگیں یاایک ساتھ لگیں، اور اگر دو یا چند سنگریزوں کو ایک مرتبہ روانہہدف کرو ، خواہ جدا جدا ہدف پر لگیں یا ایک ساتھ ہدف پر لگیں اصرف ایک شمار ہوں گے ،کیوں کہ تعدد وحدت میں معیار وہی سنگریزوں کا روانہ ہدف کرنا ہے ، نہ سنگریزوں کی تعداد ان کی وحدت یا ان کا ہدف پر لگنا ، اہم یہ ہے کہ یہ

سات سنگریزے یا سات بار ہدف سے ہملکنار ہوں اور کوئی مانع نہیں ہے کہ ہر مات میں کتنے سنگریزے مارو کہ کم سے کم ایک ان میں سے ہدف پر لگ جائے ۔

مسئلہ۵۔ یہ سنگریزے لازم ہیں تمہارے مارنے سے ہدف پر لگیں ہدف پررکھ دینا یا رہا کرنا ہدف پر مارے بغیر کافی نہیں ہے،اور اگر پہلے کسی چیز پر لگا اور اس کے بعد تمہاری وہی پہلی والی مارکی قوت سے ہدف پر لگا درست ہے، لیکن اگر اس چیز کی مدد سے ہدف پر لگا کہ اگر وہ چیز نہ ہوتی تو تمہاری مار میں اتنی قوت نہینتھی کہ ہدف تک پہنچتا ، باطل ہے اور تجدید لازم ہے، مثلاً ایک دوسرا سریع السیر سنگریزہراستے میں تمہارے کند رو سنگریزے سے ٹکرا جائے اور اس ذریعہ سے تمہارا کند رو سنگریزہ ہدف پر جا لگے کافی نہیں ہے، اہم یہ ہے کہ تمہارا سنگریزہ تمہارے ہاتھ کی مار سے ہدف پر لگے نہ کہ تمہارے غیر کی مدد سے ، بنا بر این اگر کسی مضبوت اور مستحکم چیز سے ٹکرائے اور اس سے گزر کر ہدف پر لگےدرست ہے، گرچہ وہ چیز نرم وسست ہوتی نہ پہنچتا ، جیسا کہ حضرت صادق(علیہ السلام) سے مروی ہے کہ "تمہارا سنگریزہ انسان یا کسی حیوانسے ٹکرایا اور اس کے بعد ہدف پر لگا کافی ہے " کیوں کہ اگر تمہارے مار کی قوت خود بخود ہدف تک پہونچنےکے لئے کافی نہ ہوتی ، لیکن ٹجراؤ سے اس کا اثر ختم ہو جاتا لیکن نرم وسست چیز خود بخود قوت کو کمزور کر دیتی ہے اور اسمیں کمی کا باعث ہوتی ہے۔

اس کے با وجود اگر اس چیز کی سختی ہدف تک پہنچنے میں معاون ہو ، ظاہراً لاز ہے تکرار کرے، اور اگر جمرہ کے اوپر کسی چیز سے ٹکرائے اور اس سے ٹکرا کر جمرہ پر لگے ظاہراً کافی نہیں ہے ، کیوں کہ اس کی مار سے ہدف پر نہیں لگااور اصلاً نشانہ صحیح نہیں تھا ، مگر یہ کہ اس طرح مارے کہجمرہ کے ا وپر سے عمودی اس کے سر پر لگے (جمراتکے فوقانی طبقہکے مانند)کہ درست ہے، کیوں کہ اہم شیطان کو اس عمودی کھمبے تک پہنچنا ہے ، خواہ سر یا پشت رو اور پہلو یا اس کے نچلے حصے میں لگے ، کہ اگر یہ کھمبا بھی نہ ہو جمرہ کی

فضائی حد میں کافی ہے ، اور غرض ایک رمز ہے کہ شیطان کی مرکزی جگہ پر پتھروں کی بارش ہو۔

مسئلہ۶۔ اس سات مار سے واجب ہے سات پتھر مارے جائیں کیوں کہ اگر سات مار سے کم میں یا سات پتھر سے کم اسی سات مار میں مارے کافی نہیں ہے بلکہ میزان اور معیار سات مار اور ساپتھروں کا انہیں سات مار میں لگنا ہے ، اس معنی میں کہ سات مار سے کم میں ان پتھروں کا نہ مارے ، لیکن اگر ان سات پتھروں کو ستر مار میں مارے کوئی مانع نہیں ہے ، مثلاً س کے سنگریزے ہدف پر نہ لگیں اور اتنی بارے اور تکررا کرے کہ ہدف پر لگیں، ارو یہ اجتناب نا ہذیر فاسلہ جو ہدف پر لگنے والے سنگریزوں کے درمیان ہیں ان سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا ، لیکن ایسا نہ ہو کہ فاصلہ تنہاری سہل انگاری کی وجہ سے پیدا ہوا ہو ،کہ تم کو مرد میدان نہ کہیں ، بلکہ محاز پر موجودہ لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے ہو کہ تمہارے بہت سارے نشانے خطا کر جائی لیکن تم اس طرح سے اپنی کوششوں سےاس بات کے لئے کوشاں ہو کہ سات بار ہدف کو نشانہ بناؤ اگر چہ گھنٹوں لگ جائیں ، کیوں کہ تم اس صورت میں تمام مدت مرد میدان ہو۔

مسئلہ۷۔اگر مارت وقت نہ جانے کہ کتنےسنگریزے ہدف پر لگے ، اور اتنی بار مارے کہ ی یقین حاصل ہو جائے کہ سات بار ہدف پر لگ چکے ہیں ، لیکن اگر اپنے کام کو تمام شدہ جانا اور اس کے بعد شک کیا کہ سات بارلگا ہے یا نہیں کوئی توجہ نہ دے کیوں کہ انجام عمل کے بعد شک کا کوئی اعتبار نہیننہے ،خصوصاً اس وقت جب میدان سے باہر نکل آیا ہو یا سی میدان میں کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیا وہ یا لوٹنےکے لئے تیارہو۔

مسئلہ ۸۔ اگر تینوں جمرہ کو مارنے کے بعد یقین کرے کہ دو یا تین میں سے کسی ایک جمرہ کو ایک یازیادہ کم مارا ہے یا کم لگا ہے ، اور نہ جانے کہ کون جمرہ ہے یہاں پر واجب ہے کہ پھر سے بالترتیب اس طرح تلافی کرے کہ اطمینان ہو جائے کہ کوئی کمی نہیں رہ گئی اور کوئی شیطان گاہ اپنی سات مار یا سات

اسابت سے بے بہرہ نہیں رہ گئی ہے اور چونکہ نہیں جانتا کونسا ایک جمرہ کم نصیب رہ گیا ہے لازم ہے حفظ ترتیب کے لئے تماماروں میں تکرار بھی کرے۔

مثلاً نہیں جانتا کہ جمرہ اولیٰ کامل ہے یا نہیں ، اس کی تکمیل کے بعد لازم ہے دو دوسرے جمروں کو پھر سے مارے اور جو پہلے مار چکا ہے اس پر قناعت نہ کرے کیوں کہ ہر حالت میں ترتیب کی رعایت و حفاظت واجب ولازم ہے۔

مسئلہ۹۔ اگر خود رمی جمرات سے عاجز وہ اور کسی صورت میں بھی رمی جمرات نہیں کر سکتے ہو ، آخر میں نیابت ہے، البتہ اس ترتیب سے کہ اگر دن میں نہیں کر سکتے رات میں رمی کرو ، اس معنی میں کہاں تین دنوں میں اصلاً اپنا وظیفہ کے انجام دینے پر قادر نہیں ہو کہطبعاً لامز ہے راتوں میں انجام دو،اور دن ورات دونوں میں انجام وظیفہ کیق درت نہیں رکھتے ، کہ یہاں پر نیابت ہے کہ ہر ایک کو اس کے دن میں انجام دے، چنانچہ پہلے درجے میں دن ہے، اگر روز دوم یا سوم ہو کہ رمی گذشتہ کو روز آئندہ قضا کرو اس کے بعد رات ہے ، اگر دن میں ممکن نہ ہو ، اس کے بعد نیابت کا نمبر ہے، کہ اگر دن ورات دونوں مینرمی جمرات کیق درت نہیں رکھتے ہو تو نائباختیار کرو،لیکن نائب اختیار کرنے کی صورت مینکتنا اچھا ہے کہ بصورت امکان محاذ پر حاضر ہو کہ کم سے کم نظارہ کر سکو لیکن واجب نہیں ۔

مسئلہ۱۰۔ اگر اول کے تین دن خود معذور ہے لیکن تیرہ کورہ سکتا ہےواجب ہے ،بصورت امکان ان تیندنوں دنوں کی رمیکی قضا کے لئے رہے ، اور طبعاً تیرہ کی رمی چوتھی ہوگی،اور جس جگہ پر دو یا چند رمی قضا و ادا واجب ہو لاز ہے قضا کو ادا پر گذشتہ کو موجودہ تکلیف پر مقدم رکھے کہ بترتیب روز اول ، دوم ، سو، بنا براین نیابت تنہا اس وقت ہے جب این ایام کے تمام اوقات روز وشب میں خود معذور ہو، کہ طبعاً لاز ہے اس روز اول سے نائب اختیار کرے ، اس صورت میں کہ سب کو آخری دن انجام دے سکتا ہے ،احتیاطا ہر دن کے لئے نائب اختیار

کرے ، لیکن اگر ہر شب یا بعض شبوں مینخود رمی کر سکتا ہے تو ایسے میں نیابت کافی ہے اور نہ جائز ہے۔

مسئلہ۱۱۔ رمی جمرتا کا اصلی وقت دسویں سے تیرہویں ذی الحجۃ الحرام تک ہے کہ اگر ان ایام میں ان میں سے بعض میں بھولجائے اور تیرھویں کے بعد سمجھے لاز ہے خود یا اس کا نائب سال آئندہ قضا کرے اگر چہ بعید نہیں ہے کہ آآخر ذی الحجۃ الحرام تک بھی اس کی قضا کافی ہو ، لیکن ضعیف روایت کی رو سے لیکن علماء کے درمیان مشہور ہے، اور طبعاً یہاں جائے احتیاط ہے کہ خود بھی یا س کا نائب اس سال کے بقیہ ماہ ذی الحجہ مینبھی قضا کرے، اور سال آئندہ بھی یا اس کا نائب فراموش شدہ رمی کو انجام دے۔

مسئلہ۱۲۔ جس طرح اس رمی جمرتا کی ادا میں ترتیب ایام وجمرات واجب ہے اسی طرح اس کی قضا میں بھی واجب ہے کیوں کہ اس ترتیب کی رعایت واجب ہے ،ا ور یہ خود ایک نظامی اور عسکری تعلیم ہے کہ لاز ہے فوجی اور سپاہی کا کام نظم وترتیب کے مطابق اور حساب شدہو، نہ درہم وبرہم وبے ترتیبیکبارگی ہر طرح سے، اور بصورت امکان شائستہ ہے اگر ایک دن یا ایک رات چند رمی کی قضاص ادا کر رہا ہے تو فاصلہکے ساتھ ہو کہ مثلاً ،صبح، ظہر، عصر، اور ہر صورت میں یکجا ویکے بعددیگےرے بلا فاصلہ نہ ہو۔

مسئلہ۱۳۔ اگر سنگریزے جمرات کے نزدیک ہیں اور تمہیں نہیں معلوم کہ استعمال شدہ ہیں یانہیں تو کوئی مانع نہیں ہے ، کہ بکر ہونا شرط نہیں ہے، اور صرف استعمال شدگی مانع ہےاور جب تک معلمو نہ وقاعدتا کوئی اشکال نہیں ہے۔

مسئلہ۱۴۔ رمی جمرات ہر طرح سے جائز ہے اگر چہ تیر کمان یا اس کے مانند کسی اور وسیل سے ہو ، خصوصاًاس صورت میں کہ بہت بھیڑ ہو اور اتنینزدیک ونا ممکن نہیں ہے کہ ہاتھ سے مارا جا سکے اور دور سے بھی ہدف تک نہیں پہنچتا یا بہت دشوار ہے ، چانچہ ہدف پر لگنا صرف ہاتھ سے ممکن نہ ہو اس

طرحکے وسائل کا فراہم کرنا طبعاً واجب ہے، مگر اس صورت میں کہ دوسروں کی اذیت کا موجب ہو اور شیطان کے بجائے انسان کو کو لگے۔

مسئلہ۱۵۔ لازم ہےکہ جانو جس سے مار رہے ہو وہ سنگریزے ہیں ان کے بکر ہونے کے بر خلاف، کہ ریگ ہونا شرط ہے اور اس کا لاذمکہ اس شرط کا جاننا ، لیکن استعمال شدہ ہونا مانع ہے اور بکر ہونے کا علم ہونا لاز نہیں ہے ، لیکن اگر نہ جانو کہ ریگ ہے تو آغاز سے کافی نہیں ہے، اور اگر نہ جانو کہ بکر ہے تو آغاز سے کافی ہے، اور اگر بعد میں سمجھو کہ استعمال شدہ تھا باطل ہے، چنانچہ اگر بعد میں سمجھو کہریگ نہیں تھا اس صورت میں بھی باطل ہے ۔

مسئلہ۱۶۔ اگر تمہارے پاس سنگریزے کم پڑ گئے ہیں تو دوسروں سے لے سکتے ہو اس صورت میں کہ نہ جانو استعمال ہوئے ہیں یا کتنا اچھا ہو کہ کہ جانو کہ استعمال نہیں ہوئے ہیں ، لیکن اس لئے کہ کسی سے نہ مانگنا پڑے یہی بہتر ہے کہ جمرتا کے نزدیک سے اٹھا لو طبعاً وہاں سے جہاں سے استعمال کاحتمال نہیں دیتے ہو یا بعید ہے ، کیوں کہ اگر آخر میں سنگریزے پہنچ جائیں تو کوئی باقی بچے ہوئے سنگریزوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتا نہیں بلکہ اسے پھینک کر ورانہوبجاتا ہے اور یہ صرف جمرہ عقبہ میں ہے لیکن اولیٰ اور وسطی میں بعید ہے کیوں کہ ابھی شیطان کو تیر بارارن کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے کہ سپاہی اپنے سنگریزوں کو پھینکیں ۔

مسئلہ۱۷۔اگر ترتب کے خلاف رمیکرے کہ پہلے عقبہ سے شروع کرےاور اولیٰ پر ختملکرے، صرف اولیٰ درست ہے اور لازم ہے کہ وسطی اور اس کے بعد عقبہ کی تکررا کرے، اوراگر تیرہویں کے بعد سمجھیں کہا شتباہ کیا ہے ذی الحجہ کے آخر تک اس کی تلافی کرے اور احتیاطا سال آئندہ خود اور اگر ممکن نہ ہو اس کا نائب تکرار کرے۔

مسئلہ۱۸۔ کل ملا کر شیطان کا سنگریزے مارنے کے واجبات جمرتا کو سات بار مارنا ہے طلوع آفتاب سے غروب آفتاب کے درمیان سنگریزوں سے کہ عدد، زمان، ملکان اور تعداد شیطان کہ ہر ایک کی رعایت اس میدان کے سپاہیوں کے لئے واجب ہے ، جب کہ یہاں پر کوئی شیطان درکار نہیں ہے ، پھر واقعی شیطان کے محاذوں کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے ، جھونپڑیوں کو مسمار کرنے والےکاخ نشینوں کا کیسے فراموش کیا اج سکتا ہے ان و تیر باران اور طرد ونفی کرنےکے حوالے تمہارے ارادے تو کہیں زیادہ مستحکم ہونا چاہیئے اور تمہیں کہیں زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیئے نہ ییہ کہ بہت سارے حاجیوں کی اس رمزی میدان میں ہماری ساری احتیاط بے مغز ہو صرف چھلکا ہی نظر آئے ، کہ ملکان وزمان کے لحاظ سے شیاطین کی وسیع وطولانیجولانگاہ میں ہماری احتیاط ان سے صل ح واآشتی کرنے ، ان سے تقیہ کرنے میں یا ان کے احترام وتعظیم میں ہو --- نہیں !یہاں پر خوب مشق اورتمرین کرو تاکہ اصلی مقامات پر اس سے بہتر انداز میں شیاطین سے مقابلہ کر سکو اور شیطان سے جنگ کے محاذوں پر کہ ہر جگہ اور ہر روز ہے بالکل تقیہ اور احتیاط نہ کرو۔

مسئلہ۱۹۔ رمی جمرات میں کوئی خاص جہت اور رخ شرط نہیں ہے، جسطرف چاہو مار سکتےہو ، صرف جمرہ عقبہ میں مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف پشت ہو لیکن رو بقبلہ بھی مارنا صحیح ہے اگر چہ بہت سارے لوگ گمان کرتے ہیں کہ روبقبلہ جمرہ کا جز نہیں ہے اور جمرہ کی عمارت بھی اسی گمان پر استوار ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور بلا شک وشبہہ جائز ہے کہ روبقبلہ ہو کر رمی کرو۔

قربانی:

شیطان پر سنگ بارانی کر کے مظفر لوٹنے کے بعد، برے شیطان کو قتل یا پائمال کرنے کے بعد ، قربان گاہ کی طرف روانہ ہو، نفی شیطان سے اثبات رحمن کی طرف جاؤ تا کہ تمہارا توحید کامل ہو اور جس طرح تمہاری نفی عملا ایمانی ہے ، تمہارا اثبات بھی عملا ایمانی ہے ، اس اثبات کو اثبات کرنے کے لئے کتنا اچھا ہو کہ اپنے عزیزوں میں سے سب سے زیادہ عزیز کو پیش کرو ، ہدیہ دو کہ "ھدی" وہی ہدیہ ہے، اب ابراہیم کی طرح قربانی کر، لیکن اپنی اور اپنے عزیزوں کی قربانی نہیں کیوں کہ جائز نہیں ہے مگر دفاع اور اللہ کی راہ میں جہاد کی صورت میں ، ابراہیم بھی جو اسماعیل کی قربانی پر مأمور ہوئے خود ایک بہت سختا ور بلند امتحان تھا کہ کہ سب سے بڑی خودکشی ہے ، نہیں!، تم صرف حلال اور سودمند خون بہاؤ کہ اللہ کے لئے رمز غذا سکاری بھی ہے اور "اہل اللہ" کے لئے سودمند بھی کیوں کہ یہ ہدیہ دو پہلو رکھتا ہے ایک پہلو خدا اور دوسرے لوگ ہے ، اس کا مطلب خدائی ا ور اس کا گوشت عوامی ہے ۔

اونٹ ، گائے ، یا بھیڑ بکری جس کی بھی قربانی کرسکو اوریہ کس قدر با مفہوم اور معنی سے لبریز ہے کہ : خدا یا ! میں تیری بارگاہ میں"فی سبل اللہ" خون نثار کرنے تک آمادہ ہوں ، اس وقت کے شریعت میں نہ خود کشی جائز ہے اور نہ فرزند کشی ، یہ قربانی ا س بات کی علامت ہے کہ میں خود ۔ میرے عزیز۔ میرے ر شتہ دار اور سب کچھ میری آبرو، میرا شغل ، میری عقل میرا علم، اور ہر وہ چیز جس نے مجھ کو "میں " کیا اور تجھ سے جدا کیا ہے سب کچھ تجھ پر قربان ، خلاصہ جس کو اور جس چیز کو بھی خود سے زیادہ چاہتا ہوں ، ابراہیم کے اسماعیل کی طرح مانند ابراہیم تجھ پر قربان ونثار کرتا ہوں ، ابراہیم اپنے جان سے زایدہ عزیز فرزند کو اسی رمز ومعنی کے تحت قربان کرتے ہیں اور جو انہیں کرنا چاہیئے وہ انہوں نے انجام دیا اور نتیجہ میں جو ہونا چاہیئے وہ ہوا، "اماما للناس"اور انسانوں کے امام قررا پائے، میں بھی میدان منیٰ میں اور اس کے بعد زندگی کے ہر میدان میناابراہیمی ہوجاؤں ، نفی واثبات دونوں میں قوی بنوں، شیطان

کے خلاف بھی کہ اپنی پوری قوت سے اس کی نفی کروں ، اور رحمنا کی راہ میں بھی کہ ہمیشہ ۔ نہ صرف عقل وفلسفہ میں۔ بلکہ عملی طور پر اس کو ثابت کروں ،کہ اگر جہادا ور خون دینے کی بات آئے بلا تأمل خون کے میدان میں قدم آگے بڑھاؤ، اور اس وقت کے تمہاری قربانی"ما استیسر من الھدی " ہے جو حسب زمان وملکان مقرر ہوئی ہے ، چونکہ دو پہلو ہے لاز ہے حتی الامکان کمال وخوبصورتی کی اوج پر ہو کیوں کہ مقصد نہ صرف کھانا اور کھلانا ہے اور نہ صرف خون بہانا، بلک ایک اور پہلو ہدیہ ہے، اس کا تقویٰ رمز فداکاری ہے "اللہ کے لئے"اور گوشت بھی "اہل اللہ" کے لئےاور یہ خود خدا کےلئے جان کی قربانی کی علامت ہے ،صرف مالی قربانی نہیں کہ آسا ن لگے ، یہ اسماعیل کی قربانمی جان سے بہتر ہے م توجہ رہے کہ تمہاری قربانی جھوٹی نہ رہے ، صادق بنو اور سیدھے راستہ پر چلو اور درست ا ور صحیح کام کرو ۔

ہاں! ابراہیم کی طرح تا کہ شہادت سے دردناک تر آگے بڑھو تا کہ کم سے کم اس کے بعد شہادت کےلئے اپنا جسم پیش کرو کیوں کہ یہاں پر کمال بندگی اور تسلیم کی معراج ہے اور یہاں پر تم اپنی توحید کو کمال عطا کر سکتے ہو، اور تمام چھوٹے معبودوں سے آزاد ہوسکتے ہو۔

تین نقطہ نگاہ سے:

قربانی ۔ ھدی : کو تین نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہیئے ، جانبازی، خوں بازی ، اطعام مساکین، اور قرآن اور ورایات میں جس کی بہت زیادہ تصریح اور تاکیدہوئی ہے یہی تیسرا نقطہ نگا ہ ہے ، اور وہ دونوں جو روح ساز اور جان بخش ہیں صرف نکتہ بینوں کےلئے چند آیات سے آشکار ہوتے ہیں، لیکن ان تینوں کی اس قربانی میں ھو دو پہلو قربانی ہے ایک دوسرے کے پہلو رعایت ہونی چاہیئے ، تین نقطہ نگاہ سے ایک یا دو نقطہ ننگاہ سے نہیں، جیسا کہ گزر چکا قربانی اپنے اس ابراہیمی درخشان تاریخٰ سابقہ کے ساتھ جہاد "فی سبیل اللہ" کی علامت ہے۔

قربان گاہ میں جو بھی قربانی کے خون سے لبریز ہے جاؤ تا کہا س خون کے سیلاب کا جو خدا کے حکم سے خدا کی راہ میں بندگان خدا کی مصلحت کےلئے بہایا جاتا ہے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو،تمہاری آنکھیں خونی ہوں تا کہ خون سے نہ ڈرو ، خدا کی راہ میں مرنے ارو مارنے سے ہرگز ہراساں نہ ہو ، کوئی واھمکہ نہ کرو اپنےپروردگار کے خوانین اوامر کی انجام دہی میں توقف نہ کرو،خدا کی راہ میں جنگ کے محاذ پر جانے سے نہ کتراؤ، ان دونوں کے بعد جو شعائر اللہ ہیں ، ان دو نقطہ نگاہ سے شعور بخش ہیں، یہ نہ سوچو کہ یہاں پر اب تمہارا کام ختم ہوگیا، قربانی کردی بس چھٹی ہوگئی ، خون بہایا اور قربانی کا جانور چھوٹ کر چل دئے ، نہیں یہاں پر تیری ذمکہ داری بھی ہے جو قرآن وحدیث کی ظاہری منطق سے رکن ہے کہ: "فکلوا منہا واطعموا البائس والفقیر " اس میں سے کھاؤ بھی اور کھلاؤ بھی، بے بضاعتوں کو، بد حالوں کو، بھوکوں کو، اور تمام ضرورتمندوں کو، اھل اللہ کو کھلاؤ یہ نہیں کہ چھوڑا ور چل دئے تا کہجلا دیا جا ئے یا سڑ گل جائے،

اس کو جراثیم خیز بنا دو منیٰ کی فضا کو جہاں تمہیں تین دن ٹھہرنا ہے تعفن آمیز اور خطرناک بنا دو، جراثیم خیز کردو، کہ منیٰ میں بیتوتہ کرنا جو کبھی واجب ہے ہماری خوف سے حرام ہو جائے۔

قربانی کا المیہ:

اس وقت قربانی کا المیہ اس قدر خجالت بار اور شرم آور ہوگیا ہے کہ نہ پوچھئے اور اس طرح بے دینوں اور دینداروں اور بیگانوں اور اپنوں کے ہجوم کا مرکز ہوگیا ہے کہ اہل علم ودانش کےلئے ضروی ہو گیا ہے کہ اس کے حل کی کوشش کریں ،ا ور مصلحت اندیش مسلمان ،ا ور دین کے ٹھیکیدار کوئی عالمانہ اور عاقلانہ، خدا پسندانہ اور مصلحانہ تدبیر کریں ، اور اس وقت اس المیہ کے بارے میں خاموشی حرام ہے، اور ہم جو عمومی حاجتا ور ضرورت کی وجہ سے اس مناسک آزاد کو دیکھ رہے ہیں وہ بھی ادلہ واسرار کے ساتھتاکہ مقلدین کے لئے

ایک درس اور مجتہدین کے لئے ایک تذکر یادگاراور معارضین کے لئے جواب ہو ، ضرورت ہے کہ اس بحث کو گہرائی کے ساتھ بیان کریں اور تمام مراجع اسلام سے خواہش کریں کہ اس عالمیاسلامی مشکل کے حل کےلئے ہمارے ساتھ تعاون کریں "لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا"

خوشی کی بات یہ ہے کہ قربانیکامسئلہ نسوسا ور ادلہ کی رو سے اختلافی نہیں ہے جس کے لئے اجتہاد کے قوی موازیناور قواعد کی ضرورت ہو، اور آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے سکہ آیات ورایات کی توضیح و تشریح کے بعد آپ میں سے زیادہ تر لوگ حکم خدا کو سرچشمکہ احکام سے خود سمجھ سکتے ہیں، اور پھر ان کے انتظار میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جائے گی ، خدا نے آپ کو اس صورت میں اہل علم سے پوچھنےا ور دریافت کرنے کا حکم دیا ہے کہخود نہ جانتے ہوں یا جان سکتےہوں کہ : " فأسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون "یا اگر پوچھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہو یا ان سےاوران سے دریافت کرو اور بہترین رأی وکو انتخاب کرو کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے : " فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین هدا هم اللہ وا ولئک هم اولوالالباب " میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو ، جو ان کی اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور بہترین قول کی پیروی کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے، اور یہی لوگ صاحبان مغز وفکر ہیں۔

کم سے کم تمہارے لئے یہ انتخاب ایسے مسئلہ میں جس کے سارے ادلہ واضح اور روشن ہیں جائز بلکہ واجب ہے ، خوب دیکھو ، خوب فکر کرو اور انتخاب کرو۔

اور نصوص آیات قربانی ہماری بحث میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور آیات وروایات کی روشنی میں بھی قربانیکو مورد تحقیق قرار دیتے ہوئے یہ آشکارا وکھلے ہوئے استدلالی خط کو سب کے سامنے پیش کر رہے ہیں ، جو شخص قانع

ہوا ور بینی وبین اللہ حکم خدا کوجان گیا طبعاً سزاوار عمل ہے ، اور جوشخص قانع نہ ہوا سزاوار اعتراض نہیں ہے۔

لکھنے والے جو اس آشکارا خط کو شہر مکہ میں لکھ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ قربۃ الی اللہ خود کو حکم خدا کی کامیابی کا پل قرار دیتا ہے تا کہ دوسرے مجتہدین اور اس کے پیچھے ان کے مقلدین اس پل سے گزریں اور عید خون کی وحشت اور بربریت انگیز ناروا تہت کو اسلام سے دور کریں۔

قربانی سے متعلق آیات قرآنی:

۱۔ "والبدن جعلناھا کم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذکروسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر کذالک سخرناھا لکم لعلکم تشکرون ،لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم کذالک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علی ما ھداکم وبشر المومنین"(حج/۳۵و۳٦)

قربانی کے اونٹوں کو تم حاجیوں کے لئے شعائر اللہ قرار دیا ہے ، تمہارے لئے اس میں خیر وبرکت ہے ، لہذا تم خدا کو ان کی صفوں میں ان پر یاد کرو ، اور جب پہلو کے بل گر جائی تو ان میں سے کچھ کھاؤاور قانع و معتر :۔ ضرورتمندوں کو کہ ان کو جتنا دے دوگے اس پر قناعت کریں گے ،ا ور بے نوا راستہ گزارنے والوں کو کھلاؤ اور اس طرح اونٹوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہےشاید شکر کرو اور ان کا گوشتا ور خون ہرگز خدا کو نہیں پہنچتا لیکن تمہارا تقویٰ اس کو پہونچتا ہے ، اس طرح ان کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ اپنی اس رہنمائی پر خدا کی بزرگی بیان کرو اور نیکو کارونکو بشارت دو ۔

یہاں پر ملاحظہ کرتے ہیں کہاونٹ کی قربانی صرفتین زاویوں میں ہمارے قبضہ اکٹیار میں ہے کہ اگر ہر ایک نہ ہو گویا کچھ نہیں ہے اور کم سے کم حق نہیں رکھتے کہ دوسرے طریقہ سے قربانی کریں۔

۱۔ "وجعلناھا لکم من شعائر اللہ" خدا کی راہ میں ایثار وفداکاری کی روح کو نمایاں کرنے والی کہ وہی انسان کی شائستہ راہ ہے، خدا کی بندگی اور انسان کی مصلحت کی راہ جیسا کہ گزرا۔

۲۔ "فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف " لہذا اب جب کہ شعائر اللہ ہیں خدا کا نام لیکر قربانی ہوں ۔

۳۔ " فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع المعتر" اور جب پہلو کے بل گر جائی ان کا گوشت کھاؤ اور ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ بسی ہی، "کذالک سخرنا ھا لکم لعلکم تشکرون" اس طرح ان جانوروں کو تمہارے اختیار میں قررا دیا کہ خود بھی اس سے استفادہ کرو اور دوسروں کو بھی بہرہ مند کرو شاید شکر کرو، اس طرح نہ کسی دوسری طرح کہ : ان کے گوشت کو ضائع کرو اور پر برکت قربانی کو حقداروں سے دور کرو، اور یہ تینونرخوں کی رعایت کہ ہر ایک شعائر اللہ سے ہے یہ خود ہر رخ سے خدا کا تقویٰ ہے کہ " لن ینال اللہ لحومکہا ولا دمائھا " نہ گوشت خدا کے پاس پہنچتا ہے اور نہ خون، "ولکن ینالہ التقویٰ منکم" صرف تمہاری پرہیز گاری اس تک پہنچتی ہے "کذالک سخرناھا لکم "اس طرح ان کو تمہارے اختیار میں دیا ، نہ کسی اور طرح ، کہ شعئر اللہ کے دور خونکا تذکرہ کرنا صرف معنوی اور آموزشی باریک بینی ہے ، اور عمومالناس ان دونوں سے بے بہرہیں ، اور اس میں سے نا کا کوئی حصہ نہینہہے، کیوں کہ ان کا پہلو صرف الہی ہے ، اور ایک دوسرے رخ سے مادی پر معنی، خدائی اور مردمی ہے، کہ بھوکواور محروم لوگوں کو سیر کرتا ہے ، کہ شعائر اللہ یہاں انفاق فی سبل اللہ کھا نا اور بندگان خدا کو کھلانا ہے ان جانوروں میں سے جو خدا کا نام لے کر قربانی ہوئے ہیں اور تمہارے بھلائی کے لئے قربان ہوئےہوہیں "لکم فیہا خیر" اور یہ

شعائر اللہ خدا کے حکملکے مطابق "لکم فیہا خیر" تم سب کے لئے خیر وبرکت ہے خدا کے لئے خٰر نہیں ہے کیوں کہ تمہاری پرہیزگاری کے علاوہ کچھ اور اس تک نہیں پہنچتا ،ا ور اس کو تمہاری پرہیزگاری کی ضرورت بھی نہیں ہے ، یہ خیر صرف تم سے اور تم سے مخصوص ہے ، اور ملاحظہ کر رہے ہیں کہ تنہا یہاں پر "خیر" کھانا اور کھلان اہے وہ بھی انحصاری طور پر جیسا کہ تعبیرات سے ظاہر ہوا ہے "فاذا ۔ ۔ ۔ فکلوا و اطعموا " یہی خیر مادی جس کی سب کو ضرورت ہے اور اس کا درک کرنا عمومی ہے کیوں کہ "بسم اللہ" کہنا زبان والوں کے لئے ہے گونگوں کے لئے نہیں ہے اور فداکاری کی شناخت پیشروان معرفت سے مخصوص ہے ہر ایک سے مخصوص نہیں ہے لیکن کھانا اور کھلانا سب کے لئے ہے"لکم فیہا خیر" "فاذکروا اسم اللہ علیہا۔ ۔ فکلوا" ایک معنی دار تسلسل ہے، کہ تین طرح کے شعائر میں سے صرف خدا کا نام لینے کا ذکر ہے جو رکن حلیت ہے۔

اور اس کے بعد کھانا اور کھلان جو رکن نتیجہ ہے اور صرف لفظ شعائر اللہ سے آغاز میں تمام دوتقنا ور معنوی و آموزشی فوائد کی طرف اشارہ فرم ارہا ہے ، ہاں!صرف اس طرح خدا مردمی کہ تین پہلو سے تقویٰ رکھتا ہے ۱۔ خدا کےلئے ۲۔ خدا کے نام سے ۳۔ بندگان خدا کے مصرف کےلئے ، اور ہم صرف خدا کانام لینے کی ، اوررووبقبلہ اس کو لٹانے کی اور چالوگوں کے لئے صرف ان کی رعایت کرتے ہیں لیکن اس شعائر کی روح جو رکن معنوی اور رکن معرفتی ہے ، عبد کو اور ضرورت مندوں کو کھلانے اور سیر کرنے کی جو رکن مردمیومادی ہے ان دونوں رکن سے جو بہت اہم ہیں اور ان دونوں کی رعایت نہیں کرتے ۔

یہ قربانی۔ اللہ اور اہل اللہ کے لئے ہدیہ ہے ، جو چیز خدا تک پہنچتی ہے وہ تمہارا تقویٰ ہے جو مادی اور معنوی پرہیز ہے ، اس کا گوشت ضائع نہ ہو جائے بلکہ بندگان خدا اس سے بہر مند ہوں ، اس کی قربانی ضائع نہ ہو کیوں کہ خدا کےلئے ہے اور اس کا خون سر زمین منیٰ پر ہے جو خود ایثار وفداکاری کی نمائش اور علامت ہے، اس گوشت وخون کے درمیان جو خدا تک پہنچنا صرف تمہارا

تقویٰ پہنچتا ہے سہپ پہلو تقویٰ اور اس کے مادی تقویٰ کے پرتو میں خدا کے محتاج اور ضرورت مند بندے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

اور یہ "لن ینال لحومکہا ولا دمائہا" ایک سخت گوشہ ہے جس کا تعلق ہم بے تقویٰ لوگوں سے ہے ہم جو خون بہاتے ہیں لاشوں کو زمین پر چھوڑ دیتے ہیں اور میدان منیٰ کو خون اور لاشوں کا میدان بنا دیتے ہیں ، اور گمان کرتے ہیں کہ قربانی یہی ہے اور بس، اور یہی تقویٰ ہے اور یہی فریضہ ہے اور بس اور ہمارے بعض علماء اس بربریت اور بے انصافی کو جائز قرار دینے کےلئے" قربان تأکلہ النار" کو دلیل بناتے ہیں جو اسلام سے پہلے رائج طریقہ قربانی تھا اور خود ایک معجزہ تھا اور جو آاگ ان قربانیوں کو کھاتی تھی الہی تھی اور جو بھی تھا آیات قربانی اسلام نے اپنی قربانیوں کو ایک دوسرق بلند چہرہ عطا کیا جو"من شعائر اللہ ۔۔۔ فکلوا منہا سواطعموا " سے عبارت ہے !

کیا معقول اور قابل قبول ہے کہ قربانیجس کا سب سے اہم خیر کا پلو وہ بھی تصریحات قرآنی کی رو سے ، کھانا اور کھلاناور اس صورت میں بھی بے مصرف رہے یا مصرف نہ کیا جا سکے پھر بھی واجب یا جائز ہو؟با وجودیکہ "کذالک سخرناھا" اس طرح کے کھاؤ اور کھلاؤ۔ ان حیوانونکو تمہارے اختیار میں قرار دیا ہے ۔ نہ کسی اور طرح سے ، اور ہم سب دوسری طرح سے اس کے بر عکس قربانی کرتے ہیں ، اور ومومنین کی ایک جماعت کو اسسے بے خبر اور شر سے پر قربانی پر قربان کرتے ہیں کہ اس وحشت ناک قربان گاہ کے وحشیانہ منظر کو دیکھ کر مبادا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں ،ا ور دوسرے جو بظاہر مومن رہیں متزلزل ہو جائیں "وھم یحسنوں انہم یحسنون صنعا"یہاں قربانی: "قربانی ارو ہدیہ شتر" خدا مردمی اس کے شعائر کے لئے اس کی خیریت کے لئے کھانا کھلانے کے لئے ہے ، اور ایک دوسری آیت میں حج کی ساری قربانیاں ملک حج کے فوائد کے زمرے میں ہیں ، کہ حاجت مندوں کو بھی پہنچیں اور "قیاما للناس ومنافع للناس ومثابۃ للناس"ہوں، جیسا کہا براہیم کی زبان سےاور آخر میں حضرت

خاتم النبیین کی زبان سے آیت اعنال حج میں آیاہے : " واذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق یشھدوا منافع لھم و یذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر" (حج/۳۱)

لوگوں کے درمیان حج کا اعلان عام کردیجئےکہ تمہارے پاس آئیں پیادہ اور سوار ہو کر ہر طرح کے لاغرا ور ناتوان اونٹپر اور ہر دور دراز ہر راہ سے تاکہ اپنے منافع اور فوائد کا مشاہدہ کریں اور خدا کو اس بات کے لئے یاد کریں ان کو زبان البتہ حلال گوشت حیوانات کا رزق عطا کیا، لہذا خود بھی کھاؤ اور اس میں بد حال اجتمندوں اور شکسے ہ حال بے نواوں کو بھی کھلاؤ۔

یہاں شر کی جگہ بھیمۃ الانعام ہے کہ اونٹ گائے بھیڑ بکری سب کو شامل ہے اور ان کے گوشت سے بہرمند ہونا اور خدا کی سرشار روزی سے فائدہ اٹھانا جو شکریہ کے لائق ہے اور سزاوار یاد خدا ہے جملہ" منافع لھم"منافع ملک حج سے مستفاد ہے، یہاں تک کہ اس کا شعائر اللہ سے ہونےکا ذکر کئے بغیر ان قربانیوں سے کھانے اور کھلانے کو لوگوں کے سود اور رزق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہاں!فقراء اور مساکین کے للئے فائدہ اور رزق ہے جو ملک حج اور عید خون سے یہ مادی فائدہ اٹھاتے ہیں اور انفاق کرنے والوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے کہ ان کی قربانی شعائر اللہ سےاور خود تقوائے الٰہی ہے ، اور معنوی فائدہ جو گزرا اس کے علاوہ ، کہ خود بھی فقراءومساکین کے زمرے میں آتا ہے اس سے پر برکت دسترخوان سے کھائے ، ان کےس اتھ شریک ہوں تاکہامتیاز اور جدائی اور خودپسندی کا احساس مر جائے اور اخوت ومساوات اور اتحاد کی روح زندہہو جائے۔

خدا نے یہ فرمایا ہے لیکن ہم بندگان خدا ہزاروں من اور ٹن حلال گوشت کو منیٰ کی سرزمین پر کیڑے ملکوڑوں، دوسرے حشرات اور جراثیم اور کتوں کے

لئے چھوڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ کتے بھی اس کی بد بو سےفراری ہیں، اور طرح طرح کے امراض جو فضا کو آآلودہ کرتے ہیں ہم ان جانوروں کو ان کے لئے قربانی کرتے ہیں اور اہل اللہ کو اس رزق خدائی سے محروم کرتے ہیں ،اور ان کو چند ریال دے کر اپنا گلا خلاص کرتے ہیں۔

یہ پر برکت حلال رزق جو خود ہم سے اور زیادہ تر فقراء ومساکینسے مخصوص ہے ہم اس مخصوص رزق میں وحشیانہ اسراف کرتے ہیں ،ا ور عجیب یہ ہے کہ کتے بلی اور یہاں تک کہ ملکھی ارو مچھر جو ہمیشہ ایسی بد بودار چیزوں کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں یہ منیٰ کے بد دار اور آآلودہ ایام میں ہم انسانوں کی پھیلائی ہوئی بد بو سے فرار اختیار کرتے ہیں کہ ایسا سنگین نقض ہے کہ نقض کے پیچھے دوڑنے والے کتے بھی اس سے گریزاں ہیں اور ہم گوشت کے وحشیانہ اسراف اور بے منفعت اور پر ضرر بے رحمانہ کشتار کیسالانہ تکرار کرتے ہیں اور بد تر یہ ہے کہ یہ بنام خدا ایسا کرتے ہیں، کہ جس سے خدا ہرگز راضی نہیں ہے ، آخر ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟

اب تمام بیدار علماء سے دریافت کیجئے اور موشکافیا ور کچھ جاننے میں کسی سے نہ ڈریں، خدا نے یہ روزی ملک حج کے فقراء ومساکین کے لئے مقرر فرمائی ہے اور حضرت ابراہیم خلیل نے جو یہ دعا کی کہ "وارزق اھلہ من الثمرات لعلھم یشکرون" ملک حج میں رہنے والوں کو ثمرات سے روزی دے تاکہ شاید شکر کریں ، ، آپ کی نظر زیادہ تر اس ملیونوں قربان پر تھی ، آپ نے اس لئ دعا نہیں کی تھی کہ حجاج بیمار ہوں ، جن کے لئے خدا نے یہ رزق مقرر کیا ہے وہ بھوکے رہیں اور منیٰ کے کیڑے ملکوڑے اور جراثیم خوشگزرانی کریں ، لیکن ابراہیم کی یہ دعا اور حکم کڈ اکو بدل کر رکھ دیا ہے۔

خدا نے آیتا علان حج میں جو مورد بحچ ہے ملک حج کے تمام منفعتوں کے درمیان سے، حیوانات سے حلال گوشت کی روزی کا ذکر کیا ہے ، جو بہت سارے مادی اور معنوی فائدہ اپنے دامن میں رکھتی ہے ،ا ور ہم نے ان حیوانات کے

عاقلانہ انسانی مصرف کو نظرانداز کر کے گویا تمام حج کے فوائد کو نظر انداز کیا ہے۔

اگر گذشتہ آیت میں شعائر اللہ کا ذکر اونٹوں کی قربانی کے بارے میں ہوا ہےیہاں پر صرف کھانا فقراء ومساکین کو کھلانا رکن بحث ہے اور بس! وہ بھیس ارے قربانیوں کے لئے دوسری آیت میں اس سے با لاتر "ھی وقلائد" : ملک حج کے گوناگوں قربانیوں کو "قیاما للناس" کے نقطہنگاہ سےکعبہ ملکرمی کے ضمن میں بیان فرمایاہے: "جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس ، والشھر الحرام والھدیٰ والقلائد" (مائدہ /۹۷)

دا نے کعبہ بیت الحرام(محترم) کو لوگونکے قیام کے لئےقرار دیا ہے نیز ماہ حرام اور ھدی وقلائد کو ، ہدی قربانی وک بھی جو " قیاما للناس " کے لئے ہے۔

اب آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہکیا قربانیکے جانوروں پر خرچ ی جانے والی رقم کا اتلاف ، کروڑوں کی اسلامیثروت کی بربادی، لاکھوں حلال گوشت جانوروں کو بے جان کرنا، لاکھوں بھوکے مسلمانوں کو جو نان کے بھی محتاجہیں بھوکا مارنا،ہزاروں حاجیوں کو بیمارکرنا، ، محروم جماعت و غیظ وغضب میں مبتلا کرنا ،ا ور مسلمانوں کی ایک جماعت کے ایمان کو سست اور کمزور کرنا نہیں ہے، کیا یہ ساری چیزیں ملک حج کے فوائد کا ایک حصہ ہے اور اس عظیم اسلامیاجتماع کے فرائض کا جز ہیں؟

یہ لوگوں"ناس" کے لئے قیام کرنا ہے یا نسناس کے لئے قیام کرنا ہےکہ اسلام ومسلمین کہ خلاف بیہودہ گوئی کریں اورہ ارے آئین اوت مقدسات کوآئین اسراف کہیں اور اس کو وحشت اور بربریت سے تربیر کریں!

آیت ست عام مطلب نکلتا ہے اور فہم عمومی کے مطابق وہ یہ ہے کہ جس طرح سے مکہ ملکرمی اور ماہ حرام "قیاما للناس" ہے جو خود اپنے مصالح اور

نسناس کیق درت وطاقت کو ختم کرنے کے لئے قیام کریں، قربانی بھی مادی اور معنوی لحاظ سے"قیاما للناس" ہے۔

ایثار وفداکاری کی راہ میں لوگوں کا اٹھ کھڑا ہونا ہے اور یہ کہ خون کا سیلابدیکھ کر اللہ کی راہ میں ہونے والے خونین معرکوں سے ہراساں اور خوفزدہ نہ ہوں اور یہ بھی اسلما کی ایک مصلحت ہے کہ بھوکوں کو سیر کرنے کے لئےاس عظیم محشر میں قیام کریں ۔

اور کل ملا کر یہ قربانیاں آیات کعبہ کی طرح نسناس کے خلاف لوگوں کا قیام کرنا ہے، کہ نسناس جہل، کفر، ذلت، استعما، استثمار، استحماراور ہر طرح کے نسناس کا جو شریعت مردم کے خلاف ہے اس عظیم اسلامی اجتماع میں خاتمکہ ہو جائے۔

مسلمان عالم اس ملک حج میں گوشت کو جلا کر مادی اور معنوی مصلحتوں کے پیش نظر کون سا قیام کرتے ہں ، کیا جراثیم اور گوناگوں امراض کا پھیلانا ہے،اسلام ومسلمین کے خلاف دشمنوں کا قیامجو اس وحشیانہا سراف کو اسلامی تبلیغات کا ایک حصہ جان کر بیہودہ باتیں کرتے ہیں ، مومنین کی ایک جماعت کا ایمان وعقیدہ کا سستا ور کمزور ہونا اور قربای کے برخلاف بھوکوں اور فقراء ومساکین یا قیام اور احتجاج "قیاما للناس"ہے یا "قیاما للنسناس"ہے۔

یہ کون سا قیام ہے؟ عقید وایمانکا کون سا قیام ہے، قیام اخلاقی ووجدانی ہے؟ قیام اقتسادی وسیاسی ہے، ہماری اس قربانی میں جو یہ سقوط اور گراوٹ ہے قیام کی کون سی قسم ہے ، بر عکس نہند نام رنگی کافور!

لیکن اگر ہم گروہ نا، ملک حج کی قربانی کو تینوں قرآنی نقطہ نگاہ سے دکیھیں ، رحمانیا ور انسانی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو ہمیں مادی اور معنوی مصالح ومنافع کے لحاظ سے قیام نظر آئے گا اور جیسا کہ ملکرر گزر چکا زندگی، پائداری ، عزت، عظمت، سربلندی، کے لحاظ سے سراپا قیام ہی قیام ہے۔

یہ قربانیحتمی طور پر حج تمتع میں واجب ہے ، چنانچہ ارشاد ہوا : " فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما ستیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرة کاملۃ" (بقرہ/۱۹۶)

اور جس نے عمرہ سے حج تمتع کا قصد کیا وہ ممکنہ قربانی والے، اور جس کو قربانی میسر نہ وہ تو تین روزے حج کے بیچ اور سات روزے واپس آنے کے بعد رکھے کہ اس طرح پورے دس روزے ہو جائیں گے (۱)اگر چہ حج افراد میں بھی اگر قربانی ساتھ لے جائے واجب ہے لیکن یہ وجوب فرعی ہے نہ اصلی۔

بنا برایں قربانی ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ کے رہنے والے نہیں ہے، مل حج میں رہنے والے فقراء کے لئے یہ قربانی گوشت کے لحاظ سےبندگان خدا کے کے لئے ہدیہ ہے اور سر معنوی کے اعتبار سےخدا کے لئے کہ اسمیں بھی بندے کا ہی فائدہ ہے۔

اور اب اخبار قربانی کے کچھ نمونے کہ آیات گذشتہ کے ذیل میں جو کچھ ہم نےسمجھا ہے اس کی تائید کرتے ہیں:

رسول خدا سے مروی ہے:"انما جعل اللہ حذا الاضحیٰ لتشبع مساکینم من اللہحم فاطعموھم "خدا نے یہ قربانی اس لئے مقرر کی ہے کہ فقراء ومساکین گوشت سے سیر ہوں ، لہذا انہیں اس قربانی کا گوشت کھلاؤ (۲)

ہاں! فقراء ومسانکین نہ منیٰ کے کیڑے ملکوڑے، نہ اس لئے کہ دشمنان اسلما اس وحشیانہا سراف پر ہمارا مذاق ارائیں ، بلکہ اس لئے کہ فقراء ومساکین کو اس کا گوشت کھانا نصیب ہو۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر حضرت علی(علیہ السلام) نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: جب قربانی کرو تو کھاؤ اور کھلاؤ اور ہدیہ دو اور حیوانات کی اس

روزی پر خدا کا شکر ادا کرو اور یہ آیت"۔۔۔ علی ما رزقکم من بھیمۃ الانعام" کی طرف اشارہ ہے۔

اس قربانی میں حق فقراء کی رعایت اور نگہبانی اس قدر اصیل ہے کہ امیر المومنین فرماتے ہیں: رسول خدا نے مجھ سے فرمایا: ہمارے قربانیکے اونٹوں کاخیال کرو کہ گوشت وپوست سب کچھ فقراء کے درمیان تقسیکم ہو جائے اور جانوروں کی کھال اتارنے کی عوض میں قصاب کو اس میں سےکچھ نہ دو(۱) کہ اجرت لیتا ہے ، مگر یہ کہ خود فقیر ہو کہطبعاً خود بھی ایک حصہ کا حقدار ہے

(۲)وسائل الشیعہ ج۱۰، ص۱۴۷،حدیث ۲۲

(۳)وسائل الشیعہ ج۱۰، ص۱۴۷،حدیث ۲۳

(۱)وسائل الشیعہ ج۱۵۱، ح۱، /صحیح بخاری ح۲، ص۲۱۲ /صحیح مسلم۲: ۵۹۴، اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب پیغمبر اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ فقراء کے علاوہ قصاب کی اجرت یا کسی بھی عنوان سے قربانی کی کھال دی جائے کیا پیغمبر کی اجازت ہے کہ یہ سارا قربانی کا گوشت جو فقراء کا اصلی حق ہے بے رحمانہ طریھق سے تلف ہو، جلا دیا جائے خکستر ہو جائے اور زمین کے اندر دفن کردیا جائے ؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر کود کوئی شخص قربانی کی کھال استعمال کرنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ اس کی قیمت فقیر کو دے (۲؛۔ وسائل الشیعہ،ج۱۰، ص۱۵۴، ح۴، نیز صحیحہ معاویہ بن عمار میں حضرت صادق(علیہ السلام) سے اسی مضمون کی روایت وارد ہوئی ہے)

بکثرت روایات میں آیا ہے کہ حاجی کو حق نہیں پہنچتا کہ قربانی کے گوشت سے اپنے لئے ذخیرہ کرے، صرف اتنا کہ خود اس وقت کھاؤ اور بقیہ فقراء کو دے دو، اور آیت میں صرف یہی ہے کہ "فکلوا منہا" گوشت قربانی سے کھاؤ کہ

ظاہراً وہی قربانی کے وقتمراد ہے نہ یہ کہ دوسرے دنوں کے لئے ذخیرہ بھی کر لو ،لیکن فقراء کے لئے فرمایا: "واطعموا" اطعام کرو ،جو وقت قربانی اور اس کےبعد کو بھی شمال ہے، کہ فقراء کو ذخٰرہ کرنے کا حق ہے، تاکہ پیٹ بھر گوشت کھائیں اور سیر ہو جائیں جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا: خدا نے قربانی اس لئے مقرر کی ہے کہ فقراء گوشت سے سیر ہو جائیں۔

اسولا خود حاجی کاکھانا واجبا ور حتمی نہیں ہے بلکہ چونکہ اس کا مار توہم منع کے حوالے سےہے صرف جواز حلیت کی دلیل ہے اور اگر رجحان بھی رکھتا ہے تو یہ رجحان اس رخ ہے کہحاجی خود کو فقراء سے امتیاز نہ دے بلکہ اس قربانی میں جو ہدییہ الہی اور مردمی ہے فقراء ومساکین کے ساتھ شرکت اور برابری کرے اوراگر نہ کھائے یا نہ کھا سکے تو اس کو فروخت کرنے یا فقیر کے علاوہ کسی اور کو دینے کا حق نہیں رکھتا کیوں کہ سب فقراء کا حق ہے اور تمہیں صرف اس بات کی اجازت ہے کہ اآج تم فقراء کے حصہ کا حصہ خود مصرف کرو تاکہ ان کی برابری کر سکو۔

جہاں پر قربانی پیسہ میں تبدیل ہوجاتی ہے روایات کی رو سے تمام قیمت فقراء سے مخصوص ہو جاتی ہے ، یہ حق نہیں ہےکہ اپنے کھانے کے حصہ کی قیمت لے لو۔

بہت ساری احادیث میں ہے کہ حاجی کو حق نہیں ہے کہ قربانی کا کچھ حصہ فقیر کے علاوہ کسی غیر کو دے، اور قربانی کی تقسیم دو آیت اور چند روایات کے مطابق ہے جیسا کہ آئے گااور یہ تقسیم دوگانہ ہے ، تم اور فقیر ہو سہگانہ نہیں ہے حاجی فقراء اور حاجی کے دوست احباب،

کل ملا کر ایسا لگتا ہے کہ قربانی فقراء سے مخصوص ہے اس مقدار کے علاوہ جو تم خود اس روز کھا سو یا تمہارے اہل کھاتے ہیں ، چنانچہ متعد روایات میں رسولخدا□ کی تقسیم کے حوالہ سے موجود ہےکہ: "ہر اونٹ سے ایک ٹکڑا

لے لو اور سب ملاکر پکاؤ اور کھاؤ " اور معقول نہیں ہے کہ ہر اونٹ کا ایک ثلث حصہ ہو کہ مثلاً ۶۶اونٹ جن کی قربانیاآنحضرت نے کی تھی ۲۲ اونٹ کا گوشت خاندان پیغمبر کے ایک دن کی غذا میں صرف ہو۔

بہت ساری روایات میں وارد ہوا ہے کہپہلے زمانہ رسولخدا میں ممنوع تھا تین دن کے بعد قربانیکے گوشت کو منیٰ سے باہر لے کر جائیں ، کیوں کہ گوشت کم اور فقراء زیاہد تھے کہ بعد میں کہ گوشت زیادہ اور فقراء کمکہو گئے لامز ہے کہ اضافی گوشت کو تمام فقراء تک پہنچانے کے لئے منیٰ سے باہر لے جائیں اور روایت میں ہے ہ حجۃ الاوداع میں رسول خدا کے ساتھ حج پر جانے والوں میں زیادہ تعداد پیدل جانے والوں کی تھی بھوکے ارو پابرہنہ افراد، یہی وجہ ہے کہ پیغمبر نے امیر المومنین کو حکم دیا کہ ۶۶اونٹوں کو ان ے لئے قربانی کریں ، کیا یہ حکم اسراف پر مبنی تھا ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ قربانی مسلمان فقراء اور بے نواوں کی بھیڑ کے لئے کافی نہ تھیں اس وقت جن فقراء نے ہزار سختی ارو بد بختی کے بوجود خود کو سرزمین مکہ پہونچایا ہے بقدر امکان اس گوشت سے استفادہ کرتے ہیں لیکن جو حج پر نہیں ااس کے ہیں یا حتی مکہ سے منیٰ نہیں آسکتے کیا یہ لوگ جن میں سے ۹۲ درصد سے زیادہ بے نوا اور فقراء لوگ ہیں نہ آنے یا نہ آسکنے کے جرم میں اس ہدیہ الہی سے محروم رہیں اور اتنا سارا گوشت جلا دیا جائے سڑ جائے اور زمین میں دفن کردیا جائے ، کی یہ بات کسی صورت معقول ہے ۔

خدا نے تو نہیں فرمایا کہ اگر ققراء حاضر ہوں بہرہ مند ہیں بلکہ خدا نے فرمایا: "واطعموا البائس الفقیر" بدحال اور شکستہ افراد کو کھلاؤ اور تم کہ خوشحال ہو اور سختی کےساتھ خود کو ان وسائل سے منیٰ میں پہونچاتے ہو کس طرح سے سوچتے ہو کہ بدحال اور شکستہ حال افراد خود کو منیٰ پہونچائیں ، تاکہ ان کو گوشت کھانے کو ملے ،نہیں تمہاری ذمکہداری ہے کہ ان تک پہونچاؤ،اور اگر نہیں

پہونچاسکتے ہو تو انہیں ان محروم کرنے والے دونں میں قربانی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ۔

یہاں پر سب سے ایک فقہی سوال ہے: اس وقت کے منیٰ کی قربانیاں فقراء منیٰ کے مصرف کے ہزاروں برابر ہے کیا کرنا چاہیئے ؟ اس صورت میں کہ مصرف سے زیادہ کو خارج کرنے کا بھی امکان نہیں ہے ،کیا مثکا ۹۰درصد قربانی نہ کریں تو پھر کس طرح احرام سے ابہر ہوں یا قربانی نہ کریں کہ ان ادلہ کی رو سے نہ جائز ہے اور نہ کافی۔

جوابگ یہ ہے کہ قربانی زمانہ اور وقت کے لحاظ سے عید قربان یا منیٰ کے تی چار دنوں میں منحصر نہیں ہیں، کیوں کہ نصوص کے مطابق عذر کی صورت مینذی الحجہ کے آخر تک قربانیکر سکتے ہیں ،یہاں تک کہ ملکان اور جگہ کے لھاظ سے بھی منیٰ میں منحصر نہیں ہے کیوں کہ اضطرار کی صورت میں تمام حرم قربانگاہ ہے، چنانچہ حضرت صادق(علیہ السلام) سے خبر صحیح میں وارد ہوا ہے کہ قپنی قربانی مکہ میں انجام دیں ، لوگوں نے دریافت کہ کہ آپ نے خانہ کعبہ میں کس طرح قربانی انجام دی ؟ فرمایا: پورا مکہ قربانگاہ ہے (وسائل الشیعہ ج۱۰، ص۹۲،ص۳)

یہ کچھ نمونے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ملک حج میں قربانیکا رکن بھوکو کو سیر کرنا ہےیہاں تک کہ اگر ورز عید یا منیٰ کے تین چار دونوں میں یا خود منیٰ میں قربانی نہ ہو ، اگرچہ بصورتضرورت زمان وملکان قربانی میں فقراء کی مصّحت کے پیش نظروسعت ہو جائے گیکہ اس کی جگہ تمام حرم خصوصاً مکہ ملکرمی ،اور اس کا وقت ذی الحجۃ کے آخر تک ہے، اور جیسا کہ تفصیل سے آئے گا اسی عید کے دن رمی جمرہ عقبہ کے بعد حلق یا تقصیر کے ذریعہ حاجی احرام سے بار آجائےگا۔

اور گذشتہ زمانے میں منیٰ میں گوشت قربانی کے مصرف نہ ہونے کا عذر تاخیر کا موجب تھا اس وقت دوسرے عذروں کا اضافہ ہوچک اہے کہ قربان گاہیں بالکل سے حدود منیٰ سے خارج ہیں صرف ایک چھوٹ قربان گاہ مسجد خیف سے نزدیک ہے جو امراء وحکام سے مخصوص ہے اور ایک وادی محسر اور منیٰ کے درمیان جو پہاڑ کی نزدیک وادی محسر کی طرف منیٰ کے دائے جانب آخر میں ہے، کہ جس کا کچھ حصہ داخل اور بقیہ منیٰ کے خارج ہے اور زیادہتر لوگ یا نہیں جانتے یا وہاں پر قربانی نہیں کرسکتے ہیں ، بنا براں لازم ہے اس کے لئے منیٰ میں قربانی وہ اور گوشت بھی فقراء تک پہنچائےقربانی کو منیٰ کے تین دن کے بعد شروع کریں اور ذی الحجۃ ے آخر تک بھی نصوص کی رو سے وقت ہے (۱۔ زیادہ فقہاء بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر ذی الحجۃ کے آخر تک خود منیٰ میں قربانی کر سکتا ہے واجب ہے تاخیر کرے کیوں کہ قربانی کی خاص جگہ کی حفاظت کےلئے وقت میں وسعت دیتے ہیں)

اور اگر حکومت اس مدت میں مانع ہو کہ منیٰ میں قربانی ہو اس مقصد کے لئے مخصوص جگہ کرایہ پر لیں اور وہیں قربانی کریناور اگر یہ بھی نہ ہو اور خود مکہ میں کسی وقت منع نہیں ہے اس مدت میں بقدر ممکن کہ مصرف یا امکان مصرف ہے قربانی ہو (۲) اور اجافہ گوشت فریزر میں فقراء کے لئے ذخٰرہ کیا جائے اور اس کے بعد تدریجا تقسیم ہو اور آخی میں اگر ممکن نہ ہو آخر ذی الحجہ میں مصرف یا ذی الحجہ کے بعد کے لئے فریزر وغیرہ میں محفوظ رکھنا اس کا پیسہ فقراء حرم کے درمیان تقسیم ہو،

ہماری روایت میں وارد ہے ارو فقرہاء بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر قربانی عید سے معذور ہو اور فی الوقت واجد شرائط قربانی نل مل سکے ، اس کا پیسہ کسی امین کے پاس رکھ دو کہ بصورت امکان اسی سال اور اگر نہ ہوا سال آئندہ واجد الشرائط قربانی کرے ، کیا اس صورت میں معذور حجاج اگلے برس تک حالت احرام میں رہیں گے یہاں تک کہ قربانی وہ؟

یہاں اولویت کے ساتھ جس طرح منیٰ کے ایام میں اگر قربانی کا گوشت فقراء تک نہ پہنچ سکےحق تاخیر ثابت ہے، حاجی حلق یا تقصیر سے احرام سے خارج ہو جائے گا اور اصولاً قربانی خود ارکان حج سے نہیں ہے ک یہاں تک کہ اگر کوئی عمداً بصورت امکان قربانیاور بصورت امکان مصرف فقراءترک کرے ، چند اھادیث کی رو سےحلق یا تقصیر کے بعد احرام سےباہر آجائےگا اور یہ بات اسطرح روشن اور باعتبار دلیل اس قدر قوی ہے کہ فقیہ جلیل القدر مرحوم محمد حسن صاحب جواہر (رضوان اللہ علیہ)فرماتے ہیں : حلق یا تقصیر سے قربانی کے تاخیر ذی الحجہ کے آخر تک کافی ہے ، اور عید کےدن قربانیکے وجوب پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے، چنانچہ حضرت کاظم (علیہ السلام) سے روایات صحیحہ میں ہے کہ: منیٰ میں قربانی چار روز ہے اور یہ خود صریح ہےاس بات میں کہقربانی عید واجب مضیق ومعین نہیں ہے ،ا ور اس بات کے پیش نظر کہ حلق یا تقصیر عید میں منحصر نہیں ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قربانی کو عمداً تاخیر میں ڈالنا جائز ہے ،کی موارد عذر وضرورت ، اور ہم آئدنہ مسائل میں مفصل طور پر عید کے سہ گانہ اعمال کی ترتیب کی کیفیت ادلہ کے مطابق بیان کریں گے ، کہ اگر قربانی بعض احادیث کی رو سےوسط میں ہے لیکن اگر اس کاموسط میں ہونا واجب بھی ہو حرام سےباہر ہونے کی شرط نہیں ہے اور صرف عام حالت میں واجب یا شائستہ ہے۔

قربانی کے شرعی طریقے:

۱۔ کارخانہ بنا لیا جائےکہ منیٰ میں موجود فقراء کے مصرف سے زیادہ گوشت کو آمادہ صورت میں فقراء حرم کو اور اگر اس سے بھی زیادہ ہے تو تمام فقراء عالم کو چرم قربانی اور گوشت کے علاوہ دوسرے اخراجات کی قیمت سے بھیجا جائےاور اگر پھر بھی اخراجات زیادہ ہوں تو اجافی اخراجات کو پیک شدہ

گوشت کے پیکٹ میں پر تقسیم کردیا جائے اور اسی تقسیم شدہ قیمت پر فروخت کیا جائے ۔

۲۔ اگر ایسا نہ ہو اور اب تک نہیں ہوا لازم ہے روز عید کی ضرورت کے بقدر قربانی ہو اور عادلانہ طور پر تقسیم ہو اور بقیہ قربانیاں دوسرے دنوں میں آخر ذی الحجہ تک کی جائیں کہ خود میں ذبح کیا جایا اور اگر منیٰ میں ممن نہ ہو یا زیادہ مشقت و حرج کا باعث ہو مکہ میں قربانی ہو اور عادلانہ تقسیم ہو اور ذی الحجہ کے مصرف سے زیادہ گوشت قربانی کو حتی الامکان وسائل کے ذریعہ فقراء کےلئےمحفوظ رکھا جائے کہ پورے سال ان کے درمیان تقسیم ہو۔

یہاں پر ملاحظہ کرتے ہیں کہ قربانی کے زمان وملکان کی وسعت سےامکان مصرف گوشت کئی سو باربر ہوجاتا ہے ، اور اگر وموجدہ وسائل یا جو کچھ امکان ہے حفاظتا ور تقسیم کےلئے کافی نہ ہو ، اس طرح سے کہ تمما قربانیوں کو طول ذی الحجہ میں ذبح نہ کیا جاس کے، کیونہ ذی الحجہ کے علاوہ کسی اور مکہینہ میں ذبح کرنا قربانی حج کے حساب میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ظاہراً مشروع بھی نہیں ہے، اور دوسری طرف ذی الحجہ میں سارے جانوروں کی قربانی کرنا بیشتر گوشت کے ضائع اور بیکار ہونے کا موجب ہے ، طبعاً یہاں پر کہ ہمکہ جانبہ عذر ہے قربانی قیمت میں بدل جائے گی اور "ما تیسر من الھدی" یہاں پر وہی وہ حاجی کے ہدیہ اور قربانی کی قیمت ہے اور نمونہ کے طور پر عبد اللہ عمر کی خبر صحیح کو شاہد قرارا دیں گے جو فرماتے ہیں: ملکے میں تھےے قربانیاں بہت مکہنگی ہوگئیں ایک دینار میں خریدا بعد میں دو دینار میں یہاں تک کہ قیمت سات دینار تک پہنچ گئی اور اس کے بعد نایاب ہوگئی ، ہشام نے اس بارے میں امام موسیٰ بن جعفر(علیہما السلام) کو خط لکھا ،جواب آیا: مختلف قیمتوں کو جمع کرو (اول ،دوم، سوم) اور ایک سوم کو جو حد وسط ہے صدقہ دو(۱۔ وسا۴ل الشیعہ ج۱۰، ص۷۲، ح۱، صدوق وشیخ نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کےس اتھ ذکر کیا ہے اور یہ باب ۵۸ اسی مطلب سے مخصوص ہے)

یہ حدیث اگر چہ قربانی کے نایاب ہونے کے بارے میں لیکن ج وکچھ گزرا اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ قربانی کا تلف ہونا اور مصرف نہ ہونا قربانی کی نایابی سے کہیں زیادہ اہم عذر ہے ، کہ اگر قربانی کا مصرف زمان وملکان میں ممکن نہ و لازم ہےا س کیق یمت جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے صدقہ دو، البتہ بصورت امکان اسی روز عید اور فقراء منیٰ کے درمیان اور اس کے بعد تمام فقراء اسلام و مسلمین کے درمیان تقسیم ہو ، یعنی وہی ترتیب جس کی رعایت گوشت کی تقسیم میں ہونی چاہیئے ، قربانی کی قیمت کی تقسیم میں بھی رعایت ہو اور اضافی تمام فقراءعالم اسلام کے لئے ہے۔

یہاں پر اگر احتیاط کی رعایتکرنا چاہتے ہیں بہت بجا ہے کہ اپنے گھروں ست سفارش کریں کہ روز عید غروب سے پہلے خود اس کے شہر میں قربانی کریں اور اس کے بعد غروب عید خود منیٰ میں حلق یا تقصیر کرے، اور قربانی کا پیسہ بھی اسی ترتیب گذشتہ کے مطابق تقسیم کرے۔

کہا جا سکتا ہے کہ وہ تمام شیعہ حضرات جو اسی فتوے پر عمل کرسکتے ہینلازم ہے حقوق فقراءکی رعایت وحفاظت کے لئے منیٰ میں روز عید قربانی کرنے سے اجتناب کریں اور گذشتہ تکلف پر عمل کریں ، ک یا گوشت یا کم سے کم اس قربانی کا پیسہ فقراء تک پہنچ جائے اور بہت بجا ہے کہ کئی لوگ ملکر عید خون میں شرکت کرنےکے لئے ایک قربانی کریں اور اس کے شرعی مصرف میں پہونچائیں، اور ہر ایک اپنی جداگانہ تکلیف پر بھی عمل کرے۔

بنا بر ایں ترتیب قربانی اس حصہ مٰناس طرح سے ہے کہ:

۱۔ بقدر مصرف روز عید قربان ہو، ۲۔ بقیہ پورے ماہ ذی الحجہ میں اور منیٰ مینیا حرم میں کسی جگہ قربانی ہو ارو تقسیم ہو، ۳۔ مصرف ذی الحجہ سے اجافی گوشت حرم میں گریزر یا سرد خانوں میں فقراء کےلئے محفوظ ہو،

۴۔ قربانی کا زمانی وملکانی امکان نہ ہونے کی صورت میں یا گوشت کی تقسیم یا حفاظت کا امکان نہ ہونے کی صورت میں اس کا پیسہ۔

۱۔ فقراء منیٰ ۲۔ سارےفقراء حرم کے درمیان اسی روز عید ذی الحجہ کے آخر تک تقسیم ہو اور اس پیسہ کی اضافی رقم تمام مسلمان فقیروں کے درمیان تقسیم ہو، اور آئندہ مسائل میں دلیلوں سے تفصیل کے ساتھ اس تمام ترتیب کی وضاحت کریں گے۔

البتہ ترتیب کے لئے تشکیلات کی ضرورت ہے کہ حج کے گروہوں کا وظیفہ ہے کہ علماء اور ماہرین کی رہبری میناور ذمکہ دار اور متدین مدیران اور کارکنان کی مدد سےبنحو احسن انجام دیں ، تا کہ قربانی حج صد فی صد ملک حج اور تمام اسلامی ممالکے فقراء کے نفع مینقرار پائے ، اور تمما حاجیوں کے تعاون سے فریضہ قربانی معقول اور مشروع طریقہ سے پسند پروردگار قرار پائےاور فقراء ومساکین کے نفع میں بھی ہو ، اور یہ سالانہ بیکران ثروت آیات وروایات کی رو سے" قیاما للناس اور منافع للناس" ہو کہ " ۔ ۔ ۔ و اطعموا البائس الفقیر۔ ۔ ۔ القانع المعتر " یہ مستطیع افراد کی ممیسور قربانی فقراء ومساکین کی معسور زندگی کو گشائش عطا کرے۔

قربانی میسور:

یہاں پر قربانی کے مفصل مسائلاور ادلہ کے پیش کرنے سے پہلے اجمالی طور پر قربانی کے میسور ہونے کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

قربانی میسور: "مااستیسرا من الھدی" اس آیت کی روشنی میں جانوروں کی کسی معین نوع میں منحصر نہیں ہے بلکہ جس حلال گوشت جانور کی قربانی کر سکتے ہوں ، کیوں کہ دوسری آیت میں قربانی کے حوالہ سے"بھیمۃ الانعام "کی

تعبیر ہے اگر ہم ہوں اور تنہا آیت "ما استیسر من الهدی " تو قربانی کو دوسروں کے اقوال اور نظریات کے علاوہ اس طرح کہیں کہ عدد اور نوع کے لحاظ سے جس قدر خدا اور بندگان خدا کے لئے قربانی کر سکتے ہو ، کہ اگر چند اونٹ کیا ستطاعت رکھتے ہو ایک اونٹ کافی نہیں ہے کیوں کہ میسور سے کمتر ہے۔ اور اگر ایک اونٹ کی قربانی کر سکتے ہوتو گائے کافی نہیں ہے اور اسی طرح آگے چلے جائیں ، اور اگر چاق وفربہ وگران قیمت بھیڑ بکری قربان نہیں کر سکتے ہیں تو لاغر کی قربانی کرو اور اگر ایک بھیڑ یابکری کی قربانی سے عاجز ہو شرکت کرو، اور اگر قربانی سے عاجز ہو یا معذور ہو ، اگر عذر مالی ہو اس دن روزہ رکھو ، ارو اگر کوئی دوسرا عذر ہو جیسا کہ گزرا یہاں پر قیمت میں تبدیل ہو جائے گا البتہ جتنی قیمت میسور ومیسر ہو۔

اور یہ "من الهدی" یہ تنہا جنس هدی حیوان ہے بلکہ "الهدیٰ" ہدیہ حیوانی بطور مطلق ہے اور "من" جنس کا ایک مجموعہ اور اس کابعض ہے، کہ اگر خود قربانی میسور ہو خود قربانی اور نہ اس کی قہمت جو هدی کا دوسرا درجہہے ، یہاں تک کہ دس دن کے روزے کو بھی اسی هدی کے ضمن میں جانا جا سکتا ہے جو عرض هدی ہے، اپنی جانکا ہدیہ (قربانی)جو روزہ رکھنے سے کم سے کم ایک روھانی ہدیہ (قربانی)ہے قربانی کے عوض (جو جسمانی اور روھانی کامجموعہ ہے) دیا ہو۔

تم کہ اس وقت باہر سے کوئے پروردگار کیجانب روانہ ہو ناگزیر ایک ظاہری یا باطنی (مادی یا معنی) ہدیہ تمہارے ہمراہ ہو، کہ بھیمۃ الانعام خدا اور اس کے بندوں کے درمیان تقسیم ہو، اس کا تقویٰ خدا کے لئے اور اس کا گوشت بندگان خدا کے لئے اور سب خدا کے لئے اور سب خدا کے بندوں کے فائدہ کےلئے۔

ملکان وزمان-واجبات قربانی اور قربانی واجب کے حوالہ سے چند مسائل:

مسئلہ۱۔ بصورت امکان قدر مسلم زمان قربانی وہی روز عید قربان ہے ، اور خود یہ نام اس مدعا پر بہترین شاہد اور گواہ ہے ، لیکن عذر مالی یا ملکانییا عدم امکان مصرف کی صورت مٰن اس کا دوسرا درجہ ۱۱ویں، ۱۲یں ذی الحجہ تک ہے ، اور اس کے بعد تیسرے درجہ میں چودھویں سے ذی الحجہ کی آخری تاریخ تک باربر ہے۔

اصولاً سارے واجبات حج قوانین کے علاوہ اور شاید رمی جمرات اور حلق وتقصیر بھی سب کو عذر کی صورت میں ذیالحجہ کی آخری تاریخ تک تاخیر میں ڈالا جاسکتا ہے، خاس طور پر یہ کہ اس کا نام یہی ذی الحجہ ہے اور کاص طور پر قربانی کے بارے میںنصوص عذر کی صورت میں جواز تاخیر پر دلالت کرتی ہیں جو افراد روز عید عذر مالی رکھتے ہیں اور رفع عذر کی صورت میں۱۳ ذی الحجہ تک قربانی کو تاخیر میں دال سکتے ہیں ، اسی طرح عزر ملکانی بھی کہ ان ایام میں خود منیٰ میں قربانی نہ کر سکو یا نہ کرنے دیں مجوز تاخیر ہے، اور دونوں عذر اور ہر کسی بھی عذر سے زیادہ اہم عذر عدم مصرف اور ھق فقراءکا تلف ہونا ہے کہ مسلما واجب ہے قربانی کے اس رکنی اور اصلی حق کی حفاظت کےلئے آلخر ذی الحجہ تک تاخیر کرے اور برس نہ ہوا اگلے برس بھی اس برس کی طرح یا اس سے زیادہ عذر ہے ، پیسے کو گذشتہ تفصیل کے مطابق فقراءکے درمیان تقسیم کرے۔

مسئلہ۲۔کہا جاتا ہے کہ ملکان قربانی پہلے درجہ میں اور منیٰ اورا سکے بعد پورا حرم خصوصاً مکہ ملکرمی ہے ،جیسا کہ معاویہ بن عمار نے خبر صحیح میں بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت صادق(علیہ السلا) سے عرض کیا ، اہل مکہ نے آپ پر انکار آمیز اعتراض کیا جو آپ نے اپنی قربانی مکہ میں خود اپنے گھر میں انجام دی، فرمایا: پورا مکہ قربانگاہ ہے(۱۔ جیسا کہ حسنہ زرارہ میں گزرا کہ آخر ذی الحجہ تک عذر کی صورت میں قربانی صحیح ہے ، اور روایات بھی وارد ہوئی

ہینکہ قربانی چار دن ہے کہ ظاہراً ،مقصود یا حالت اختیار ہے ، یا بہتر یہ کہ مرحل حرم ہے اور اس کے بعد کل ذی الحجۃ الحرام)

لیکن ظاہراً (ھدی) قربانی یہاں پر ،ھدی حج نہیں ہے بلکہ ھدی عمرہ مفردہ ہے ، جیسا کہ اسحاق بن عمار کی دوسری نقل میں وارد ہوا ہے کہ آپ(امام صادق)عمرہ کے لئے مکہ میں وارد ہوئے تھے سوال ہوا کعبہ کی فضا میںآپ نے قربانی کیوں نہ کی ، فر۴مایا: رسول خدا نے ا س بات کی اجازت دی ہے (۲)

لیکن دوسری صحیح روایت میں آپ سے مروی ہے اس شخص کے بارے میں جو منیٰ میں قربانی کرنا بھول گیا تھا یہاں تک کہ طواف زایرت بھی بجا لایا اور اس کے بعد مکہ ملکرمی میں قربانی کا جانور خرید ااور قربانی کی ، فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے کافی ہے (۳) لیکن یہ حدیث فراموشی کے حوالہ سے ، مکہ میں قربانی کو جائز قرار دیتی ہے اور یہ خود عمومی قاعدہ ہے کہ اگر وقت میں نہ ہوا منیٰ میں قربانی کرے خواہ عذر فراموشی ہو یا کوئی ودسرا عذر ، کافی ہے مکہ میں قربانی کرے

(۱) وسائل الشیعہ ج۱۰، ص۹۲، ح۲،/ وافی ج۲، ص۱۶۹، باب۱۴۶

(۲) وافی ج۲، ص۱۶۹ ، باب ۱۴۶

(۳)وسائل الشیعہ،ج۱۰

آنحضرت سے منصور کی خبر صحیح میں ہے کہ ، ایک شخص کی قربانی گم ہوگئی اور کسی دوسرے شخص نےاس کو پیدا کیا اور ذبح کردیا ، فرمایا: اگر منیٰ میں ذبح کیا ہے کافی اور اگر منیٰ کے باہر ذبح کیا ہے کافی ہے (۱)

اور ایسا لگتا ہے کہ وہی رمز عید ہے اور لازم ہے اور روز عید منیٰ میں قربانی ہو اور یہاں پر گم ہونےکا عذر اس کو معذور نہیں کرتا۔

نیز عبد الاعلیٰ کی خبر میں ہے کہ"قربانی نہیں مگر منیٰ میں" کہ طبعاً روایات گذشتہ کے لحاظ سےصورت عذر کے علاوہ میں اور عید قربان مینیا حد اکثر چار دن قربانی ہے ، کہ اگر یہ چرا روز گزر گئے یا معذور ہو مکہ میں بھی قربانی کر سکتا ہے اور رسولخدا سے بھی ایک روایت ہے کہ ""تمام منیٰ قربانگاہ ہے اس سے حدود حرم کی نفی ہوتی ے اور ظاہراً کل ملاکر ادلہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی عید کے دن ،یا حد اکثر چار دن ۱۰-۱۳ بصورت امکان لازم ہے منیٰ میں قربانی ہو، اور اگرممکن نہ ہو ، یا تیرہویں تاریخ گزر جائے،بقیہ ایام ذی الحجہ میں کافی ہے مکہ میں ہو جیسا کہ بعض دوسری روایات میں بھی تصریح ہوئی ہے (۲)

پس جب اس وقت ان چار دنوں میں منیٰ میں قربانی نہیں کی جاسکتی تو زمان وملکان کے لحاظ سےاس میں وسعت ہوگی کہ وقت کے لھاظ سےذی الحجہ کی آخری تاریخ تک اور جگہ کے لھاظ سےکل حرم خصوصاً مکہ ملکرمی ہے ،خصوصاً عذر ومشقت کے لحاظ سے یا حلمت کی پابندی کوئی بھی دوسرا عذر، بلکہ گزشتہ چند روایات صحیحہ کے مطابق صورت عذر کے علاوہ بھی ایام منیٰ کے بعد اسی مکہ میں کافی ہے اور حتی المقدور لازم ہے بصورت امکان خصوصاً چار اول دنوں میناور بالاخص روز عید منیٰ میں قربانی ہو۔

(۱) وسا۴ل الشیعہ ،باب ۲۸، از ابواب ذبح،ح۲

(۲) وسائل الشیعہ ج۱۰، باب۴۴، ح۲ ، حضرت صادق(علیہ السلام) سے مروی ہے اس شخص کے بارےمیں جس کو حج تمتع میں قربانی نہیں ملی اور اس کے پاس پیسہ ہے ، فرمایا: پیسہ کو کسی کو دےدو کہ مکہ میں قربانی کرے اور اگر امسال ذی الحجہ میں نہ ہوئی آئندہ برس ، یہ حدیث بکمال صراحت تجویز کرتی ہے کہ ایام منیٰ کے بعد قربانی مکہ میں کافی ہے

مسئلہ۳۔قربانی کرنے کا ملکان صرف مالی اعتبار سے اور مکلف کی نسبت سے نہیں ہے بلکہ دو رخی ہے، کہ حاجی مالی اعتبار سے اور انور وغیرہ ہونے کے لحاظ سے ببی قدر ہو اور صریح مصرف کا بھیامکان ہو، کہ اگر کوئی غیر ممکن یا پر مشقت و حرجی اور ناشدنی وہ تو پھر خود قربانی واجب نہیں ہے اور اگر امکان مصرف نہ ہو اور فقراء کا حق ضائع ہو تو نہ واجب ہے اور نہ جائز ، اور دس روزوں میں منتقل ہونا صرف مالی اعتبارسے متملکن نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

کہ"فمن یم یجد" جس کو نہ ملے دونوں کو شامل ہے کہ قربانی نہ ملے ارو اس کی قیمت بھی جیب میں نہ ہو، لیکن اگر قربانی نہ ملنے کی صورت میں ، یا مصرف کاامکان نہ ہونے کی صورت میں، اس کا پیسہہو یہاں پر"لم یجد"نہیں ہے کیوں کہ اگر چہ قربانی نہیں ہے لیکن اس کا پیسہ تو ہے اور "من الھدی" جیسا ہ ہدیہ قربانی کو شامل ہے ، قیمت ہدیہ کو بھی شاملہے بلکہ ترتیب کے مطابق پہلے قیمت ہے اور اس کے بعد قیمت کے ذریعہ قربانی خریدنا ہے۔

اس اصل کی رو سے جب تک ایک قربانی کی قیمت کی ادائیگی ممکن ہے اور اگر چہ چھوٹی اور لاغر وکمزور ، روزہ میں منتقل نہ ہو گی، لیکن اگر اس کی مالیحیثیت اتنی کمزور ہےکہ اس سے بھی عاجز ہے ،یہاں پر روزہ میں منتقل ہو جائے گی، لیکن احتیاط مستحب ہے کہ یہاں پر بھی کئی آدمی مل کر ایک قربانی کریں یا ایک قربانی کی قیمت شرکت میں فقراء کو دیں، اور روزہ بھی رکھیں ، مگر یہ کہ یہ شرکت ان کے لئے مشکل ہو، اور اصولاً کہا جا سکتا ہے کہ جس ھاجیہ مستقل طور پر ایک لاغر اور چھوٹی قربانی بھی کرنے کے قابل نہیں ہے ،اصولاً ھدی و قربانی ، اس کے لئے میسور نہیں ہے اور جو فقراء میں شامل ہے ، جو دوسری کی قربانیوں کے گوشت میں شریک ہے اس کے لئے لاز ہے کہصرف دس روزے رکھے، ، اورخود آیت سے بھی ایک تکلیف سے زایادہ سمجھ میں نہیں آتا ، یا قربانی اور اس ک اپیسہ یا دس روزہ،اور دونوں کے درمیان جمع یابعض

اس میں سے اور بعض اس میں سے واجب نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے اور کافی بھی نہیں ہے، بلکہ متعدد روایات کی رو سے اگرکوئی زندگی کو درھم برھم کرے اور اپنے ملکک لباسوں کو فروخت کرے ایک مستقل قربانی انجام دے سکتا ہو وہ بھی "لم یجد" کی فہرست میں ہے کیوں کہ یہ خود حالت (عسر)تنگدستی ہے اور"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" خدا نے اپنی تکلیف خصوصاً قربانی کے حوالے سے ج وتعارفی اور ہدیہ حج ہے ، آسانی کی حالت میں قررا دی ے اور آیت ھدی میں بھی "ما استیسر من الھدی" فرمایاہے، اور اگر قربانی میں شرکت یہاں تک کہ مستقل طور پر بھی ممکن ہو ، لیکن آسان نہیں ہے واجب نہیں ہے۔

مسئلہ۴۔اس بات سے کہ ایک آیت میں ھدی قربانی"بدن"۔اونٹ۔ اور دوسری آیت میں "بھیمۃ الانعام" آیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ حتی الامکان لاز ہے اونٹ کی قربانی ہو اور اس کے بعد دوسرے چوپائے، بالترتیب، گائے، بھیڑ بکری، دو آیت"ما استیسر من الھدی" اسی ترتیب پر گواہ ہے کہ واجب ہے حاجی پر میسور اور میسر قربانی کو پیش کرے، خواہ تعددا کے لحاظ سے خواہ جنس کے لحاظ سے ، کہ کچھ دسیوں اونٹ قربانی کریں ، اور بعض کے لئے ایک کمزور لاغر اور چھوٹی بکری ہی کافی ہے ، میزان امکان پرداخت ے ، نہ یہ کہ سارے لوگ یکساں اور ایک طرح سے قربانی کریں اور مثل یہ ہے کہ"ان الھدایا علی مقدار مھدیھا"ہدیہ ہدیہ کرنے والے کی اسطاعت کے بقدر ہے، اور متعدد روایات میں رسولخدا سے گزر چکا کہ علی (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ ۶۶ اونٹوں کی قربانی میرے لئے کرو، کہ آپ کےلئے وہی ممکن تھا ، اور ہماری بعض روایات اسی ترتیب کے لامز ہونے پر گواہ ہیں ، لیکن دوسری احادیث دلیل ہیں کہ اصول ایک گوسفند ہی ہر ایک کے لئے کافی ہے ، لیکن یہ اس کے وجوب کے منافی نہیں ے، جیس اکہ بیان ہوگا۔

مسئلہ۵۔ نصوص کے مطابق "ھدی" قربانی اونٹ گائے بھیڑ بکری میں منحصر ہے، اور ہر ایک کےلئے عمر اور اندام کے لحاظ سے شرائط ہیں کہ

بصورت امکان رعایت ہونی چاہیئے ،کیوں کہ"ھدی" قربانی جیسا کہا سکے نام سے ظاہر ہے ہدیہ کے معنی یں ہے اور یہ کڈ امعدمی ہدیہ ہے، کہ واجب ہے اپنی نوع کے لحاظ سے شائستہ ترین ہدیہ ہو ، البتہ امکان کی حد میں، بصورت امکان جانور کے عمر کی رعایت ہونی چاہیئے:

اونٹ پانچ برس تمام اور چھگٹے برس میں داخل ہوچکا ہو ، گائے اور بکری تیسرے سال میں داخل ہو ، اگر چہ ظاہراً کافی ہے ، دوسرے سال میں داخل ہویا ملکمل ایکس ال کی ہو، گوسفند کو احتیاطا ملکمل ایکس ال کی ہونی چاہیئے ، اگر چہ ظاہراً ۸ مکہینے کے اوپر کافی ہے، اور اظہر یہ کہ اسی قدر کہ اس کو گوسفند کہیں کافی ہے۔

بصورت امکان یہ شرط ہے ورنہ جس عمر کا بھی ہوسکتا ہے جیسے کہ واجب ہے فربہ وچاق ہو یعنی لاگڑ نہ ہو،مثا اس کے پہلو خالی نہ ہوں اورلاغر کے علاو کوئی ا ور نہ مل سکے یا نہ خرید سکے وہی لاغر کافی ہے۔

مسئلہ۶۔ واجب ہے قربانی کامل ہو ، اندھی لولی لنگڑی، بوڑھی کہ اس کی ہڈیاں کمزور ہوگئی ہوں ، یا یہ کہا س کے اندر کی سینگھیں ٹوٹی وہن یا کان کٹاہوا ہو، یا کسی عضو سے ناقص یا کوئی عضو کٹا ہوا ہو ، نہ ہو، اس طرح خصی یاناقص الخلقہ کہ بے دم یا بےشاخ،یا بے کان یا کسی بھی طرح کا نقص خلقتی ہو ان میں سے ہر ایک چیز بصورت اختیار اور بصورت امکان تہیہ کامل کافی ہے،

اور اگر ظاہر اس کی بیرونی شاخ ٹوٹی ہوئی ہو یا اس کا کان پھٹا ہو یا سورخ ہو اگر نشانیا ور علامت کے لئے ہو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کافی نہیں ہے ۔

مسئلہ۷۔اگر فربہ ہونے کے خیال سے قربانی کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ لاغر ہےتو کافی ہے، جس طرح کے ان تمام نقائص میں جو عمومی نہیں ہیں اور کسی سہل انگاری اور کوتاہی کا دخل نہیں ہے ، اس ذبح کے بعد اس کا نقص معلوم

وہ کافی ہے، کیوں کہ "ما استیسر من الھدی"یہی ہے، جو کر سکتا تھا اس نے کیا اور کافی ہے ، کیوں کہ "یسر"آسانیعملی اور مالی اور قربانی کے جامع الشرائطھونے اور مکہیا اور مصرف کرنے کو شاملہے کہ اگر ان میں کسی رخ سے کوئی نقصسہل انگاری اور تقصیر وکوتاہ کے بغیر حاصل ہو اور قربانی سے پہلے آسانی کےس اتھ قابل تلافی نہ ہو ، وہی کافی ہے۔

مثال اگر نادانستہ ناقص خریدا اور قربانی سے پہلے جان نکل گئی کہ ناقص خریدا ہے، اگرا سکو کامل میں تندیل کر سکتا ہے لاز ہے ورنہ وہی اس کے لئے م،میسور ہے اور کافی ہے، اور قاعدہ کلی یہ ہے کہ دانستہ طور پر اور امکان ہوتے ہوئے مذکورہ شرائط کے بر خلاف نہہو، اور جاہل مقصر جس نے شرائط مکہیا کرنے میں سہل انگاری کی یا احکام وشرائط سے مطلع ہونے میں سوال کے لھاظ سے کوتاہی کی ،اسیا شخص ظاہراً اس کاحکم عمداً کرنے والے شخص کی طرح ہے ۔

مسئلہ ۸۔ اگرا سوقت قربانی کا پیسہ نہیں ہے، اگر آخر ذی الحجہ تک فراہم ہو جائے گا صبرا ور انتظار کرے، اور اگر قرض لےکر جس کو آسانی سے ادا کر سکتا ہے ، کوئی ایسا کام جس سے آسانی سے قربانی کا پیسہ فراہم کر سکتا ہے تو واجب ہے آمادہ اور فراہم کرےکیوں کہ"ما استیسر من الھدی" ہے اور اگر ان میں سے کوئی بھی عسر ومشقت کے بغیر مکہیا نہ ہو یا اصلاً مکہیا نہ کر سکتا ہو ، اس صورت میں مشمول "لم یجد"ہے کہ کسی طرح سے قربانی یا قربانی کا پیسہ اس کے پاس نہیں ہے ، ایسی صورت میں قربانی روزے میں تبدیل ہو جائے گی ، اور اگر روزہ رکھنے سے معذور ہے تو پھر اس پر کوئی تکلیف نہیں ہے"المفلس فی امان اللہ" تہی دست خدا کی امان میں ہے۔

مسئلہ۹۔ آیت"فمن لم یجد" کی رو سےاستطاعت قربانی ، استطاعت حج نہیں ہے ، خواہ خود ملف یا اس کا نائب ، کہ اگر تم کو نیابے حج کےلئے ایک مبلغ دیا جو قربانی کے لئے کافی نہیں ہے ، قربانی کے بغیر ہی نابت کافی ہے، اگر چہ تم

امکان املی رکھتے ہو، کیوں کہ استطاعت نائب میں معیارنیابتکے پیسے کی مقدار ہے، البتہ اگر منسوب عنہ قربانی کی استطاعت رکھتا ہے اس کے ابجوود جو پیسہ دیا ہے نیابت کے لئے کافی نہیں ہے ، یہاں پر منسوب عنہ مقصر ہے، اگر چہ یہ حج نیابتی صحیح ہے، لیکن قربانی منسوب عنہ کی ذم اسی طرح باقی ہے اور نائب قربانی کے بغیر دس دن روزہ رکھ کر بری اندام ہوجا۴ے اگ اور اگر نہ رکھ سکے تو بھی ویسا ہی ہے -

مسئلہ۱۰- اگر قربانی نہ ہونے کی وجہ سے پیسہ نہ ہونے کی وجہسے سے خود مستقل قربانی نہ کرسک ، یہاں پر روایات کے مطابق کئی لوگ ایک اونٹ یا گائے یا بکری میں شریک ہو جائیں اور بقیہ امکانات کو فقراء کو عطا کریں ، لیکن موجودہ ھالاتا ور شارئط میں کہ مستقل قربانیاں بھی بے مصرف ہیں ، ابتداء سے ہی قیمت مینمنتقل ہوجاتی ہے اور کافی ہے-

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اگر مستقل قربانی کاممکن نہ ہونا بے بضاعتی کی وجہ سے بھی ہو چند افراد ایک قرابنی میں شرکت کریں (۱- زید بن چہم کی روایت میں ہے کہ حضرت صادق سے دریافت کیا ایک متمتع کو قربانی نہیں ملی ، فرمایا ایک درہم بھی نہیں تھا کہاپنے اعزاء واقرباء کے پاس آکر کہے ک مجھ کو ایک درہم کےس اتھ شریک کر لو،اور حجاج کی روایت صحیحہ میں حضرت کاظم سے مروی ہے کہ ایک گروہ کے لئے قربانی گراں ہےیہ باہم ہیں اور ایک خاندان کے نہیں ہیں صرف حج کے ہمسفر ہیں اور ان کی جگہ بھی ایک ہے ، ایک گائے شرکت میں قرابنی کرسکتے ہیؒ؟فرمایا: یہ مجھے پسند نہیں مگر ضرورت کی صورت میں)

لیکن جیسامکہ گزرا یہاں پر حکم استحبابی ہے کیوں کہ بلا شک"فمن لم یجد" کے موارد سے ہے اور ہر صورت میں یہ شرکت اگر واجب بھی ہو کافی نہیں ہے اور واجب ہے اس دس دن روزہ رکھے-

مسئلہ١١۔ اگر چند قربانی کا ملکان ہے یا مکہنگ اور بالاتر قیمت کی قربانی کا امکان ہے جیسے ایک اونٹ کی قربانی کر سکتا ہے ، تنہا ایک قربانی پر تمام شرائط کےس اتھ اکتفاء کرے بعض روایات کی رو سے کافی ہے، اگر چہ میسور سے کمتر ہے کیوں کہ چند روایات نے گوسفند کو "ھدی" میسور کے عنوان سے تعبیر کیا ہے کہ ظاہراً امکان طرفی نے معیار حکم اکثریہت مرد کوقررا دیا ہے ، بنا بر این اگر ھدی میسور ایک گوسفد سے زیادہ و ظہارا وہی ایک گوسفنمد وظیفہ قربانی حج کی ادائیگی کے لحاظ سے کافی ہے اگر چہ جائے احتیاط شدید ہے کہ میسور سے کم قربانی نہ کرے اور ایک گوسفند یا اس کی قیمت پر اکتفاء نہ کرے۔

مسئلہ١٢۔ دس دن روزہ اس شخص ے لئے ہے جو آسانی کےس اتھ قربانی اور اس کی قیمت پر قادر نہ ہو اس صورت مٰن واجب ہے کہ معذور نہ ہو ، اور اگر مطابق نص آیت"ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم "تین دن حج میں اور سات دن واپس آنے کے بعد روزہ رکھنے پر قادر ہو تو رکھے، اور ظاہراً تین دن حج مٰنکم سے کم ساتویں سے نویں ذی الحجہ تک ہے ک٩یونکہدسویں سے بارھویں تک کا روزہ حرام ہے ، اور تیرہویں کے بعد بھی نوعاً حج سے کارج ہے، بنا بر ایں قدر متیقن تین روزے ساتویں سے نویں تک اور اگر نہ ہو آٹھیوں اور نویں کو اور تیسرا روزہ بارہویں کے بعد ، اور اگر یہ بھی نہ وہا ساتویں سے پہلے اول ذی الحجہ تک، اور احادیث صحیحہ ترتیب پر دلالت کرتی ہں ، اور کل ملا کر "فی الحج" حالت حج ہےہے جو آغاز احرام سےتیہویں تک ہے ،ا ور آخر میں آخر ذی الحجہ تک ، جیس اکہ بعض روایات میں وارد ہے قضا کرے۔

مسئلہ١٣۔ آیت "فمن لم یجد" نہ ہونا دسیوں سے آخر ذی الحجہ تک کو شامکہ ہے بنا براُں قربانی کا روزہ میں منتقل ہونا تین ترتیب میں سے ہر ایک ترتیب میں، اس صورت میں کہ اس مدت میں اس کے پاس قربانی کا پیسہ نہ ہونے کا علم اور آسانی کے ساتھ فراہم بھی نہیں کر سکتا ہے یا اگر مکہیا بھی کرے بعد میں ادا نہیں کر سکتا ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

مسئلہ۱۴۔ سات دن بعد والے روزے واجب ہے ملک حج سے وطن واپس آآنے کے بعد رکھے اور تین اور سات دن دونوں میں پے در پے رکھنا شرط ہے، لیکن وہاں پر کہ نا گزیر ایام منیٰ میں فاصلہ ہو جائے لیکن حتی المقدور ایسا نہ کرے کہ فاصلہ پر مجبور ہو اور کم سے کم دو روزے پے در پے ہوں کہ اگر نویں کو رکھا واجب ہے روایت کے مطابق تیرہویں کے بعد تین روزہ رکھے اور اس ایک کو چھوڑے۔

مسئلہ۱۵۔ اور اگر وطن واپس نہ لوٹا ور معمول سے کچھ زیادہ مکہ میں رہنا چاہتا ہے ایسے میں اپنے وطن پہنچنے کے بقدر صبر کرے اورا س کے بعد سات دن روزہ رکھے لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گزرے ، اور اگر سفر کے وسائل مختلف ہیں جس وسیلہ سفر کا وہ ارادہ رکھتا ہے اس کی استطاعت کی حد مین ہے اس فاصلہ کامعیار ہے نہ کوئی دوسرا وسیلہ ۔

مسئلہ۱۶۔ "وسبعۃ اذا رجعتم" سے ایسا لگتا ہے کہیہسات روزے واپسی کے بعد اپنی دائمی جایگاہ میں رکھے نہ ان شہروں میں جہانراستہ میں کبھی رکتا ہے ، مگر یہ کہ ان گذشتہ جایگاہ میں واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو کہ جگہ بدلنا چاہتا ہے یہاں پر لاز ہے سات روزے اپنی بعد والی جایگاہ مینرکھے نہ راستے مین۔

مسئلہ۱۷۔ "ثلاثۃ ایام فی الحج" سے ایسا لگتا ہے کہ جب تک احرام حج میآں ہے اور اس کے اعمال بھی تمام نہیں ہوئے ہیں واجب ہے یہ تین سن روزہ رکھے البتہ ایام منیٰ کے علاوہ ، لیکن اگر اس مدت میں معذور ہو یا کسی عذر کے بغیر نہ رکھے ، احتیاط واجب ہے کہ پورے دس روزے واپسی کے بعد رکھے جیس اکہبعض روایات میں وارد ہے۔

مسئلہ۱۸۔ اگر تین دن عمداً یا عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا ور مرگیا ، ظاہار ان تین دنوں کے روزے کی نیابے واجب نہیں ہے مگر یہ کہ ذی الحجہ باقی ہو اور وہیں پر نائب اختیار کرے ، لیکن معذور کے لئے نیابت واجب نہیں ہے۔

مسئلہ۱۹۔ اگر وطن پہونچنے سے پہلے مر گیا ان سات دنونکے لئے بھی ابت واجب نہیں ہے ، کیوں کہا سکا وجوب وطن پہونچنے اور روزہ رکھنے کی قوت سے مشروط ہے اور اب جب کہ وطن پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا اور اس کی موت تکلیف سے پہلے ہے ، نیابت کا کوئی محل نہیں ہے۔

مسئلہ۲۰۔ اگر عمداً روزہ نہ رکھے اس سےا س کے حج کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن جب تک ذی الحجہباقی ہے لازم ہےکہ روزہ رکھے ، اور اگر سہل انگاری کی وجہ سے ترک کیا روایات کی رو سے واجب ہے ایک گوسفند کفارہ دے، اور اگر کفارہ نہ دے طبیعی ہے کہ استغفار کرے ۔

مسئلہ۲۱۔ پہلے گزرا کہ اگر کوئی عمداً قربانی میں بھی تاخیر کرے اس سے اس سکے حج کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ، اور ظاہراً حلق یا تقصیر کر کے حج سے باہر آجائے اگ کیوں کہ بعض ورایات نے مطلق طور پر حلق یا تقصیر وک احرام سے باہر آنے کا موجب جانا ہے، اور اخبار ترتیب سے بھی کوئی منافات نہیں رکھےی ہیں ، کہ قربانی حلق یا تقصیر سے پہلے بصورت امکان واجب ہو، لیکن نہ شرط صحت حج ہے اور نہ احرام سے باہر آنے کے لئے شرط ہے، اگر چہ بر خلاف احتیاط ہے۔

لیکن عذر کی صورت میں اسی عید کے دن حلق یا تقصیر کے بعد احرام سے باہر آجائےگا اور بالکل کوئی مضائقہ نہیں ہے ، اگر چہ قربانی آخری دن تک انجام ہو ، کیوں کہ حلق یا تقصیر اعمال روز عید سے ہے، لیکن قربانی جس طرح امکان کے لحاظ سےاس میں وسعت ہے وقت کے لھاظ سے بھی گذشتہ شرائط کے ساتھ اس میں ذی الحجہ کے آخرتک وسعت ہے ،ا وراس وقت زیادہ ھاجیونکا وظیفہ ہے کہ اپنی قربانیونمیں تاخیر کریں تاکہ منیٰ میں قربانی کر سکیں ، اور فقراء تک بھی پہنچ جائں گے اور اپنے بقیہ مناسک کو یا ان کی ترتیب کے ساتھ انجام دیں گے۔

قربانی کی تقسیم:

مسئلہ۲۲۔ قربانی کی تقسیم دو مربوط آیتوں کی رو سے داگانہ ہے نہ سہ گانہ: کہ خود تمہارے دوست اور فقراء بلکہ خود اور فقراء خواہ دوست ہوں یا نہ ہوں: "فکلوا منہا وطعموا البائس الفقیر ۱۔ واطعموا القانع۲۔ والمعتر۳۔"یہ بے نواوں کے تین نمونے ہیں جو ان کے بدع حال ترین افرادہیں"البائس الفقیر" ااور اس کے بعد قانع : وہ بے نوا کہ ان کوجو بھی دوگے قناعت کریں گے ،اور معتر : راستہ چلتے بے نوا ، کہ کل ملا کر بقیہ قربانی فقراء و سماکین سے مخصوص ہے خواہ سوال کریں یا نہ کریں ، حاضر ہوں یا نہ ہوں، قانع ہوں یا نہ ہوں، البتہ سب سے زیادہ فقیر ، سب سے زیادہ آبرومند، اور حاضرین کو دوسروں پر تقدم حاصل ہے۔

ہر صورت میں ان دو آیتوں کی رو سے تقسیم دوگانہ ہے، نہ سہ گانہ،صرف تم اور فقراء نہ دوسرے جو محتاج نہیں ہیں، اوتر تقسیم سہ گانہ ان دو آیتوں کے خلاف ہیں اور ایک لغو کام ہے کہایک سوم خود، اور ایک سوم فقیراور ایک سوم دوست احباب، یہاں پر اگر یہ دوست محتاج نہیں ہیں نا کو اس اسراف گوشت کے محشر میں ایک سوم قربانی کی بالکل ضرورت نہیں ہے ۔

کیوں کہ خدا تمہاری طرح مشہور تقسیم کے مطابق خود اپنی قربانی میں ایک سوم کے حقدار ہیں، اورا سک ایک سوم حصہ تمہارے مقابل طبیعی طور پر تمہیں دیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہدوسوم قربانی غیرمحتاجافراد کے لئےہو گی جنک وکوئی ضرورت نہینمکہے جو اس گوشتکو پھینکنےکے علاوہ چارہ نہیں رکھتے اور ایک سوم ناملکے لئے مفلوک الھال اور بیچارہ افراد کےلئے ہے کہ چند روپیہ کی مصالحتاور حیلہ شرعی سےان کا حق پائمال ہوجاتاہے ، اور اگر احباب فقیر ہں دستہس وم نہیں ہیں۔

نہیں اسطرح کی تقسیم ہرگز سہ گانہ نہیں ہے بلکہ دو گانہ ہے کہ اصل"البائس الفقیر" "القانع المعتر" اور تم صاحب قربانی کے حاشیہ میں ہو، فقیر کا حصہ قدر مسلم اور واجب ہے، لیکن تمہارا صحہ تمہیں صرف اتنی مقدار میں صرف کرنے کی اجازت ہےکہ ایک وقت کھاؤ کیوں کہ یہاں پر تمہارے ککھانے کا ھخم"فکلوا منہا" توھم حرمتکے پیچھے اور اس کے بعد ہے ،ا ور مشرکین جو ایام جاہلیت مینگوشت قربانی کو خود پر حرامجانتے تھے یہ دونوں آیتیں مشرکین کی سنتکے بر خلاف کھانے کا حکم دے کر صرف اس حرام کومباح یا زیادہ سے زیادہ مستحب کرتی ہیں اور اس طرح سے بے نواوں کی برابری کرو اور ان کے ہم رنگ ہوجاؤ اور سر زمین منیٰ میں میں میں نہ کرو اور خود کو فقیروں سے بالاتر نہ سمجھو، اس وجہ سے تمہیں کھانےککا حکم دیا ہےاور صرف کھانے کا حخم ہے ذخیرہ کرنےکا نہیں ہے یا اگر ذخیرہ نہ کر سکےفروختکردو یا اآخر میں پھینک دو ،نہیں! اور یہ جو تملکو اجازت دی گئی ہے کھانے کی یہ فقیر کا حق ہے کہ اگر نہ کھاؤ تو تمہیں فروخت کرنے ، پھینکنے کا حق نہیں ہے ،جیسے کہ قربانی کے نایاب ہونے کی صورت میں قربانی کا پیسہ دینے کے بارے مینحضرت کاظم سے گزر چکا کہتین مختلف قیمتوں کا ایک سوم صدقہ دو، نہ یہ کہ ایک صحہ اپنے لئے اور ایک حصہ اپنے احباب کےلئے علیحدہ کور اور بقیہ فقراء کو دو۔

یہاں پر دو طرح کی روایتیں ہیں ایک روایت کہتی ہے کہ ایک سوم خود کھاؤ اور ایک سوم ہدیہ کرو اور ایک سوم صدقہ دو،(۱۔وسائل الشیعہ باب ۴۰، ح۱۸)لیکن ہدیہ مظبق آیت اس کے صدقہ کی طرح فقراء سے مخصوص ہے اور شاید وہ فقراء مراد ہوں جو "قانع اور معتر" ہیں ہاتھا]پھیلا کر مانگنے والے نہیں ہیں جو کچھ تم نے دے دیا اس پر قانع ہیں یا وہ رہگذر جو کچھ ملنے کی مید میں ہیں اور اور اگر ہدیہ کے مورد کو زیادہ وسعت دییا غیر فقیر سے مخصوص کیا نصوص آیاتکت بر خلاف ہے۔

دوسری روایت دونوں آیتوں سے ہم آهنگ ہے اور جو توجیہ اس روایت نے کی ہے اس کے موافق ہے ، سیف تمام کی حضرت صادق(علیہ السلام)حدیث صحیح ہے کہ فرمایا: ایک سوم اپنے خانوادے، ایک سوم قانع اوررہگذر فقیر، اور ایک سوم محتاجا ور پریشان حال کو دو کہ تیسرا دستہدست گدائی ادراز کرنے والا اور دوسرا دستہ قانع کا ہے کہ جو دو اسی

پر قناعت کرتا ہے اور عبور کرنے واکلے ارو رہگذر کا ہے جو دست سوال دراز نہیں کرتا (۲۔ وسائل الشیعہ باب۴۰ح۳)(۳ ،۔ حدیث معاویہ بن عمار مینحضرت سادق سے مروی ہے کہ کھاؤ اور کھلاؤ جیسا خدا نے فرمایا"فکلوا منہا و اطعموا القانع المعتر"وافی، ص۷۳ ۱)

اور یہ یہاں سے بخوبی روشن ہے کہ فقراء اور پریشان حال لوگوں کو اطعام کرنا سوال کرنے والوں اور حاضرین سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سائل وغیر سائل ، حاضر وغائب، آبرومند وغیر آبرومندسب کے سب حتی الامکان بہرہ مند ہوں ، بنا برایں ایک سوم غیر فقیر ہدیہ کے عنوان سے دینا حرام اور قرآن وحدیث کے برخلاف ہے، اور ہدیہ جیسا کہ عرض کیا آبرو مند فقیروں سے مخصوصاً ہے جو نہ سوال کرتے ہیں اور نہ تمہارے پاس سے گزرتے ہیں کہ تم ان کو عطا کرو اور کل ملا کر قربانی اس مقدار کے بعد جو مصرف کرتے ہو ، ہر طرح کے فقیروں سے مخصوص ہے کہ پہلے درجے میں وہ فقراء ہینجنہیں نہ پہچاننےوالا ان کی خودداری کی وجہ سے مالدار اورثروتمند سمجھتا ہے، وہ افراد جو محروم ہیں لیکن محروموں کی نشانیاں ان میں نمایاں نہیں ہے،جیسا کہ حضرت سجاد اور حضرت باقر(علیہم السلام) ایک سوم قربانی کو اپنے ہمسایون کو دیتے تھےجو اسی قبیل سے تھے، اور ایک سوم دست گدائی دراز کرنے والے فقراء وکو(وافی ،ج۸، ص۱۷۲)

جہاں پر قربانی پیسہ میں تبدیل ہوجاتی ہے اس ترتیب کی رعایت لاز م ہے، کہ آبرو مند فقراء جو مدد کی امید رکھتے ہیں اور کل ملا کر "البائس الفقیر۔قانع، المعتر" شکستہ و بدحال ،قانع ورہگذر ، جو مدد کی امید رکھتا ہے ،

اور ہمیں مسجد الحرام میں تینوں قسم نظر آتی ہیں، ایک گروہ اتنا آبرو مند ہے کہ حتی ہمارے پاس سے بہت کم گزرتا ہےاور اگر ہم اس کو کچھ دیں شرمندہ ہو کر کہتا ہے مقصد سلام اور احوال پرسی تھا مدد لینا مقصود نہیں تھا،اور دوسرا گروہ درکو است کے بغیر عبور کرتا ہے، اور ایک گروہ کھڑا ہوتا ہے اور کبھی درخواست بھی کرتا ہے ، یہاں پر سب سے زیادہ شائستہ واہم پہلا والا دستہ ہے جو نوعاً مورد توجہ نہیں ہے، اور ان کی مدد سے غسلت ہوجاتی ہے ، لازم ہے تم جستجو کرو اور ان کی مدد کے لئے محترمانہ انداز میں جسکے ومستحق ہیں ان کی شایان شان مدد کرو۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ آیت میں "البائس الفقیر"آیا ہے ج وتمام فقراء کوشمال ہے اور دوسری آیت میں "البائس الفقیر" قانع ورہگذر بغیر اس کے کہ دست گدائیدراز کرنے والوں کا نام لیا جائے، کیوں کہ بے نواوں کے یہ دونوں گروہ نوعاً محروم ہیں لیکن سوال کرنے والےکسی نہ کسی طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرلیتے ہیں۔

ہاں اس ہدیہ الٰہی! ھدی حج، کو ایسے لوگوں کے مصرف میں آنا چاہیئے، نہ یہ کہ گوشت کے تاجر اپنی شخص گاڑیوں کو دست نمودہ لاشوں سے پر کریں اور قصابوں کے بازاروں میں فروخت کریں کہ اگر تھوڑا سا کسی جانور کا گوشت لے لکو اس جانور کے لاشہ کو بالکل ہاتھ نہیں لگاتےہیں۔

یہاں پر بے نوا افراد جن کے پاس نہ وسیلہ حمل گوشت ہے اور نہ محشر گوشت منیٰ میں آنے کا وسیلہ رکھتے ہیں، ایسے لوگ جو ہمیشہ محروم ہیں اور ان سے مخصوص حقوق کا کچھ ھصہ غیر ضرورت مندوں کے لئے ہےاور بقیہ

اآگ اور منیٰ کے حشرات کی خوراک ہے، اور یہاں پر اگر عید خون کو عزاء قربانی کا نام دیں تو غلط نہ ہوگا۔

چند احتیاطیں:

مسئلہ۲۳۔ قرآن واحادیث کے تمام ادلہ کے پیش نظر اگ کوئی مالی اعتبار سے ایک قربانی نہیں کر سکتا ہے احتیاطا اگر میسر ہے ایک قربانی میں یا اس کے پیسہ مینسات لوگ شریک کر لیں یعنی ہر شخص ایک ہفتم سے شریک ہو سکتا ہے، اور روزہ بھی رکھے ، اگر چہ یہاں بعید نہیں ہے کہ روزہ واجب نہ ہو ، کیوں کہا تنی قربانی اس کے لئے میسر ہے، اور "فمن لم یجد" نہ پانے میں داخل نہیں ہے اور احادیث بھیا سبات کی تصریح کرتی ہیں ، لیکن ایک ہفتم میں بھی شریک نہ ہوسکے ظاہراً احتیاط برعکس ہے کہ روزہ رکھے اور احتیاطابقدر ممکن قربانی یا ا سکی قیمت میں شریک ہو اور بعید نہیں ہے کہ یہاں پر اس طرح کی شرکت لازم نہ ہو کہ اگر اس قدر پریشان حال ہےاس کے لئے تھوڑی سی بھی قربانی میسر نہیں ہے لہذا"ما استیسر من الھدی" اس کو شامل نہیں ہے۔

اگر چہ یہاں پر بھی نہایت مناسب ہے کہشرکت کرے ، کیوں کہ ممکن ہے یہ جملہ قربانی میں امکان شرکت کے تمام مراتب کو حاوی اور شامل ہو،یہاں تک کہ سترہویں حصہ کو بھی جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہے، لہذا "فمن لم یجد" وہ شخص جس کے لئے قربانی کی کوئی بھی مقدار میسر نہ ہو اور آسان نہ ہو یہاں تک کہ سترہواں حصہ ،چنانچہ حضرت صادق(علیہ السلام) سے پوچھتے ہیں : قربانی کم ہو گئیٰ ہیں ، فرمایا : سب مل کر ایک اونٹ خریدو اور شرکت میں قربان کرو، میں نے دریافت کیا ہمارا پیسہ ناکافی ہے، فرمایا: ایک گائے خریدو، میں نے کہا یہ بھی کافی نہیں ہے، ایک گوسفند خریدو، اور سب مل کر قربان کرو،میں نے

پوچھا سات افراد کے لئے کافی ہے ؟ فرمایا: ستر افراد کے لئے بھی کافی ہے (۱)لیکن جیسا کہ گزرا موارد شرکت روزہ رکھنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ۲۴۔ جہاں پر قربان روزہ میں تبدیل ہوجاتی ہے ، احتیاط یہ ہے کہ اگر عمداً یا از روئے عذر ملک کے تین روزے نہیں رکھے اور واپسی کے بعد رکھے ، کہ مجموعا دس روزے ہوتے ہیں لیکن پہلے تین روزے "ما فی الذمہ"کی نیت سے رکھے کہ یا وہی تین اول روزے حساب ہوں یا سات روزونکے ضمن میں اورا آخر میں تین اول روزے شمار ہوں ۔

مسئلہ۲۵۔ جہاں پر مصرف قربانی نہ ہونے کی وجہ سے قربانی پیسہ میں تبدیل ہوجاتی ہے ، احتیاطا اپنے گھروالوں سے کہے کہ اسی عید کے دن غروب سے پہلے اس کے وطن میں ق قربانیکریں اور اس کے بعد خود منیٰ مینغروب کے وقت حلق یا تقصیر کرے ، قربانی کا پیسہ بصورت امکان اسی دن مستحقین کو صدقہ دیاجائے، اور بہتر ارو بیشتر احتیاط یہ ہے کہ موجودہ حالات میں کہ اصولی طور پر معین وقت اور جگہ قربانی نہیں کی جاسکتی حتی المقدور ان دونوں کے درمیان جمع کرے۔

مسئلہ۲٦۔ جو لوگ ایام منیٰ میں قربانی نہیں کر سکتے ہیں لیکن دوسرے ایام میں ان کے لئے قربانی کرنا ممکن ہے اور خود اس مقصد کے لئے نہیں رک سکتے ہیں تو اس صورت میں ایسے شخص کے پاس قربانی کا پیسہ رکھنا واجب ہےجو آخری ذی الحجہ تک مکہ میں رہے گا اور اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے اور اس کو مکمل اختیار دیں کہ وہ اس مبلغ سے اس کے فریضہ کو انجام دے کہ اگر ممکن ہوتو قربانی کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہوتواس کا پیسہ فقراء اور اس کے مستحقین کے درمیان تقسیم کر دے ۔

بحث کا خلاصہ:

قربانی کی بحث کا نتیجہ اورخلاصہ یہ ہوا:

۱۔ اگر عید کے دن منیٰ میں قربانی کر سکتا ہے اور قر بانی کے گوشت کا صحیح مصرف کرسکتا ہےتو اس پر اپنےامکان کے حدود میں بالترتیب اونٹ، گائے، بکری کی قربانی کر نا واجب ہے۔

۲۔ اگر روز عید قربانی نہ کر سکا تیرہویں ذی الحجہ تک مساوی طور پر اپنے فریضہ کو انجام دے۔

۳۔ اگر یہ بھی نہ ہوتو تیرہویں سے آخر ذی الحجہ تک انجام پائے کہ پہلی صورت میں دسویں سے تیرہویں تک منیٰ میں لازم ہے اور اس کے بعد مکہ میں انجام د ینا کافی ہے۔

۴۔ اگر ان ایام میں گوشت کی تقسیم ممکن نہ ہوتوحتی المقدور فریزر اور سرد خانوں میں فقراء کے لئے اس گوشت کی حفاظت کرنالازم ہے اور اس کے بعد اس کی تقسیم ہو اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ قربانی ذی الحجہ میں ہو اورتقسیم ذی الحجہ کے بعد ہو۔

۵۔ذی الحجہ میں یا اس کے بعد جس مقدار میں قربانی کے گوشت کی حفاظت اور اس کی تقسیم ممکن نہیں ہے تو اس کا پیسہ حرم کےفقرا کے درمیان اور ا سکے بعد تمام فقراء عالم کے درمیان تقسیم ہو۔

۶۔ جو لوگ ایک قربانی نہیں کر سکتے ہیں وہ سات یاستر لوگ ایک قربانی میں شرکت کریں اور اگر یہ شرکت قربانی کی کمی کی وجہ سے ہے نہ مال کی تو ہر شخص پراپنا بقیہ حصہ فقراء کو د یناواجب ہے اور اگر پیسہ کی کمی کی وجہ سے ہے توگزشتہ تفصیل کے مطابق روزہ بھی رکھے ا ور مو جودہ وقت میں کہ قربانی کا ایام منیٰ میں کوئی محل یا مصرف نہیں ہے ، اس کی شرکت کا بھی یہی حال ہے ، مگر یہ کہ رمزی ہو اور مصرف ہو۔

۷۔ جو افراد قربانی کے سترہویں حصہ سے بھی عاجز ہیں توان پربصورت امکان گذشتہ ترتیب کے ساتھ روزہ رکھنا واجب ہے اوریہ خود بھی قربانی کے حقداروں میں سے ایک ہے ۔

۸۔ موجودہ حالت میں حج کے قافلوں کے مومن اور متدین علماءاورمسئولین کاحجاج کے ساتھ مشترکہ طورپر سعی وکوشش کر نا اور قربانی کے لئے ایک عاقلانہ اور شائستہ ترتیب دینا لازم ہےتا کہ فقراء کا حق اس خدا اورعوامی ہدیہ میں پامال نہ ہو ، کہ اس کا تقویٰ بھی خدا تک پہنچے: "واطعموا البائس الفقیر ۔ ۔ ۔ القانع المعتر" تا کہ آیت قرآن کے مطابق منی کی بساط قربانی "قیاما للناس ، منافع للناس ، " ہو یا "قیاما للنسناس" کہ اسلام کے خلاف بیہودہ گوئی کریں اور فقراء کی طرفداری کی سپر لے کر اسلام پر بزدلانہ حملہ کریں ۔

تتمہ: وہ مسا ئل جو رہ گئے ہیں:

مسئلہ۲۷۔ اگربچہ کا ولی اس کے لئے قربانی نہ کر سکے یا ا سکو پیسہ نہ دے سکےتوبصورت امکان اس کے عوض وہی معینہ دس دن روزہ رکھنااسی ترتیب سےواجب ہے کہ گزرااور ظاہراً اگر چند طفل ہوں یا اپنے لئے اور اپنے طفل کے لئے روزہ رکھنا چاہتا ہےتو اس پر لاز م ہے کہ سب سےپہلےحرم سے روزہ رکھنا شروع کرے اور اگر کچھ رہ جائےتو واپسی پر تکمیل کرے اور اس کے بعد سات سات بالترتیب انجام دےاور ظاہراً اگر اس دس دن کے علاوہ نہ رکھ سکےتو اپنے اصلی فریضہ کو اطفال کے فرعی اور نیابتی فریضہ پر مقدم کرے ۔

مسئلہ ۲۸۔ اس صورت میں کہ جب حج کی قربانی معین زمان ومکان کی وجہ سے۔ اس وقت بہت سارے مشکلات سے روبرو ہے تو احرام حج کا کفارہ، اولویت کے ساتھ منیٰ میں نہ واجب ہے نہ جائز ؛ کیوں کہ کفارہ احرام قربانی کے بر خلاف فقراءسے مخصوص ہےاور تم کو فقراء کے سہم کی حفاظت کے لئے

قربانی حج کو تاخیر میں ڈا لنا لازم ہےتو کفارہ احرام حج کے لئےاولویت کےساتھ وقت ومحل منیٰ کو ترک کر کےاس جگہ پر قربانی کرنا لازم ہے جہاں پر فقراءکو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور عمرہ مفردہ کے کفارہ کلی طور پر آزاد ہیں کہ میں عمداً بھی مکہ کے علاوہ انجام دے سکتا ہے اور کلی طور پر احرام کےسارے کفارے ۔ تینوں قسم کے احرام۔ فقراء سے مخصوص ہیں اور ا صولا روایات کی رو سے بھی اس بات پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے کہ احرام عمرہ تمتع کا کفارہ مکہ میں اور احرام حج کا کفارہ منیٰ میں ذبح کیا جائے شکار کے کفارہ علاوہ جیسا کہ حضرت صادق(علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس شخص پر بھی احرام میں قربانی واجب ہوئی ہے وہ جس جگہ چاہے قربانی کر سکتا ہےجزشکار کے کفارہ کے؛ کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے"ھد یا بالغ الکعبۃ"(۱)اور یہ خود بعض احادیث کی تفسیر کے لئے ایک رخ ہے کہ حج میں منیٰ میں اور عمرہ میں مکہ میں قربانی کرنا لازم ہے (۲) کہ اس طرح کی احادیث کو کفارہ صید پر حمل ہو نا چاہیئے(۱)یا استحباب پر حمل ہوں ۔

اور صحیحہ اسحاق بن عمار میں بھی ا س بات کی تصریح ہوئی ہے کہ "ایک مرد پر حج میں ایک کفارہ واجب ہوتا ہےتو کیا وہ اپنے گھر والوں میں واپس آنے کے بعد قربانی کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں"(۲)

اور ہمارے پاس شکار کے علاوہ ہرگز کوئی صریح حدیث نہیں ہے کہ اس طرح تعیین کرے اور قاعدہ فقہی ایسے موارد میں یہ ہے کہ اگر احادیث مطلق ہیں تو دوسری نصوص کے مطابق خصوصاً کفارہ شکار پر یا استحباب پر حمل کرنا لازم ہے ۔

اس اصل کی رو سے عمرہ تمتع اور اس کے حج کا کفارہ بصورت امکان مکہ یا منیٰ میں قربانی کرنا لازم نہیں ہے ، بلکہ منیٰ میں موجودہ حالات میں کہ گوشت تلف اور ضائع ہو جاتا ہے، حرام ہے، اور حاجیوں کو ایسی جگہ نظرمیں رکھنی چاہیئے جہاں زیادہ ضرورت ہے ۔

مسئلہ۲۹۔جو لوگ گذشتہ وجوہات کی بنا پر اپنی قربانیوں کو ایام منیٰ یا عید میں انجام نہیں دے سکتےتو چند افراد افراد مل کر ایک قربانی کریں اور اس کےگوشت کا شرعی مصرف کریں اگر چہ خودہی مستحق ہوں اور پھر ہر ایک (مشترک قربانی کرنے کے مقصد کے علاوہ) اپنےذاتی فریضہ پر عمل کرے اور یہ مشترکہ قربانی عید خون میں شرکت کرنےاور اس مبارک شعائر الٰہی کے انجام دینے کے مقصد سے ہے، خواہ منیٰ میں یا منیٰ کے باہر قربان گاہوں میں یا حرم میں جس جگہ ممکن ہو انجام دے -

۱۔ وافی ،ج۲،: ۲ص۱۱۹ باب۸۷

۲۔ سابق حوالہ

۳۔اور اس حمل کا دوسرا شاہد زرارہ کی امام باقر (ع) سے حدیث ہے جس میں احرام حج وعمرہ میں شکار کے کفارہ کی بعینہ یہی تفصیل ہے (وافی ج:۲ ص ۱۹ باب ۸۷)

۲۔ وافی ج :۲ ص۱۱۹، باب ۸۷

اور کلی طور پر کسی بھی ضرورت میں قربانی میں اشتراک صحیح اور کبھی واجب ہے، خواہ قربانی ضروری نہ ہو ، یا پاس میں پیسہ نہ ہو ، یا مصرف نہ ہو ، اور پیسہ کی کمی کو علیحدہ اور مستثنیٰ کر کے لازم ہے ایک قربانی کا تتمہ فقراء کو صدقہ دے۔

مسئلہ۳۰۔ آیات" اطعموا لابائس الفقیر - - ۔القانع المعتر" سےاستفادہ ہوتا ہےکہ شرط نہیں ہےفقیر مسلمان ہو ، چہ جائیکہ شیعہ ہونا،بلکہ اس کا مفلوک الحال ہو نا ہی کافی ہےتا کہ ہدیہ حج سے بہرہ مند ہوسکے اور "ھدی للعالمین" کا ایک مورد ہے ، زیارت بیت اللہ بھی یہی قربانی کا عمومی ہدیہ ہے کہ خودقربانی یا اس کی رقم فقراء کے درمیان تقسیم کریں ، البتہ کوئی شک نہیں کہ مسلمان فقیر

خصوصاً شیعہ اور دوزدہ امامی کو دوسروں پر تر جیح حاصل ہے اوراس کے مسلمان اور شیعہ ہونے پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے ،مگر بعض روایات کہ مشرک کے بارے میں "لا احب"مجھے پسند نہیں ، پر مشتمل ہیں۔

مسئلہ ۳۱ ۔ اگر قربانی ایام منیٰ سے گزر جائےتو آخرذی الحجہ تک مکہ میں قربانی کرنا جائزہے ، جیسا کہ اس حوالہ سےصحیح احادیث گزر چکی ہیں اوروہ تمام احادیث جو منیٰ کو قربانگاہ بتلاتی ہیں ، ایام منیٰ میں منحصر ہیں، بنا بر ایں وہ قربانیاں جو اس وقت مجبورا ایام منیٰ کے بعد تاخیر سے ہوتی ہیں انہیں مکہ میں ذبح کیا جا سکتا ہے خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ منیٰ میں صفائی میں مشغول ہیں اور قربانی سے مانع ہوتے ہیں ، جیسا کہ سال گذشتہ قربانی کے بعض جانوروں کے بارے میں یہی مشکل تھی چہ جائیکہ ہزاروں جانور کی قر بانی یقینامانع ہیں ۔

مسئلہ۳۲۔ بعض احادیث کے مطابق جس کے اوپر قربانی کے بدلے روزہ رکھنا واجب ہے ، اگر کسی وجہ سے مثلاً واپسی کی جلدی ہے ، حج کے تین دن روزہ نہ رکھ سکا تو واپسی کے بعددس دن روزہ رکھنا کافی ہے ۔

مسئلہ۳۳۔ حرم میں اگر قربانی کے گوشت کا مصرف ہے تو اس کو حرم سے باہر لے جانا جائز نہیں ہے،، جیسا کہ صحیح محمد بن مسلم میں ہے کہ حرم سے گوشت باہر لے جانے کے بارے میں آنحضرت(امام محمد باقر یا امام صادق علیہما السلام)سے پوچھا، فرمایا: سنام (کوہاں شتر) کے علاوہ تین دن کے بعد باہر کوئی چیز نہ لے جائی جائے(۱۔ تہذیب ج۱، ص۵۱۱)

حلق یا تقصیر:

عمرہ مفردہ میں سعی کے بعد بہتر ہے حلق کرو ، اپنا سر مونڈو، اورتقصیر کرو: بال یا ناخن کا چھوٹا کرنا (بھی کافی ہے)اور عمرہ تمتع میں سعی کے بعد

صرف تقصیر ہے کہ حلق نہ جائز ہےاور نہ کافی ہے، لیکن حج تمتع میں اس بات میں کہ قربانی کے بعد حتمی طور پر لازم ہے حلق کرے یا تقصیر تو بھی کافی ہے ، یا کبھی ان دونوں کے در،میان مخیر ہے اور کبھی صرف حلق واجب ہے اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

یہاں پر دو آیت اپنی جانب توجہ کو مرکوز کرتی ہیں ۱۔ "ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ " ۲۔ "محلقین رؤسکم ومقصرین" پہلی آیت سے ایسا لگتا ہے کہ یہاں پر واجب اصلی حلق ہے؛ کیوں کہ قربانی سے پہلے صرف اس کا ذکرکیا ہے ، لیکن دوسری آیت گویا اس تعیین کو تخییر میں تبدیل کر رہی ہے ہے۔

لیکن پہلی آیت محصور کے بارے میں ہے کہ "فان احصرتم فما استیسر من الھدی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ" اگر گرفتار ہو جاؤ توجو قربانی میسر ہے اور اپنے سروں کو مونڈویہاں تک کہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے ، لیکن چونکہ عید کے دن یہ حلق قربانی کے بعد عمل کی جگہ ہے اور اگر وہاں پر حلق اورتقصیر کے درمیان مخیر تھا یہاں پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے؛ کیوں کہ بدل کو مبدل منہ اور نائب کو منوب عنہ کی طرح ہونا چاہیئے ، اس اصل کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ روز عید بھی صرف حلق ہی ہےکہ اس وقت صرف حلق کا ذکر ہوا ہے۔

لیکن جیسا کہ کسی بات کے ثابت کرنے کا مطلب کسی بات کی نفی نہیں ہوتی ہے ، یہاں پر حلق کا حکم ھدی(قربانی) سے پہلے انحصار کی دلیل نہیں ہے، لیکن یہی کہ یہاں پر حلق کا نام آیا ہے اور بس کافی ہے کہ ہم جانیں کہ حلق کافی نہیں ہے ؛ کیوں کہ ا س کے لئے دلیل چاہیئے، بلکہ ذیل آیت خود تقصیر کے کافی نہ ہونے کی دلیل ہے کہ"فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک" لہذا جو شخص بیمار ہے یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہے تو وہ حلق کی جگہ روزہ کا فدیہ یا صدقہ یا کوئی د وسری عبادت انجام دے "اور ہم یہاں پر ملاحظ کرتے ہیں کہ حتی حلق سے معذور ہونے کی صورت میں بھی

تقصیر کا ذکر نہیں ہے بلک روزہ کا فدیہ وغیرہ وغیرہ اور یہ خود حلق کی تعیین پر ایک روشن دلیل ہے ، اگر چہ آیت کا موردمحصور ہے ،لیکن جیسا کہ عرض کیا یہ خود قربانی روز عید کے بعد کے عمل کا ایک بدل ہے۔

لیکن دوسری آیت کہ "لقد صدق اللہ رسولہ ا لرؤیا بالحق لتدخلن مسجد الحرام آمنین محلقین رؤوسکم ومقصرین " بیشک خدا نے اپنے رسول کوخواب میں دکھایا کہ مسجد الحرام میں حتما داخل ہوگے اس حال میں کہ اپنے سروں کو مونڈا اور تقصیر کیا ہوگا۔

لیکن آیت میں حلق وتقصیر کے درمیان کوئی تخییر ظاہر نہیں ہے ؛کیوں کہ ان دونوں کے درمیان واو کے ذریعہ عطف ہے کیوں کہ "ومقصرین" ہے نہ او کے ذریعےکہ دونوں لازم ہے؟ یہ خود خلاف ضرورت اور خلاف اجماع قطعی ہے، یا یہ کہ دونوں کے درمیان مخیر ہیں کہ حلق یا تقصیر کریں، لیکن یہاں پر ""واو ہے نہ "او"تخییر کہ ایک گروہ کو حلق کرنا چاہئیےاور ایک گروہ تقصیر بھی کرے کہ یہ بھی خلاف ضرورت ہےکیونکہ حج تمتع میں کسی وقت بھی تقصیر واجب معین نہیں ہے مگر عمرہ تمتع میں کہ صرف تقصیر ہے یا عمرہ مفردہ کہ مخیر ہے۔

یہانپر"لتدخلن مسجد الحرام" کہ طبعاً انجام مناسک حج کے لئے داخل ہونا ہے اوراس کے دو مرحلے ہیں : اول عمرہ تمتع کہ بالاجماع اس کی سعی کے بعد تقصیر ہے، دوسرا اس کا حج کہ منیٰ کے بعد ہے اور یہا ں پر ظاہراً عمرہ تمتع کی حالت میں داخل ہونا مراد نہیں ہے ؛کیوں کہ آپ جو حالت احرام میں مکہ اور مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہیں ابھی اس کے طواف کو جو احرام کے بعدسب سے پہلاواجب ہے،انجام نہیں دیا ، کجااس کا آخری عمل جو تقصیر ہے بنا بر این مراد اعمال عید قربان کے بعد مسجدا لحرام میں داخل ہونا ہے اور اس کی وجہ یہ ہےکہ اس بشارت میں صرف حج کے حصہ کی طرف اشارہ ہوا ہے نہ عمرہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کا حصہ زیادہ اہم ہے نتیجے میں یہاں پر حلق و تقصیر

دونوں کے درمیان جمع کی بالکل کوئی درست وجہ نہیں ہے، مگر یہ کہ مکلفین دو دستہ ہوں ، ایک گروہ حلق کرے اور یہ وہی واجب اصلی ہے جس کو پہلی آیت میں سمجھا ہےاور ایک گرو ہ مجاز ہیں کہ یہ ا ستثنائی گروہ ہیں اور جو عمرہ تمتع میں داخل نہیں ہے کہ سر تراشو احادیث کی رو سے اس کی حکمت یا علت یہ ہے کہ تم کو سر تراشی در پیش ہے مگر یہ کہ ایک ماہ یا جتنی مدت میں پھر سے تمہارے بال نکل آئیں یہ بھی ایک روشن تائید ہے اس بات پر کہ عید میں واجب اصلی سر تراشی ہے، اب دیکھنا چاہیئے کہ بصورت استثناء کون لوگ تقصیر کے مجاز ہیں؟

بیشکوہ معذور افرادجن کےلئے سر تراشنانقصان دہ ہے وہ معذور ہیں، او ر اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت بھی نہیں ہے ، لیکن ہماری احادیث میں کچھ دوسرے لوگ بھی مجاز بتلائے گئے ہیں۔

منجملہ وہ افراد جو   صرورۃنہیں ہیں، یعنی ان کا پہلا حج نہیں ہےکہ ان کوبعد کے سفر حج میں صرف تقصیر کرنے کا حق حاصل ہے ، اس صورت میں کہ اپنے سر کو نہ باندھا اور نہ چپکایا ہو کہ ان دو ومواردمیں اگر چہ بعد کے سفر حج میں بھی ہوں صرف حلق واجب ہے۔

اور آیت سے ایسا لگتا ہے کہ بعض افراد جن کاپہلا سفر ہے وہ بھی تقصیر کر سکتے ہیں، کیوں کہ آیت"لتدخلن مسجد الحرام " یا سفر اول سے مخصوص ہے یا قدر مسلم اس کو شامل ہے؛ کیوں کہ اولین بار کے لئے مسجد الحرام میں داخل ہونے کی بشارت دیتی ہے ، لیکن یہ دستہ روایات کی رو سےصرف ان معذور افراد کا ہے جوپہلے سفر میں بھی تقصیر کر سکتا ہے ۔

بنا برایں معذوراوران افرادکے علاوہ جو حج بجا لائے ہیں اور انہوں نے اپنے سروں کو باندھ رکھا ہے ، یا سروں سے کچھ چپکایا نہیں ہےان پر اپنے سروں کوتراشنا واجب ہے ۔

مسئلہ۱۔ اگر پہلے حج پر آیا ہے، لیکن وہ حجۃ الاسلام نہ تھا خواہ نیابتی ہو خواہ استطاعت کے علاوہ ، اب جبکہ حجۃ الاسلام کے لئے آنا چاہتا ہےتوحلق کر نا لازم ہے اور جب تک خود اپنا حجۃ الاسلام انجام نہ دے اس وقت تک تمام سفرونمیں اس طرح حلق واجب ہے لیکن اپنے حجۃ الاسلام کے بعد مخیر ہے کہ حلق کرے یا تقصیراگر چہ حلق بہت بہتر ہے بلکہ احوط ہے۔(چنانچہ ابو بصیر کی روایت میںامام صادق (ع)سےہے "علی الصرور ۃ ان یحلق رائسہ و لایقصرانما التقصیرلمن حج حجۃالاسلام"کیونکہ تقصیراس شخص میں منحصر ہے جس نے حجۃالاسلام کیا ہوچنانچہ پہلے نیابتی حج انجام دیا ہواور اپنا سر بھی تراشا ہو لہذا جب تک اپنے حجۃالاسلام کو انجام نہ دیا ہو ،تقصیر کافی نہیں ہے اگر چہ دسیوں بار اس نے نیابتی حج انجام دیا ہو)

مسئلہ۲۔ کلی طور پر جنہوں نے اپنے سروں کو باندھ یا چپکا رکھا ہےتو وہ حج کے تمام سفروں میں حجۃ الاسلام ہو یا غیر حجۃ الاسلام واجب ہے اپنے سروں کو مونڈ ے ، کیوں کہ سر کو باندھنا اور چپکانا خود ا پنے سر کے بالوں سے ایک طرح کی شدیدلگاو کی دلیل ہے اور اب رمی وقربانی کے بعد رمز حلق یا تقصیر کے ذریعہ تمام وابستگیوں کو خود سے دور کرنا لازم ہے ، اگر اپنے بالوں کو باندھا یا چپکارکھا ہے واجب اپنے بالوں کی اس وابستگی سے بھی خود کو دور کرو۔

مسئلہ۳۔کسی غیر کے حجۃ الاسلام کی پہلےنیابتی سفر میں اس شخص کے لئےبھی جو خود حجۃ الاسلام کے لئے نہیں آیا ہے،حلق واجب ہے ، چنانچہ تمام نیابتوں میں جب تک خود حجۃالاسلام بجا نہ لائے یہی حلق واجب ہے، لیکن اگر اپنا حجۃالاسلام بجالانے کے آیاہے اور دوسرے کے لئے نیابت میں حجۃالاسلام بجا لانا چاہتا ہےتو اب یہاں حلق واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر چہ تم نائب ہو لیکن اپنے فریضہ کے مکلف ہو جو یہاں پر حلق یا تقصیر کے درمیان تخییر ہے ۔

مسئلہ۴۔ جن کے لئے حلق کرنا واجب ہےجسمانی یا معنوی عذر یا کسی بھی داخلی یا خارجی عذر کی صورت میں تقصیر کر سکتے ہیں ، جیسے بیماری یا بیماری کا خوف ،یاسر تراشی کےوسائل نہ ہونے کی وجہ سےعسر و حرج ، یا جن وسائل سے سر تراشنے کا ارادہ رکھتاہو کہ اگر تراشے گا تو کہیں بیماری میں مبتلا نہ ہو جائے ، یا کسی جماعت کے استہزاء کرنے کا خطرہ ہوکہ اسے قابل تحمل نہ ہو؛ کیوں کہ بسا اوقات جسمانی بیماری برداشت کے قابل ہے، لیکن دو سری تکلیف قابل تحمل نہیں ١(۔ لیکن نہیں کہ یہاں پر جائے تحمل ہے وہ بھی عمومی تکلیف میں ورنہ ا صل حج بھی اگر مورد مسخرہ ہوتو ایسا ہی ہوگا مگر یہ کہ مانع ایسا ہو کہ قابل تحمل نہ ہو اور استطاعت سے باہر ہو)

مسئلہ۵۔ حلق ان مردوں سے مخصوص ہے جن کے سر میں مونڈنے کےبقدر بال ہوں کہ عورتوں کے لئے حرام ہے اور تقصیر سے کافی نہیں ہے اور ان مردوں کے لئے جو منڈنے والے بال نہیں رکھتے ہیں اور وجوب تراشی کے لئے کوئی مورد بھی نہیں ہے ، علا وہ اس کے کہ بعض روایات کی رو سے اپنے سروں پر تراشنےکی طرح استرا پھیر نا مناسب ہے ۔

مسئلہ۶۔ ظاہراً اسی روز عید حلق یا تقسیر کر نا واجب ہے کہ اگر قربانی رکھتا ہےتوبنا بر اظہر قربانی کے بعد ورنہ رمی جمرہ عقبہ کے بعد انجام دے اور اسی سے احرام سے باہر آجائے۔

مسئلہ۷۔ آیت " ولاتحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ"سے ایسا لگتا ہے کہ حلق قربانی کے قربان گاہ میں پہنچنے کے بعد ہے ، نہ صرف ا سکے ذبح کرنے کے بعد اور یہاں پر قربانگاہ منیٰ ہے ،لہذا گار قربانگاہ منیٰ میں قربانی کا اسی عید کے دن ہو ناممکن نہ ہو جب کہ ہمارے زمانے میں ایسا ہی ہے ؛کیوں کہ قربانی منیٰ میں منع ہے ، یا اگر ممکن بھی ہو تواس کامعین ضروری مصرف نہیں ہے ، جیسا کہ ہمارے زمانے میں منیٰ میں مصرف اسراف، جلانے اور سڑنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہےتوان صورتوں میں رمی جمرہ عقبہ کے بعد بلا فاصلہ حلق

یا تقصیر کرنا قطعا جائز ہے اور تیرہویں تک قربانی کا انتظار کرنا بے محل ہے، کجا یہ کہ آخری ذی الحجہ تک قربانی کا انتظار کرنا۔

مسئلہ ۸۔ حلق یا تقصیرخود منیٰ میں واجب ہےاور ظاہراً اگر فراموشی یا لاعلمی کی وجہ سے منیٰ میں انجام نہ دے تو امکان کی صورت میں وہیں انجام دے اور اگر انجام دے سکےتو مکہ میں انجام دے تو کافی ہےاور کلی طور پر حتی الامکان منیٰ میں اس کو دفن کرے۔

مسئلہ۹۔ اگر بھولے سےان تین: رمی، قربانی، حلق، میں سے کسی ایک کو مقدم یاموخر انجام دے توبیشک کافی ہے اور کوئی مضائقہ نہیں ہے ، بلکہ اس ترتیب کا وجوب بھی بہت ثابت نہیں ہےاور پہلے گزر چکا ہے کہ اگر قربانی کو حلق سے عمداً تاخیر میں ڈالے تو ظا ہرا کافی ہےاورحلق کے بعد احرام سے باہر آجائے گا اور اس صورت میں کہ حلق یا تقصیر لازم ہے طواف سے پہلے ہو ا ختلاف نہیں ہے کہ اگر عمداً اس کو تاخیر میں ڈال دے تواعادہ کر نا واجب ہےا ور ایک گوسفند کفارہ بھی دے ورنہ اس کے اوپر کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ۱۰۔ حلق یا تقصیر کے ذریعہ احرام سے باہر آجاتا ہے اوراس پر صرف عورت اور عطر حرام رہتا ہے ، عطر ،طواف زیارت اور اس کی نماز سے اور سعی سےحلال ہو جا تا ہے اور عورت طواف نساءاور ا س کی نماز سے حلال ہو جا تی ہے،

اس کے بعد جب تک حرم میں ہے شکا ر اور حرم کی گھاس وغیرہ کا توڑنا اور اکھاڑنا بھی اس پر حرام ہے اور یہ صرف حرم کی وجہ سے ہے نہ احرام کی وجہ سے کہ اگر کوئی محرم بھی نہ ہوتو بھی یہ دو چیزیں حرم میں ہونے کی وجہ سے اس پر حرام ہیں ۔

بقیہ واجبات منیٰ:

پہلے گزر چکا کہ طولانی ترین مناسک حج سہ گانہ رمی جمرات جس میں تین دن لگتے ہیں: دسویں سے بارہویں تک اور کبھی تیرہویں بھی اس میں شامل و داخل ہے ان میں شیطان پر سنگ بارانی اور راتوں کو اس (میدان)منیٰ میں استراحت یعنی(بیتوتہ) شب گزارنا ہے، ہم اسی عید کے دن احرام سے باہر آجاتےہیں اور راتوں میں منیٰ میں ہمارا کوئی کام نہیں ہے لہذا انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر وہ بھی خیموں کے نیچے ، اس طرح سر گرداں وحیران راتوں کو سر زمین منیٰ میں کیو ں موجزن ہے؟

ہماری آرزوں کو تحقق عطا کرنےکے لئے منیٰ بہترین موقع اوراسلامی کانفرنسوں کے لئے مناسب اور آمادہ ترین جگہ ہے جس میں اطراف واکناف عالم سے لوگ مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں تاکہ سب مل کر سوچیں کہ کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہیئے ، حج کی ہمہ جانبہ توحیدی نمائش سے کیا نتائج حاصل کئے اور کس طرح ملک حج کی نمائش اور "اللہ" کی مملکت کا نمونہ بلاد الہیہ میں نافذ وجاری کر سکتے ہیں یہاں پر چارو ناچار بہت ساری ملاقاتیں ہوتی ہیں کہ اس ظرف زمان ومکان میں بیکاری کے علاوہ نہ کوئی کام کاج ہےاور نہ کو ئی مشغولیت ۔

یہاں پر مختلف شکل و صورت کے جم غفیر کے علا وہ کوئی نمائش اور قا بلدیدچیز نہیں ہے اور شاید منیٰ میں بیتوتہ واجب ہونے کا ایک راز ورمز یہ ہے کہ یہ لوگوں کا سیلاب اس حالت میں میدان محشر کی طرح آ پس میں سودمند ملاقاتیں کریں جس سے مسلمانون کا فائدہ ہو ، نیز یکسا ں زمان و مکان اورفضامیں ہر طبقے کے لوگ ، ظالمانہ طبقاتی اختلاف اور تناقض جیسی زندگی اور متکبرانہ جدائی سے باہرآئیں اور ایک ساتھ ہو جائیں؛ کیوں کہ"ید اللہ علی الجماعۃ"خدا بھی جماعت کی سر پررستی کرتا ہے اور تفرقہ واختلاف کو ناپسند کرتا ہے ۔

بیتوتہ منیٰ:

گیارہویں اور بارہویں کی شب کو ا گر ممکن ہوتو منیٰ میں بیتوتہ کرنا واجب ہے اور بارہویں کو ظہر کے بعد منیٰ سے باہر جا سکتے ہو شرط یہ ہے کہ محرمات احرام حج میں سے عمداً کسی حرام کے مرتکب نہ ہوئے ہو ، خصوسا شکار اور عورت لیکن اس سے مربوط آیت سب کو شامل ہے۔

"اذکوا اللہ فی ایام معدودات، فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ و من تأخر فلا اثم علیہ لمن اتقیٰ وا تقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون " (بقرہ/۲۰۳)

اور یاد کرو خدا کو گنےہو ئے دنونمیں(ایام تشریق: ۱۰-۱۲) اور جو شخص جلدی کرے تو اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے (دو دن عید کے بعد۱۲،۱۱) اور جو تاخیر کرے(تیرہویں کو قیام کرے) تواس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہےاس شخص کے لئے جس نے گناہ سے پرہیز کیا ہو (یعنی محرمات احرام حج یا مطلق محرمات) ۔اس آیت سے ایسا لگتا ہے کہحاجی مخیر ہے بارہویں کو حج سے کوچ کرے یاتیرہویں ذی الحجہ کو ، لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی گناہ نہ کیا ہو ، ورنہ مخیر نہیں ہے، بلکہ لازم ہے تیرہویں کی رات اور دن میں بھی منیٰ میں محبوس رہےکہ رات می بیتوتہ (استراحت)کرے اور دن میں تین محاذ پر شیطان کو سنگ بارانی کرے ، کیوں کہ تجربہ نے بتلایا ہے کہ شیطان بھی تمہارے اندر مووجد ہے ورنہ محرمات احرام یا بد تر روزانہ کے محرمات میں کیوں مبتلا ہوئےجو حالت احرام میں اور زیادہ حرام ہے ، کیوں کہ فسوق ہے، اور تم جو ابھی مدرسہ تربیت میں ہو بے تربیتی کی ہے ایک رات اور ایک دن اور اس صحراء ہولناک ومتعفن میں کہ سارے حاجی جا چکے ہینتم اور تمہارے جیسے لوگ اسی طرح زندانیو محبوس رہو، اور یہ جو بعض روایات میں اس آیت میں تقویٰ شکار اوعر عورت سے پرہیشز اور دوری کے معنی میں ایا ہےیہ مصداق اہم سے اس کی تفسیر ہے اور اسلا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے کہ "لمن التقیٰ" اس میں منحصر ہو ، ناوجودیکہ پہلے بھی شکاراور عورت کانام نہیں آیاہے لہذا یہ اکتیار کہ بارہویں یا

تیرہویں کو منیٰ سے باہر جائے ان لوگوں سے مخصوص ہےجنہوں نے آیت کے مطابق محرمات سے پرہیز کیا ہو خواہ محرمات حالت احرام خواہ بقیہ محرمات ، کہ مثلاً روز عید احرام سے خارج ہوگیا لیکنبعض محرمات کا مرتکب ہوا ، اور یہاں پر"لا رفث ولافسوق ولا جدال" کو بھی شاہد قرار دیا جا سکتا ہے، اور تم جب تک منیٰ سے باہر نہ وہ حالت حج میں ہو لہذا اس حالت میں ہر طرح کا فسق تم پر شدیدا اور اکیدا منع ہے اگر چہ ہمیشہ منع ہے۔

لہذا"لمن اتقیٰ " یعنی اس شخص کے لئے جو فسق سے پرہیز کرتا ہے جیسے کہ "رفث وجدال" سے پرہیز کرنا لازم ہے ، علاوہ اس کے کہ ان دونوں کی ممنوعیت حالت ا حرام میں ہے لیکن فسق کی تاکیدی ممنوعیت احرام سے باہر ہونے کے بعد ۔ کم سے کم حالت حج میں ۔ شامل ہے ۔

نیز چند روایات کی رو سےاگر بارہویں کا سورگ غروب ہوگیا اور تم ابھی منیٰ سے باہر نہیں گئےہو واجب ہے تیرہویں کی رات اور دن میں بھی رہو۔

اس اصل کی بنیاد پربہت سارے حاجی تیرہویں کو بھی ٹھہریں کہ نوعاً گناہ سے خالی نہیں ہینمگر یہ کہ یہ فراموشی یا لاعلمی اور اشتباہ کی وجہ سے ہو، لیکن یہاں پر بھءی جاہل مقصر عامد کی طرح ہے کہ اگر نادانستہ کوئی گناہ کای اور اس نادانی میں مقصر ہے وہ بھی منیٰ میں محبوس ہونے والوں کے زمرے میں ہے اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ واجب ہے بصورت امکان اول شب سے نصف شب تک منیٰ میں رہیں آخواہ سوئے رہیں یا بیدار رہیں ، ورنہ نصف شب سے اذان صبح تک ، اور حالت اختیار میں بھی بعید نہیں ہے نصف دوم شب کافی ہو اگر چہ بر خلاف احتیاط ہے۔

مسئل۲۔ مخٰر ہے عید کے بعد راتوں میں:۱۱۔ ۱۲۔ اور کبھی ۱۳ نصف شب یا مکہ میں یا منیٰ میں رہیں ، یعنی وہ نصف شب کے لامز ہےمنیٰ میں ہو

مکہ میں رہ سکتا ہے شرط یہ ہے کہعبادت وطاعت الٰہی میں ہو ، اگر چہ منیٰ میں ہونا بہتر ہے ، اور اطاعت خدا سےمراد صرف نماز طواف ودعایں نہیں ہیں ، بلکہ ہر وہ عمل جو باعث خوشنودی خدا ہو ، چنانچہ رسولخدا اپنے چچا عباسکو حاجیونکو سیراب کرنےکے لئےمنیٰ کی راتوں میں مکہ میں رکنےکےلئے اجازت دی ہے(۱۔وسائل الشیعہ،ج۱۰، ص۲۱۰، ح۲۱)بنا بر ایں اپنی کتابوں کی تالیف اور اسی طرح کی خدمات اسی طاعت کے زمرے میں شمال ہیں لیکن اگر وہی کام جو منیٰ کی راتوں میں مکہ میں انجام دے رہا ہے منیٰ میں انجام دینا ممن ہوتو کیا بہتر ہے اور بعید نہیں ہے ک منیٰ کے عوض مکہ میں ان عبادتوں میں مشغول رہے جن کا انجام دینا منیٰ میں ممکن نہیں ہے یا سخت ہے۔

مسئلہ۳۔اگر نصف شب کے بعد منیٰ سے باہر جائےکوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر نصف شب سے باہر گیا ہے لازم ہے نصف شب تک واپس آئے اور کم سے کم طلوع فجر تک منیٰ میں رہے۔

مسئلہ۴۔ اگر پوری رات مکہ میں بسر کی لیکنن نصف شب کے بعد آرام کیا اور گذشتہ نصف شب یاد الٰہی میں گزاری ، ظاہراً کوئی مضائقہ نہیں ہے ، کیوں کہ ہو نصف شب وج منیٰ سے مخصوص مشغول عبادت تھا اور بقیہ نصف شب منیٰ میں رہنا لازم نہیں تھا ، اگر چہ برخلاف احتیاط ہے لیکن کم سے کم اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ۵، ہر شب کے لئے بلا عذر منیٰ کے واجب بیتوتہ کو ترک کرے ، ایک گوسفند کفارہ ہے مگریہ کہ اس قدر مکہ میں اطاعت خدا مینمشغول وہ اور موارد عذر میں بھی ظاہر الاعلمی اور فراموشی کی حالت میں کفارہ نہیں ہے ، اور یہ بھی کفارہ عمرہ مفردہ کیطرح فقراء سے مخصوص ہے ، اور واجب نہین ہے خالص طور پر مکہ یا منیٰ میں انجام پائیں جہاں پر بھی فقراء پر صرف ہونا ممکن ہے وہیں ذبح کرے۔

مسئلہ۶۔ ظاہار بارہویں کے ظہر سے پہلے منیٰ کو ترک کرنے کا حق نہیں رکھتا لیکن تیرہویں کو ظہر سے پہلے اور طرح دسویں اور گیارہویں کو اپنے اعمال کے علاوہ منیٰ میں رہنا واجب نہیں ہے ۔

بقیہ اعمال حج:

یہاں پر دو رکن اور ایک واجب حج کے ذمے ہے کہ انجام واجبات عید کے بعد انجام دیتا ہے :

۱۔ طواف حج اور اس کی نماز ۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دونوں ہی رکن ہیں ۳۔ طواف نساء اور اس کی نماز جو واجب ہے لیکن رکن نہیں ہے۔

طواف حج اور اس کی نماز کے بعد عطر حلال ہوجات ہے اور طواف نساء کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے پر حلال ہوجاتے ہیں اور یہاں پر چند مسائل ہیں:

مسئلہ۱۔ شائستہ ہے طواف زیارت اور اس کی سعی بصورت امکان اسی روز عید انجام پائے ورنہ گیارہویں اور اس کے بعد بارہویں کو ، ورنہ آخری ذی الحجہ تک ، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ دسویں سے لے کر آخر ذی الحجہ تک تمام ایام میں صحیح و کافی ہے بلا عذر ہی کیوں نہ تاخیر سے انجام دے، اگر چہ بعض علماء بلا عذر اتخیر کو حرام جانتے ہیں لیکن اس بارت پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے، بعض معتبر روایات سے ایسا لگتا ہے کہ جائز لیکن مکروہ ہے کہ بلا عذر تاخیر سے انجام دے(۱۔ مثال کے طور پر

صحیحہ ہشام : لا بأس ان اخرت زیارۃ البیت الی ان تذھب ایام لاتشریق الا انک لا تقرب النساء ولاالطیب، اور اسی طرح صحیحہ حلبی)

لیکن اگر عمداً اور بلا عذر ذی الحجہ سے تاخیر میں ڈالے اس کا حج باطل ہے کیوں کہ مطابق نص آیت "الحج اشہر معلومات"حج کے معلوم و معین مکہینے ہیں اور بلا شک ذی الحجہ کے بعد یہ مکہینہ نہیں ہے اور طواف ا ور اس کی سعی رکن ہے اور ترک رکن موجب بطلان ہے۔

مسئلہ۲۔ طواف نساءا ور اس کی نماز ہرگز رکن نہیں ہے نہ حج میں اور نہ عمرہ مفردہ مینعمرہ مفردہ مینجس قدر چاہے تاخیر کر سکتا ہے ، لیکن حج میں چونکہی واجبات حج میں سے ہے اور وقت حج بھی مطابق آیت آآکیری ذی الحجہ تک ہے واجب اسی ذی الحجہ میں اس کو انجام دو، لیکن اگر عمداً تاخیر کرے حج فاسد نہیں ہوتا صرف اس کا اثر یہ ہے کہ زن ومرد ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں، اور جب بعد میں اس کا انجام دیتا ہے تو حلال ہوجاتے ہیں، اگر چہ تاخیر کر کے گنہگار ہوا ہے ،ا ور اگر مکہ سے باہر چلا گیا ہےبصورت امکان خود واپس آئے اور اس کام کو انجام دے ، ورنہ نائب اختیار کرے ارو کافی ہے،خواہ معذور ہو یا عمداً ترک کرے، اور معذور میں ظاہراً جاہل اور بھولنے والےکے درمیان فرق نہیں ہے اگر چہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بھولنے والا اگر خود واپس بھی آسکتا ہے تو نائب اختیار کر سکتا ہےاور کافی ہے، اور اس فتوی پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ۳۔ حج قرانا ور فارد مینعلماء کا اجماع ہے اور بعض معتبر احادیث کی تصریح ہے کہ طواف اور اس کی سعی کو آخر ذی الحجہ تک تاخیر میں ڈال سکتا ہے ، جیسا کہ بلا عذر وقوف عرفہ پر مقدم بھی کر سکتا ہےمگر یہ کہ طواف عید کے بعد اس کے کئی وجوہات سےنامکن یا بہت سخت ہو کہ اگر عرفہ سے پہلے اس کو انجام نہ دے ، عید کے بعد آخری ذی الحجہ تک انجام نہیں دے سکتا کہ اس صورت میں طواف اور سعی حج کو مقدم کر سکتا ہے اور

کبھی وجب ہے، جیسے حائض اور وہ مریض جو عید کے بعد امکان طواف و سعی سے مایوس نہیں یا حتمیطور پر معذور ہیں لیکن اگر عید کے بعد امکان تجدید ہے ظاہراً تجدید کریں اور کم سے کم احتیاط ضروری ہے۔

مسئلہ۴۔ جہاں پر طواف حج کو مقدم کرناجائز ہے یا واجب ہے لازم ہے بر حسب نصوصسعی کو بھی انجام دے ، لیکن ظاہراً طواف نساء میں تاخیر کرے مگر یہ کہ اس کو بھی انجام نہ دے سکتا ہو ، اور بعض نصوص کی رو سے قدر متیقن ہے کہ حج قران یا افراد میں طواف نساء کو بھی اختیاراً مقدم کر سکتا ہے۔

حبس گرفتاری اور رکاوٹ:

جہاں پر حج یا عمرہ کی تکمیل کرنے سے بیماری یا بیماری کی روک تھام کی وجہ سے معذور ہو، تکمیل اعمال حج وعمرہ ممن ہونے کی صورت مٰنناگزیرا س سے پہلے احرام سے باہر نہیں جاسکتا، کیوں کہ جس طرح مستطیع افراد کو حج یا عمرہکرنے کا حکم دیا گیا ہے

کہ محرم ہوں اور حاجیوں کی صف میں داخل ہوں اسی طرح اس کی تکمیل کا بھی حکم انہیں دیا گیا ہے کیوں کہ ارشاد خدا وندی ہے "واتموا الحج والعمرۃ للہ فان احصرتم فام استیسر من الھدی ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ، فمن کا منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام اور صدقۃ او نسک فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی"(بقرہ/۱۹۶)

حج اور عمرہ خدا کے لئے کامل کرو ۔ تینوں قسملکے کے حج اور دونوں قسم کے عمرہ کو ۔ (اور یہ تکلیف وہاں پر عائد ہوتی ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک شروع کرو کہ محرم ہوجاؤ)پس اگر گرفتار ہوگئے (اپنے

اعمال کو آخر تک نہ پہنچا سکے)تو جو ھدی(قربانی) میسر ہو اس کو ذبح کرو اور اپنے سروں کا نہ تراشو یہاں تک کہھدی(قربانی)قربانگاہ تک پہنچ جائے ، پس تم سے جو بیمار ہو یا ا سکے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ بطور کفارہ روزہ یا صدقہ یا قبانی دے اور جب امن وامکان محضوص کرو تو جس نت عمرہ سے حج تمتع کا قصد کای ہے تو وہ ممکنہ قربانی دے۔

یہاں پر گرفتاری اتمام عملہ سے مانع ہے "حصر" کے نام سے اور دوسری آیت میں"صد" کی لفظ آئی ہے چنانچہ ارشاد ہوا: "ھم الذین کفروا صدوکم عن المسجد اکحرام والھدی معکوفا ان یبلغ محلہ"(فتح/۴۱)

یہ وہی لوگ ہں جنھوں نے کفر اختیار کیا تم کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روک دیا (تمہارا راستہ بند کردیا اور مانع ہوئے) اور قربانیکے جانور کو روک دیا کہ وہ اپنی منزل پر نہ پہنچے ،آیت"صد"خارجی رکاوٹ سے مخصوص ہے اور آیت"حصر" تھوڑے سے تأمل کے ساتھ خارجی اور داخلی دونوں رکاوٹوں کو شامل ہے کہ "فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ"مریضوں کا حسر شدہ افراد کا دستہ شمار کیا گیا ہے اور یہ بر خلاف اصطلاح فقہاء "حصر" بیماری میں منحصر نہیں ہےبلکہ برعکس مریض محضور افراد کے ضمن میں آئے ہیں۔

آیت حصر حج وعمرہ کی تمام قسموں کو شامل ہےعلاوہ اس کے کہ حج تمتع میں دو قربانی اور بقیہ میں ایک مقرر کی گئی ہے ، قربانی ا ول میں یہ ساری قسمیں شریک ہیں کہ اگر گرفتار ہوگئے جو قربانی میسر ہے اور اپنے سر کو نہ تراشو یہاں تک کہ قربانی اپنے منزل کو پہنچ جائے(اور ذبح ہو جائے) اور طبعاً قربانی عمرہ مکہ میں اور قربانی حج منیٰ میں پہنچ جائے، لیکن دوسری قربانی حج تمتع سے مخصوص ہےکہ اگر مامون ہوگئے (داخلی اور خارجی مانع برطرف ہوگااور وقت حج بھی باقی ہے) تو جو شخص عمرہ سے حج کا قصد کرے تو جو قربانی ممکن ومیسر ہے ذبح کرے ۔

مذکورہ بالا آیت میں حج ومعرہ کے اتمام کا حکم آیا ہے ،اور حصر کی صورت میں بیماری یا رکاوٹ، حلق اور قربانی بھیجنے کو تتمکہ اعمالک کے عوض مقرر کیا ہے، یہاں پر حج وعمرہ کے حالات میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا ، کہ احرام کے بعد تمام اعمال سے روک دیا جائے یا معذور ہو جائے ، یا بعض اعمال سے، اور مطابق اطلاق آیت ، دونوں صورتوں میں حکم ایک ہے ، چنانچہ داخلی اور کارجی مانع کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں رکھا ور دونوں کو باہم ایک جانا ہے ۔

اورا س کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں رکھا گیا کہ باقی ماندہ اعمال قابل نیابت ہیں یا نہیں،علاوہ اس کے کہ اگر مامون ہو گیا ہے اور امن وا مان کی فضا قائم ہوگئی ہے اور وقت عمرہ یا حج باقی ہے واجب تمام کرے، اور قربانی بھیجنے کے بعد حلق صرف وہا ں پر کافی ہے جہاں آخری ذی الحجہ تک مامون نہ ہو اور اپنے اعملا کو انجام دے سکتا ہو ، یہاں پر ہماری احادیث مینگونا گوں حصر کے حوالہ سےحدود وقیود ہیں، نیز مانع بیماری کا ذکر کاص احکام کےس اتج کیا گیا ہے کہ ا س آیت کے پیش نظرمندرجہ ذیل مسائل میں مورد بحث ہے۔

مسئلہ١۔ اگر اس کا حج حجۃ الاسلام اور اس کی استطاعت کا پہلا سال ہے مذکورہ بالا وظیفہ پر عمل کرے اور کافی ہے ، اور اگر استطاعت باقی رہے احتیاطا بعد میں تجدید کرے (١۔ کیوں کہ ایک طرف آیت مٰناطلاقا امر مقتضی کفایت ہے اور دوسری طرف چونکہ تکلیف کامل اانجام نہیں پائی اس سالا س کے مستطیع نہ ہومے کا پتہ دیتی ہے ، اور سال آئندہ کی استطاعت باقی ہے اس کیا استطاعت کا پہلا سال شمار ہوگا ، لہذا احتیاط یاہں پر واجب ہے) ورنہ یہی کافی ہے لیکن اگر استطاعت پہلے سے تھی اور اس سال مانع سے دچار ہوا ہے کلی طور پر الزم ہے تجدید کرے خواہ مستطیع رہے یا نہ رہے لیکن دوسری صورت میں ظاہراً وہی کافی ہے کہ اپنی اضطراری تکلیف پر عمل کرے۔

مسئلہ۲۔ اگر ود وقوف کے بعد یا دو وقوف سے پہلے معذور ہو جائے اور حج کو آگے نہ بڑھ سکےتو دونوں ا حکم یکساں ہے شرط یہ ہے کہ آخر ذی الحجہ تک بھی اس کا عذر باقی وہ اور حج کو آگے نہ بڑھا سکتا ہو۔

مسئلہ۳۔ اگر قربانی بھیجنے سے ورک دیا جائےیا معذور ہو کافی ہے جہاں گرفتار ہوا ہے قربانی کرے ارو پھر حلق کرے، اور اگر وہاں نہیں کر سکتا یا ااصولاً مالی طور پر ممکن نہیں ہے پہلی صورت میں حلق کو قربانی کے بعد تک تاخیر میں ڈالےاور ودسری صورت میں وہی حلق کافی ہے۔

مسئلہ۴۔اگر صرف مناسک منیٰ سے ممنوع ہے ، وقوفین اورمکہ سے نہیں ، بصورت امکان مناسن منیٰ کے لئے نائبا ختیار کرے ، حلق کے علاوہ کے خود انجام دے، اور اگر قربانی سے بھی معذور ہےوہی حلق کافی ہے ، اور اگر مناسک منیٰ کے لئےنائبا ختیار نہ کر سکےظاہراً اطلاق آیہ یہ ہے کہ قربانی کے بعد وہی حلق کافی ہےاور بعد میں اعمال مکہ کو بھی انجام دے ، اور اگر اعمال مکہ سے بھی ممنوع یا معذور ہے بصورت امکان نائب ا ختیار کرے ، ورنہ مطابق اطلاق آیت حصر وہی قربانی و حلق اس کے لئےکافی ہے ۔

مسئلہ۵۔اگر مکہ گیا اور بیتوت اور رمی کے لئے منیٰ واپس آنے سے ممنوع ہوگیا اس کا حج درست ہےاور بصورت امکان رمی کے لئے امسال اور اگر نہ ہو ا دوسرے سال نائب اختیار کرے، اور ہر صورت میں اطلاق آیت سے ایسا لگتا ہے کہان تمام موارد میں جہاں خارجہ مانع پیش آتا ہے اور آدمی حج یا معرہ کو آگے نہیں بڑھا پاتا اور وظیفہ وہی ہے جو گزرا ۔

مسئلہ۶۔ تمام موانع میں مجرم ان وظائف کو انجام دینے سے بالکل سے احرام سے باہر آجاتا ہے اور عورت بھی اس پر حلال ہو جاتی ہے ، بعلاوہ مانع بیماری کہ احادیث کی رو سے حلال نہیں ہوتی مگر بعض موارد میں جیسا کہ آئے گا۔

مسئلہ۷۔ اگر خارجی اور داخلی دونوں موانع اس میں جمع ہو جائیں ، ظاہراً اپنے وظیفہ کو انجام دے کر طواف نساء کے بغیر عورت بھی اس پر حلال ہوجاتی ہے کیوں کہ یہ خود آیت کا مصداق اور نمونہ کامل ہےاور حکم آیت کے مطابق ہے۔

مسئلہ۸۔ یہ سارے احکام اس صورتمیں ہیں کہ وجوود مانع سے پہلے محرم ہوا ہو کہ اگرا س کے بعد محرم ہوا مورد آیت نہیں ہے کیوں کہ "فان احصرتم" ، "اتموا لحج بالعمرة" کے بعد ہے اور اتمام کا تعلق شروع عمل سے ہے جب تک شروع نہ ہو اس کے اتماملکرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ، لہذا حصول مانع کے بعد محرم ہوا لازمکہے حتی الامکان اس کو تمام کرے ورنہ حالت احرام میں باقی رہے گا ، مگر یہ کہ بصورت امکان عمرہ مفردہ کی طرف منتقل ہو جائے اور اس کو کامل کرے، یا اگر کر سکتا ہے اعملا کی تکمیل میں نائب اختیار کرے ورنہ ظاہراً اسی طرح حالت احرام میں رہے گا۔

مسئلہ۹۔ اگر جانتا ہے کہ احرام کے بعد معل کو جاری نہیں رکھ سکے گا اور روک دیا جائے اگ خواہ سفر مکہ میں تاخیر اختیہاری کے لحاظ سے یا کسی دوسرے اختیاری یا غیر اختیاری علت کے لحاظ سے، یہاں پر بھی یہ آیت اس کو شامل نہیں ہے اور حالت احرام میں باقی رہے گا یہاں تک کہ کوئی شرعی چارہ وتدبیر کرے جیساکہ گزرا۔

مسئلہ۱۰۔ اگر ممکن طریقہ سے مال دءکر یا قوت استعملا کر کے یا کوئی ودسرا حلال طریقہ استعمال کر کے مانع بر طرف کر سکتا ہو ، البتہ جانی یا عرضی یا ناموسی یا دینی کوئی خطرہ نہ ہو ، یہاں پر بھی آیت اس کو شامل نہیں ہے، اور واجب ہے مانع کو بر طرف کر کے اپنے اعملا کو ملکمل کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو، اگر زیادہ دور کی مصافت طے کر کے یا کوئی بھی گراں اور سخت وسیلہ بروئے کار لاکرجو موجب عسر و حرج نہ ہو اپنےا عمال کو آگے ڑھا سکتا ہے ، یہاں پر بھی آیت اس و شامل نہیں ہے اور تنہا مورد آیت"حصر" وہ جگہ ہے کہ احرام کے بعد نا آگاہ کوئی داخلی یا خارجی مانع پیش آجائےاور اس کو بر طرف نہ کر سکے ، یا انتظار

کرے یہاں تک ک ہبر طرف ہو جائے کہ اس صورت میں مکہ یا منیٰ قربانی بھیج کر اور اس کے بعد حلق کر کے احرام سے باہرا آجائے گا۔

مسئلہ۱۱۔ ظاہراً حلق قربانی کے قربانگاہ مکہ یا منیٰ میں پہنچنے کے بعد کافی ہے، اگر چہ ذبح سے پہلے حلق کرے، کیوں کہ اس آیت میں "حتی یبلغ الھدی محلہ" فرمایاہے: یہاں تک کہ قربانی اپنی منزل کو پہنچ جائے (۱)لیکن احتیاط شدید اس میں ہے کہ ذبح کے بعد حلق کرے۔

البتہ قربانی بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ قربانی اس کے حساب میں مکہ یا منیٰ میں معین ہو جائےخواہ بھیج کر ہو یا اس کا وکیل مکہ یا منیٰ میں خریداری کرے، خصوصاً اگر جہاں پر ہےوہاں فراہم نہ کر سکےیا وہاں سے نہ بھیج سکے، اورا س صورت میں کہ اس قربانی کا مکہ یا منیٰ میں کوئی مصرف نہ وہ انہیں دستورات پر عمل کرے جو قربانی کی بحث میں گزر چکے ہیں اور یہاں پر کم سے کم یہ ہے کہ آخری ذی الحجہ تک حلق اور قربانی میں تاخیر کر سکتا ہے، خواہ اپنی جگہ جہاں محضور ہوا ہے اتنی مدت رہے یا نہ رہے۔

مسئلہ۱۲۔ان موارد میں سے کسی جگہ بھیتقصیر حلق کی جگہ نہیں لے سکتی ہے، کیوں کہ نصوص آیت کے مطابق اگر معذور ہےفدیہ روزہ یا صدقہیا قربانی دے،خواہ احرام عمرہ مفردہ میں ہو کے سعی کے بعد حلق وتقصیر کے درمیان مخیرتھا یا حج تمتع کہ کبھی مخیر تھا اور کبھی صرف حلق یا ہر صورت میں یہاں کہ محضور ہے اس کاحکم بھی حلق میں محضور ہے ورنہ فدیہ نہ تقصیر۔

مسئلہ۱۳۔حالت اختیار میں قربانی حج کے بر خلافکہ قربانی نہ ملنے یا عاجز ہونے کی صورت مٰندس دن روزہ اس کی جگہ وظیفہ شرعی ہے ، یہ قربانی جو حالت اضطرار میں ہے ظاہراً اس کا کوئی بدل نہیں ہے ، اگر چہ بعض روایات کے مطابق لازم ہے کچھ روزہ رکھے کہ ظاہراً ایک دن بھی کافی ہے۔

لہذا اگر اس کے لئے نہ قربانی میسر ہے اور نہ قیمت اس کے بس میں ہےیعنی دونوں پر قادر نہیں ہے، معلوم نہیں ہے کہ صرف حلق سے احرام سے باہر ہو سکتا ہے ، مگر ناچاری کی صورت مٰن کہ اگر ممکن ہے عمرہ مفردہ سے بدل دے اور اس کو ملکمل کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہیں ہےاور آخری وقت عذر کے برطرف ہونے کی بالکل امید نہیں رکھتا صرف حلق اور ایک دن روزہ رکھ کر کے احرام سے خارج ہو شرط یہ ہے کہ محضور ہونے سے پہلے گرفتار یا بیامر ہونے سے پہلےمحرم ہوا ہے۔

مسئلہ۱۴۔ اگر بیماری یا سر میں تکلیف کی وجہ سے حلق نہ کر سکےاطلاق آیت فدیہ کی رو سےروزہ یا صدقہ یاکوئی بھی پوشیدہ عبادت کافی ہے، شرط یہ ہے کہ آخر تک بہبودی کی کوئی امید نہ ہو، ورنہ لازم ہے صبر کرے اور آخری و قت میں اگر بہبودی حاصل نہ ہو ان تینوں کے درمیان حلق کے بدلے مخیر ہے۔

مسئلہ۱۵۔ آیت "حصر" کے اطلاق بدوی کے مطابق یہ حکم عمومی ہے اور سب کو شامل ہے خواہ اس کا بقیہ اعمال رکن ہوں یا نہ ہوں، قابل نیابت ہوں یا نہ ہوں، نائب اختیار کرنے کا امکان ہو یا نہ ہو، لیکن تھوڑے سے سمجھ میں آتا ہے کہایسا اطلا ق موجود نہیں ہے کیوں کہ"فان احصرتم" یعنی اگر تکمیل حج یا عمرہ سےممنوع اور معذور ہوجاؤ غیر وقوفین میں کہ نیابت صحیح ہے ، بیتوتہ منیی کو نیابت کے قابل نہیں ہے ساقط ہے، لہذا"حصر" سے قدر متیقن یہ ہے کہوقوفین سے پہلے ہو کہ اگر بقیہ اعمال جو چیز نیابت کے قابل نہیں ہے ساقط ہے، اورا س ترتیب سے قربانی بھیجنے کے بعد حلق کے ہمراہ اپنےا حرام سے باہر نکل آئے گا،اور طواف زیارت اور اس کی سعی نیز طواف سناء کے لئےؐصورت امکان نائب اختیار کرے۔

مسئلہ۱۶۔تنہا اس صورت میں عمرہ مفردہ سے تبدیل کر سکتا ہے کہیا حج اور عمرہ تمتع کا وقت گزر گچکا ہے، یا آخری وقت تک م،انع بر طرف ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔

مسئلہ۱۷۔ اگر کسی محرم کو قرض کی وجہ سے حج یا عمرہ کو تمام کرنے سے روک دیا جائے ، بصورت امکان پرداخت واجب ہے ، اپنے قرض کو ادا کرے اور اپنے اعمال کی تکمیل کے لئے آزاد ہو اور قربانی وحلق سے ہرگز احرام سےباہر نہ ہوگا ،مگر یہ کہ امکان پرداخت قرض نہ ہو، کیوں کہ امکان پرداخت کی صورت میں کوئی حصر درکار نہیں ہے۔

مسئلہ۱۸۔اگر تکمیل اعمال سے روکنا اور منع کرنا بلا وجہ یا ظلم کی وجہ سے ہو یا ایسے مال کے لئےء ہے کہ شرعاً مقروض نہیں ہے جیسے ظالمانہمالیات ، بعید نہیں ہے کہ امکان پرداختاور رکاوٹ ختم ہونے کی صورت میں چونکہ استطاعت حاصل ہے واجب ہے مانع کو برطرف کرے ، اگر چہ آیہ حصر میں عمومیت ہے اور امکان رفع حصر(منع) اور عدم امکان دونوں صورتوں میں کو شمال ہے کہ صرف "فاذا آمنتم" جس وقت امن وامان حاسل ہو جائے، لیکن یہ صرف عدم دلالت ہے اور آیہ استطاعت اس بارے میں مقتضی وجوب پرداخت ہے، اور صرف جو حصر رفع استطاعت کرتا ہے مورد آیہ حصر ہے۔

مسئلہ۱۹۔ اگر گم ہو جانے کی وجہ سے یا اس کے مال کے چھن جانے کی وجہ سے تکمیل اعمال سے معذور ہو بعید نہیں ہے دوسرے معذورین کی طرح یہ آیت اس کو بھی شمال ہو، مثلاً مکہ میں ہے اور عرفاً ت ومشعر جانے کے لئے اس کے پاس پیسہ بقدر کافی نہیں ہے ظزہرا یہاں پر محبوس اور بیمار کی طرح قربانی وحلق سے احرام سے باہر آجائے گا لیکن مقتضائے احتیاب بلکہاظہر ی ہے کہ عمرہممفردہ سے تبدیل کرے اور مکہ میں اپنےاعمال کو ملکمل کرے اور روز عید سعی اور قربانی بھیجنے کے بعد اپنا سر مونڈےتا کہ دونوں حکم کے درمیان جمع ہو۔

مسئلہ۲۰۔ اگرو قت گزرنے سے پہلے شرائط کے ساتھ قربانی و حلق کو ناجام دیا اور اس کے بعد منع ہو گیا اور ابھی بھی وقت باقی تھا واجب ہے خود کو محرم جانتے ہوئے اپنے اعمال کوجاری رکھے ، لیکن امکان کی صورت عید سے پہلے

قربانی اور حلق کو انجام نہیں دے سکتا ، کیوں کہ محل قربانی۔ قربانی کی جگہ اور وقت۔

وہی منیٰ مینروز عید ہے ، کیوں کہ غیر منیٰ اور غیر روز عید قربانی حج کا بالکل محل نہیں ہے ، صرف عدم امکان کی صورت میں جس میں قربانی وحلق کو روز عید پر مقدم کر کے احرام سے باہر آآکر مصافرت کر سکتا ہے۔

مسئلہ۲۱۔ حکم حج افسادی جو پہلے والے حج کو فاسد کرنے کا کفارہ ہے،حج اصلی کی طرح لاز ہےانہیں گذشتہ وظائف پر حصر کی صورت میں عمل کرے ۔

مسئلہ۲۲۔ جو ہمارا اپنا حج یا عمرہ پورا نہیں کر سکتا خارجی مانع کے انہیں گزشتہ شرائط کےساتھ احرام سے خارج ہوسکتا ہے، لیکن نصوص کے مطابق صرف زن ومرد ایک دوسرے پر بقیہ اعمال بجا لانے تک حرام رہیں گے ، البتہ اس صورت میں کہ اس کا سال استطاعت گزر چکا ہے ، لیکن اگر یہی اس کی استطاعت کا سال اول ہے ، عورت بھی اس پر حلال ہو جائے گیاور پہلی صورت مُناگرس ال آئندہ خود بقیہ اعمال بجا لاس کا کہ کیا کہنا ، ورنہ ظاہراً کافی ہے کہ ایک نائب بھیجے۔

اورا گرا س کا حج واجب اصلی نہ تھا ظاہراً یہی سال کافی ہے کہ طواف نساء کے لئے نائب اختیار کرے اور کافی ہے ، بنا بر این اس صورت میں زن ومرد ایک دوسرے پر حرام ہیں کہ پہلے سے حجۃ الاسلام اس پر واجب تھا اور اب بیماری میں مبتلا ہوگیا ہے۔

مسئلہ۲۳۔ چونکہ حکم محضور حکم ارفاقی اور اضطراری کی صورت میں ہے موارد اضطرار میں منحصر ہوگا، بنا بریان جیسا کہ گزرا لاز ہے قربانی بھیجے اور سر مونڈنے میں اس کی اوقات کی رعایت کرے ، کہ عمرہ تمتع میں روز نہم ذی الحجہ اور اس کے حج میں نیز حج کی تمام قسموں میں روز عید ، اور عمرہ مفردہ مُناَخری دن کی کہ ٹھہر سکتا ہے، رعایت ہوتاکہ صرف قربانی اور سر مونڈنے سے احرام سے خارج ہو کر وطن واپس الس کے۔

اور جیس اکہملکررگزرا محل قربانی ، قربانی کا وقت اور اس کی جگہ ہے اور آیت "ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ"کی رو سے اسولا سر مونڈ کر محل نہیں ہوسکتا ہے ، مگر یہ کہ قربانی اپنی منزل کو پہونچ جائےاور حالات اختیار واضطرار کے اختلاف کے مطابق اس محل قربانی کے کئی مرحلہ ہیں :

۱۔ بصورت امکان قربانی حج کو روز عید منیٰ بھیجے اور قربانی عمرہ کو اس کے تمتع مینروز نہم ذی الحجہ اور اس کے افراد میں آخری فرصت کے لئے کہ اس کی امید کا آخری مرحلہ ہےمکہ بھیجے ، اور ذبح کے بعد یا بھیجنےکے بعد حلق کرے اور محل ہو جائے ۔

۲۔ اگر بھیجنے سے معذور ہے اور قربانی کا محل : مکہ ۔منیٰ ۔ مقدور نہیں ہے اسی جگہ جہاں محصور ہوا ہے مخصوص اوقات کی رعایت کرے ذبح اور اس کے بعد حلق کرے۔

۳۔ اگر یہ بھی نہوا لازم ہےمقررہا وقات سے پہلے سفر کرے قربانی کا محل بلحاظ ظرف ملکان اسی جگہ بلحاظ ظرف زمان اس کے توقف کی آخری فرصت ہے۔

۴۔ اگر قربانی بالکل سے میسور اور میسر نہیں ہے نہ ارسال کرنا ،خود قربانی اور نہ اس کی قیمت ، لازم ہے حلق کےلئے گزشتہ ترتیبوں کی رعایت کرے۔

۵۔ اگر بیماری یا سر میں تکلیف کی وجہ سے حلق سے معذور ہے مطابق نص آیت روزہ یا صدقہ یا عبادت کا فدیہ جو ان میں سے ایک حلق کی جگہ ہے جس کو حلق کے وقت مینانجام پانا چاہیئے اور یہ آخریا س کے لئے کبھی بھی نہ ہونا نہیں ہے ،کیوں کہ اگر ورزہ وصدقہ سے معذور ہو،"نسک" سے تھوڑی سی عبادت ہے ،ہرگز مقدور نہیں ہے ۔

مسئلہ۲۴۔ شخص محصور بصورت امکان مخیر ہے اس کے درمیان کے محصور کے حکم پر عمل کرے، جیس اکہ مقتضائے آیہ حصر ہے ، یا عمرہ مفردہ

میں تدبیل کر دے کیوں کہ ادلہ کے مطابق عمرہ مفردہ میں تبدیل کرنا اس کا حکم ہے جو حج جاری رکھنے سےمعذور ہو،اور طبعاً یہ تخییر غیر عمرہ مفردہ میں یے کہ صرف حج اور عمرہ تمتع مین امکان پذیر ہے، مثلاً عمرہ تمتع میں اگراگڑ صبر کرنا چاہے اس کا وقت گزر جائے گا کہ یہاں پر ع،رہ مفردہ میں تبدل کر سکتا ہے اور قربانی وحلق سے احرام سےخارج بھی ہوسکتا ہے۔

اور شاید آیہ حصر سے ایسا لگتا ہے کہ قربانی وحلق کی طرف انتقال وہاں پر ہے جہاناتمام حج یا عمرہ سے بالکل سے معذور ہو، اگر چہ عمرہ یا حج تمتع کے عمرہ مفردہ سے تبدیل ہونے کے وسیلہ سے ، کہ یہ خون ان کے اتمام کا دوسرا رتبہ ہے اور بعید نہیں ترتیب اس طرح سے ہو:

١۔ بصورت امکان خود حج یا اپنے عمرہ کو تکمیل کرے۔

٢۔ اگر قابل نیابت اعمال کو حصر کی وجہ سے نجام نہ دے سکے نائب اختیار کرے۔

٣۔ اگر یہ بھی نہ ہوا گزشتہ پنجگانہ ترتیبوں کے مطابق عمل کرے ، کیوں کہ قربانی و حلق کی طرف منتقل ہونے کا حکم ارفاقی ہے اور سہولت کےلئے ہے اور ارفاق وتسہیل صرف حالت ضرورت میں احرام سے گلو خلاصی کے لئے ہے۔

مسئلہ٢۵۔ جو حج یا عمرہ سال آئندہ تجدید کا متقاضی ہو، واجب ہے اس کو تجدید کرے ، نہ یہ کہ حج قران کے بدلے افراد کو یا ان میں سے کسی ایک کے بدلے تمع کو، یا تمتع کے بدلے حج قران یا افراد کو تجدید کرے۔

تقیہ:

چونکہ ملک حج مسلمانوں کی وحدتا ور ھماھنگی کا ملک ہے لازم ہے کہ اس عظیم اسلامی کانفرنس میں شرکت کرنے والےحتی الامکان وحدت ومحبت کی رعایت کرتے ہوئےان اختلافات کو ختم کریں جو عداوت یا قلق محبت کا باعث ہے۔

اصولاً تقیہ معین موارد میں منحصر نہیں ہےتمام درگیریوں اور نا ھماھنگیوں میں کہ تمام واجبات پر عمل نہ کیا جاس کے ، ہر ظرف زمان وملکان مینمختلف چہروں کےساتھ موجود ہے۔

"تقیہ" نوعاً جو لوگ گمان کرتے ہیں اس کے گر خلاف نہ سنیوں سے تصادم میں منحصر ہےاور نہ تنہا دشمنوں سے خوفا ورجان کی حفاظت کے مواقع پر ہے تقیہ : وہی تقویٰ پرہیز گاری اور نگہبانی کے معنی میں ہے ، زشت چیز سے پرہیز اور نیکی وشائستگی کی نگہبانی وحفاظت ، علاہو اس کے کہ تقویٰ میں تقیہ سے زیادہ عمومیت ہے ، تقویٰ پرہیز گاری کی تمام انواع کو شامل ہے، خواہ آزادیا ور عدم مانعت کی حالت میں ہوا یا دشمن اور مخالف سے درگیری کی حالت میں تمہارا تقویٰ حدود مصلحت میں محدود ہوگا ، لیکن دیگر حالات میں اصلاً مزاحمت نہیں ہے تمہارا تقویٰ مطلق ہونا چاہیئے

آیا ت تقویٰ دونوں صورت کو شامل ہیں ، لیکن آیت" فاتقوا اللہ ماستطعتم " کی طرح (جس طرح کر سکتے ہو خدا کا تقویٰ اختیارکرو) ظاہراً حالت درگیری پر نظر ہے اور آیت"فاتقوا اللہ حق تقاتہ" خدا کا تقویٰ اختیار کرو جو اس کا قتویٰ اختیار کرنے کا حق ہے ، ان موارد پر نظر رکھتی ہے جاں درگیری ومزاحمت نہیں ہے اور تقیہ میں صریح آیتصرف آیت"الا ان تتقوا منہم تقاۃ" ہے، مگر ان سے پرہیز کرو اگر اسلام کو قدرت مطلقہ حاصل ہو اور حکومت ، ھکومت حقہ ہو طبعاً مسلمانوں کا وظیفہ تقوائے مطلق ہے، ارو اگر ستملکاروں کی حکومت ہے طبعاً تقیہ کے علاہو کوئی چارہ نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے"التقیۃ واجبۃ لا یجوز ترکھا الی ان یخرج القائم" تقیہ واجب ہےا سکا ترک کرنا تا ظہور حضرت حجت(عج) جائز نہیں ہے اور یہ جو بہت ساری احادیث مینہم کو تقیہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ خود درگیری ارو ناچاری کے موارد

سے مخصوص ہے کیوں کہ"التقیۃ دینی ودین آبائی" "لا ایمان لمن لا تقیۃ لہ""وان تسعۃ اعشار الدین فی التقیہ" تقیہ میرا ور میرے آباؤ واجداد کا دین ہے ، جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے پاس دین نہیں، ۱۰/۹ دین تقیہ میں ہے یہ سب دشمن سے تصادم یا مزاحمت یا اہم تر مصلحت کی حفاظت کی حالت میں ہے۔

ورنہ تقیہ کا کوئی مورد نہیں ہے، جیسا کہ حکومت حضرت حجت (عجل اللہ فرجہ) میں کہ اس تابناک دور مینمومنین کے لئےامن وامان مطلق کارفرما ہے ، تنہا تقیہ دوسروں سے مخصوص ہوگ کہ جن کے پاس الہی حکومت حقہ میں مومنین سے هماهنگی اور صلح وآشتی کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے ،اوحدیث میں ہے کہ "تقیہ حکومت حضرت مکہدی میں اٹھا لیا جائےگا"

اس اصل کی بنیاد پر ہر زمانے میناور ہر زمین پر تقیہ اپنےمختلف چہروں کےس اتھ موجود ہے ، کہ نا گزیر اہم تر واجب اور بڑے حرام کو ترک کرنےکے لئے چھوٹےواجب کو ترک اور چھوٹے حرام کو انجام دو ، کہ یہ دونوں درگیری اور ناچاری کی حالت میں وجوب وحرمت سے ساقط ہوجاتے چھوٹے بڑے پر فرمان اور بڑا اپنے سے بڑے پر قربان ہوجاتا ہے۔

بنا بر ایں تقیہ کل کا کل سکوت اور ظالم سے صلح ووآشتی اور معرکہ سے عقب نشینی نہیں ہے، کبھی مصلحت کا یہی تقاضا ہے اور کبھی فریاد بلند کرنا اور ظالم سے ٹکرانا اور خونین معرکہ مینوارد ہونا ہے۔

مثلاً صلح امام حسن(علیہ السلام)بمقتضائے تقیہ تھی اور جنگ امام حسین(علیہ السلام) بھی تقیہ تھی مکہ میں پیغمبر اسلام کا تیرا سالہ سکوت اور مدینہ میں آپکا مسلحانہ قیام دونوں تقیہ تھے، پیغمبر کے ہمراہ آغاز کار مین اور آپ کے پانچ سالہ حخومت مینحضرت علی (علیہ السلام) کا قیام تقیہ تھا اور اسی طرح ۲۵ سال کی مدت میں آپ کا سکوت بھی تقیہ تھا،

ان تمام جنگوں اور صلحوں میں جو چیز بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ مہم کو گنواں کر اہم کی حفاظت کرناہے ، جہاں پر خونریز تصادم ہے وہاں پرہدف اسلام کی حفاظت اور بقا ہے اگر چہ اس راہ میں مسلمانوں کا خون بہے، یہاں تک کہ حسین(علیہ السلام) اور آپ کے اعزاء واقرباء اور اصحاب وانصار کو جام شہادت نوش کرنا پڑا کیوں کہ اسلام کی جان اہم ہے اور حسین کی جان مکہم ہے اور مکہم اہم پرت قربان ہوجاتا ہے اور یہی تقیہ ہے۔

اور جہاں پر صلح وسکوت ہے سستی وضعف نہیں ہے ، بلکہ یہ خود اسلام کی حفاظت کا دوسرا وسیلہ ہے، اگر پیغمبرا سلام تیرہ سال ملکی زندگی خاموشی اور تحمل کے ساتھ بسر نہ کرتے اصولاً محمد اور مسلمانوں کا نام ونشان بھی نہ رہتا کہ اسلام زندہ رہے، اور رفتہ رفتہ قوی ہو اورمدینہ کی دفاعی جنگیں نہ ہوتیں تو دشمن کے سرد وگرم پے در پے حملوں سے اسلام کی تشکیلات کا خاتمہ ہوجاتا، اور اسی طرح زندگی کے تین مرحلوں میں حضرت علی (علیہ السلام) کی صلح وجنگ اور صلح امام حسن

اور جنگ امام حسین(علیہما السلام) کہ یہ سب کچھ اسلام کی راہ میں ایثار اور قربانی اور اساس اسلام کی نگہبانی اور حفاظت کے پیش نظر تھا۔

ظاہر بین افراد جن کی عقلیں ان کی آنکھوں میں ہوتی ہیں وہ دو متناقض چہروں کو دیکھتے ہیں لیکن جو لوگ اسلام کی بنیادی مصلحت کی نظرسے ان حوادث کو دیکھتے ہیں نہ تنہا اس صلح وسکوت کوذلت و خواری نہیں جانتے بلکہ بہت سخت اور ناگوار جانتے ہیں کہ علی (علیہ السلام) جیسا شجاع زہرائے مرضیہ کی توہین پر سکوت کرے اور کل قرآن وحدت اور اسلامی مصلحت کی حفاظت کی خاطر نہ تنہا سکوت کرے بلکہ خلفاء کو ان کی غلطیوں اور خطاووں کی طرف بھی متوجہ کرے۔

امام حسن(علیہ السلام) جیسا دلیر آدمی خون دل پی کر صلح کرے اور اگر امام حسین (علیہ السلام) کو بھی انہیں حالات کا سامنا ہوتابے کم وکاست وہی موقف اختیار

کرتے اور امام حسین (علیہ السلام) بھی اگر امام حسن کی جگہ ہوتے تو وہ بھی صلح فرماتے اور دونوں خونچکاں تھیں لیکن وہ حسن کے دل پر اور یہ حسین کے جسم پر۔

یہاں پر ہم اس حدیث کا مطلب کہ جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے پاس ایمان نہیں ہے، بخوبی واضح ہو جاتا ہے ؛کیوں کہ مومن ان گیر و دارمیں نہ بالکل لا پرواہ رہتا ہے اور نہ ہی اس کی حفاظت میں خود سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے کہ دونوں ہی بر خلاف ایمان وعقل ہیں، بلکہ ان موارد میں عقل وایمان کا لا زمہ ہمیشہ اہم واجبات کی حفاظت اور بڑے محرمات کو ترک کرنا ہے کہ قطعا شرائط وحالات اور مزاحمتوں کے اختلاف کے مطابق مختلف چہرہ اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ ا سلامی جنگ وصلح جو صورت میں بالکل متضاد اور دو الگ چہرہ ہیں دونوں ہی اپنے اپنے اقتضا سے تقیید ہوجاتے ہیں ۔

باب تقیہ میں ایک عمومی قاعدہ مسلمانوں کے اجتماعی مصلحتوں کوذاتی اورانفرادی مصلحتوں پر مقدم رکھنا ہےاور فردی مصالح میں بھی جان کو دوسری تمام چیزوں پر مقدم رکھنا ہے۔

اصولاً نوامیس پنجگانہ: ۱۔ دین ۲۔ جان ۳۔ عقل ۴۔ عرض وآبرو ۵۔ مال ، میں ان کی اجتماعی مصلحتیں ان کی فردی مصلحتوں پر ہمیشہ مقدم ہیں مگر یہ کہ ردی امتی کی طرح ارزش منداور ارجمد ہو۔

جیسا کہ خود یہ پانچواں ناموس مذکور بالا شمارہ کی ترتیب سےایک دوسرے پر مقدم ہیں اورٹکراواوروتصادم کے مواقع میں سے ہر ایک دوسرے پر مقدم ہیں اور ہر اجتماعی خود اس کے مانند فردی مقدم ہے اور کلی طور پر دقیق اسلامی نقطہ نظر سے مصلحتونکا موازنہ کیا جائےاور جو مصلحت سب سے زیادہ اہم ہوہمیشہ اس کی رعایت اور یہ خود تقیہ ہے: "مہم " سے ہاتھ دھو کر اہم کی حفاظت کرنا"اور تقیہ

کے تمام موارد میں حق وباطل کا ٹکرا ؤ ہے اور لشکر خدا کی لشکر شیطان سےجنگ ہے، یا ہر طرح کی مزاحمت جو انسان سے آزادی مطلق کو سلب کرتی ہے۔

لہذا تقیہ غیر جانب دار ہونا ،لاپرواہ رہنااور معرکہ حق وباطل میں بے جان رہنا نہیں ہے کہ کوئی قدم ہی نہ اٹھاؤ، کوئی اقدام نہ کرو،زبان مت کھولو، گھر میں بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ سارے ا صلی اور بگڑے ہوئے کاموں کو درست کرے،

نہیں! بلکہ تقیہ خود اسلامی سپاہیوں کی حالت نگہبانی ہے کہ حتی المقدور اصلی پرچمداراسلام کی غیبت میں گوناگوں جست وخیز اور گریز سے اسلام کی اصلی بنیادوں کی نگہبانی کریں اور ہمیشہ اس کی طرفداری اور جانبازی کے لئے تیار رہیں،

مثلاً ایران کی موجودہ نا گفتہ بہ اور نا ہموار حالات میں تقیہ کے اقتضاسے اسلام کی حفاظت کرناہے جوا س منحوس شاہی نسل اورخانوادوں کے پے در پے حملوں اور ضرب لگانے سے بے جان ہو گیا ہے ، اس کا تقاضا انقلاب برپا کرنااور عمومی بغاوت ہے تاکہ مرکزکو بالکل سے مفلوج کر دیں اور نیم جان اسلام کو مٹھی بھر استعمار کے نوکروں کے چنگل سے رہائی دلائیں اوراس کو نجات بخشیں۔

یہاں پر مقتضائے تقیہ روح اسلام کی حفاظت کےلئے جان کی بازی لگانا ہے، اور" لاا یمان لمن لا تقیۃ لہ" کا مطلب یہاں پر اس شخص سے ایمان کی نفی ہے جو اسلام کی حفاظت ا ور نگہبانی کے لئے اپنی جان کی بازی نہ لگائے ، اب ہم گفتگو کا رخ ملک حج کی طرف موڑتے ہیں ، ملک حج جو رمز وحدت اور توحیدکا مرکزاور اس کی جائےپیدائش ہےلہذا اسلامی وحدت کی حفاظت کے لئے تمام مسلمان اقلیتوں پر خود کو اس مسلمان اکثریت کی موج میں ضم کر نا واجب ہے نیز اپنے کو علیحدہ نہ جانیں ، نماز جدا، اجتماعات جدا،معاملات جدا، ہرگز نہیں! بلکہ یہاں پر دشمنان اسلام کے خلاف جو عداوت و اختلاف کی آگ کو ہمیشہ اپنے مسموم قلموں سےشعلہ ور کرتے رہتےہیں اور مختلف طریقوں سے رائی کا پہاڑ بنا نے کی کوشش کرتےہیں ا ور معمولی سے فلسفی ،فقہی اور ذوقی اختلافات سے مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ

شگاف پیدا کرد یتے ہیں لہذاان کے اور اپنے داخلی دشمنوں کے خلاف وحدت کے استحکام اور اپنے درمیان کامل اتحاد واتفاق کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خدا نے بھی مشعر الحرام کی بھیڑ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:" اس کے بعد لوگوں کےساتھ سیلاب کی طرح مشعر الحرام سے منیٰ کی طرف کوچ کرو" کہ اگر ثبوت ہلال کے اعتبار سے اختلاف رکھتے ہوتویہ اختلاف کی جگہ نہیں ہے بلکہ اقلیتیں اکثریت میں گم ہو جائیں،

طبعاً ان مقدمات سے روشن ہو جاتا ہے کہ تقیہ صرف مخالف سے خوف کی صورت میں نہیں ہے، بلکہ محبت کے لئے بھی ہے؛کیوں کہ ہر مخالف سے بدتر عداوت اور ترک محبت اور قلبی رابطہ کی کمی ہے۔

تم اگر مسجد الحرام یا مسجد النبی یا ملک حج کی کسی بھی مسجد میں ہواور نماز کا وقت ہوگیا تو خوف کے باعث مثلاً ان کی صفوں میں نماز پڑھنا واجب ہے ۔

اسی طرح اگر ان مساجد کے باہر ہوئےتو مناسب ہی نہیں بلکہ خود کو نماز جماعت میں شرکت کے لئے حتی الامکان پہنچا نا لازم ہے کہ وہ " تقیہ الخوف" اور یہ " تقیۃ الحب " ہے کبھی ان کے ساتھ تعاون ا ور ہم آ ہنگی جان اور آبرو کی حفاظت کے لئے ہے اور کبھی محبت میں اضافہ اور اس کی حفاظت وبقاء کے لئے اور اگر یہ لوگ دیکھیں اور جانیں کہ تم اوقات نماز میں باہر سے مسجد کی طرف دوڑ ے ہو اصولاً تمہاری نسبت ان کی فکر بدل جائے گی اور یہ جو کہتے ہیں کہ تم لوگ تقیہ کی وجہ سے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہو یہ بات ختم ہو جائے گی۔

مسجد الحرام اور مسجد النبی میں نماز:

متعدد احادیث کی رو سے نماز کے لئے مقدس ترین نقطہ (دروازہ کعبہ اور حجر الاسواد کے درمیان)حطیم ہے اور اس کے بعد مقام ابراہیم کی پشت پر اور اس

کے بعد حجر اسماعیل اور آخر میں کعبہ سے جس قدر بھی نزدیک ہو اور مسجد الحرام میں فرادیٰ نماز پڑھنا مسجد الحرام کے باہر باجماعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے ۔

جیسا کہ کافی نے ایک جماعت سےاس نےسہل سےاور انہوں نےبزنطی سے روایت کی ہے کہ انہوں نےحضرت رضا(علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ مکہ کے گھروں میں نماز جماعت افضل ہے یا مسجد الحرام میں نماز فرادیٰ ؟آپ نے فرمایا: مسجد الحرام میں فرادیٰ (البتہ مراد وقت جماعت کے علاوہ دوسرے اوقات میں) اور من لایحضره الفقیہ میں رسول خدا سے روایت ہے کہ میری مسجد میں نماز ہزار نما زکی طرح ہے مسجد الحرام کے علاوہ کہ میری مسجد میں ہزار نماز کی طرح ہے ۔١

)بحار الانوار ،ج٨، ص١٠، ،وافی باب دوم)

نتیجہ یہ ہو اکہ مسجد الحرام میں ایک نماز دوسری جگہوں میں دس لاکھ نماز کی طرح ہے ۔

اگر چہ متعدد دوسری روایات میں ہے کہ مسجد الحرام کی نماز کی فضیلت ایک لاکھ نماز کی طرح ہے اور شاید دونوں طرح کی روایت کے درمیان جمع کی صورت یہ ہو کہ اگر مکہ کی دوسری تمام جگہوں سے موازنہ کریں تو ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور دنیا کی تمام جگہوں کے برابر میں دس لاکھ کے برابر ہے۔

یہ نماز فرادیٰ کی نسبت ہے، لیکن نما زجماعت ، متعدد روایات کی رو سے ہر ماموم کی تعداد کے برابر اس فضیلت کی تکرار ہوتی ہے کہ اگر ہزار لوگ جماعت سے مسجد الحرام میں نماز پڑھیں ہزار ملین (ایک کروڑ) ا ور اگر ایک ملین ۔ اوقات حج کی مانند۔ جماعت میں شرکت کریں تو ہر واجب نماز ان ایک ملین افراد کے ساتھ(١٠٠٠٠٠٠/١٠٠٠٠٠٠) ایک ملین ضرب در ایک ملین فضیلت رکھتی ہے ۔

بناء بر ایں جماعت کی یہ نمازیں چہ جائیکہ وہ فرادیٰ نماز جو مسجد الحرام کے باہر مکہ میں پڑھی جاتی ہے ، اگر خلاف تقیہ نہ ہو تو اس کا ثواب مسجد الحرام میں پڑھی جانے والی نماز سے ہزاروں گنا کم ہے اور یہاں پر ان ائمہ جماعت سے جو

اپنی جگھوں پر جماعت قائم کرتے ہیں سوال کرنا چاہیئے کہ اس طرز اور روش میں کس کی پیروی کرتے ہیں؟ خدا ان سب کی ہدایت کرے !

حضرت صادق(علیہ السلام) سے مشہور حدیث میں ہے کہ "من صلی معھم فی الصف کمن صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول ۔ ۔۔ کالشاہر سیفہ فی سبیل اللہ" جو شخص ان کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھےتو وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے رسولخدا کے ساتھ نماز پڑھی اورا س شخص کی مانند ہے جس نے خدا کی راہ میں تلوار کھینچی ہے !

کیو ں؟ اس لئے کہ مسلمانوں کی صفوں اور ان کے درمیان اتحادو اتفاق کی محافظ ہے کہ یہ خود کامیابی کااہم ترین راز ہے اور رسالت محمدی کی پہلی صف میں قررا پاتی ہے اور خود شمشیر براں ہے جو عداوتوں کو ختم کرتی اور اختلاف پیدا کرنے والے کو اپنے خون میں نہلاتی ہے۔

اس سب کے ہوتے ہوئے کون سا مرجع یا مجوز ہے کہ نماز جماعت ا لگ الگ گروہوں اور پارٹیوں کی جگھوں پر تشکیل پائے،علی الخصوص زیب وزینت کے ساتھ میکروفون سے "اشھد ان علیا ولی اللہ " کی آوازان کے کانوں میں پھونچائیں کہ وہ اور زیادہ مشتعل ہوں!

اگر یہ ائمہ اور ان کے مامومین بہت زیادہ مقدس اور عاقل ہیں، اسلام کےبہی خواہ ،ہمدرد اور مصلحت اندیش ہیں توکیاخود امام علی(علیہ السلام) سے بھی برتراور اعلی ہیں؟ علی نے پچیس برس خلفاء کے ساتھ نماز پنجگانہ پڑھی اور تین بیٹوں کے نام ابو بکر، عمراور عثمان رکھےاور اس کی وجہ صرفاورصرف اسلامی مصلحت اورمسلمانوں کے درمیان اتحاداور اتفاق کے لئے تاکہ اس زمانے کے ابو جہل اور ابو لہب سوء استفادہ نہ کریں اور ان کے درمیان اختلاف کے بیج نہ بوئیں تو پھر ہم ان باتوں کا خیال کیوں نہ رکھیں اور ان مسائل کی رعایت کیوں نہ کریں ؟

بھائیوں اور بہنوں! یہ ملک حج ہے ، اسلام کی نمائش گاہ ہے، آئیے خدا کے لئے خصوصی اور فرعی مسائل کو علیحدہ کر کے اور اپنے ائمہ کے حکم سے اپنی صفوں کو ان کی صفوں میں ملا دیں اور اختلاف وعداوت اور غیریت کے سارے مظاہر سے دوری اختیار کریں ۔

آج جوزبان اور جو قلم مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے والی باتیں کہہ رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں اس زبان کو کاٹ دینا چاہیئےاور اس قلم کو توڑ دینا چاہیئے ، آپ عالمانہ اور عاقلانہ اور مؤدبانہ رفتار انتہائی درجہ حلم وحوصلہ کے ساتھ ان تمام بڑے بڑے شکافوں کو پر کر سکتے ہیں اور وحدت اسلامی کے پرچم کو عزت وشوکت کے ساتھ اس طرح بلند کر سکتے ہیں کہ دوسروں کے دم گھٹ جائیں۔

شیعہ بھائیوں! میں یہ نہیں کہتا کہ سنی ہوجاؤ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ جعفر بن محمد(علیہما السلام) کے فرمان کے مطابق یہاں پر شیعہ گری کامظاہرہ نہ کرو، جو چیزشیعہ سےاختصا ص رکھتی ہے اور جس کا انجام دینا واجب یا مستحب ہےوہ یہاں پر بحکم ائمہ حرام ہے ؛ کیوں کہ تقیہ حب وبغض کے خلاف ہے۔

اور اب چند مسائل:

مسئلہ۱۔ اگرآپ نماز کےوقت ان کے درمیان ہوں ، اور کیا خوب کہ مسجد الحرام یا مسجد النبی میں ہو ں تویہاں پر تمہارا مسجدسے باہر جانا حرام اور ان کی نماز میں شرکت کرنا واجب ہےاور اگر باہر ہوتو حتی المقدور خود کو ان کی جماعت میں پہونچاؤاور کیا اچھا ہوتا کہ نماز کے وقت گروہ گروہ مسجد الحرام یا مسجد النبی میں وارد ہوں کہ خود جماعت میں شرکت کا ایک خوبصورت چہرہ ہے ۔

مسئلہ۲۔ ان بھائیوں کی نماز جماعت میں اگر نماز فرادیٰ پڑھو اور وہ سمجھ جائیں کہ تم جماعت کےساتھ نہیں پڑھ رہے ہوتوآپ کی نماز باطل ہے اور اگر جماعت کے بعد اس کا اعادہ کرو اور وہ سمجھ جائیں کہ اعادہ کر رہے ہو تو بھی باطل ہےاور مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ نماز مغرب کو جماعت کی نیت سے پڑھو اور بعد میں

ایسے مناسب وقت میں کہ معلوم نہ ہو کہ اعادہ کر رہے ہو تو تکررا کرو، ؛کیوں کہ یہ لوگ مغرب شرعی سے پہلے نما زپڑھتے ہیں لیکن ان کی دوسری نمازیں وقت پرہوتی ہیں اور دوسری نمازوں میں تقیہ اور احتیاط کے درمیان جمع کا تقاضا یہ ہے کہ فرادیٰ کی نیت سے ان کےساتھ جماعت سے نماز پڑھ لو اور اس کے بعد جو بھی پڑھے سنو، مگر نماز ظہر وعصر میں کہ سورہ حمد کو امام کے ساتھ پڑھو۔

مسئلہ۳۔ اگرجہری نمازوں میں ہلکی آوازکے ساتھ حمد و سورہ کا پڑھنا ممکن ہے تو اس طرح سے پڑھوا ور اگر متوجہ ہوجاتے ہیں تو بغیر آواز کےپڑھنا واجب ہے اور کافی ہےاورقنوت بھی کہ مستحبات سے ہے یہاں پر اس کا کوئی محل نہیں ہے ، مگر نماز ظہر وعصر میں کہ دوسری رکعت کے سورہ کے بعد ہاتھ بلند کئے بغیر اگر قنوت پڑھو کوئی اشکال نہیں ہے۔

مسئلہ۴۔ اصولاً ایسی جگہوں پر سجدہ گاہ کا استعمال حرام ہے یہاں تک کہ اگر ایسی جگہ ہے کہ فرش کے علاوہ نہیں ہے تواسی فرش پر سجدہ کرو اور صحیح ہے ، کہ اگر سجدہ گاہ اور اس جیسی چیزوں کااستعمال کرو گے تو خلاف تقیہ ہے اور حرام ہے اور تمہاری نماز باطل ہے۔

مسئلہ۵۔ چونکہ لوگ عصر کے بعد نماز نافلہ کو غروب تک اور نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک حرام جانتے ہیں لھذا ان اوقات میں نماز نافلہ پڑھنے سے پرہیز کرو، مگر نما زطواف اور اگر کوئی دوسری نماز ہے تواس طرح پڑھو کہ سمجھ نہ سکیں؛ کیوں کہ پنجگانہ نمازوں کو تاخیر سے پڑھنا ان کے نزدیک حرام ہے۔

مسئلہ۶۔ اگر واجب نمازپڑھ چکے ہو اور اب سنی بھائیوں کی جماعت میں پہنچے ہو توان کے ساتھ تجدید کر نا واجب ہے اور یہاں پر طبعاً جماعت کی نیت سےورنہ فرادیٰ اپنے فرائض کو انجام دینا لازم ہے ، نیت قضا بھی خواہ اس جگہ ہو یا اس جگہ جہاں نماز نہیں پڑھی ہے درست نہیں ہے، کیوں کہ تقیہ کے اوامر ا دا نمازوں میں منحصر ہیں اور بس!

مسئلہ۷۔ تقیہ کےسارے مسائل اور قوانین طواف اور سعی کے باب میں گزر چکے ہیں اور کلی طور پر ان مناسک میں سے جو بھی تقیہ کے خلاف ہو مورد اشکال ہے اور امکان کی صورت میں اس کی تکرار کرنا لازم ہے ۔

مسئلہ۸۔ پیغمبر کی ضریح اور اسی طرح مسجد کی در ودیوار نیز مسجد الحرام کی جگہوں کو کعبہ مکرمہ کے علاوہ چومنا اور ان پر ہاتھ پھیرنا حرام ہے اور اسی طرح زیارت کا پڑھنا اور ہر وہ چیز جو تقیہ کے خلاف ہے حرمین شریفین میں حرام ہےاور کتنا اچھا ہوتا کہ ان سب باتوں کےبجائے ان چیزوں کو انجام دیا جائے جو تمام مسلمانوں کے نزدیک مورد قبول ہے اور ہماری نگاہ میں بھی بہتر ہے ،مانند طواف ،قرآن کی تلاوت، یا صحیفہ سجادیہ کا پڑھنا جو خود ہماری آبرو ہے اور اگر نادانستہ طور پرتمہارے ہاتھ سے لے بھی لیں تو مطالعہ کرنے کے بعدوہ مسرور ہوں گے۔

مسئلہ۹۔ جو چیزسنت رسول کے خلاف ہے اس کو ترک ہونا چاہیئے خصوصاً سنی بھائیوں کے درمیان جو ہم سے دوری اور دشمنوں کے پروپیگنڈوں کی وجہ سے ہمارے بارے میں اچھا نظریہ نہیں رکھتے مثلاًبینراور سارے نوشتہ جات "عمرہ نوروزی" قطعا حرام ہیں اور اصولاً نوروز کا شمارنہ اسلام میں   ہے اورنہ ہی اسلامی عید ہے کہ ہم عمرہ کو اس سے نسبت دیں ا ور یہ لوگ بھی ان علامتوں کواسلامی سنت کا مخالف اور بت پرستی کا شعار جانتے ہیں ، امسال بھی ان کے ریڈیو نے کہا کہایران سے ایک لاکھ اٹھارہ ہزارآتش پست مکہ ومدینہ آئے ہیں، لہذا ہم کیوں خود کو اس طرح سے رسوا کریں اور اپنی زحمتونکو بیکار کریں ۔

مسئلہ۱۰۔ خوش الحان اور صحیح قرآن پڑھنے والے قاریوں کے ذریعہ حرمین شریفین میں قرأت قرآن کے جلسوں کی تشکیل کابہت ہی گہرا اور اہم اثر ہے، اور ان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم بھی اہل قرآن ہیں اور ہماری کتاب صرف مفاتیح الجنان نہیں ہےاور ہم اس کاآشکارا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہمارا قرآن بھی وہی ہے جو تمام مسلمانوں کا قرآن ہےاور آخر کار ان جلسات کے ذریعہ بہت ساری تہمتیں ہم سے بر طرف ہو جاتی ہیں اور ہم محل نزول قرآن میں بہترین ثواب کے   حقدارہوتے

ہیں اور آپ اے بھائیو اور بہنو ا کسی بھی کتاب کی جگہ بہترین اسلوب ،خط ، کاغذ اورجلد میں ایران کا مطبوعہ قرآن لے کر آو اور استفادہ کرنے کے بعد مسجدالحرام میں یا مسجد النبی میں رکھ دو تاکہ تہمت اور سوء تفاہم بر طرف ہونے کا ایک بہترین وسیلہ ہو۔

مسئلہ ۱۱۔حالت اختیار میں اینٹ، پتھر اور موزائیک کی تمام قسموں اور ہر اس چیز پر جو زمین سے نہیں ہےنیز مأکولات ا ور ملبوسات سے نہیں ہے پر سجدہ کرنا جائز ہے ، یہاں تک کہ پختہ اور ناپختہ گچ اورچونے پر اور اسی طرح سفالی چیزوں پربھی ، البتہ جواہرات اور سونا چاندی پر ظاہراً سجدہ کافی نہیں ہے ، نہ تنہا اس لحاظ سے کہ ان پر زمین کا صادق آنا بعید ہے،بلکہ روایت کے مطابق معبود اہل دنیا ہیں اور حالت سجدہ خدا کے لئے اہم اور بہترین حالت خضوع وتذلل ہے۔

لہذا اگر کسی چیز پر زمین صادق بھی آئے لیکن ان کی طرح قیمت رکھتے ہوں توظاہراً سجدہ اس پر کافی نہیں ہے اور کیا خوب کہ خاک اور پتھر پر سجدہ ہو کیوں کہاس میں خضوع اور تذلل کی کیفیت زیادہ نمایاں ہے

بہر صورت زائرین محترم اس بات کا زیادہ دھیان رکھیں کہ حج یا عمرہ دو لحاظ سے تحفہ ہو ، ایک یہ کہ اعمال حج کے تربتی مدرسہ میں زیادہ سے زیادہ مودب ہوں تاکہ واپسی پرہم خود ایک سوغات ہوں ، دوسرے یہ کہ ہمارے اعمال اور ہماری رفتار سارے مسلمان بھائیوں کے درمیان ایسی ہو کہ رفتہ رفتہ ہم سےالزامات دور ہو جائیں اور ہم کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے نزدیک کریں ، نہ یہ کہ دستور وفرمان سے باہر بغض شیعہ گری کے ذریعہ ان کی کینہ توزی میں اضافہ کردیں ۔

متفرق مسائل:

مسئلہ۱۔ نماز قصر:متعدد آیات وروایات کی رو سے صرف وہاں پر نماز قصر یعنی چار رکعتی نماز کو دو رکعت پڑھنا چاہیئے جہاں پرپیشرفتہ ترین وسائل سے سفر کرنے پروطن یا محل اقامت سےایک دن کے بقدر راہ طے کرے،کہ گذشتہ زمانے میں ایک دن کی مسافت وہی آٹھ فرسخ ہی تھی لیکن اس وقت تقریبا ایک ہزار کلو میٹر ہے ؛ کیوں کہ اس وقت زیادہ تر راستہ تیز رفتارگاڑیوں کے ذریعے طے ہوتے ہیں اور اگر آنے والے زمانے میں گاڑیوں کی جگہ ہوائی جہاز لے لے اکثر مسافرتوں کا وسیلہ ہو جائے تو پھر فطری طور پر شب و روز میں شرعی مسافت کا معیار بھی ہوائی جہاز ہی ہوگی اور اگرآئندہ کچھ دوسرے وسائل پیدا ہوجائیں اور کرہ زمین کا چکر ایک دن سے کم کی مدت میں لگائیں اور ان وسائل کی جگہ لے لیں طبعاً نماز اور روزہ کے قصر ہونے کا سوال ہی نہیں رہ جائے گا۔

پور ی اسلامی تاریخ میں جوہمارے فقہا نے نماز اور روزہ کے قصر ہونےکی مقدار کے بارے میں بحثیں کی ہیں وہی قافلوں کی ایک دن کی مسافت کے حساب سے آٹھ فرسخ کو حد شرعی جانا ہے، لیکن جہاں پر دو میزان : آٹھ فرسخ اور ایک دن کی مسافت آپس میں مختلف ہوں تو مبتلی بہ نہ ہونے کی وجہ سےاس سےمتعلق کوئی بحث نہیں کی۔

ہماری احادیث میں کبھی آٹھ فرسخ اور زیادہ تر ایک دن کی مسافت شرعی سفر کا معیار مقرر ہوئی ہے ا ور کسی وقت یہ اور کسی وقت وہ اور جو چیز اس درمیان واضح ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں حد کے لحاظ سے برابر ہیں مگر یہ کہ ایک ظرف زمان کا نمائندہ ہے اور دوسرا ظرف مکان کانمائندہ ہےپھر یقینادونوں اصل نہیں ہوسکتے لهذا اس میں ایک ہی اصل ہے اور دوسرا اس کا نمائندہ ؛کیوں کہ مسافت زمانی مسافرت کے وسائل کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں لیکن فرسخ والی مسافت ہمیشہ یکسا ں ہے۔

اب اگر ایک روزہ مسافت وہی آٹھ فرسخ ہوئی جیسا کہ پرانے زمانے میں ایسا ہی تھا تو گفتگو کا کوئی محل نہیں ہے ، لیکن اگرآٹھ فرسخ سے زیادہ ہوئی تو دیکھنا

چاہیئے کہ یہاں پر میزان یہی مسافتی حد ہے یا زمانی تو پھر اس صورت میں دونوں کے درمیان تخییر بے معنی ہے

روزہ اورنمازسے متعلق آیات اور چند روایات سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ میزان اصلی وہی ایک روزہ راہ ہے جوپہلے زمانے میں زیادہ تر وسائل مسافرت سے آ ٹھ فرسخ تھی اور اس وقت تقریبا ہزار کلیو میٹر ہے، جیسا کہ صحیحہ فضل بن شاذان میں حضرت رضا(علیہ السلام) سے ہے کہ فرمایا: یہ جو نماز کا قصر ہوناآٹھ فرسخ میں معین ہوا ہے بے کم وکاست اس رو سےہے کہ آٹھ فرسخ نوعاً لوگوں اور قافلوں کے لئے ایک روزہ سفر تھا ، لہٰذا ایک روزہ راہ میں قصر واجب ہے اور اگر ایک روزہ راہ میں واجب نہ ہوتا تو پھر ہزار سال کی راہ میں بھی واجب نہ ہوتا ؛کیوں کہ سارے دن ایک دوسرے کے مانند ہیں اور کبھی راہ کا طے کرنا مختلف ہوتا ہے کہ کبھی ایک روزہ راہ پیدل چار فرسخ اور گھوڑے سے بیس فرسخ ہے اور یہ جو ایک روزہ مسافت کو آٹھ فرسخ میں معین کیا ہے اس لحاظ سے ہے کہ یہ اونٹوں اور قافلوں کی مسافت ہے اور مسافرت کا زیادہ تر وسیلہ یہی ہے اور زیادہ تر قافلے اس قدر مسافت طے کرتے تھے(۱۔وسائل الشیعہ ج۵، ص۴۹۰ح۱، و ۴۹۳،ج۲)

یہاں پر تین اہم اور قیمتی نکات نمایاں ہوتے ہیں: ۱۔ میزان اصلی ایک روزہ مسافت ہے نہ آٹھ فرسح، ۲۔ ایک روزہ مسافت ، مسافرت کے زیادہ تروسائل سے، ۳۔ اس اکثر وسیلہ میں میزان ان کی اکثر مسافرت کا وسیلہ ہے،

بنا بریں جیسا کہ پرانے زمانے میں ان دونوں اکثریت کا نتیجہ آٹھ فرسخ تھا لیکن اس وقت تو زیادہ تر سفر گاڑیوں سے ہوتا ہے اور سب سے زیادہ تقریبا رات دن میں ہزار کیلو میٹر ہے اس سے کم تر میں نماز بھی تمام ہے اور روزہ بھی رکھنا چاہیئے،

اب تم ہزار کیلو میٹر کی مسافت کو خواہ پیدل ایک ماہ میں طے کرو یا ہوائی جہاز سے ایک گھنٹہ میں یا موٹر، گاڑی وغیرہ کے ذریعہ رات دن میں طے کرو تینوں صورتوں میں تمہارا سفر وہی حد شرعی ہے (فی الوقت ۱۰۰۰کیلو میٹر) کہ نما

زقصر پڑھو اور روزہ افطار کرو ، کیوں کہ میزان وہی موجودہ زمانےکےاکثر وسائل سےسفرکرنا ہے وہ بھی اس کی سب سے زیادہ حد کہ تقریبا ایک گھنٹہ میں سا ٹھ کیلو میٹر ہےاور روز شب میں ایک سوم آرام کرنے ا ور دوسرے موانع کے لئے ہےاور ۱۶ گھنٹہ سفر کے لئے مجموعا ۹۶۰ کیلو میٹر مسافت طے ہوتی ہے۔

جیسا کہ آپ پرانے زمانے میں بھی خواہ پیدل ایک دن کارستہ چلتے تھے کہ چار فرسخ ہے اور خواہ گھوڑے سے کہ بیس فرسخ ہے اور خواہ معمولی قافلوں سےکہ آٹھ فرسخ تھا ،تینوں صورتوں میں حکم یکساں تھاکہ میزان وہی قافلے ہیں جو بیشتر وسائل مسافرت تھے (آٹھ فرسخ)

گذشتہ علماء نے نوعاًآٹھ فرسخ اور ایک ر وزکی راہ کے اختلاف کو ذکر نہیں کیا ہے، کیوں کہ ان کے زمانے میں اکثر وسا ئل مساوی طورسے وہی قافلےتھے ، اسی لئے مورد اختلاف کے بارے میں کچھ نہیں کہا اور جن علماء نے اپنی خاص روشن فکری سے اختلافی مورد کو ذکر کیا ہےان سب نے آٹھ فرسخ کے حکم کو نقض کیا ہے یا حکم سفر کو اسی ایک روز کی مسافت میں منحصر کیا ہے ، یا ایک روز سے کمتر مسا فت اور آٹھ فرسخ سے زیادہ میں قصر واتمام کے درمیان تخییر کے قائل ہوئے ہیں (۱۔ شہید اول نے کتاب روضہ میں وہی ایک ورزہ مسافت کو یہاں پر میزان اصلی قررا دیا ہے اور سید محمد نور الدین نے کتاب مدارک میں تخییر کا حکم لگایا ہے اور تیسرا احتمال ہے کہ وہی آٹھ فرسخ ہی میزان ہے ، مورد اختلاف میں کسی سے نقل نہیں ہوا ہے ،ملاحظہ ہو کتاب نماز مسافر(متی تقصر من الصلاۃ))اور ہرگز اب تک کسی سے نقل نہیں ہوا ہے کہ ان دونوں کے مورد اختلاف میں وہی آٹھ فرسخ معتبر ہو اورا س اصل کے مطابق اس بات کے پیش نظر کہ ساری احادیث نے ایک روزہ مسافت کونقل کیا ہے اور تضعییف بھی نہیں کی ، ایسا لگتا ہے کہ علماء کے درمیان اتفاق تھا کہ آٹھ فرسخ میزان دائمی نہیں ہے بلکہ پرانے زمانے میں آٹھ فرسخ بیشتر وسائل مسافرت سےایک ر وزکی مسافرت کا نمائندہ تھی اور ہمارے زمانےکے علماءکا متفقہ نظریہ ہے کہ یہ آٹھ فرسخ اصل ہےلیکن اس بات پر کوئی شرعی دلیل

قائم نہیں ہے اور ان کی یہ اتفاق نظر کسی جدید نص کو کشف نہیں کرتی؛ کیوں کہ پوری اسلامی تاریخ میں ایسی نص کا وجود نہیں ہے اور اگر کوئی نص تلاش بھی کر لیں جو آٹھ فرسخ کو دائمی طور پر شرعیسفر کا معیار بتلاتے ہیں ، چونکہ آیات وروایات کے برخلاف ہےاور کسی صورت قابل قبول نہیں ہے اور کیا خوب کہ اس طرح کی کوئی نص بھی موجود نہیں ہے اور قرآن وسنت سے کچھ دلیلیں ہیں جو ایک روزہ مسافت کو میزان اصلی ظاہر کر تی ہیں ۔

بنا براین اس زمانے میں بیشتر وسائل مسافرت سے وہی ایک روزہ مسافت میزان قصر وافطار نماز و روزہ ہے کہ اگر وطن یا محل اقامت سےاس مقدار سے کمتر سفر کیاتونماز بھی تمام ہے اور روزہ بھی کامل ہوگا اور اب یہاں پر مناسبت سے چند مسائل:

مسئلہ۱۔ جولوگ مکہ میں رہتے ہیں اگر موسم حج یا موسم حج کے علاوہ عرفات جائیں تو ان کی نماز تمام ہے اور اصولاً موسم حج کے علاوہ میں چونکہ عرفات سیدھے راستے سےآتے جاتےہیں لھذا چار فرسخ کی دوری نہیں ہے تاکہ مجموعا آٹھ فرسخ ہو ،اس بنا پر تمام مراجع کے مقلدوں کی نمازیں اپنے شرائط کے ساتھ تمام ہے ۔

مسئلہ۲۔ مکہ اور مدینہ میں رہنے والے اگر ہر ایک دوسرے کے شہریعنی مکہ کا رہنے والا مدینہ اور مدینہ والامکہ کا سفر کرےتو ا س کی نمازیں تمام اور روزہ بھی بر پوراہے؛ کیوں کہ ان دونوں کے درمیان کی مسافت ایک روزہ مسافت سے کم ہے۔

مسئلہ۳۔ دنیا کے کسی بھی خطہ میں اگر ایک ورزہ مسافت سے کم سفر کرو تو یہی حکم جاری ہے مثلاً طہران سے اصفہان جاؤ خواہ اصفہان میں دس دن رکنے کا قصد کرو یا نہ؛ کیوں کہ ان دونوں شہروں کے درمیان کی مسافت آمد و رفت کے بیشتر وسائل کم ہے اور تمام مسائل قصر کی تفصیل خود اس کی جگہ پرمذکور ہے۔

مسئلہ۲۔ تخییر کے موارد :

قصر واتمام کے درمیان تخییر کے مواردمیں سےایک مکہ ومدینہ ہے اور احادیث میں اس حوالے سےمختلف تعبیریں ہیں ۱۔ مسجد الحرام ، مسجد الرسول، مسجد کوفہ اور حرم امام حسین(علیہ السلام)، ۲۔ حرم خدا ،حرم رسول اکرم، حرم امیر المومنین(علیہ السلام)، حرم امام حسین(علیہ السلام)، ۳۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، اور حیرہ

لہذا مکہ اور مدینہ میں سے تخییر کے موارد ہیں ہر ایک کے بارےمیں یہ تین تعبیریں : مکہ ۔حرم خدا۔المسجد الحرام ۔ مدینہ ۔ حرم رسول اللہ۔ ذکر ہوئی ہیں اور کل ملاکر اس کی حکمت مکان اور جگہ کا مبارک ہونا جانا گیا ہے اورا س طرح کے مطلق اور مقیدوں کے درمیان جمع کرنے کا مقتضی یہ ہے کہ پوری نماز مسجد الرسول میں رجحان رکھتی ہے اور پورے شہر مدینہ میں بھی بہتر ہے ، لیکن مکہ میں رجحان کے لحاظ سےخود مسجد الرسول بلند ترین درجے پرہے اور اس کے بعد پورا شہر مکہاور آخر میں پورا حرم جو چار فرسخ ضریب در چار فرسخ ہے ، اور ان احادیث میں جالب توجہ یہ نکتہ ہے کہ خصوصیت کے ساتھ مسجد الحرام اور مسجد الرسول میں حکم کیا ہے کہ نما زپوری پڑھو اور مکہ ومدینہ حرم اللہ ، حرم رسول اللہ کی دوسری جگہوں میں قصر پڑھنا واجب نہیں ہے ، اگر چہ ان جگہوں پر بھی کبھی کبھا ر پوری پڑھنے کا حکم ہوا ہے ، لیکن مسجد الحرام اور مسجد الرسول کے بارے میں جو حدیث قصر واتمام کے درمیان تخییر میں صر احت ہے فقط حدیث عمران ہے اور بقیہ احادیث اتمام میں صریح ہیں ۔

نتیجہ: مسجد الحرام اور مسجد الرسول میں مستحب موکد ہے بلکہ مقتضائے احتیاط شدید ہے کہ اپنی نما زپوری پڑھو اور مکہ ومدینہ کی تمام جگہوں پر بہتر ہے اور حرم مکہ کی دوسری جگہوں پر کہ اس وقت مکہ سے زیادہ وسیع ہے استحباب کے تیسرے درجے پر ہے ۔

مسئلہ۳۔ احرام سے باہر آنا:

حالت احرام وہ حالت ہے کہ ا سکے وظائف کو انجام دئیے بغیر خواہ حج ہو یا عمرہ اس سے رہائی ملنا ممکن نہیں ہے اور صرف لباس احرام کو اتارنے سے احرام سے باہر نہیں آتا ہے۔

لباس احرام واجبات احرام میں سے ایک سب سے چھوٹا واجب ہے اور اصولاً احرام باندھنا اور احرام اتارنا غلط مشہور ہے اور بہت عامیانہ ہے؛ کیوں کہ احرام کوئی باندھنے اور اتارنے کی چیز نہیں ہے ۔

بنا بر ایں جب محرم ہوگئے تو متوجہ رہو کہ جب تک اس کےا عمال انجام نہ دوگےہرگز خلاصی اور رہائی نہ پاؤ گے اور کسی صورت باطل نہ ہوگا ، بنا بر ایں تجدید احرام میں احتیاط بعض موارد میں بیجا اور نا مناسب ہے، تم جس وقت شرائط کے ساتھ محرم ہوئےخواہ کتنا بھی وقت گزر جائےتم محرم ہو یہاں تک کہ اپنے سارے اعمال بجا لاؤ اور اگر میقات سے پہلے یا بعد محرم ہوئے یا میقات سے ہی محرم ہوئے، لیکن لبیک نہیں کہا تو جان لو کہ محرم نہیں ہو اگر چہ لباس احرام تمہارےجسم پر ہے اور وجوب یااس کے استحباب کی صورت میں واجب یا مستحب ہےلھذا اس کے مقررہ شرائط کے ساتھ محرم ہو۔

میقات سے پہلے لباس احرام کا پہننا نما زسے پہلے لباس کے پہننے کی طرح ہے اور اس میں بالکل کوئی مضائقہ نہیں ہے ،لیکن میقات سے پہلے یا اس کے بعد لبیک کہنا کافی نہیں ہے اور جیسا کہ گزرا نیت ،میقات ا ور لبیک یکجا ہونا چاہیئے اور اگر بھول گئے کہ بعض لباسوں کو حالت احرام میں جسم سے اتارو ، یا حتی عمداً ترک کردیا ہے تو تمہارا احرام قطعا صحیح ہے،لیکن بعد کی صورت میں گناہ کیا ہے اور کفارہ بھی ہے اور سہو کی صورت میں نہ حرام ہے اور نہ کفارہ ۔

مسئلہ۴۔ دو عمرہ کے درمیان فاصلہ:

اس بات میں کہ دو عمرہ کے درمیان فاصلہ لازم ہے یا نہیں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ ایک سال، یا ایک ماہ، دس دن یا بالکل کوئی فاصلہ نہیں ہے۔

آیت "اتموا الحج والعمرۃللہ" کے اطلاق کے مطابق(حج و عمرہ دونوں خدا کے لئے انجام دو) اور پیغمبرا سلام کے فرمان کے مطابق کہ "ایک عمرہ سےدوسرے عمرہ تک گناہوں کا کفارہ ان دونوں کے درمیان ہے" ایسا لگتا ہے کہ فاصلہ اصولاً شرط نہیں ہے خواہ دو یا چند عمرہ بلا فاصلہ اپنے لئے انجام دے یا دوسروں کے لئےیا اپنے اور غیروں کے لئے انجام د ے، خواہ عمرہ مفردہ یا عمرہ تمتع اورعمرہای مفردہ کے درمیان، کلی طور پر فاصلہ بلکل شرط نہیں ہے اور جن روایات سے فاصلہ کے شرط ہونے پر استدلال ہوا ہے وہ اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتی ہیں، مثلاً حدیث "لکل شہر عمرۃ" جو کبھی تنہا اور کبھی " لکل عشرۃ ایام عمرۃ " کے ساتھ آئی ہے ، جیساکہ علی بن ابی حمزہ حضرت موسی بن جعفر سے پوچھتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو سال میں ایک یا دو یا چار بار مکہ جاتا ہےتو اس کا فریضہ کیا ہے ؟ فرمایا: لبیک(احرام) کے ذریعہ داخل ہو اور محل ہو: احرام سے باہر ہو کر ، واپس آئے اور فرمایا: اور ہر ماہ کے لئے ایک عمرہ ہے ، میں نے پوچھا : کمتر بھی ہے؟ فرمایا:ہر دس دن میں ایک عمرہ ہے اور اس کے بعد اضافہ کیا : امسال چھ عمرہ انجام دیا ہے، محمد بن ابراہیم کے ساتھ طائف میں تھا اور جب وہ مکہ آتا تھا تو میں بھی اس کے ہمراہ آتا تھا ،(وسائل ،باب۶ عمرہ)

موثقہ اسحاق بن عمار میں ہے حضرت صادق(علیہ السلام) سے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ہر مہینے کے لئے ایک عمرہ ہے۔

اورحدیث ابن حمزہ جس کا مورد مکہ کے رہنے والے کے علاوہ لوگ ہیں یا وہ لوگ جو باہر سے مکہ کا قصد کرتے ہیں ، اگر چہ ہر مہینہ کے لئے ایک عمرہ

تقریبا ذکر ہواہے لیکن یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ اس سے کمتر جائزنہیں ہے ، بلکہ سوال مجدد کا جواب ہے کہ فرمایا " ہر دس دن میں ایک عمرہ ہے" خود ایک مہینے سے مخصوص نہ ہونےپر صریح ہے ا ور پھر یہاں پر بحث اس بارے میں ہے کہ جو لوگ مکرر مکہ مسافرت کرتے ہیں کب ایک عمرہ واجب ہوتا ہے کہ پہلے فرمایا: ہرمہینے میں ایک بار اور بعد میں اضافہ کیاکہ ہر دس دن میں ایک بار کہ طبعاً ایک مہینے میں واجب اور دس دن میں مستحب ہے اور اصولاً اس کی گفتگو نہیں ہے کہ دو عمرہ کے درمیان کتنا فاصلہ لازم ہے ورنہ دس دن میں تبدیل کے قابل نہ ہوتا کہ پہلے ایک ماہ اور اس کے بعد دس روز۔

یہاں پر دو بحث ہے : ایک یہ کہ جو لوگ مکرر مکہ جاتے ہیں ان کے لئے کتنے فاصلہ میں محرم ہونا لازم ہے۔ مذکورہ بالاحدیث میں اس کا جواب "ایک ماہ" اور اس کے بعد"دس روز"مقرر ہوا کہ پہلا واجب ا ور دوسرا مستحب موکد ہے اور چونکہ ا س زمانے میں کوئی دس روز سے کم مدت میں دوبارہ مکہ کا سفر نہیں کرتا ہے ،اس کے لئے استحباب موکد کے عنوان سے اتنے ہی پر اکتفا کی گئی ہے ، اور رسولخدا کی گذشتہ حدیث کہ " عمرہ سے عمرہ تک کے درمیان گناہوں کا کفارہ نہیں ہے" کلی طور پر عمرہ کی زیادہ سے زیادہ تکرار کے استحباب پر اشارہ ہوا ہے ، دوسری بحث یہ کہ دو عمرہ کے درمیان جواز یا دوسرا استحباب کے لئے کتنا فاصلہ ضروری ہے ، مذکورہ بالااحادیث میں اس بات کی طرف بلکل کوئی اشارہ بھی نہیں ہوا ہے اور اطلاق آیت اور حدیث نبوی کے علاوہ کوئی ودسری دلیل بھی ہمارے پاس نہیں ہے اور یہ دونوں ہر طرح کی تکرار کو جائز قرار دیتی ہیں، بلکہ ترغیب دلاتی اورتشویق کرتی ہیں ۔

جو احادیث تصریح کرتی ہیں کہ " عمرہ سال میں ایک مرتبہ ہے " ان کوعمرہ تمتع پر حمل کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اگر ہر عمرہ کو شامل ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس نے امسال عمرہ تمتع انجام دیا وہ دوسرے سال تک عمرہ مفردہ انجام نہیں دے سکتا اور یہ ضرورت کےبلکل خلاف ہے ۔

بہر صورت اگرا حادیث ایک ماہ اور دس روزکے فاصلوں میں سے کسی ایک کے لزوم پردلالت کرتیں تو صرف عمرہای مفردہ سے مربوط ہوتیں نہ کہ عمرہ مفردہ اور تمتع کے درمیان بھی یہ فاصلےشرط ہوتے ؛ کیوں کہ "لکل شہر ، یا لکل عشرۃ ایام " تنہا ان عمروں کو شامل ہے جو ہر ایک ماہ یا دس روز میں قابل تکررا ہیں عمرہ تمتع جو سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں ہے ، بناء برایں اصولاً عمرہ مفردہ اور تمتع کے درمیان فاصلہ پر کوئی نظر نہیں ہے۔

عمرہای مفردہ میں بھی اصولا شامل نیابت نہیں ہے، بلکہ تنہا وہ عمرے جو اپنے لئے انجام دیتے ہو، انہی تمام اوصاف کے ساتھ کتنا اچھا ہو کہ دس روز سے کم کی مدت میں دوسرے کی نیابت میں عمرہ انجام دے تو ا س کاثواب بھی بعض ا حادیث کی رو سے دس گنا ہے کہ ۱۰/۱ دوسرے کے لئے اور ۱۰/۹ تمہارے لئےا ور یہ خود ایک اجتماعی درس ہےاور قابل غور نکتہ ہے کہ عبادات میں بھی دوسروں کو فراموش نہ کرو تاکہ خدا کے نزدیک تمہارا ثواب بھی زیادہ سے زیادہ ہو۔

تم اگر پیغمبر اسلام یاائمہ معصومین اور انبیاء ومرسلین میں سےجس کسی کے لئے حج یا عمرہ انجام دوگے، بحکم خدا ان ذوات مقدسہ کے ساتھ اس کے ثواب میں شریک ہو اور پھر یہ خود ان ذوات مقدسہ کے لئے سلام و تحیت ہے اور یہ ذوات مقدسہ بحکم آیہ تحیت اپنی شان کے مطابق بہتر طریقہ سےخدا سے تمہاری جزا طلب کریں گے؛ کیوں کہ فرمان خدا وندی ہے "واذا حييتم تحية فحيوا باحسن منها او ردوها"

یہاں پر عاقل اور تاجر مسلمان ایک حج یا عمرہ واجب کے علاوہ اپنے لئے انجام نہیں دیتا اور بقیہ کو عمر کے آخر تک دوسروں کے لئے انجام دیتا ہے ، انبیاء ومرسلین، ائمہ معصومین، صلحاء اور کافروں کے علاو ہ خدا کے تمام بندوں کے لئے انجام دیتا ہے ؛کیوں کہ نہ کافروں کی کوئی عبادت قابل قبول ہے ، خاص طور پر حج و عمرہ مستحبی میں مردہ اور زندہ لوگوں کو ایک عمل میں شریک کر سکتے ہو ، یا اگر خود اپنے لئے انجام دیا ہے اس کا ثواب جس کو چاہو ہدیہ کر سکتے ہو۔

مسئلہ۵۔ تمام مناسک حج و عمرہ میں سےہرایک مناسک احرام کے بغیر نہ مستحب ہے اور نہ جائز ہے ،کیوں کہ عبادت کی نیت سے ان کاانجام دینا حرام اور بدعت ہے ، مگر طواف اور اس کی نماز جو تنہا ارو بلا احرام نصوص کی رو سےمستحب ہے ، بنا براں سعی یا حلق وتقصیر یا رمی جمرات یا وقوف عرفات رمی اور بیتوتہ منیٰ ، یہ سب بلا احرام بدعت ہیں ، مگر یہ کہ عبادت کی نیت سے نہ ہو، یا لاعلمی میں انجام پائیں، اس طرح صرف احرام بھی تحقق پذیر نہیں ہے کہ انجام مناسک کے بغیرمحرم ہوجاوا ور اگر ایسا احرام تحقق پا بھی جائےتو اس کے مناسک تمہاری گردن پر ہیں اور اگر اپنے احرام کے لئے کوئی خاص نیت نہیں کی، نہ حج کی اور نہ عمرہ **کی توکافی ہے**،

مناسک عمرہ مفردہ کو انجام دے کر احرام سے باہرآؤ مگر یہ کہ حج یا عمرہ تمتع کے مخصوص وقت میں ہو کہ وہی واجب ہوں گے۔

مسئلہ۶۔ اگر کوئی ایام حج میں حج کے لئے محرم نہیں ہوا اگر پہلے اپنا حج کر چکاہےتو مطلوب حاصل ہے اور اگر نہیں کیا تو گنہگار ہے اور بطور کلی روایات صحیحہ کی رو سے ایام تشریق میں کوئی عمرہ انجام نہیں دے سکتا ہے خصوصاً دوسری صورت میں کہ ۹۔۱۲ ذی الحجہ تک اس کو کوئی عمرہ بجا لانے کا حق نہیں ہے ، کیوں کہ یہ وقت حج سے مخصوص ہے ، اس طرح ایک عمرہ بجا لانے کے بقدر اس سے پہلے عمرہ تمتع سے مخصوص ہے اس میں عمرہ مفردہ انجام نہیں دے سکتا ہے، مگر اس صورت میں کہ پہلے اپنے واجبات کو انجام دے چکا ہے کہ صرف نو اور ایام تشریق میں عمرہ مفردہ سے ممنوع ہے۔

مسئلہ۷۔ حج تمتع کے بعد عمرہ مفردہ بجالانےمیں کوئی اشکال نہیں ہے اور صحیحہ عبد الرحمن حضرت صادق(علیہ السلام) اسی سوال کے جواب میں ہے " کہ اگر استرا اس کے سر پر کاری لگ گیا تو بہتر ہے" (وسائل باب ہشتم عمرہ)اس وقت سے پہلے عدم استحباب اور بدی پر دلالت نہیں کرتا ، کیوں کہ اصولاً سر مونڈنا سعی

عمرہ مفردہ کے بعد مستحب موکد ہے نہ واجب، خصوصاً اس شخص کے لئے جو سر مونڈنے کا ارادہ نہیں رکھتا، یا بلکل اس کے سر میں بال ہی نہیں ہے۔

مسئلہ۸۔اگرمستحبی عمرہ تمتع اپنے لئے یا دوسروں کی نیابت میں انجام دیا توکیا اس پر اپنے حج کو بھی انجام دینا واجب ہے؟ طبعاً چونکہ دونوں ایک ہی عمل ہیں اور اب جب کہ پہلےحصہ کوانجام دے چکا ہےتو اس کا تمام کرنا واجب ہے ۔

لیکن اگر اپنا حج بجا نہیں لایا اور وطن واپس آگیا تو اگر چہاس نے ترک واجب کیا ہے، لیکن آئندہ سال تجدید کرنا لازم ہے ؟ ظاہراً تجدید کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے ، جو احادیث تجدید حج کو واجب قرار دیتی ہیں وہ حج کو باطل کرنےکی صورت میں ہیں نہ اس کو ناقص رکھنے کی صورت میں ، اگر چہ بعیدنہیں ہےکہ وہ احادیث اس کو بھی شامل ہوں ؛کیوں کہ اس کو ناقص رکھ کر باطل کیا ہے اور کم سے کم احتیاط واجب اس کی قضابجا لائے ،لیکن ظاہراً کوئی کفارہ نہیں ہے اور کیا ناقص رکھنے کی صورت میں اپنی گزشتہ نیت کے خلاف دوسرا عمرہ تمتع انجام دے سکتا ہے مثلاً اپنے لئے نیت کی تھی اور اب نیابت کی نیت کرے یا بر عکس اور اس کے بعد اس کا حج اسی دوسری نیت سے بجا لائے۔

اس لحاظ سے کہ یہ وقت اس حج سے مخصوص ہے کہ پہلے جس کا عمرہ تمتع بجا لایا ہے ، جواب منفی ہے، لیکن ترتب کے پہلو سے بعید نہیں ہےکہ اس کا دوسرا عمل صحیح ہو اگر چہ اس نے واجب کو ترک کیا ہے اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس کا حج اس سے پہلے حساب میں اس کی دوسری نیت محسوب ہو اور اس کا دوسرا عمرہ تمتع کچھ بھی شمار نہ ہو اور مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ نیت اول کی مخالفت کی صورت دوسرے کو شمار نہ کرے اور دوسرے سال حج کی تجدید کرےاگر چہ اصولاً اس حج کی عدم صحت پر تغییر نیت کے ساتھ کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے ۔

لیکن اگر تغییر نیت عذر کی وجہ سے ہو تو بے اشکال صحیح ہے مثلاً کوئی تم کو حج تمتع کے لئے نائب کرے اور اس کا عمرہ بجا لانے کے بعد جو پیسہ مقرر ہوا ہے اس کو یا پورا پیسہ دینے سے اجتناب کرے ، یہاں پر نیابت کی تکمیل تم پر واجب نہیں ہے اور اسی طرح وہ تمام موارد جہاں تم کو کسی وجہ سے نیابت کو فسخ کرنے کا حق ہے کہ دوسری نیت سے پھر سے عمرہ تمتع کو انجام دو اور اس کاحج بھی اسی دوسری نیت سے بجا لاؤ۔

یہ حج تمتع میں، لیکن حج قران یا افراد میں جس کا عمرہ مفردہ پہلے کسی نیت سےانجام دیا ہے اس کا حج دوسری نیت سے بجا لا سکتے ہو اور اس کے بعد دوسرا عمرہ مفردہ اسی نیت حج سے انجام دو اور بے اشکال ہے ، کیوں کہ دو مستقل عبادت ہیں کہ اگر عمداً بھی ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کردوتودوسری کی صحت میں مضر نہیں ہے شرط یہ ہے کہ اسی سال اس کو انجام دے۔

مسئلہ۹۔ جن موارد میں اعمال حج یا عمرہ میں سے کچھ ناقص رہ گیا ہے اور وہ بھی ملک حج سے باہر چلا گیا ہے اور یہ عمل بھی قابل تلافی ہے لهذابصورت امکان جلدی یا دیر سے واپس آئے اور اپنے عمل کوکامل کرے اور اگرکسی صورت واپس نہیں آسکتا یا زیادہ حرج اورمشقت میں پڑ جائے یا ایک مدت کے بعد لوٹنے کے قابل ہے لیکن اس مدت میں اس کے لئے احرام کی حالت میں رہنا قابل تحمل نہ ہوتو ان حالات میں اپنے عمل کی تکمیل کے لئےکسی کو نائب اختیار کر سکتا ہے اور کافی ہے ۔

مسئلہ۲۰۔ اگر خود مکہ میں ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ طواف نہیں کر سکتا یا اس کے مناسک کا کوئی دوسرا عمل انجام نہیں دے سکتا تواگرو قت تنگ ہونے سے پہلے نائب کر لے اور بعد میں اس کے لئے ممکن ہوخود انجام دینا واجب ہے ، کیوں کہ نائب کا ا عمل اس وقت کافی ہے کہ تم پورے وقت میں اس عمل کو انجام دینے سے معذور ہو، نیز اگر باہر چلا گیا ہےا ور اپنے عمل کی تکمیل کے لئے واپس آنے سے

ناامید ہے اور اس کے بعد واپس آنے میں کامیاب ہوگیا توظاہراً خود تلافی کر نا لازم ہے ۔

مسئلہ۱۱۔ طواف نساء، حج اورعمرہ مفردہ میں سے کسی ایک میں رکن نہیں ہے ، یعنی اگر عمداً بھی ترک ہوتو اس کا عمل باطل نہیں ہےاس نے صرف واجب ترک کیا ہے اور زن وشوہر اس طواف کے انجام پانے تک ایک دوسرے پر حرام رہیں گے ۔

مسئلہ۱۲۔ اگر غلطی سے چھ دور سعی کی اور تقصیر کر لیا اور اپنی بیوی کے ساتھ نزدیکی کر لی اورا س کے بعد اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوا تو ابن مسکان کی روایت کے مطابق ایک گائے کفارہ دینا لازم ہےاور سعی کا ساتواں دور بھی انجام دے(وسائل باب ۱۴،سعی) اور یہ حکم تکمیل سعی سے پہلے ناخن کاٹنے میں بھی جاری ہے جیسا کہ صحیحہ بن یسار میں آیا ہے (وسائل باب۱۴سعی)مسئلہ۱۳۔ جن موارد میں حج باطل ہوجاتا ہے مثلاً دونوں وقوف کو خواہ اختیاری ہو ں یااضطراری ترک کر دے تو اس کا حج، عمرہ مفردہ میں تبدیل ہو جائےگا اور اس کی تکمیل کر نا واجب ہے ۔

مسئلہ۱۴۔ اگر سہوابعض واجبات حج یا عمرہ کو ترتیب کے خلاف انجام دے تو اس کا حکم حالات اور اس کے احکام کے اختلاف سے مختلف ہوگا:

۱۔ احرام صحیح سے پہلے ہر طرح کا عمل با طل ہے اس معنی میں کہ حج یا عمرہ کے واجبات میں شمار نہ ہوگا

۲۔ اگر وقوف مشعر کو وقوف عرفات سے پہلے انجام دے چنانچہ اگر ان دو نونوقوف میں سے کسی ایک کو انجام نہ دے تو باطل ہے اور بعض صورتوں میں جیسا کہ تفصیل سے گزرا صحیح ہے

۳۔ اگر عید قربان کے سہ گانہ واجبات کو ترتیب کے خلاف انجام دےتو اس صورت میں کہ اصل ترتیب کی طرف واپسی حرج اور مشقت کا باعث ہے احادیث " لاحرج" جو خصوصاً اسی مورد میں آئی ہے ،صحیح ہے اور تکرار لاز م نہیں ہے ،لیکن اگر ترتیب کی تصحیح اور تلافی حرج اور مشقت کا سبب نہ ہوتو تلافی کر نا لازم ہے ، جیسے قربانی سے پہلے تقصیرکہ اس کی تکرار قربانی کے بعد ہرگز مشقت اور حرج کا باعث نہیں ہے اور اگر سہوایا نادانی سےحلق یا تقصیر سےپہلے طواف حج کو انجام دے دیا ہےتو صحیح ہے ، جیسا کہ صحیحہ جمیل بن دراج میں ہے کہ آنحضرت سے میں نے دریافت کیا: ایک شخص نے سر مونڈنے سے پہلے خانہ خدا کی زیارت کی ، فرمایا : شائستہ نہیں ہے مگر یہ کہ بھولےسے ہو (۱۔فقیہ ،ج۲، ص۵۰۶، ح۳۰۹۱)بلکہ جملہ شائستہ نہیں ہے سے ایسا لگتا ہے کہ تعمد کی صورت میں بھی طواف حج کو حلق سے پہلے انجام د ینا صحیح ہے، لیکن خلاف احتیاط ہے ۔

۴۔ اگر طواف کے بعد طواف کی نماز نہیں پڑھی یا صحیح نہیں پڑھی، یا طواف سے پہلے پڑھی ہے توطواف کے بعد سعی وتقصیر کے فاصلہ سے اس کی تکرارکر نا لازم ہے ؛ کیوں کہ اس کے بعد نما زطواف کا پڑھنا اگر چہ فاصلوں سے ہو عذر کی صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے ،لیکن طواف سے پہلے کسی صورت صحیح نہیں ہے ،لہٰذا اگر سعی کرتے وقت یا اس کے بعد سمجھے کہ نماز طواف نہیں پڑھی ہےیا غلط پڑھی ہےتو نما زطواف پڑھےاور سعی کی تکرار لازم نہیں ہے اگر چہ اس کے ضمن میں ہے، روایت کے مطابق سعی کو چھوڑ کر نماز طواف پڑھے اور اس کے بعد سعی کو جہاں چھوڑا ہے وہیں سےتمام کرے (۲۔ فقیہ ،ج۲، ص۴۰۷، ح۳۱ ، ۲۸معاویہ بن عمار حضرت صادق "علیہ السلام ")اور کلی طور سے جس وقت یاد آئے اگر چہ اعمال حج کے بعد سمجھے کہ نماز طواف نہیں پڑھی ہے ، نماز طواف پڑھے اور گذشتہ اعمال کی تکرار لازم نہیں ہے ۔

۵۔ اگر سعی کو طواف سے پہلے انجام دیا ہےتو طواف بجا لانے کے بعد سعی کی تکرار کرے(۳۔ وسائل الشیعہ، باب٦٣، ایک معتبر خبر ہے حضرت صادق"علیہ

السلام" سے) اور اگر نہ جان سکا اور تکرار نہ کی ، روایت کے مطابق خون سے اس کی تلافی کرے (۴وسائل الشیعہ، باب۶۳، حضرت صادق "علیہ السلام"سے ایک معتبر خبر) اور اس کے بعد حلق یا تقصر انجام دے اور اگر تقصیر بھی کر لی ہے تواس کی تکرار کرے ، لیکن اگر طواف میں داخل ہوگیا اور ابھی ختم نہیں ہوا ہے سہواً یا نادانی کی وجہ سے سعی میں مشغول ہوگیا ہے ، اسحاق بن عمارکی حدیث کے اطلاق کے مطابق اگر حالت سعی میں ہے اور کو چھوڑ دے اورجہاں سے ناقص چھوڑا ہےوہاں سے اس کی تکمیل کرے(۱۔ من لایحضره الفقیہ، ج۲، ص۴۰۴،ح۲۸۲۴، اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نےحضرت صادق(علیہ السلام)سے عرض کیا : ایک شخص نے طواف کیا اور اس کے بعد سعی میں مشغول ہوگیا اس درمیان اس کو یادآیا کہ کچھ کم طواف کیا ہے؟ فرمایا: واپس آکر اپنے طواف کو تمام کرے اور اس کے بعد اپنی سعی کومکمل کرے ، میں نے کہا: طواف سے پہلے سعی میں مشغول ہوا ؟ فرمایا: طواف کرے اور پھر سے سعی انجام دے ، میں نے کہا : ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے ؟:فرمایا: پہلے میں اس نے کچھ طواف کیا ہے اور دوسر ے میں اصلاً داخل طواف نہیں ہوا ہے)خواه نصف سے گزر چکا ہو یا نہیں، لیکن اس لحاظ سے کہ اس حدیث کی سند معتبر نہیں ہے کم سے کم اس موارد سے مخصوص ہو نا لازم ہےکہ نصف طواف سے گزر چکا ہو اور مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں نصف سے گزر چکا ہو یا نہ گزر چکا ہو طواف کو کامل کرےاور پھر سے اس کی تکرار کرے ،ا ور ہر ایک کے بعد دو رکعت نماز طواف انجام دے، اور اس کے بعد اپنی سعی کو تکمیل کرے، مگر زیاده حرج ومشقت کی صورت میں طبعاً کافی ہے طواف کو جہا ں سے چھوڑا ہے پورا کرے اور اس جے بعد اس کی سعی کو تمام کرے۔

اور اگر سعی بجا لانے کے بعد معلوم ہو کہ طواف کو کامل نہیں کیا ہے، قاعده کے مطابق لازم ہے سعی کو تکمیل اور تکررا طواف کے بعد پھر سے انجام د ینا لازم ہےاور تقصیر کی بھی تکررکرے۔

٦۔ اگر طواف نساء کو حج یا عمرہ مفردہ کے تمام اعمال سے پہلے انجام دیا ہے ظاہراً ہر صورت میں تکرار کرے (٢جیسا کہ کافی ج٣،ص٥١٢،میں حضرت امام رضا "ع"سے مروی ہے کہ آپ نے سوال سے متعلق دو مرتبہ فرمایاطواف نسا سے پہلے سعی نہیں ہےیہ اعمال سعی سے پہلےاس حکم میں اولی ہیں)اور اگر خود تکررا نہیں کر سکتا یا مسافرت پر چلا گیا ہے اور نہیں کر سکتا یا واپس لوٹنا مشکل ہےتو اس کے لئے کسی کو نائب کرے اور اصولاً اعمال حج و عمرہ میں قاعدہ کلی، ترتیب کی رعایت ہے اگر چہ جہالت یا سہو یا نسیان کی صورت میں ہے ،مگر کچھ بعض موارد میں جو مورد نص ہے،، مانند نماز طواف اور واجبات روز عید اور اسی طرح تکمیل طواف سے پہلےسعی شروع کرنا اور حج کا طواف حلق یا تقصیر سے پہلے۔ تکمیل سےپہلے نماز طواف کو چھوڑ کر بقیہ اعمال معین ترتیب سے قاعدہ کے مطابق حالت احرام میں نہیں رہیں گے اور ترتیب کی تلافی کے لئے اگر لباس احرام کو اتار دیا ہےتو پھر سے پہنے، مگر یہ کہ پھر سے لباس احرام پہننے میں زیادہ وقت لگے یا عمل کے برابر وقت لگے۔

اور بعید بھی نہیں ہے "لا حرج ،لاحرج" کے اطلاق سے رسول اللہ سے سوال کے مورد میں کہ ظاہراً تمام اعمال حج ہیں (١۔ جیساکہ جمیل بن دراج حضرت صادق(علیہ السلام)سے پوچھتے ہیں : ایک شخص زیارت خانہ کعبہ کرتا ہے سر تراشی سے پہلے ؟ فرمایا:شائستہ نہیں ہے مگر یہ کہ بھول گیا ہو اس کے بعد فرمایا: کچھ لوگ عید قربان میں رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: قربانی سےپہلے ہم لوگوں نے سر تراشی کی ہے اور بعض نے کہا رمی سے پہلے سرتراشی کی ہے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو شائستہ تاخیر ہے مگر یہ کہ مقدم رکھا تھا ،فرمایا: کوئی حرج نہیں، اور یہ آیہ نفی حرج سےاستدلال کے سوا کچھ نہیں ہے ، بناء برایں مورد حرج میں منحصر ہوگا خواہ حرج ومشقت مالی ہو یا حالی ہو یا وقتی ہو یا کوئی اور)ان تمام موارد میں کہ اس کی تکرار باعث زحمت ومشقت ہے، یکساں ہے مگر چند مورد میں کہ منصوص ہیں ا ور ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ مورد"لاحرج" ان موارد سے مخصوص ہے کہ تقدیم یا تاخیر عمدی نہ ہو ، خواہ قصور یا تقصیر کی وجہ سے ہو ، یا غلطی وفراموشی کی وجہ سے یا کسی بھی دوسری وجہ سےغیر عمدی ہو، اگر چہ جاہل مقصر گنہگار ہے لیکن دلیل"لاحرج"اس کو شامل نہیں ہے۔

مسئلہ۱۵۔ اگر عمرہ یا حج کی حالت میں طواف یا سعی بجا لانے سے معذور ہوگیا اگر معلوم ہو کہ آخری وقت تک معذور رہے گا تو نائب اختیار کرے ورنہ انتظار کرنا واجب ہے تاکہ مانع برطرف ہونے کے بعد خود انجام دے ا ور اگر حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف سے معذور ہےتو تنگی وقت کے وقت لازم ہے خود اپنی سعی کو انجام دےا ور طواف کو اس کا نائب سعی کے بعد انجام دے ۔

مسئلہ۱٦۔ اگر جانتا ہے کہ واجبات عید قربان کو انجام دینے کے بعد طواف و سعی حج اور طواف نساء سے معذور ہو جائے گا عرفہ سے پہلے ا سکو انجام د ینا لازم ہے اور اگر اس کا عذر طواف حج سے مانع ہےتووقوفین سے پہلے اسی طواف حج پر اکتفاء کرے اور اپنی جگہ پر سعی اور طواف نساء کو انجام دے کیونکہ طواف نساء سے سعی کی تاخیر کافی نہیں ہے۔

مسئلہ۱۷۔اگر طواف نساء کو بلا تعمد ترک کرے اور جب سمجھے کہ اس کو انجام نہیں دے سکتا تو اگر طواف وداع کیا ہے ظاہراً کافی ہے ،جیسا کہ موثقہ میں مانند صحیحہ اسحاق بن عمار حضرت صادق(علیہ السلام) سے ہے کہ اگر خدا نے طواف وداع کے ذریعہ لوگوں پر احسان نہ کیا ہوتاتو مرد اپنے گھر کواس حال میں واپس لوٹتا کہ بیوی اس پر حرام ہوتی اور ظاہراً ان لوگوں سے مراد سنی بھائی ہیں جو طواف نساء کو واجب نہیں جانتے ہیں بنا براین شیعہ معذور کی نسبت جس نے لا علمی یا فراموشی کی وجہ سے طواف نساء کو فراموش کر دیا ہے اگر طواف وداع کیا ہےتو اولویت کے ساتھ کافی ہے۔

مسئلہ۱۸۔ اگرطواف کرنے کی جگہ ا ور پشت مقام ابراہیم طواف واجب ا ور اس کی نماز کے لئے تنگ ہو جائےتو ان لوگوں کے لئے جو طواف مستحب اور اس کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں جائز نہیں ہے ان جگہوں میں شرکت کریں جیسا کہ روایات میں حضرت صادق(علیہ السلام) سے ہےکہ : پہلا عدل جو حضرت قائم(عجل اللہ فرجہ الشریف) بر پا کریں گے یہ ہے کہ آپ کا منادی اعلان کرے گا : اصحاب نافلہ حجر

الاسود اور طواف خانہ کعبہ کو صاحبا ن فریضہ کے اختیار میں قرار دے دیں (حوزہ علمیہ قم ، محمد صادقی)

فہرست مطالب:

مقدمہ(۵)

حج کے معنی(۷)لوگوں اور خدا کاگھر (۹) ملک حج(۱۱) حج کیسے کریں (۱۴) اسلامی حکومت (۱۵) عبادت حرکت(۱۸)

حج وعمرہ (۱۹) عمرہ کے حوالہ سے چند مسائل (۲۳) اسطاعت(۲۴) فردی واجتماعی(۲۹) استطاعت اجتماعی کے ضمن میں استطاعت فردی (۳۱) اقسام استطاعت(۳۲) ۳۱-۳۲

استطاعت عقلی(۳۲) علمی ،شرعی(۳۵) عرفی مالی(۳۴) ۳۲-۳۴

استطاعتمالی کے حوالے سے چند مسائل(۳٦)استطاعت بدنی(٦۳) ۳٦- ٦۳

استطاعت راہی (٦۵) پانچوں استطاعت کی ایک دوسرے سے نسبت: مالی و شرعی(٦۸) مالی بدنی کے ساتھ راہی یا شرعی(۷۱) استطاعت جعلی(۷۳)

نیابت حج(۷۵) مردہ کی وصیت حج ونیابت(۸۰) اقسام حج و عمرہ(۸۳) حج کی تین قمسوں کا موازنہ(۸۴)حج تمتع(۸۷) عمرہ تمتع اور عمرہ مفردہ(۸۸) ۸۴- ۸۸

حج تمتع کس پر واجب ہے(۹۲) حاضرین مسجدالحرام(۹۳) حرم ۹۲ - ۱۰۳

مناسک حج تمتع: احرام(۱۰۸) میقات (۱۱۳)میقات مکانی

احرام : مکہ مکرمہ (۱۱۳) مسجد شجرہ (۱۱۵) وادی عقیق

جحفہ ۔ قرن المنازل ۔ یلملم اور اس حوالے سے چند مسائل ۱۰۸ ۔ ۱۱۷

لباس احرام (۱۲۳) نیت (۱۳۰) تلبیہ (۱۳۸) محرمات احرام ۱۲۳ ۔ ۱۳۵

"لا رفث و لا فسوق و لا جدال" تمام محرمات احرام کو شامل ہے ۱۳۷ ۔ ۱۵۲

۱۔ شکار حیوان غیر دریائی (۱۵۳)

۲۔ حیوانات بدنی کا قتل کرنا ۱۵۳ ۔ ۱۵۸

۳۔ حرام کی گھاس کا اکھاڑنا (۱٦۰)

۴۔ انسان کا انسان سے جدال کرنا (۱٦۲) ۱٦۰ ۔ ۱٦۱

۵۔ اسلحہ ہمراہ رکھنا (۱٦۳)

٦۔ دانت اکھاڑنا

۷۔ خون بدن سے نکالنا (۱٦۵)

۸۔ بدن سے بال اکھاڑنا اور صاف کرنا (۱٦٦)

۹۔ نزدیکی کرنا (۱٦۸) ۱٦۳ ۔ ۱٦۸

۱۰۔ بدن ملنا

۱۱۔ بوسہ لینا ۱٦۸ ۔ ۱٦۹

۱۲۔ عورت کو دیکھنا

۱۳۔ منی باہر نکالنا (۱۷۰)

۱۴۔ عقد نکاح (۱۷۱)

۱۵۔ زینت کرنا

۱٦۔ مردوں کا لباس اور عورت کا دستانہ (۱۷۷) ۱۷۴ ۔ ۱۷۷

۱۷۔ مردوں کا چکمہ اور نیم موزہ پہننا (۱۸۰)

۱۸۔ مردوں کا سر کو ڈھانپنا (۱۸۲) ۱۸۰ ۔ ۱۸۲

۱۹۔ سر پانی میں ڈبونا

۲۰۔ عورتوں کا صورت چھپانا (۱۸۵) ۱۸۴ ۔ ۱۸۵

۲۱۔ حالت سفر میں مردوں کا سائے میں آنا (۱۸۹)

۱۲۲۔ ناخن کترنا

۲۳۔ خوشبو کا استعمال۔ بدبو سے ناک بند کرنا (۱۹۵) ۱۸۹ ۔ ۱۹۵

۲۴۔ بدن پر تیل ملنا (۱۹۹)

کفارات احرام:۱۔ روابط جنسی ۱۹۹ ۔ ۲۰۲

۲۔ جدال (۲۰۷)

۳۔ متحرک سایےکےنیچے جانا

۴۔ مردوں کا لباس پہننا

۵۔ مرد کا سر چھپانا (۲۰۹)

٦۔ عطر استعمال کرنا

۷۔ ناخن کترنا (۲۱۰) ۲۰۷ ۔ ۲۱۰

۸۔ سر مونڈنا (۲۱۱)

۹۔ بدن کے بالوں کا زائل کرنا

۱۰۔ شکار کرنا

۱۱۔ حرم کی گھاس کا اکھاڑنا

۱۲۔ دانت اکھاڑنا

تکرار کفارہ ۲۱۱ ۔ ۲۱۵

طواف (۲۱۸)

حجر الاسود (۲۲۳)

سات چکر کیوں (۲۲۴) ۲۱۸ ـ ۲۲۴

احکام طواف (۲۲۵) : ۱ـ نیت (۲۲٦) ۲ـ حالت طواف (۲۲۸) : ۲۲۵ ـ ۲۲۸

۱ـ نجاستوں سے طہارت (۲۲۹) ۲ـ حدث سے طہارت (۲۳۰) ۲۲۹ ـ ۲۳۰ ۳ـ ختنہ (۲۳٦) ۴ـ شرمگاہ کا چھپانا (۲۳۷)

لباس طواف (۲۳۸) ۲۳٦ ـ ۲۳۸

۳ـ دائیں طرف سے طواف کرو

۴ـ حجر الاسود سے حجر الاسود تک ۲۳۸ ـ ۲۴۳

۵ـ سات چکر لگاؤ (۲۴۴)

٦ـ کعبہ سے ۹ و ۱۳ میٹر کا فاصلہ بے دلیل ہے (۲۵۳)

۷ـ حجر اسماعیل مطاف میں داخل ہے (۲٦۰)

نماز طواف (۲٦۴) ۲٦۰ ـ ۲٦۴

وقت نماز طواف واجب (۲۷۳)

اصالت یا نیابت (۲۷۴) ۲۷۳ ـ ۲۷۴

طواف اور نماز طواف کے حوالے سے چند مسائل (۲۸۷) ۲۸۳ ـ ۲۸۷

حلق یا تقصیر یا کچھ نہیں (۲۹۵)

سعی و تقصیر کے فقہی احکام (۳۰۸) ۲۹۵ ـ ۳۰۸

طواف نساء (۳۰۹) حج تمتع (۳۱۰) اور اب حج (۳۱۲) ۳۰۹ ـ ۳۱۲

وقوف عرفات : صحرائے شناخت میں عارفانہ وقوف (ٹھہراؤ)

یہاں پر عرفات ہے (۳۱۹) عرفات ۔ مشعر ۔ منی ۔ : شناخت ، باریک بینی ، آرزو (۳۲۰) احکام وقوف عرفات (۳۲۳) ۳۱۴ ۔ ۳۲۳

عرفات سے مشعر روانگی (۳۳۰) مشعر الحرام کی حد مکانی ،

فقہ احکام مشعر (۳۳۶) وقوف اختیاری اور وقوف اضطراری

عرفات و مشعر الحرام (۳۴۰) ۳۳۰ ۔ ۳۴۰

منی : آرزو (۳۴۳) واجبات منی (۳۵۶) ۳۴۳ ۔ ۳۵۶

قربانی : تین زاویوں سے (۳۶۶) المیہ قربانی (۳۶۷) آیات قربانی (ہدی) قربانی (۳۶۸) قربانی کی شرعی راہیں (۳۸۲) قربانی میسور ۳۶۴ ۔ ۳۸۵

مکان ۔ زمان ۔ واجبات قربانی اور قربانی واجب کے حوالے سے چند مسائل ۳۸۶

تقسیم قربانی (۳۹۶) چند احتیاطیں (۴۰۰) خلاصہ بحث (۴۰۲) ۳۹۶ ۔ ۴۰۲

کچھ باقی ماندہ مسائل (۴۰۳) حلق یا تقصیر (۴۰۷)

بقیہ واجبات منی (۴۱۳) بیتوتہ منی (۴۱۴) بقیہ اعمال حج ۴۰۳ ۔ ۴۱۷

حبس و گرفتاری ۴۱۷ ۔ ۴۲۰

تقیہ ۴۲۳۔ ۴۳۱

متفرق مسائل ۴۴۳ ۔ ۴۶۱